

انکارمدسی سے انکارفران تک

DARUSSALAM

اليف: مُفْرِقْرَآنُ فَفِيلَةً عَ عَبِدُ اللهِ الْمُعَلِّيِّ الْمُعَلِيِّةِ عَبِيدًا لَا الْمُعَلِيِّ الْمُعَلِي مُنْدُوْنَ: مُولاً مُفْتِي عَمِبِ الولى خانَ

بيني لِنْهُ الرَّهُمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهُمُ المُلْعُ الرَّهُمُ الْمُ الْمُؤْمِلُ المُلْعُمُ المُلْعُمُ المُلْعُمُ المُلْعُمُ المُلْعُمُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ اللْمُعُمُ اللْمُ الْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ المُلْعُمُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ اللْمُؤْمِلُ المُلْعُمُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُلْعُمُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ الْمُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُلْمُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِلُ المُومِ المُؤْمِ



كتاب وسنت ڈاٹ كام پر دستياب تما م البكٹرانك كتب.....

🖘 عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

🖘 مجلس التحقيق الإسلامي كعلائ كرام كى با قاعده تقديق واجازت ك بعداً پ

لوژ (**UPLOAD**) کی جاتی ہیں۔

🖘 متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

🖘 دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کا پی اورالیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** **تنبیه** ***

🖘 کسی بھی کتاب کوتجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعال کرنے کی ممانعت ہے۔

🖘 ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پرمشتمل کتب متعلقه ناشرین سے خرید کر تبلیخ دین کی کاوشوں میں بھر پورشر کت اختیار کریں

نشر واشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعال سے متعلقہ کسی بھی قتم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں اللہ فرمائیں اللہ

webmaster@kitabosunnat.con

www.KitaboSunnat.com

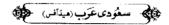
انکارمِدسی سے انکارِفران تک

اليف: مُفنرِقران فَسِيلَة عَ عَبِدُكُ لَا مُرْتَى نظرُهُ وَمُونَا مُفَقِيعِبِ وَالولَى فَانَ



<u>بُلاحِوقِ الثاعت برائے دارالسّلام محفوظ ہیں</u>





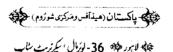
پرسٹیکر: 22743: الزیائی: 11416- مورک توب فون: 00966 1 4043432-4033962 کیمین 11416: کیمین 22743: E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com Website: www.darussalam.com

• الزيش.النبي. أن: 4414483 01 فيمن: 4644945 ♦ المسلمة أن :4735220 10 فيمن: 4735221 ♦ سويلم أن :2860422

• مندوب الرياض: مهاكل: 0503459695-0505196736 فصيم (بريه): فول أقيمي: 6503417156 06 مهاكل: 0503417156

• كم يكرمه: مربائل:0503417155 موبائل:0502839948-0506640175 • مدينة منوره فون: 04 8234446 نيمس 1551121 موبائل:8691555 • دينة منوره فون: 03 8692900 موبائل:8691555 • دينة منوره فون: 03 8692900 تيمس 1551556 • دينة منوره فون 1551566 و مناطقة م

ه خير البحر فون أفيكس: 04 3908027 موماك: 0500887341 • فيس مشيط فون أفيكس: 07 2207055 07 موماكن: 0500710328



0322-8484569: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

🛭 عَرْنَى شريبِ ؛ أردو بإذار ُ لا جور وَن : 37320703 فيليم : 37320703 سباك : 0321-4439150

♦ سون ماركيث اقبال ثاؤن فن :37846714 موبائل :0321-4156390

• 260-4بلاك كرشل امريا، فيرااا ويننس، لا يور فول: 35692610 مرائل: 4212174

6 - اسلام آباد (4 - 5370378 مواكل 5370378 مواكل 5370378 - 5370378 مواكل 5370378 - 5370378

www.KitaboSunnat.com

التالة التحالجيم

اللّٰدے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

7	مضامين
44	♦ تعبيرسوم
48	■ معجزات
49	 پرویزی لا جواب ہو گیا
53	♦ لفظىمعنى
53	♦ مفہوم
53	<i>"2.</i> ", ♦
54	 ♦ ابراجيم عليناً كا آگ ميں پھينكا جانا
62	■ آخرت پرایمان
62	♦ نظيراول
63	 سوال، حساب، عرض اور وزن اعمال
63	 ♦ دنیا میں اعمال کا لکھا جانا اور آخرت میں نامۂ اعمال کی تقشیم
63	🗢 انبیاء، فرشتوں اور مومنوں کی شہادت سے متعلق آیات
63	
64	 جنت، اہل جنت ، جہنم ، اہل جہنم اور آخرت کے تفصیلی احوال
65	 ⇒ جنت اورجہنم کے متعلق سرسید کے نظریات
69	🔳 غلام احمر پرویز کے نز دیک جنت ادر جہنم کامفہوم
	باب 2
71	محمد رسول الله مَثَاثِيْمٌ پر ايمان
72	تىلىنى ■ كېلى صفت رسالت اور نبوت

	مضابين	8
艦	رسول اور نبی کامعنی	74
	﴿ راجح قول	74
蘇	قولی رسالت	75
關	فعلى اورعملي رسالت	76
26	نبي مَا يَشِيرًا كَيْ صفت تبليغ ،تعليم اورتز كبيه	80
	« مبلغ اعظم «	80
	🟶 معلّم اعظم	81
	 لفظ حكمت كي تحقيق 	81
	 مرشد اعظم 	82
***	نی سُلِیْنِ مُبیّن ، یعنی بیان کرنے والے ہیں	83
驑	نبي مَثَاثِينًا عالَم وقاضى مِين	84
₩	نبي مَالِيَّةِ بحيثيت داعي ومبلّغ	86
黚	ايمان بالرسول ہے مشروط ومتعلق تقاضے	88
	ايمان بالرسول كالهبلا تقاضا	88
籬	ايمان بالرسول كا دوسرا تقاضا	93
2	ايمان بالرسول كالتيسرا تقاضا	96
M	ايمان بالرسول كاح وقفا نقاضا	101
	باب 3	
	صیح احادیث بھی وی ہیں	105

9 :***********	مضایین کار در رود در
121	باب 4 فہم قرآن کے لیے صحابہ کرام اللہ ان حدیث نبوی کے محتاج تھے
	5 - L
127	قرآن کریم پڑمل کا انحصارعلم حدیث پر ہے
127	 اقامت صلاة (نماز)
128	■ اوقاتِ نماز كا اثبات
132	 قرآن کی روشنی میں نماز کے ارکان وشرائط
132	🗷 شرائطِ نماز قرآن کی روشنی میں
132	• طبهار ت
133	♦ دوام
134	♦ محافظت
134	 ارکان نماز قرآن کی روشن میں
134	♦ تيام ،
134	♦ استقبال قبله
135	♦ قراءت
135	5F3C1) ◆
135	♦ قنوت
135	♦ اخلاص

10 G	مضامين
136	♦ خشوع
141	₩ ادائے زکاۃ
148	₹ ■
153	📾 قربانی
158	قرآن کریم کی رو سے سنت نبوی کامحفوظ ہونا
158	🗷 فصل 🛈 : قرآن کریم کی حفاظت
161	🗯 حفاظت قرآن کے مراحل
161	🖷 جمع قرآن کے ادوار
161	ا دورنبوی
163	الله دورصد نقی
164	♦ دورعثانی
165	🗷 ترتیبِ قرآن
165	🐞 ترسیپ نزولی
165	♦ ترتيب كتبي
168	🚸 ترتيبِ تلاوت
170	🏾 فصل ②: حفاظت احادیث
170	 عفاظت حدیث کے اثبات کے لیے قرآن کریم سے استدلال
173	🕿 حفاظت حدیث بذریعهٔ سماع اور حفظ

11	مضابین کار مضابین کار مضابین کار مضابین کار مضابین کار می این مضابین کار مضابین کار می کار می مضابین کار می
174	■ قوت ِ حافظه اورصحابه ٔ کرام
176	■ قوت حافظه اور تابعين وائمهُ محدثين حيطة
177	■ قوت حافظه اور تبع تا بعين
178	 ◄ کتابت اور تالیف و تدوین کے ذریعے سے حفاظتِ حدیث
178	■ دور نبوی می <i>ل کتابتِ حدیث</i>
180	■ بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں کتابتِ حدیث کے حکم کا ثبوت
185	■ عہد صحابۂ کرام کے بعد تدوینِ حدیث
185	■ تدوين حديث كاليهلا دور (صحابه كرام فخافَة مُ)
185	 ■ صحابه کرام کے تحریری مجموع
185	 صحفهٔ صادقه
186	♦
186	🏓 صحیفه عثمان دانته
186	🍲 صحیفه علی «الفینا
186	 مستد ابو برریه دانش:
18 7	■ تدوین حدیث کا دوسرا دور
188	■ تیسری صدی ہجری کا دور
189	♦ حاصل بحث
	باب 7
191	جیتِ مدیث ہے انکار،قر آن کی جیت ہے انکار ہے مصص

12	مضایلین از محمد مصالحین است
191	🗯 جیتِ حدیث قر آن کریم کی روشنی میں
196	🗯 جیتِ حدیث عقلی دلائل کی روشنی میں
196	🗢 احادیث قرآن کی عملی تفسیر
197	 ◄ تعاملِ امت يا اجماعِ امت
197	🏶 موضوع احادیث کا وجود
	يانيد 8
199	قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تقیح میں عقل پرستی باعثِ گمراہی ہے مرددد
200	■ عقل کے منافع
204	🛚 عقل کے مفاسد
206	 مطلق نفي عقل
206	■ تحسى خاص وجه سيه في تعقل
208	♦ حاصل بحث
208	🗷 پرویزیت اور عقل
210	♦ ایک منکر حدیث کی توبه
	باب و
211	منکرین حدیث کا ایمانیات،عبادات اوراحادیث کے متعلق عقیدہ کی مستحدہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
211	🗷 الله تعالى كے متعلق عقيده
212	 الله تعالى كے متعلق دوسراعقیدہ

13 ([*] ***********************************	مضابين
214	 الله تعالى اور رسول الله عَلَيْمَ كَمتعلق افكار وعقائد
216	■ ختم نبوت كا مطلب
217	■ تمام مسلمانوں کے اسلام کے متعلق
218	 محمه مَثَاثِينَا كَي شريعت مين تغير وتبدل كا جواز
220	■ قرآن عبوری دور کے لیے
220	■ ایمان بالآخرت کامعنی
221	■ جنت، جہنم اور میزان اعمال کا مطلب
223	■ فرشتوں پرایمان
225	🗷 عقیدهٔ تقدیر ہے انکار
226	■ نظریبَهٔ ارتقا
228	■ آ دم علیبًا کی ذات سے انکار
230	 معجزهٔ معراج سے انکار
232	 پرویزی اسلام میں صرف چار چیزیں حرام ہیں
233	 ■ اركانِ اسلام كى غلط تاويلات اورمسخره بن
234	■ نماز کے متعلق پرویزی خیالات
236	■ زکاۃ کے متعلق پرویزی خیالات
240	 انفرادی ملکیت سے انکار اور پرویزی دلائل
243	 انفرادی ملکیت کے اثبات میں قرآنی دلائل
248	💂 احادیث کا انکاراوران ہے تسنحر
256	🗖 پرویزی معیارات پر تقیدی بحث

14	مضامین (آیا تعریب مضامین
256	🌢 مطابقتِ قرآن
258	🌢 نی مثلیل کی سیرت پر داغ نه آئے
259	🏓 صحابهٔ کرام کی سیرت پر داغ لگنا
261	🗢 حدیث علم کے خلاف نہ ہو
262	🏶 حدیث عقل کے خلاف نہ ہو
	باب 10
265	منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات
265	 پہلاشہہ: کتابت ِ حدیث کی ممانعت کے متعلق روایات
267	🖷 جوابات
270	🏿 طلوع اسلام کا کتابت ِ حدیث کے متعلق اعتراف
271	🗷 دوسراشبه
277	■ تيسراشبه
279	📾 چوقھا شبہ
284	■ پانچوال شبه
286	🖷 چھٹاشبہ آیات قرآنیہ سے استدلال
290	■ ساتواں شبہ: بذریعهٔ قرآن تکیلِ دین
291	🗯 آڻھوال شبہ: حديثِ قرطاس
299	 نوان شبه: نی اکرم مُثَاثِیْن کا صرف ایک مجلد کتاب کا چیوژنا
300	🗯 دسوال شبه: احاديث ظني مين

15	مضامين
300	•
300	♦ يقين
301	♦ خلن
302	 قرآنِ كريم ميں لفظ طن كا استعال
302	💠 ظن جمعنی یقین
302	💠 خلن بمعنی گمان
303	🍁 ظن بمعنی غیراختیاری خیال
303	🏶 خطن بمعنی جیموٹ
304	💠 ظن بمعنی اجتهاد
304	💠 ظن بمعنی تبهت
304	🛚 خلنِ غالب پروین کی بنیاد
306	 رسول الله مثالیم کی سنت سے استدلال
308	 گیار ہواں شبہ: منافقین کی عدم ِمعرفت
308	💂 مومن کی صفات
311	■ منافق کی صفات
314	 بارهوان شبه: احادیث کا اخبار آحاد مونا
314	■ قرآن سے خبرِ واحد کی جمیت کا ثبوت
319	🗷 احادیث سے خبرِ واحد کی جمیت کا ثبوت
320	■ عهدِ صحابه میں خبرِ واحد کی جیت
322	■ تیرهواں شبہ: کثرتِ احادیث

16	مشامین آن بر برده مستورد استورد
323	🛭 کثرت احادیث کے اسباب
324	ﷺ چودھوال شبہ: موضوع احادیث کی عدم معرفت
325	🛎 وضع حدیث کی حکمت
326	🛚 وضع حدیث کی ابتدا اوراس کے اسباب
327	🛚 موضوع روایات کی چھان بین کے بارے میں علمائے امت کی محنت
330	انظری طریقه
331	🤏 عملی طریقه
332	🕮 پندرهوال شبه: تمام راویانِ حدیث کامطعون ہونا
334	🗯 سولہواں شبہ: حدیث کو قرآن پر بیش کرنے کے متعلق حدیث
336	> سترهوال شبه: عذاب قبر
336	پ پہلافریق
337	🚸 دوسرا فریق
338	* تيسرا فريق
339	🛎 احوال قبر ہے متعلق آیات
351	🛎 اثباتِ عذابِ قبراورا حوالِ برزخ
352	🚸 مفصل جواب
354	🚸 ایک واقعہ
356	🛎 اٹھار ہواں شبہ: تعد دِازواج
360	🛚 تعددِ ازواج کے اثبات پر قرآنی دلائل
363	🗯 انیسوال شبہ:سنِ بلوغ سے پہلے نکاح

18	مضابين المستعدد المست	i di
394	■ حدیث12: حالتِ استحاضه میں اعتکاف کرنا	ş
395	■ حدیث 13: دورانِ روزه بیوی کا بوسه لینا	
395	 حدیث 14: رمضان میں جنابت سے شمل کیے بغیر روزہ رکھنا 	n E
396	 حدیث 15: صحابه کا نی مَالیّنا کے تھوک مبارک کو اپنے چہروں 	2
397	🛎 حدیث16:عزل کرنا	
398	 حدیث 17: بعض مسلمانوں کے ارتداد کی پیشین گوئی 	
399	🛚 حدیث 18: جوازِ لواطت کے بارے میں منکرین حدیث کا جھوٹ	
400	■ حدیث19: متعد کرنا	Ħ
405	🛭 حدیث20: سورج کا عرش کے نیچ سجدہ کرنا	
408	 حدیث 21: جہنم کے سانس لینے سے سردی اور گری کا موسم بدلنا 	a a
409	🏾 حدیث22: تین چیزون: گھر عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے	
411	■ حدیث23: بیل اور بھیڑیے کا باتیں کرنا	
412	 حدیث 24: شیطان کا اذان س کرہوا خارج کرتے ہوئے بھا گنا 	
415	 حدیث25: قبر پرسبزشاخ لگانے سے عذاب قبر میں تخفیف 	
417	🏿 حدیث26: گناو کبیرہ، مثلاً: زنا، چوری دخولِ جنت سے مانع نہیں	ı
420	■ حدیث27: بنی اسرائیل چوہے ہیں	
422	■	
425	🛚 حدیث29: کھانے پینے کی چیز میں کھی گرجانے	
426	 حدیث 30: مرغ کا فرشته کو دیکهنا اور گدھے کا شیطان کو دیکهنا 	
428	 ■ حدیث31: آفاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے 	



جب الله تعالى نے خاتم النبين جناب محمد الله الله كومنصب نبوت پر فائز كر كے عالم انسانيت كى رہنمائى كى ذمه دارى سونى تو آپ نے كوہ صفاكى بلنديوں سے انسانوں كو پكارا اور قولُوا لا إله إلا الله كى صدا بلندكر كے وہ صراطِ متنقيم أجا كركروى جس كى تلاش ميں انسان صديوں سے بھئك رہا تھا۔

آپ نے مخاطبین کو یادولایا کہ میں کہیں باہر سے نہیں آیا۔ اس مکہ مگرمہ میں پیدا ہوا ہوں۔
میں سے ہوں۔ تمھاری ہی بہتی میں رہتا ہوں۔ میں تم سے بھی چپ کرنہیں رہا۔ تم نے میرا بجپن بھی دیکھا ہے، میری جوانی کے دن بھی تمھاری آنکھوں کے سامنے گزرے ہیں۔ میری زندگی کھلی کتاب ہے۔ تم میں سے کون ہے جومیری بواغ زندگی کا شاہد نہیں ہے؟ بتاؤ میری زندگی کھلی کتاب ہے۔ تم میں سے کون ہے جومیری بولا ہے؟ سامعین نے بیک آواز بلند کیا میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں بھی کوئی جھوٹ بولا ہے؟ سامعین نے بیک آواز بلند آ ہنگی سے جواب دیا کہ آپ صادق ہیں، آپ امین ہیں، ہم نے آپ کو بھی جھوٹا نہیں پایا۔ بیکھی محمد شاہر کی کی وہ صدافت آب شخصیت جس کی سچائی پر کفار ومشرکین نے بھی تھد بی کی مہر لگا دی ۔۔۔۔ بیہاں پہنچ کر ہم پوری طرح مطمئن ہوجاتے ہیں کہ جس معظم انسان سے زندگی بھر بھی انسانی معاملات میں جھوٹ نہیں کرسکتا، پس حضرت محمد شاہر کی ذات عالی اور مطمئن ہوجاتے میں کہ جول اور ہر عالم آخرت کے بارے میں بھی غلط بیانی نہیں کرسکتا، پس حضرت محمد شاہر کی کا ہرقول اور ہر عمل سچائی کا ابدی سر چشمہ اور ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔

پس دین صنیف کی اصل بنیاد ہی ہی ہے کہ محمد رسول الله عَلَيْظِ کی ہر بات جحت ہے۔ ان کا ہر عمل ہمارے لیے واجب العمل ہے۔ حدیث کی روشنی کے بغیر قرآن کریم کے سیح مطالب ومفاہیم بھی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ جولوگ قر آن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور حدیث کا الكاركرتے ہيں، وہ اپنے دعوے ميں جھوٹے ہيں۔قرآن كريم ميں محمد مَنْ الْقِيْمَا كے جو فرائض عظیمہ بتائے گئے ہیں ان میں یعلمهم الكتاب والحكمة كا فرض بھي شامل ہے۔ علائے حق متفق بیں کہ اس آیت میں '' حکمت'' کا مطلب سنت رسول مُناتِیْلِ ہے۔ اس لیے اتباع حدیث کے بغیرا تباع قرآن کی جنتجو دیوانے کا خواب ہے۔ قرآن وحدیث کے نور حقیقت ہے دور ہوکر تاویلات میں بھٹکنے کا راستہ خارجیوں نے ا بی سرکشی کی وجہ سے اختیار کیا۔ بعد ازاں جہم بن صفوان کا فرقہ جہمیہ اور واصل بن عطا کے پیروکار معتزلہ بونانی علوم کی نُدرت سے متاثر ہوکر انکار حدیث کے فتنے میں مبتلا ہوئے ۔ گمر عالم اسلام کے سواد اعظم نے ان لوگوں کے افکار وعقا ئد کبھی قبول نہیں کیے۔ اگریزوں نے ہندوستان برغلب یایا تو انھوں نے اینے سامراجی مقاصد کی کامیابی کے لیے ہندوؤں اورمسلمانوں کے افکار وعقا کدمنخ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہندو دھرم اخیس بے ضرر نظر آیا اس لیے اس سے انھوں نے کوئی تعرض نہ کیا مگر مسلمانوں کی دینی سپرٹ (Spirit) غیرت وحمیت اور جذبهٔ جہاد سے وہ خوف محسوس کرنے لگے۔انھوں نے اسلام ہے مسلمانوں کاتعلق کمزور کرنے کے لیے اپنے آلہ کار ڈھونڈے تو انھیں سرسیداور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگ مل گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرکے اسلام میں نقب لگانے کی کوشش کی لیکن برصغیر کے مسلمانوں نے اسے مقارت سے مستر د کر دیا۔ مرسید نے قرآن اور حدیث کےمسلمہ حقائق کواپنی عجیب وغریب تاویلات ہے مسخ کرنے

کی مہم شروع کی تو علامہ بلی ، مولا نا حالی ، ڈپٹی نذیر احمد اور دیگر علمائے حق ان سے متفق

نہیں ہوئے اور سواد اعظم نے ان کے گمراہ کن افکار کو تبھی قبول نہیں کیا۔ گر سرسید کی تحریروں کے نتیج میں مولوی چراغ علی، نیاز فتح یوری، اسلم جیراج یوری، علامه مشرقی اورغلام احمد برویز جیسے خودسر اور گمراہ قلمکار پیدا ہو گئے۔ان لوگوں نے حسبنا کتاب الله کے نعرے کی آڑ کیڑی۔عقل کی غلامی کا سبق دیا۔ حدیث کی صدافت کو جھٹلایا اوراین مراہ کن نظریات پھیلانے کے لیے زور دیا کہ حدیث کوعقل کی روشنی میں برکھا جائے۔ جو حدیث عقل کی کسوٹی پر بوری نہ اترے اسے ترک کردیا جائے۔ افسوس! ان لوگوں نے کسی حقیقت کے ماورائے عقل ہونے یا خلاف عقل ہونے کے لطیف فرق کا ادراک و امتیاز بھی نہیں کیا۔ آج امریکہ میں ایک واقعہ ظہور میں آتا ہے تو ہم ٹیلی ویژن پر گیارہ ہزارمیل دور بیٹھے بیٹھے اپنے ہی وطن میں اس واقعے کے سارے مناظر دیکھے لیتے ہیں۔سائنسی رموز سے بے خبرلوگوں کے لیے یہ واقعہ ماورائے عقل ہوتو ہومگر کیا یہ خلاف عقل بھی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسانہیں ہے۔ پس کوئی حقیقت محض اس لیے معدوم نہیں ہوسکتی کہ وہ ہماری عقل ہے بالا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر منکرین حدیث نے ٹھوکر کھائی اور گمراہی کے گڑھے میں گریڑے۔

علائے تق نے فتنہ انکار حدیث کے تباہ کن نتائج کا فوراً اندازہ کرلیا اور زمانے اور زندگی کے ہرموڑ پر منکرین حدیث کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انھوں نے نا قابل تر دید دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ جولوگ صرف قر آن کریم کی اتباع کرنے اور حدیث کونظر انداز کرنے کے علم بردار ہیں وہ فی الحقیقت خود قر آن کریم ہی کے منکر ہیں۔ ایسے جلیل القدر علاء کی کہکشاں میں زیر نظر کتاب کے مصنف مولانا سید عبدالسلام رستی ﷺ کا نام ایک نادر اضافہ ہے۔ انھوں نے ساڑھے پانچ سوصفحات کی اس مدلل کتاب میں چارسوسے زیادہ عنوانات کے انھوں نے ساڑھے پانچ سوصفحات کی اس مدلل کتاب میں چارسوسے زیادہ عنوانات کے تحت منکرین حدیث کے موقف کے ایک ایک بُری کا جائزہ لیا ہے اور قر آن کریم ، احادیث

اور تعامل صحابہ ھائیے کی روشنی میں منکرین حدیث کے سارے حربے بے کار کر دیے ہیں۔ محتر م مصنف نے سرسید کی تفسیر قرآن ، اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز کی کتابوں کی ا چھوتی با نگیاں بیان کی ہیں، مثلاً سرسید کہتے ہیں کہ اصحاب فیل تنکر یوں سے ہلاک نہیں ہوئے بلکہ وہ اس لیے مر گئے کہ ابر ہہ کے لشکر میں چنجک کی وہا پھوٹ پڑی تھی۔اسی طرح عصائے موٹی علیلہ کا بھی کوئی معجزہ ظہور میں آیا نہ دریائے نیل کا یانی پھٹا بلکہ دریا مدوجزر کی حالت میں تھا۔ یانی اُترا تو حضرت مویٰ علیہ اور ان کی قوم یار اُتر گئی۔ اسلم جراجیوری کا یا کھنڈ یہ ہے کہ جب قرآن نے الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان کرویا تو اس کے بعد حدیث کو ماننے کا کوئی سوال ہی پیدائمیں ہوتا غلام احمد پرویز این معنوی استادوں ہے بھی آ گے نکل گئے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جبرئیل ملیظا کا کوئی وجود نہیں محض آگہی کی ایک روشی تھی جورسول الله مُلاَثِيْظِ کے روبر وجھلملاتی تھی اور آپ خبر دار ہو جاتے تھے کداب وی اتر نے والی ہے۔ بقول پرویز بس اس کیفیت کا نام جرئیل ہے۔ جلیل القدرمصنف نے برویز کی تفسیر، سلیم کے نام خطوط اور دیگر تصنیفات کے نظریات و خیالات کے حوالے دے کران کی ذہنی آ وارگی کامکمل پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مکرین حدیث کے موقف کی بنیاد یہ ہے کہ عقل ہی ہماری سب سے بڑی رہبر ہے۔ عقل کی کسوٹی پر جو حدیث بوری نہیں اُترے گی، ہم اُسے تسلیم نہیں کریں گے۔ فاضل مصنف نے ان لوگوں کوسلمہ دلائل و براہین کے آجنگ میں مخاطب کر کے ان پر واضح کیا ہے کہ آ یم محض اپنی عقل کے چراغ ہی کو معیار حق مانتے ہیں تو آپ کا اتباع قرآن کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ یہاں مصنف نے سور ہ آل عمران کی آیت نمبر 37 اور 47 ، پھر سور ہُ طٰہٰ کی آیت نمبر 21,20 اور 22 اور سورہ قمر کی نہلی آیت کیے بعد دیگرے درج کی ہے۔ان آیات کے مفاہیم علی الترتیب یہ ہیں: ہ مریم میں اس کے ٹھکانے پر کسی خارجی رسد کے بغیر ہی کھانے پینے کی نعمتیں میسر آتی تھیں۔ کا عصاسانپ بنا، آتی تھیں۔ کا عصاسانپ بنا، سانپ بنا، سانپ بنا، سانپ بننے کے بعد دوبارہ عصا بن گیا اور آپ کا ہاتھ" ید بیضا" بن کر جگمگا اُٹھا۔ کا ماند کے دوئلڑے ہوگئے۔

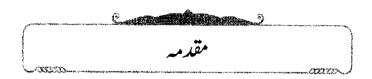
فاضل مصنف نے منکرین حدیث ہے سوال کیا ہے کہ آپ حدیث کو عقل کی روشیٰ میں جانچنے کے دعویدار جیں تو کیا متذکرہ بالا قر آئی آیات آپ کی عقل پر پوری اُتر تی ہیں؟ اگر پوری نہیں اُتر تیں تو پھر آپ کو کیا کہا جائے گا؟

آج کل کے تجدد پیند حضرات کو پیچثم ٹشا کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ان شاء اللہ! اس کے مطالعے ہے اُن پر قرآن و حدیث کی صراطِ متنقیم اُجا گر ہوگی۔اوران کا ول گواہی دے گا کہ اپنے قول اور عمل ہے قرآن کریم کی احسن و اکمل تشریح اُسی انسانِ کامل سَلَّا ﷺ نے کی ہے جس پریہ آخری آسانی کتاب اُتری تھی۔

اس کتاب کی نظر ثانی، تہذیب اور استدلال کی تھیج کا فریضہ مولانا عبدالولی خان نے انجام دیا جبکہ معیاری تھیج و تزئین اور حُسنِ طباعت تک کے درجہ بدرجہ مرحلوں پر مدیر دارالسلام لاہور جناب حافظ عبدالعظیم اسد کے آ ثارِ توجہ صاف محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے ساتھ ادارے کے شعبۂ فقہ ومتفرقات کے انچارج حافظ محمد ندیم، پروفیسر عبدالرحمٰن ناصر، مولانا مشاق احمد، زابد سلیم چودھری، ابومصعب اور خرم شنراد نے بھی بھر پور تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالی انھیں اجرعظیم عطافر مائے۔

خادم کتاب وسنت عبدالما لک مجامد منجنگ ڈائر یکٹر دارالسلام الریاض، لا ہور

اگست 2009ء



اَلْحَمْدُ لِلْهِ الَّذِي نَرَّلَ الْكِتَابَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَدِيرًا وَّبَشِيرًا - وَسُبْحَانَ الَّذِي أَوْلَى إِلَى عَبْدِهِ فَجَعَلَهُ دَاعِيًا وَسِرَاجًا مُّنِيرًا، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى ذَٰلِكَ الْعَبْدِ وَسَلَّمَ اللهِ يَا الله عَلَى الله وَاجِبَ الْإِتِّبَاعِ اللَّذِي أَرْسَلَهُ تَالِيًا وَشَارِحًا، وَهَادِيًا مُهْتَدِيًا، وَاجِبَ الْإِتّبَاعِ اللَّذِي أَوْسَكُمُ تَالِيًا وَشَارِحًا، وَهَادِيًا مُهْتَدِيًا، وَاجِبَ الْإِتّبَاعِ قَاضِيًا وَحَاكِمًا رَءُوفًا رَّحِيمًا، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ اللَّذِينَ بَلَّهُوا عَنْهُ مَا رَأُوْا وَعَلَّمُوا وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا، أَمَّا بَعْدُ:

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْكَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾

'' بے شک اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین حق ہے۔''[®]

اورفر مایا:

﴿ وَمَنْ يَبُتِّغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَكَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾

''اور جو شخص اسلام کے سواکسی دوسرے دین کامتلاثی ہوتو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''[®]

الله تعالی کے نزد یک مقبول اور پندیدہ دین، دینِ اسلام ہے، اس لیے الله تعالیٰ نے

ع ال عمران 19:3. (ق ال عمران 85:35.

مقدمه

اس کی دعوت اور اشاعت کے لیے ہر دور میں اینے پیندیدہ بندے انبیاء میلی مبعوث فرمائے۔ انھوں نے مشتر کہ طور پر دو باتیں اپنی اپنی امت کے سامنے پیش کیس۔ پہلی ہیہ كه ﴿ فَأَتَّقُوا اللَّهُ ﴿ "اللَّهِ سِهِ وْرِجَاوَلْ وُوسِرِي ﴿ وَأَطِينَا وَ " اورميري اطاعت كرولْ " جبیبا کہ سورۂ شعراء میں نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب ﷺ کے واقعات میں اور سورۂ آل عمران میں عیسی ملیلا کے بیان میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ ﴿ فَأَثَّقُوا اللَّهُ ﴾ میں الله تعالی اورعقیدهٔ توحید کی طرف دعوت، تمام اقسام کفر وشرک سے اجتناب اور تمام اعمال میں ظاہری و باطنی تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ﴿ وَاَطِیْعُونِ ﴿ مِیں رسول کے وصف رسالت اور وصف نبوت کی حیثیت سے ان کی مکمل اطاعت کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔اس سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی اور قلعۂ نبوت کی آخری اینٹ محمد مُثاثِیْظ کی ذات گرامی کو بنایا اور انھیں مکمل دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بذربعية وحى دواصولول كاندر منضبط فرمايا، جس كا ذكر قرآن كريم ميس باربار ﴿ أَطِيعُوا اللَّهُ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُولَ ﴾ كے الفاظ سے فرمایا گیا ہے اوران دونوں كامحسوں نقشہ قرآن كريم اور رسول الله مُنَاتِينِهُم کی سنت میں رکھا گیا ہے، جس کا نام وی جلی اور وحی خفی ، یا وحی متلواور وحی غیر تملو ہے۔ صحابہ کرام ہے لے کر آج تک سلف صالحین ، ائمہ محدثین ،مفسرین ، مجتہدین اور علمائے حق نے مختلف انداز سے قرآن کریم اور سنت کی دعوت و اشاعت کا کام کیا۔ انھوں نے خطابت، تالیف وتصنیف، الفاظ و معانی اور لغوی وعرفی شرعی تشریحات کے ذریعے ہے اٹھی دونوں چیزوں کو امت تک پہنچایا۔ ان کے ہاں اصولی طوریر ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہا۔ ایمانیات اور اصول ادیان، یعنی نماز، روزہ، جج اور زكاة ، نيز اصول محرمات مين مكمل موافقت موجود ب_صرف چند كيفيات مين اختلاف ہےجس کوفری اختلاف کہا جاتا ہے جوحقیقت میں اختلاف نہیں، البتہ تعصب اور جہالت کی وجہ ہے بعض لوگوں نے اسے اصولی اختلاف کا رنگ دے دیا ہے جس سے قرآن و حدیث کی صدافت و حقانیت اور فرضیتِ اطاعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قرآن وسنت کی مخالفت ہر دور میں کی گئی۔ اجنبی اتوام تو در کنار کچھ اپنوں نے بھی شیطان کے راہتے پر چل کر ان کے مطابق عمل کرنے کے سلسلے میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ کسی نے قرآن میں لفظی تحریف کرنے کی کوشش کی،جس کی مثالیں روافض کی کتابوں اور مرزا قادمانی کی تلبیسات میں موجود ہیں لیکن ان کی بدحیلہ گری کارآ مدنہ ہوسکی۔ کسی نے معنوی تحریفات ادر تاویلات کے ذریعے سے اسلام کی اصلی صورت تبدیل کرنے کی بوری کوشش کی جس میں مرزا قادیانی اور تحریک طلوع اسلام کے رئیس برویز احمد سرفہرست ہیں۔ان کی تحریک صرف معنوی تحریفات پر بنی ہے جس کے ذریعے سے وہ جاہل اور کم علم اشخاص کو گمراہ کررہے ہیں۔ اسی طرح اکثر مبتدعین (بدعتی) مثلاً: معتزلہ، جہمیہ، اباضیہ، خوارج اور دیگرعلمی خرافات کھیلانے والے فرقے اس کام میں ملوث ہیں۔ ان سب کا مسلک تاویلات بر مبنی ہے۔ بیاوگ حقیقت کو چھوڑ کر بلاضرورت تاویل اور مجاز کو اختیار كرتے ہيں۔ان ميں سے بعض نے رسول الله طَالِيَّا كي سنت كو اسلام سے عملی طور برختم کرنے کے لیے احادیث کی حجیت ہے انکار کیا اور اپنی عقل وخواہش ہی کوصحت حدیث کے پر کھنے کے لیے حاکم وفیصل قرار دیا۔ اس فطرت کے لوگ زمانۂ قریب میں فرقۂ نیچرہی، چکڑ الوید، سرسید احمد اور علامہ مشرقی کے ناموں اور نسبتوں سے رونما ہوئے کیکن اس تحریک کی ترقی میں پرویز احمدسب ہے آگے ہے۔ دور حاضر میں بیفتنہ زیادہ تر سرماید داروں اور دینی علوم سے محروم لوگوں میں پھیل رہا ہے۔ نبی ٹاٹیٹی نے اس کی پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا:

«أَلَا! إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ

شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهِذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ اللهُ»

''سن لوا بے شک مجھے قرآن اوراس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہے، سن لو، قریب ہے کہ پید بھر کے کھانے والا کوئی شخص اپنی آ راستہ تکبیددار چوکی (صوفے وغیرہ) پر بیٹھ کر کہے کہ تمھارے لیے بس بیقرآن کافی ہے، لہٰذاتم اس میں جو حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور تم اس میں جو حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو، حالانکہ بے شک رسول اللہ مُؤلِّظِ نے جو حرام قرار دیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔'' ق

ب اوقات کوئی بات، بیان کرنے والے کے بیان کے مطابق واقع ہوتو وہ اس کی صدافت کی دلیل بن جاتی ہے کیونکہ اب بھی افکار حدیث کا عقیدہ زیادہ تر اضی لوگوں میں ہے جو کرسیوں اور صوفوں پر براجمان ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست ایک دفعہ لاہور میں پرویز صاحب کے لیکچر میں شریک ہوئے۔ افھوں نے بتایا کہ وہ (پرویز) اوران کے میں برویز صاحب کے تیکچر میں شریک ہوئے۔ افھوں نے بتایا کہ وہ (پرویز) اوران کے تمام رفقاء کرسیوں پر براجمان سے جبکہ خواتین کو اگلی سیٹوں پر برشایا گیا تھا۔ میرے اس دوست نے رُقعے کے ذریعے سے ان خواتین کے بارے میں پرویز صاحب سے سوال کیا تو وہ ناراض ہوگئے اور تھم دیا کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دو۔

جولوگ مساجد و مدارس میں چٹائیوں پر بیٹی کر دینی علوم حاصل کرتے ہیں ان میں سے چیز نہیں پائی جاتی واللّٰ ماشاء الله۔ بید فی الواقع اس حدیث کی صدافت کے لیے صریح ولیل ہے اور یہ ہمارے نبی تلقیق کے معجزات میں سے ہے۔ اس طرح جولوگ کسی مفسر اور اللہ میں سے ہے۔ اس طرح جولوگ کسی مفسر اور اسن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حدیث: 4604، وجامع الترمذي، العلم، باب مانهی عنه أن يقال عند حدیث رسول اللہ علی، حدیث 2664.

محدث سے قرآن وحدیث کاعلم حاصل نہیں کرتے بلکہ محض اپنے مطالعے پر اکتفا کرتے ہیں وہ بھی زیادہ تر حدیث کے مفہوم اور مقصد کونہیں سجھتے اور احادیث کواپنی عقل ناقص کی میزان پر جانجتے ہیں، اس لیے وہ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور اس وجہ ہے بھی وہ کسی صحابی پر اور بھی کسی محدث اور مؤلف پر دشنام طرازی کا روبیه اختیار کرتے ہیں جبکہ وہ ا پیغ آپ کومنکرین حدیث کے کسی خاص فرقے میں شار کرنا براسمجھتے ہیں۔ایسے طرزِ فکر کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ لوگ اس فتنے کی وجہ ہے نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ، اصل عبادات حچوڑ کر طلوع اسلام والوں کے طریقے پر چلیں گے جو صحابۂ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے منبح کوخیر باد کہہ کرنیا طریقہ اپنا چکے ہیں۔طلوع اسلام کے نام کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو اسلام نبی مَالیَّا اِلمِ اِن کیا تھا اور صحابہ کرام، سلف صالحین نے جس پڑمل کیا تھاوہ اسلام غروب ہو چکا اور اب اسلام نٹی روشنی کے ساتھ طلوع ہوگا کیونکہ طلوع کامعنی کسی نئی چیز کا ظاہر ہونا ہے، للبذا بیرنام (طلوع اسلام) بھی ان کی ضلالت بلکہ ان کے کفریر واضح دلیل ہے۔ اس گمراہی کے پھیلاؤ کے خطرے سے بیخے کے لیے مجھ سے پہلے بہت سے علائے کرام نے مسلمانوں کے مفاد میں پرویزیت اورا نکار حدیث کی تر دید میں بہت سی کتب کھی ہیں۔ میرے چندساتھیوں کا مدت سے بیہمطالبہ تھا کہ اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کرنی چاہیے لیکن میں عدم فرصت اور کمزوری صحت کی بنا پر معذرت كرتار ہا، تاہم ان كے براصرار مطالبے كو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے تو فیق و تائید طلب کرتے ہوئے اس موضوع پر مخضر اور جامع کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ پیرمسئلہ منکرین کے شبہات اور تلبیسات کی وجہ سے تفصیل طلب ہے جس کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ قرآ نی طرز پرمشتمل یہ کتاب ضروری پہلوؤں سے کفایت کر سکے گی، وباللہ التو فیق۔



قرآن کریم پرایمان

تمام اہلِ اسلام کا متفقہ اور مسلّمہ عقیدہ ہے کہ قر آن کریم پر ایمان لانا اصول ایمانیات میں سے ایک ضروری اصل اور اہم بنیاد ہے جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں بہت ہی آیات الی ہیں جن میں قرآن کریم پر ایمان لانے کے لیے امر کا صیغہ موجود ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَامِنُوا بِمَا آنُوَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوۤا اَوَّلَ كَافِيرٍ بِه ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِأَيْتِي ثَمَنًا قَلِيُلاَد وَ إِيَّا يَ فَاتَّقُونِ ۞

"اوراس (کتاب) پرایمان لاؤ جو میں نے نازل کی جبکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جوتمھارے پاس ہے اورتم اس کاسب سے پہلے انکار کرنے والی ہے جوتمھارے پاس ہے اورتم اس کاسب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اورتم میری آتیوں کوتھوڑی قیت میں نہ بیچو اور مجھ ہی ہے ڈرو۔"

قررو۔"

اور قرمایا:

﴿ يَايَّتُهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتْبَ امِنُوا بِهَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّهَا مَعَكُمُ مِّنَ قَبُلِ اَنُ نَظْرِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى اَدْبَارِهَا اَوُ نَلْعَنَهُمُ كَمَا لَعَنَا اَصْحٰبَ السَّبُتِ ﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۞ ﴾

البقرة 2:12.

"اے لوگوجنمیں کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لا دُجو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لا دُ جو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمصارے پاس ہے، (تم ایمان لا دُ) اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور آخمیں چیچے کی طرف بھیر دیں یا ان پر اس طرح است والوں پر لعنت بھیجی تھی اور (یادر کھو!) اللّٰد کا تھم اہل ہے۔"
جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت بھیجی تھی اور (یادر کھو!) اللّٰد کا تھم اہل ہے۔"
اور فر مایا:

﴿ يَايَّهُا الَّذِيْنَ اَمَنُوْا اِمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِيْنَ اَمْنُوْا مِنْ تَبُلُ مُ وَمَنْ يَكُفُرُ بِاللهِ وَمَلْلِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِيْرِ فَقَدُ ضَلَّ ضَلِلًا بَعِيْدًا ۞ ﴿

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ، اس کے رسول اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے نازل کی۔ اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر بھی جو اس نے پہلے نازل کی۔ اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا افکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جایڑا۔''®

صرف اتنا ایمان لانا کہ یہ کتاب اللی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے محمد مَالِیْ آپر نازل فرمایا ہے۔ یہ اجمالی ایمان کافی نہیں کیونکہ سابقہ الہامی کتابوں (تورات، انجیل اور زبور وغیرہ) پر تو مجمل ایمان لانا کافی ہے لیکن قرآن کریم پر مجمل ایمان کے ساتھ ساتھ ایمان مفصل بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم سے مندرجہ ذیل تفصیلات وعقائد ثابت ہیں:

ورآن وحي الهي ہے

قرآن وحي اللي ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں27 مرتبدا پی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أنسآء 47:4. (2) النسآء 136:4.

﴿ وَاتُلُ مَا أَوْجِي إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ا

''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اسے تلاوت کیجیے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ ذٰلِكَ مِهَّا ٱوْخَى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

'' یہ وہ حکمت کی ہاتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِنَّا ٱوْحَيْنَا اللَّهِ كَمَّا ٱوْحَيْناً إِلَى نُوْجٍ وَّاللَّهِ بِّنَ مِنْ بَعْدِم ﴿

''(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وی کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسر نبیوں کی طرف وی گی۔'' ®

اس قتم کی اور بھی آیات ہیں۔ وحی نازل کرنے کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں، چنانچیارشاوفر مایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرِ أَنْ تُكِلِّمَهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَحْيًا أَوْ مِنْ قَرَآئِي حِجَابٍ أَوْ يُرُسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْرِي بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ

''اور بیکسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے گر وقی کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو بھیج دے جواس کے حکم سے جو کچھ جاہے اسے پہنچا دے۔''[®]

اور فرشتے سے مراد جبریل علیالاہیں جسیا کہ فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ ﴿

 ⁽أ) الكهف 27:18. (أ) بني إسراء يل 39:17. (أ) النساء 163:4. (أ) الشورى 51:42.

''آپ فرما دیں کہ جوکوئی جریل علیلا کا دشن ہے، تو ای نے اسے آپ کے دل پرا تارا ہے۔'،'[®] نیز فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْفِرْنِكُ رَبِّ الْعُلَمِيْنَ أَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۞

"اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے، اسے روح الامین (جر مل علیہ) کے کرنازل ہوا ہے۔ "

سورہ شوریٰ کی آیت میں مذکور تیسرا طریقۂ وحی (بذریعہ فرشتے) کا تذکرہ کتب احادیث میں مذکور ہے کہ جبر میل علیا مجھی گھنٹی بجنے کی آواز کی طرح وحی لے کرآتے جس کا اخذ کرنا سخت تھا، پھر بھی نبی سُلُطُیُّا اسے مکمل طور پر اخذ فرماتے اور بھی جبر میل علیا دھیہ کلبی ڈاٹیڈ وغیرہ کی صورت میں نمودار ہوکر نبی مُناٹیکا کو وحی سنایا کرتے تھے، یہ آسان طریقہ تھا۔

طریقہ تھا۔

السیار کی تھا۔
السیار کی تعلیم کا المحتلق کو المحتل کے المحتل کو المحتل کرتے تھے، یہ آسان طریقہ تھا۔
السیار کی تعلیم کا المحتل کی محتل کی تعلیم کی کی تعلیم کی کی تعلیم کی کی تعلیم کی کار کی تعلیم کی تعلیم کی کی کی تعلیم کی کی تعلیم کی کی کی کی کی کی

لہٰذا نزول وحی کے حارطریقے ثابت ہوئے۔

وحی عربی زبان کالفظ ہے، لغت کے اعتبار سے اس میں بڑی وسعت ہے یہ لفظ قرآن کریم میں مختلف معانی کے لیے استعال کیا گیا ہے:

فطرى تعليم: جيسا كه فرمايا:

﴿ وَٱوْلَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّصْلِ آنِ اتَّخِذِى مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِتّا يَغْرِشُونَ ۞﴾

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کوالہام کیا کہ تو پہاڑوں میں گھر (جھتے) بنا،

﴾ البقرة 97:22. ﴿ الشعر آء193,192:26. ﴿ صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، حديث: 2، دمير الثانك نام كي وضاحت كے ليے ويكھيے: سنن النسائي، الإيمان، باب صفة الإيمان والإسلام، حديث:4994. درختوں میں اوران (چھپروں) میں جن پرلوگ (بیلیں) چڑھاتے ہیں۔''[®]

شیطانی وسوسه: فرمایا:

﴿ يُوْجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ رُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴾

''وہ ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں دھوکا دینے کے لیے ڈالتے رہے ہیں۔''[©]

ول میں الہام کرنا: فرمایا:

﴿ وَٱوْحَيْنَآ إِلَى أُمِّرِهُوْلَكِي أَنْ ٱرْضِعِيْهِ

"اورہم نے موسی علیکا کی والدہ کے دل میں بیالہام کیا کہ وہ اسے دودھ پلاتی رہیں۔"
اس وقت کوئی اور نبی نہیں تھا جس کے ذریعے سے موسی علیکا کی والدہ کو وہی سنائی گئی
ہو بلکہ صرف ان کے دل میں بیہ بات ڈال دی گئی کہ وہ موسی علیکا کو دودھ پلائیں اور اگر
کوئی بات نبی کے دل میں ڈال دی جائے تو وہ وہی نبوت ہے لیکن پرویز صاحب نے
وہی صرف وہی نبوت کے ساتھ مخصوص کردی ہے اور جبر بل کے ذریعے سے نازل شدہ
وہی صرف وہی نبوت کے ساتھ مخصوص کردی ہے اور جبر بل کے ذریعے سے نازل شدہ
وہی صرف وہی نبوت ہے۔ بیہ غلط نظر بیہ
وہی کے علاوہ کا انکار کیا ہے اور بیر تر آن سے اس کی لاعلمی کا ثبوت ہے۔ بیہ غلط نظر بیہ
انھوں نے اپنی کتاب قرآنی فیصلے میں 231 پر بیان کیا ہے۔

قرآن مزل من الله ب

قرآن کریم کے متعلق الفاظ إنزال، تنزیل اور نزول کے استعال سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم اوپر سے نیچ اتارا ہے۔ اہل زمین میں سے کسی کا اس میں کوئی وخل نہیں۔ اللہ تعالی نے قرمایا:

﴿ وَبِالْحَقِّ ٱنْزَلْنَهُ وَبِالْحَقِّ تَزَلَ ﴾

''اورہم نے حق کے ساتھ اسے اتارا ہے اور وہ حق کے ساتھ اترا ہے۔''[®] یعنی رائے میں بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

قرآن کریم کی بہت می آیات میں ﴿ نَذَلَ ﴾ کا مادہ استعال کیا گیا ہے اور اس طرح مصدر'' إِنْزَال'' سے ستاون (57) مرتبہ بیالفظ آیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِينَ ٱنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾

"وبى ذات ہے جس نے آپ پر كتاب اتارى۔"

عربی لغت میں إنزال کامعنی 'اتارنا''اور نزول کامعنی ''اترنا'' ہے، البتہ إنزال بھی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیدا کروہ چیزوں کے لیے بھی استعال ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿ ٱنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا ﴾

"، بم نے تم پرلباس نازل کیا۔"

نيز فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلْنَا الْحَدِينَ ﴾

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ أَنُزَلَ لَكُمُ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَلْنِيَةً أَزْوَلِجَ

''اوراس نے تمھارے لیے چو پایوں میں سے آٹھ جوڑے (نراور مادہ) پیدا کیے۔''[®] لیکن پیدائش کے معانی میں مادۂ نزول بالکل مستعمل نہیں جیسا کہنزول عیسیٰ علیلا، جو

() () بنتي إسراء يل17: 105: () أل عمر ن 7:3. () الأعراف 26:7. () العديد25:57. () الزمر 6:39.

صیح حدیث میں وارد ہے، کامعنی پیدائش سے کرنا غلط ہے بلکہ وہاں اترنے کے معنی میں بيكن مرزا غلام احمد قادياني في تحريف كرك يَنْزِلُ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ كامعَىٰ كيا ب: '' پیدا ہوگا تھارے درمیان (مثیل) ابن مریم۔'' پیہ سراسر جھوٹ اور باطل تاویل ہے۔ وجی کے انزال اور نزول میں عربی لغت کاحقیقی معنی مراد ہے، یعنی اوپر سے اتار نا اوراتر نا اور یمی حق بات ہے کیونکہ انزال اورنزول وی الله تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔اس سے بہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی اپنی ذات کے لحاظ سے ہرجگہ موجود نہیں بلکہ وہ ساتوں آ سانوں کے اوپر عرش عظیم پرمستوی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ اعراف، پینس، رعد، طرا ، فرقان ، عبدہ اور حدید میں یہ بات نص صریح سے ثابت ہے۔ اسی طرح الله تعالیٰ کے لیے صفت علو (بلند ہونے کی صفت)، تَعَالٰی کے صفے سے چودہ مرتبہ، عَلِی کے صفے سے آٹھ مرتبہ، أَعْلَى كے صيغے سے وو مرتبہ، عُلُو اور مُنَعَال كے صيغے سے ايك ايك مرتبہ فركور بج جبكه فوق كالفظ تين مرتبه استعال مواج، للذا تيون صيغ استواء عَلَى العَرْش، عُلُوّ اور فوق عربی لغت کے لحاظ سے الله تعالیٰ کے اوپر اور بلند ہونے کی صریح ولیل ہیں۔ نبی مَالِیَّا نِے صحابہ کرام کو اس کا کوئی مجازی معنی نہیں بتایا جیسا کہ تمام سلف صالحین کا یمی ملک ہے کہ بیصفات اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقی طور پر مراد ہیں جن میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ وتمثیل نہیں، نیز تاویل کرنا بھی تحریف ہے، پس ہر ذی شعور اور مسلمان شخص کے نزدیک انزال کاحقیقی معنی مراد ہے۔صرف ایک پرویز احمد ایسے ہیں، جنھوں نے یہال بھی اپنی کج دہنی اور کج روی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انزال اور نزول کی تاویل کی ہے۔ لكھتے ہں:

''اللہ تعالیٰ کی ذات جہت اور سمت کی تمام نسبتوں سے پاک ہے، اس لیے نزول وقی سے بیمرادنہیں کہ کوئی چیز سچ مچے اوپر کی سمت سے پنچے آتی ہے۔ خدا تو رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، اس لیے وحی کی خارجیت ہے اصل مقصد میہ بتایا ہے کہ بیہ وحی ذہن انسانی کی پیداوار نہیں اور نہ ہی اس میں صاحب وحی کے سب و ہنر کو کوئی دخل ہے۔ اس بات کے متعلق ہر ذی عقل میہ کہ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے تو رگ ِ جاں انسان سے خارج نہیں تو وحی کی خارجیت کہاں سے ثابت ہوتی ہے۔''[®]

ا الباع قرآن فرض ہے

اتباع قرآن فرض ہے اور اس کے لیے چھمر تبدامر کا صیغداستعال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿ وَآنَ هٰذَا اِصِرَاحِي مُسْتَقِيْمًا فَالَّهِ عُودُهُ ﴾

''اوریقیناً پیمیراراسته سیدها ہے،لہذاتم ای کی پیروی کرو۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَهٰذَا كِتُكُ ٱنْزَلْنَٰهُ مُلِرَكٌ فَالَّبِعُومُ ﴾

''اور یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا (کتاب)ہے، لہذا اس کی اتباع کرو۔''

ای طرح سورهٔ زمر، آیت:55، سورهٔ پونس، آیت:109 اور سورهٔ قیامه، آیت:18 میں بھی امر کاصیغه استعمال ہوا ہے۔

''اتباع کرو''کے الفاظ زیادہ تر''عمل'' کے معنی میں استعال کیے جاتے ہیں، جس کی تفصیل ان شاءاللہ دوسرے باب میں آئے گی۔ پس ان آیات میں مقصدیہ ہے کہ قرآن کریم میں جتنے اوامر، نواہی یا احکامات موجود ہیں ان پڑمل کرنا فرض ہے۔اللہ کے اوامر میں بیآ بیت بھی موجود ہے:

كتاب آدم و ابليس ص: 261. (في الأنعام 153:6. (ق) الأنعام 155:6.

قرآن کریم پرایمان

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَالَّيْعُونِي ﴾

'' آپ فرمادیں اگر شمھیں اللہ سے محبت ہے تو پھر میری انتاع کرو۔''[®]

اپ رہویں، ویں مدت بت ہوریرں، بال کا اتباع ہم پر فرض کردی ہے۔ نماز،
ایعنی اللہ تعالی نے قرآن میں نبی طاقیا کے اعمال کی اتباع ہم پر فرض کردی ہے۔
روزہ، زکا ق، حج اور دیگر عبادات میں آپ طاقیا کے طریقے کی اتباع کرنا ہم پر فرض ہے۔
لیکن پرویزی طلوع اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے جسے میں ان شاء اللہ دوسرے باب
میں ثابت کروں گا۔

قرآن کی زبان عربی ہے

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جیسا کہ بہت می آیات میں اس کاذکر ہوا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّا ٱنْزَلْنَهُ قُرْءُنَّا عَرَبِيًّا ﴾

'' بے شک ہم نے اسے عربی قرآن نازل کیا ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ بِلِسَانِ عَرَبِيٍّ مُّبِيُنٍ ۞

''واضح عربی زبان میں (نازل کیا گیا۔)''[®]

یعنی اس میں کوئی لفظ مجمی اور مجمی محاورہ نہیں جو الفاظ مجمی معلوم ہوتے ہیں وہ بھی اصل میں عربی زبان کے ہی تھے لیکن اہل مجم نے انھیں استعال کرلیا، نیز اس کے عربی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معانی اور محاورات کو اہل عرب کے طورطریقے اور قواعد کے مطابق سمجھنا اور استعال کرنا ہوگا۔ قرآن کریم چونکہ وقی الہی اور تشریعی کتا ب ہے، لہذا

أل عمران 31:3. ② يوسف 2:12. ③ الشعرآء 195:26.

اس کے معانی کے مصداق کی تعیین میں شرع کا اعتبار ہوگا اور جس لفظ کا معنی شارع نے طے کردیا ہوائی کولیا جائے گا، مثلاً:''صلا ق'' لغت میں اس کے معنی''دعا یا اطاعت کرنا'' ہیں نشارع نے جہاں اس کے معنی نماز بتائے ہیں تو وہی مراد لیے جائیں گے۔
زکا ق کا لغوی معنی یا کیزگی ہے لیکن جہاں شارع نے اس کا خاص شرعی اصطلاحی معنی

متعین کیا ہے تو وہاں اسی شرعی معنی کا اعتبار ہوگا، یعنی خاص مالی فریضہ۔ جبکہ انکار حدیث کے فتنے میں ملوث افراد نے قرآن کریم کے لغوی اور شرعی معانی جھوڑ کر اپنی طرف سے دور از کارتا ویلات کیں جیسا کہ پرویز نے صلاق، زکا قاور حج وغیرہ کے ایسے معانی ایجاد کیے ہیں جن سے شریعت کا چرہ منے کرنے کی کوشش کی گئے ہے۔ اسی طرح سرسیدا حمد خال نے جنت، شجر ممنوعہ اور ہوط آ دم کی تاویلات کی ہیں۔ یہ ساری تاویلات باطل تاویلات بی جن نے جنت ، شجر ممنوعہ اور ہوط آ دم کی تاویلات کی ہیں۔ یہ ساری تاویلات باطل تاویلات بی ہیں۔ آخری ابواب میں ان شاء اللہ تعالی اس کے پھھ نمونے بھی پیش کیے جائیں گے۔

ایمان بالملائكة قرآن سے ثابت ہے

قرآن کریم میں جن اشیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے ان میں فرشتوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا تِلْهِ وَ مَلْيِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكُلُلَ فَإِنَّ اللهَ عَدُوُّ لِلْكِفِرِيْنَ۞

'' جو شخص الله کا، اس کے فرشتوں ،اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے۔'' اللہ علیہ کا فروں کا دشمن ہے۔''

نيز فرمايا:

''لکین نیکی تویہ ہے کہ کوئی اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں، کتابوں، اور نبیوں پر ایمان لائے۔''

ندکورہ آیت میں اور بھی بہت می چیزوں کا ذکر ہے اور آیت کے اختام پر فرمایا: ﴿ اُولِیِّكَ الَّذِیْنَ صَدَقُواْ ﴿ وَاُولِیْكَ هُمُ الْمُتَقَوْنَ ﴾

''يېي لُوگ سچے ہيں اور يہي لوگ متقى ہيں۔''®

لعنی ایسے لوگوں ہی کو حقیقی اور سیچ مومن ہونے کا خطاب دیا۔

نيز فرمايا:

﴿ يَايَيُّهَا الَّذِيْنَ اَمَنُوْا أَمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَوَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَوَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي اَلَّذِي اَلْذِي اللهِ وَمَلْلِمُ كَتِهِ وَرُسُلِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي الْخِيرِ فَقَدُ ضَلَّ صَلَلًا بَعِيدًا ۞

''اے ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لاؤ جواس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس سے پہلے اس نے نازل کی اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''®

ادر فرشتوں پر ایمان لانے میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے ان اوصاف پر بھی ایمان لایا جائے جوقر آن کریم میں مذکور ہیں۔ان میں سے بعض اوصاف درج ذیل ہیں:

'' فرشتوں نے آ دم ملیٹا کو سجدہ کیا۔''®

[﴿] اللَّهِ وَ1772. ﴿ اللَّهِ وَ1772. ﴿ النَّاءَ 136:4. ﴿ اللَّقَوْةَ 34:2.

" طالوت کے لیے تابوت اٹھا کرلائے تھے۔" " نرکر یاطیطا کو آواز دے کر بیٹے کی بشارت دی۔" " مریم الیٹا کے ساتھ مکالمہ کیا۔" " نورو کو بدر میں نصرت کے لیے ملائکہ کا نزول ہوا۔" " روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں۔" " بعض فرشتے روح اور وہی لانے والے ہیں۔" " بعض فرشتے عرش اٹھانے والے ہیں۔" " بعض فرشتے عرش اٹھانے والے ہیں۔" " تسان کی طرف چڑھنے والے ہیں۔" " تسان کی طرف چڑھنے والے ہیں۔"

''وہ حق چھیانے والے پر لعنت کرتے ہیں۔''[®]

ان کے علاوہ بھی ان کے اوصاف واعمال ہیں، لہذا ان تمام اوصاف کے ساتھ فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان شرعی ہے۔اب ذرامنگرین حدیث کی تا ویلات کفریہ ملاحظہ فر مائیں:

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

' نفر شتے کا ئنات کی قوتیں (جن سے رزق پیدا ہوتا ہے) انسان کے تابع ہیں ، وہ سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔'،®

انھوں نے اس میں فرشتوں سے مراد زمینی قوت پیدادارلیا ہے ادراپے استاد سرسید کی تقلید میں واقعۂ سجود آ دم کوالیک ڈراھے کا تصور دیا ہے اگر چہددونوں کی تاویلات میں کچھ

البقرة 2:161: (ش) البقرة 2:48: (ف) أل عمران 3:39. (ف) أل عمران 3:42-45. (ف) أل

عمران 125,124:3 @ النسآء 97:4 والأنعام 93:6. ۞ النحل 2:16. ﴿ الانفطار 82: 11,10.

الحاقة 17:69. المعارج 4:70. الزخرف 19:43. الله كتاب إبليس وآدم، ص:52.

فرق ہے۔ اندازہ کریں! ایسی تاویلات تو یہودی بھی نہیں کر سکتے۔اس سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں کا فرشتوں پر ایمان نہیں ہے۔

مسئلہ تقدر قرآن سے ثابت ہے

قرآن کریم نے مسئلہ تقدر کو مختلف تعبیرات سے پیش کیا ہے چونکہ یہ تعبیرات قرآن کریم کی اخبار ہیں، لہذا ان کی تصدیق ہم پر فرض ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کا یہی معنی ہے۔ تقدیر اور قضا کیا ہے؟ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا فرمائی یا مستقبل ہیں جو پیدا فرمائے گا، خواہ وہ اعیان (ذوات) ہوں یا کیفیات و بیمات، احوال و اعراض، خیروشر، صحت ومرض، تو نگری وفقیری وغیرہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کی وجہ سے انھیں ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی مقرر کرکے لکھ دیا ہے اور اب اس کے مطابق یہ چیزیں وجود میں آتی ہیں۔ پہلے مقرر کرنے کو تقدیر کہا جاتا ہے اور اب میں کا وجود میں آتا قضا ہے۔ بیااوقات تقدیر وقضا ایک ہی معنی میں استعال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بیادی اسلامی عقیدہ ہے جبکہ معتزلہ، قدریہ، دہریہ اور مشکرین حدیث وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں: اسلامی عقیدہ ہے جبکہ معتزلہ، قدریہ، دہریہ اور مشکرین حدیث وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں:

🥏 تعبير اول: ماده "قدر" كا استعال: الله تعالىٰ نے فرمایا:

﴿ وَخَلَقَ كُلُّ شَيْءٍ فَقَلَّارَهُ تَقْدِيدُوا ﴾

''اوراس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھراس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا۔''[®] اس میں ہر چیز کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿نَحْنُ قَدَّارُنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾

''ہم ہی نے تمھارے درمیان موت مقدر کر دی ہے۔''[®]

اس میں صرف موت کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْدِي لِمُسْتَقَرِّلُّهَا ﴿ ذَلِكَ تَقْدِيْدُ الْعَزِيْدِ الْعَلِيْمِ ﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّدُنْكُ مَنَاذِلَ ﴾ مَنَاذِلَ ﴾

"اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پینچنے) کے لیے روال دوال رہتا ہے، یہ نہایت غالب،خوب جاننے والے (اللہ) کا اندازہ ہے۔اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کررکھی ہیں۔"

پہلی آیت میں سورج کی تقدیر اور دوسری آیت میں چاند کی منازل کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْكَهُ بِمِقْكَ الإِنَ

''اوراس کے ہاں ہر چیز کی ایک مقدار (مقرر) ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَهُ بِقَدَدٍ ۞

''بلاشبہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔''[®] ان دونوں آیات میں ہر چیز کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ قُلُ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدُدًّا ۞

'' بے شک اللہ نے ہر چیز کے لیے تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔''® اس میں بھی ہر چیز کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَكَانَ آمُرُ اللَّهِ قَكَدًّا مَّقُدُورًا ۞ ﴾

۞ الواقعة 60:56 ۞ يُسَ 38:36. ۞ الرعد 8:13. ۞ القمر 49:54. ۞ الطلاق 3:65.

''اورالله کا حکم ایک طے شدہ تقدیر ہوتی ہے۔''[©]

اس میں بھی اللہ تعالی کے تمام امور کی تقدیر کا ذکر ہے۔

الله تعبیر دوم: مادهٔ قضا: قرآن کریم میں مادهٔ ''قضا'' کے ساتھ الله تعالیٰ کے بعض فرامین درج ذبل ہن: فرمایا:

﴿ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِلِنِ ۞

''اس معاملے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے جس کی بابت تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔''[®] یہاں قضا، بمعنی تقذیر ہے، یعنی ایک شخص کوصلیب پر چڑھایا جانا اور دوسرے کی نجات پہلے ہی سے مقرر کر دی گئی ہے، نیز فر مایا:

﴿ وَكَانَ آمُرًا مَّقُضِيًّا ۞

''اور بیر(عیسیٰ مُلیناً) کی ولادت باپ کے بغیر) پہلے سے مقرر شدہ معاملہ تھا۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۞

"(جہنم پر ہر شخص کا وارد ہونا) تیرے رب کے نز دیک فیصلہ شدہ بات ہے۔" ﷺ تعبیر سوم: مادہ کتاب: لیعنی ہر بات اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے اوراس کتاب کا نام لوح محفوظ، کتاب مکنون، کتاب مبین اور ام الکتاب ہے۔ اس کے متعلق بہت ک آیات ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَابْتَغُوا مَا كُتَبَ اللَّهُ لَكُمْ

''اوراللّٰہ نے تمھار ہے مقدر میں جولکھ رکھا ہے اسے تلاش کرو۔''[®]

اس سے مراد اولا د ہے، نیز فرمایا:

الأحزاب 38:33. ﴿ يوسف41:12. ﴿ مريم 21:19. ﴿ مريم 71:19. ﴿ البقرة 187:28.

﴿ قُلْ لَّنْ يُصِيبُنَآ إِلَّا مَا كُتُبَ اللَّهُ لَنَا ﴾

"کہ دیجے: ہمیں تو صرف وہ (مصیبت) پہنچ گی جواللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔"
اور فر مایا:

َ مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَدْضِ وَ لَا فِي آنَفْسِكُمْ اللَّهِ فِي كَتْبِ ﴿

"زمین میں اور تمهاری جانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تو کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ "

"کوئی) ہے۔ "

ان دونوں آیتوں کا مضمون میہ ہے کہ انسان کو جومصیبت پہنچتی ہے وہ پہلے سے کسی ہوتی ہے، نیز فرمایا:

وَلُوْ لَا آنَ كُتَبَاللهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ اللهُ

''اوراگرییه نه ہوتا که الله نے ان کا جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا۔''

لینی بنونضیر کے بہود کی جلا وطنی پہلے ہی ہے کھی ہوئی تھی۔اور فرمایا:

و وَلا رَطْبٍ وَلا يَابِسِ إلاَّ فِي كِتْبِ شُهِيْنِ ٥

''اور کوئی ترچیز اور کوئی خشک چیز الیی نہیں جو واضح کتاب میں لکھی ہوئی نہ ہو۔''® نیز فرمایا:

﴿كُلُّ فِي كِتْبِ مُّبِيْنٍ ۞

'' ہر چیز واضح کتاب میں ہے۔''[®]

ہر چیز کا رزق، اس کا ٹھکانا اور اس کے وفن ہونے کی جگہ پہلے سے کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے، نیز فرمایا:

﴿لِكُلِّ ٱجَلٍ كِتَابُ۞

التوبة 9:15. (\$\tilde{x}\$ الحديد 22:57. (\$\tilde{x}\$ الحشر 3:59. (\$\tilde{x}\$ الأنعام 5:66. (\$\tilde{x}\$ هود 11:6.

''ہر وعدے کے لیے لکھا ہوا ونت ہے۔''⁽³⁾

نيز فرمايا:

﴿ وَمَآ اَهۡلَكُنَا مِنُ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُومٌ ۞

''اور ہم نے جس ستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس (کی نتاہی) کے لیے میعاد مقرر تھی۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتْبِ مَسْطُورًا ۞

'' بیر (فیصله) کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔''[®] ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اور ہر بستی کی ہلاکت پہلے سے کٹھی ہوئی ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ ٱحْصَيْنَهُ كِتُبًّا ۞

''اور ہم نے ہر چیز کوایک کتاب میں گن رکھا ہے۔'' [®] نیز فر مایا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءً أَحْصَيْنَهُ فِنْ إِمَامٍ مُّبِينٍ ۞

''اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کررکھا ہے۔''[®]

ان دونوں آیتوں میں ہرایک چیز کے متعلق کتابت کا ذکر ہے۔

ان آیات کوغوروفکر کے ساتھ بار بار پڑھنے سے مسئلہ قضا و قدر پر ضرور یقین پیدا ہوجاتا ہے اور بیہ چھٹا ایمانی رکن ہے جبیبا کہ حدیثِ جبریل میں بنی اکرم سَلَقَیْمُ نے ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ ______

بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»

''ایمان سے ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پراور آخرت کے دن پرایمان لائے، نیز تو اس کی اچھی اور مُری تقدیر پرایمان لائے۔'' ®

کیکن چونکہ پرویزیت اصل میں ایمان کی جڑیں کاٹنے کا ذریعہ ہے،لہٰذا پرویز صاحب کے نزدیک نقدیر پر ایمان لانا مجوسیت ہے۔ ان کا کہنا ہے:'' اس طرح جب ایک دفعہ فرقہ بندی ہوگئ تو پھراس کے بعد چل سوچل ۔ مجوی اساورہ [®]نے بیسب پچھاس خاموثی ہے کیا کہ کوئی بھانپ ہی ندسکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پٹڑوی پر جایڑی۔ انھوں نے تقدیر کے مسلہ کو اتن اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں کا جزوایمان بنادیا، چنانچہ ہمارے ايمان مين وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى كَا يَصِمَّا جَرُواتُكَى كَاوَاخُل كيا ہوا ہے۔''® ا پئی کتاب قرآنی فیصلے میں کمبی بحث کے آخر میں تقدیر، اجل اور موت کے متعلق لکھتے بیں:" پیقسور قرآن کے منشا کے خلاف ہے۔'' پھر فر مانِ الہی ﴿ نَحْنُ قَدَّادُنَا بَيْمَنَكُمُ الْمَوْتَ ﴾ کامعنی لکھتے ہیں:''ہم نے تمھارے درمیان موت کے پیانے مقرر کردیے ہیں۔''[®] یہ رجمہ عجیب وغریب اور فہم سے خالی ہے۔ قرآن میں تحریف کرتے ہوئے بھی کسی قتم کی ججک محسوں نہیں کی گئی۔ آپ کو بیز جمہ کسی بھی لغت میں نہیں ملے گا۔ جہاں تک تقدیر کے متعلق اس سوال کا تعلق ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے ہے قبل اس کا انداز ہ کیے لگایا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو جانے والا ہے جبیا کہاس نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پراس کا تذکرہ کیا ہے۔

شحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الایمان والإسلام مست حدیث: 8. (ق) بھرہ میں آباد ہونے والے علیہ میں اللہ میں ا

بعض ذہنوں میں بیشبہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ تقدیر ماننے سے انسان مجبور محض بن جاتا ہے۔ اس کا جواب بیہ ہے کہ تقدیر ایک غیبی مسئلہ ہے جس کا انسان کو کوئی علم نہیں، لہذا صرف اسے ماننے پر مجبوری لازم نہیں آتی کیونکہ دوسری طرف انسان کے لیے مشیت اور ارادہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمایا ہے:

﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرُ ﴿

''پس جو چاہے (اس پر)ایمان لائے اور جو چاہے منکر رہے۔''[®]

ای طرح سورهٔ فرقان (58:25) اورسورهٔ مرثر (57:78 و 55) میں آیا ہے۔ بلکہ انسان کی اپنی مشیت اور ارادے میں آزادی شاء کے صیغے سے نو مرتبہ، شِنْتَ کے لفظ سے دو مرتبہ، شِنْتَ کے لفظ سے دو مرتبہ، شِنْتُ مُ یا پنی مرتبہ، تَشَاءُ و وَ مرتبہ، یَشَاءُ دو مرتبہ، یَشَاءُ و وَ مرتبہ اور صیغہ نَشَاءُ سے ایک مرتبہ بیان ہوا ہے۔ ان سب آیات میں بندے کے لیے اثبات مشیت کا ذکر ہے اور اسی طرح صفت ارادہ ماضی کے مختلف صیغوں سے بیس مرتبہ اور مضارع کے صیغوں سے اس سے بھی زیادہ مرتبہ وارد ہے، لہذا انسان صاحب ارادہ و اختیار کی اور مضارع کے صیغوں سے متصف شخص کو مجبور نہیں کہا جاسکتا۔ اسی ارادہ و اختیار کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہے۔ جزاو سزا (مکافات عمل) اسی پرمئی ہے۔ اس مسئلے میں پرویزی اس مسئلے میں نوریزی کرموجود ہے اور اس مسئلے میں پرویزی کی تبہت کی آیات کا صرح و کرموجود ہے اور اس مسئلے میں پرویزی تا ویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔ تاویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔ تاویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔



تاویل کے بغیر ماننا ایمان بالقرآن کا ایک لازمی جزو ہے۔اس قتم کے امور جوانبیاء عیلیہ کے ہاتھوں یاان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے تھم سے ظاہر ہوتے ہیں وہ معجزہ کہلاتے ہیں اور جب اس طرح کے امور اللہ کے کسی ولی سے ظاہر ہوں تو آخیں کرامت کہتے ہیں۔ تمام اہل علم اس بات برمتفق ہیں کہ ان امور کے ظاہر ہونے میں انبیاء قیظ اور اولیائے کرام کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ان سے ایسے امور کا ظاہر ہونا ایسے ہی ہے جیسے قلم سے کتابت۔ اس كتابت مين قلم كاكوئي اختيار نهين _ اضى اموركي چندمثالين درج ذيل آيات مين بين: [1] سورهٔ بقره کی آیات (56,55:2 و 73و 243 و 259,258) میں ای دنیا میں موت کے بعد معجزہ وکرامت کے طور پر دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہے جس میں تاویل کی کوئی عُنجائش نہیں اور سورہُ آل عمران (9:3 4) میں عیسیٰ علیلا کے معجز ہے کا ذکر ہے۔ 🗀 یرویزی لا جواب ہو گیا: ایک مجلس میں مجھ سے ایک پرویزیت زدہ شخص نے پوچھا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ فلاں فلاں واقعے میں انسان اس دنیا میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوا، حالانکہ بیقرآن کے قانون کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کے قانون کے مطابق انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا جبکہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں فوت ہوئے اورای دنیا میں دوبارہ زندہ کیے گئے۔ بیہ تو قانون قرآن کے خلاف ہے۔ میں نے اس سے یوچھا: قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جانے کوآپ کیوں تعلیم کرتے ہیں؟ اس نے کہا: بیقرآن میں مذکور ہے۔ میں نے کہا: دنیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے واقعات بھی تو قرآن میں مذکور ہیں تو ﴿ اَفَتُونُونُ اللَّهِ مِنْ الْكِتْبِ وَتَكَلَّفُرُونَ بِبَغْضٍ ﴿

^{&#}x27;' کیائم کتاب کے بعض جھے پرایمان لاتے ہواور بعض جھے کا انکار کرتے ہو۔''[®]

ىمحسى (أ) البقرة85:28.

وهڅخص لا جواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

2 یجی علیه کی ولادت اس حالت میں ہوئی کہ اس عمر میں والدین عام طور پر افزائش نسل کے اہل نہیں ہوتے۔ [®]

[3] عیسی علیه کاباب کے بغیر پیدا ہونا۔

الے مریم ﷺ کوظاہری اسباب کے بغیر بند کمرے میں رزق پہنچنا۔ ®

اسحاق طیش کی ولادت اس حالت میں ہوئی کہ اس عمر میں والدین عام طور پر افزائش نسل کے اہل نہیں ہوتے۔
 نسل کے اہل نہیں ہوتے۔

اق صالح الیشاکے دور میں کسی عام سبب کے بغیر پہاڑ سے اوٹنی کا ظاہر ہونا۔

[7] نبي سَلَيْقِيْلِ كا واقعهُ اسراء ومعراج_ @

🛭 اصحاب کہف کا غار میں دھوپ سے بچنا۔ 🏵

اور کوئی ظاہری سبب ان کا معاون نہیں تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں ہے محفوظ رکھا اور 309 سال غار میں سلائے رکھا۔ ®

🗵 موی طیسا کے عصا کا سانپ بن جانا، پھر واپس عصا بن جانا اور ہاتھ کا چیک دار بن جانا۔®

🙉 ابراہیم مَلِیّا کا آگ میں محفوظ رہنا۔ 🌯

🗓 ملکہ سبائے تخت کا ایک ہی لمحے میں حضرت سلیمان الیٹیا کے پاس پہنچایا جانا۔ 🏵

🔟 نبی ٹاٹیٹا کے اشارے سے جاند کے دوٹکڑے ہوجانا۔ ®

🗈 اصحاب فیل کوئنگریوں کی بارش کے ذریعے سے تباہ و ہر باد کرنا۔ 🎟

- ﴾ أل عمران 9:35. ۞ أل عمران 37:3. ۞ أل عمران 37:3. ۞ هود 71:11. ۞ هود 64:11.
- ﴿ بِنِيَ إِسرآء بِل 1:17 ؛ والنجم 53:13-18. ﴿ الكهف 17:18. ﴿ الكهف 18:18-25.
- ﴿ وَلَمْ 20:20-22. ﴿ الْأَنبِيا ء 69:21. ﴿ النَّمَل 40:27. ﴿ القَمْر 1:54. ﴿ الفيل المَيْلِ
 5-1:105.

قر آن کریم میں اس قشم کی اور بھی واضح آیات مذکور ہیں جوخرق عادت ہیں ،للہذا انھیں معجزات اور کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس باب میں سرسید نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''ہمارامعجزات سے انکار اس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات اور کرامات، لیعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت، یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلّت کے امتناع پایا جاتا ہے جس کو ہم مخضرلفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت نہیں ہوتا۔''[®] سرسید نے اس عبارت میں معجزے ہے انکار کرنے میں دھوکہ دبی سے کام لیا کہ پہلے تویہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ معجزہ خلاف قانونِ قدرت چیز ہوتی ہے اور قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ کوئی چیز قانون قدرت کے خلاف واقع نہیں ہوسکتی، لہذا معجزہ بھی واقع نہیں ہوسکتا اور اگر بیرمعاملہ قانون قدرت کے تحت ہے، پھر وہ معجزہ نہیں ہے کیونکہ جس شخص کو یہ قانون قدرت معلوم ہوجائے وہ اسے وجود میں لاسکتا ہے۔ یہ اس کے استدلال کی تو منیح تھی۔ اس استدلال میں انھوں نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے، بات یہ ہے کہ مجزہ کسی کے نزدیک بھی قدرت اللہیہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ خلاف عادت ہوتا ہے اور مخلوق کی قدرت سے خارج ہوتا ہے، لہذا مٰدکورہ غلط استدلال سے ا نکار معجزات جہالت ہے، پھرانھوں نے قرآن مجید میں مذکور معجزات کی الیی مضحکہ خیز تاویلات کی ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں، مثلاً: ابراہیم ملیلہ کی آگ کی تاویل کرتے ہوئے کہا:'' پہ کفار کی طرف سے مخالف تدبیر س تھیں۔''ﷺ

اصحاب فیل کے متعلق میڈویڈ پوجباَد قومیٹن سیٹیٹیل کا معنی کیا ہے کہ ابر ہہ کے لشکر میں چھک کی وہا پھوٹ پڑی تھی جس کی وجہ سے اس کی فوج ہلاک ہوگئی۔

موی طیا کے عصا اور ید بینا کے متعلق کہا کہ یہ کیفیت جوموی طیا پر طاری ہوئی، یہ

[.] () تفسير القرآن: 37/1 . () تفسير القرآن؛ ويهاجي: 17/1.

اسی قوت نفس انسانی کاظہور تھا۔ یہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت چیز نہتھی۔ انھوں نے اپنے خیال سے وہ عصا بھینک دیا کہ شاید بیسانپ یا اثر دہا ہے، جبکہ وہ لکڑی تھی اس میں فی الواقع کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ موسی علیا اور ان کے ماننے والوں کے لیے دریا کا خشک ہونا اور اس میں راستے بننے کے متعلق کہا کہ کوئی دریا بھٹا نہ کوئی خلاف عادت معجزہ ظہور میں آیا بلکہ اس دریا کی سمندر کی طرح عادت تھی کہ اس میں مدوجزر، چڑھنا اترنا، آئا فائا ہوا کرتا تھا۔ [©]

اور پھر سے جاری ہونے والے بارہ چشموں کے متعلق لکھتے ہیں کہ حجر سے مراد پہاڑ اور ضرب سے مراد سفر کرنا ہے، یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے پہاڑ پر چل، اس پہاڑ کے برے ایک مقام ہے جہاں یانی کے بارہ چشمے جاری ہیں۔

اسی طرح عیسیٰ علیٹا کے معجزات کا انکار کر کے ایسی تاویلات کیس جوقر آن کی فصاحت و بلاغت کے یکسرخلاف ہیں۔

یہ تو پرویز صاحب کے مقتدا سرسیداحمد خال کا نظر کیے تھا۔ ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے پرویز صاحب کا انکارِ مجزات کا نیا طریقہ کن لیں۔

وہ کہتے ہیں: ''قرآن میں الفاظ کا ترجمہ نہیں ہوسکتا بلکہ الفاظ کا مفہوم بیان کیا جائے۔'' پھر انھوں نے اس قانون کو قرآنی آیات میں تحریف اور بالحضوص آیات مجزات میں تاویل کرنے کے لیے حیلہ بنا کر مجزات کا انکار کیا۔ پرویز صاحب انکار مجزات میں سر سید کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، بس طریقۂ کارمختلف ہے۔ آیات مجزات بیان کرنے سے پہلے ہم معنی، مفہوم اور ترجے کے الفاظ کی وضاحت پر اجمالاً نظر ڈالتے ہیں:

تفسيرالقرآن، تُفسير سورة البقرة : 102,101/1، آيت: 47، وتفسير سورة الأعراف، بيان عصائي موسى القرآن، تفسير سورة المبيضا: 1713-173، آيت: 104.
 تفسير القرآن، تفسير سورة البقرة: 113/1، آيت: 113/1.

- ﷺ لفظی معنی: یہ وہ معنی ہے جو لغت کے لحاظ سے اس لفظ سے مقصود ہوتا ہے اور بھی لفظی معنی کومصداق بھی کہہ دیتے ہیں۔
 - 🖓 مفہوم: وہ مقصود ہے جولفظی معنی سے سمجھ میں آتا ہے، اس کی دواقسام ہیں:
 - 1 مفھوم موافق: جولفظی معنی کے ساتھ اثبات کے پہلو سے برابر ہو۔
- 2 مفہوم مخالف: جولفظی معنی کے مخالف سمت، یعنی نفی کے طور پر دلالت کرتا ہولیکن دونوں صورتوں میں شرط ریہ ہے کہ وہ اہل لغت کے محاورات کے مطابق ہو، البتہ بھی لفظی معنی کومفہوم بھی کہددیا جاتا ہے۔
- گ ترجمہ: دراصل تعبیراورعنوان کو کہا جاتا ہے، خواہ اس کا معنی ہو یا مفہوم یا مضمون، جیدا کہ ترجمہ: دراصل تعبیراورعنوان کو کہا جاتا ہے، خواہ اس کا معنی ہو یا مفہوم یا مضمون درجمان اس مخص کو کہا جاتا ہے جودواجنبی زبان والوں کے درمیان رابطے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اور دوسرے کو سمجھانے کے لیے ایسی تعبیر کرتا ہے کہ جس سے اس کا مضمون دوسرے کو سمجھ آ جائے۔

ہاں، یہ بات طے ہے کہ جتنی فصاحت و بلاغت عربی الفاظ کے ذریعے سے قرآن میں سمو دی گئی ہے اتنی فصاحت و بلاغت کسی دوسری لغت میں نہیں پائی جاتی، مثلاً:
"الحمد الله" کے جملے میں الف لام کا مقصد، حمد کا پورامعنی اور جملہ اسمیہ لانے میں جتنی فصاحت و بلاغت ہے وہ بشکل ہی دوسری لغت میں آسکتی ہے لیکن اس کا میہ مطلب برگر نہیں کہ ہم قرآن کریم کے ہرلفظ و جملے کے حوالے سے یہ قانون لاگو کر دیں اور قطعی فیصلہ صادر کر دیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔

اکثر مفردات ایسے ہیں جن کے نفظی معانی اہل لغت کو معلوم ہیں اوراس سے ہراہل لغت اپنی لغت کی تعبیر کرسکتا ہے۔ اس طرح ہم یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ ترجمہ چھوڑ کر مفہوم لینے میں یہ شرط ہے کہ عربی محاورے کے تحت ہولیکن آپ کوآ گے چل کر معلوم ہوجائے گا کہ پرویز صاحب نے منہوم لینے کے بہانے قرآنی الفاظ کے ایسے معانی بیان کے ہیں جن کا مفہوم، محاورہ عرب سے بہت دور ہے کیونکہ عربی زبان والے اب بھی موجود ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ پرویز صاحب نے فلال لفظ اور فلال آیت کا بیہ مفہوم مراد لیا ہے کیا بیہ مفہوم آپ کے نزد یک عربیت کی بنیاد پر درست ہے؟ تو ان کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

اب ہم پرویزی مفہوم کی بنا پر آیات معجزات کے حوالے سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ انھول نے مفہوم کے بہانے کتنے قطعی اور نقینی معجزات کا انکار کیا ہے۔

- ابراہیم علیاً کا آگ میں پھینکا جانا: انھوں نے آگ کامعنی عداوت اور انتقام کی
 آگ کیا ہے۔ سوال بیہ ہے کہ ایسی آگ کو اللہ تعالیٰ کا بیفر مانا: ''سلامتی والی، ٹھنڈی ہوجا''
 کیسے ہوسکتا ہے؟
 - ﴿ الله تعالى كے فرمان:
 - ﴿ فَخُذُ ٱرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرُهُنَّ إِلَيْكَ ﴾

" پھرتو چار پرندے لے اور انھیں اپنے ساتھ مانوں کر لینے کے بعد کھڑے کروے۔"
پرویز صاحب مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: چار پرندے لو، وہ شروع میں تم سے
دور بھاگیں گے۔ انھیں آ ہتہ آ ہتہ اس طرح سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوں ہوجا کیں ۔ آخر
میں لکھتے ہیں: بس حق سے نامانوں لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔
دیکھیں اللہ تعالی مرووں کو دوبارہ زندہ کرنے کا طریقہ بتلار ہاہے جبکہ پرویز صاحب
نے اس کا تعلق جابل قوموں کے ساتھ جوڑ دیا۔ کیا جابل لوگوں کے احیا کا پیطریقہ ہے کہ

اللہ ق ع : 2010

چار پہاڑوں پر برندے رکھ کر ان کو آواز دو؟ اس کی کیا مناسبت ہے؟ ﴿ فَصُرُهُنَ ﴾ کے معنی میں تفصیلی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر احسن الکلام میں بیان کردی ہے کہ اس کا معنی مانوس کرنانہیں، اگر ہے تو اس کے ساتھ قطع (کا شنے) کا حکم ضرور لگانا پڑے گا جس کا قرینداس آیت میں موجود لفظ جز ہے کیونکہ اجزاء قطع کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔

③ فرمانِ اللي ہے:

﴿ فَأُوْحَيْنَا إِلَى مُولَنِي أَنِ اضْرِبْ يِعْصَاكَ الْبَحْرَ ﴾

 $^{\odot}$: تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مار۔ $^{\odot}$

گ پرویزی مفہوم: ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی جماعت کو(فلاں سمت سے) سمندریا دریا کی طرف لے جاؤ جو خشک سے) سمندریا دریا کی طرف لے چلواور وہاں اس کو اس رائے سے پار لے جاؤ جو خشک ہوچکا ہے۔

﴿ فَانْفَاقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۞

'' تو وه پچپ گیا، پھر(سمندر کا) ہر فکڑا یوں ہو گیا جیسے قطیم پہاڑ۔''[©]

جب ضبح نمودار ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں عظیم تودوں کی طرح ایک دونوں جا عتیں عظیم تودوں کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی ہیں۔ ﴿ اَصُول نے ''عصا'' کا معنی'' جا'' ﴿ اَنْفَلَقَ ﴾ کا معنی'' کے جا'' ﴿ اَنْفَلَقَ ﴾ کا معنی''صبح کا نمودار ہونا'' ﴿ فِذْ قِ ﴾ سے مراد''دونوں جماعتیں'' کیا ہے۔ یہ مفہوم سراسرنا قابل فہم اور باطل ہے، یہ واضح طور پر پرویز صاحب کی زبنی اختراع ہے، جوحقیقت سے بالکل دور ہے۔

اس وقت بنی اسرائیل فرعون کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تاب کہاں رکھتے تھے۔

الله تعالى نے فرمایا:

شعراً -63:26. أن الشعراً -63:26. أن تفسير القرآن: 841/1.

المُعَلِّدُ الْمُرِبُ يِعْصَاكَ الْحَجَرَ اللهِ

"توجم نے کہا: اپن لائھی پھر پر مار۔"

گ پرویزی مفہوم: تو ہم نے اس کی راہنمائی اس مقام کی طرف کردی جہاں بارہ چشم مستور تھے، وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا۔ چٹان پرسے مٹی ہٹائی

ویکھے:قلناکامعنی "راہنمائی کرنا" ﴿اضْدِبُ ﴾ "لے جانا"عصا" جماعت ﴿ الْعَجَرَ ﴾ "چٹان سے مٹی ہٹانا" اللہ تعالیٰ کے عظیم کلام میں اپنی طرف سے پیوند کاری تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ الله تعالى كا فرمان ہے:

﴿ وَمَا تِلُكَ بِيَبِيْنِكَ لِبُوْسَى ﴾

''اوراےمویٰ! بیہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟''®

گ پرویزی مفہوم: اےمویٰ! تم ان امکانات و ہدایات پرقوت اور برکت ہر دو نکات و نگاہ سےغور کرواور بتاؤ کہتم انھیں کیسایاتے ہو؟

﴿ قَالَ هِيَ عَصَائَ ٱتُوَلَّوُّا عَلَيْهَا وَٱهْشُ بِهَا عَلَى غَنَيْنَ ﴾

''اس نے کہا: یہ میری لاکھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اوراس سے اپنی برائیں کے لیے ہے جہاڑتا ہوں۔''®

ﷺ پرویزی مفہوم: مویٰ نے کہا: یا باراللی! بیاحکام کیا ہیں، میرے لیے سفر زندگی کے لیے بہت بڑاسہارا ہے آخی کے ذریعہ اب میں اپنے ریوڑ (بنی اسرائیل) کو جنجھوڑتا ہوں۔ ﴿ قَالَ اَلْقِهَا لِلْمُوْمِلُنِي ﴾ ﴾ ﴿ قَالَ اَلْقِهَا لِلْمُوْمِلُنِي ﴾ ﴾

''الله نے فرمایا: اے موئی! اسے پھینک دے۔''[®]

٠ البقرة 60:20. ﴿ طُهُ 17:20. ﴿ طُهُ 18:20. ﴿ طُهُ 19:20.

﴿ پرویزی مفهوم: هم ہوا کہتم نے ٹھیک سمجھا اب انھیں لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ ﴿ فَالْقُلْهَا فِإِذَا هِي حَيِّلَةٌ تَسُعٰى ۞﴾

'' پھر جب اس نے اسے پھینکا، تب وہ دوڑ تا ہوا سانپ بن گیا۔''[®]

﴿ پرویزی مفہوم: اس کے بعد جب موی علیہ نے اس مہم پرغور کیا تو معلوم ہوا کہ ان احکام کولوگوں کے سامنے پیش کرنا آسان کام نہیں، انھوں نے ایسامحسوں کیا کہ وہ ضابطہ نہیں اڑ دہاہے جو بڑی تیزی سے دوڑتا ہے۔

مندرجہ بالا مفہوم کو ذراعقل اور قانون عربیت کے میزان پر تولو، انھوں نے اب ''عصا'' کا معنی احکامات و ہدایت کیا ہے جبکہ پہلے جماعت کا معنی کیا تھا۔ ﴿ اَتُوْلُواْ ﴾ کا مفہوم''سفر زندگی کا سہارا'' ﴿ غَنَيْنى ﴾ سے مراد'' بی اسرائیل'' ﴿ اَلْقِهَا ﴾ کا معنی ''لوگوں کے سامنے پیش کرو۔'' (وہاں لوگ کہاں تھے) ﴿ حَیّاتُهُ ﴾ کا معنی مُشکل کام، تو یہ ایک تصوراتی از دہا تھا۔

دیوانے لوگوں کا کلام سوچ اور سمجھ سے عاری ہوتا ہے، اس لیے پرویز صاحب نے ایک جگہ عصائے کلیمی اورا ژد ہا بننے کو حقیقت پرمحمول کیا ہے، لکھتے ہیں: ''عصائے موی نے وہ کرشمہ دکھایا کہ خود ساحرین فرعون نے صداقت کے سامنے گردنیں جھکادیں۔ اسے نہیں اصطلاح میں معجزہ کہا جاتا ہے۔'' کیکن اس کی مخالفت میں مندرجہ بالاتفیر خالفت معجزے سے انکار ہے۔ یہ دیوائگی ،سراسیمگی یا خواہش پرتی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ فرمان اللهي ہے:

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهُدِ ﴾

''وہ جھولے میں لوگوں سے با قیں کرے گا۔''[®]

(طه 20: 20. (معراج انسانيت، ص: 703. (ال عمران 6: 46.

پرویز صاحب نے ایک جگہ ''مھد '' کامعنی گہوارہ لکھا ہے [©] لیکن اپنی تغییر میں اس کا معنی'' چھوٹی عر'' کیا ہے، پھر اس کی تغییر اس طرح بیان کرتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیا ان جو کچھ کہا وہ خود اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ بیہ با تمیں پچ مچھ گہوارے میں لیٹے ہوئے نہیں کی گئیں۔ بیاس زمانے کی باتیں ہیں جب حضرت عیسیٰ علیا کو نبوت مل چکی تھی۔ [©] نہیں کی گئیں۔ بیاس زمانے کی باتیں ہیں جب حضرت عیسیٰ علیا کو نبوت مل چکی تھی۔ [©] دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم علیا کی باتیں ہازی کے لیے بیہ مجزہ عطا فرمایا کہ بیجے نے ماں کی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم علیا کی باک بازی کے لیے بیہ مجزہ عطا فرمایا کہ بیج نے ماں کی گود میں باتیں کیس تا کہ لوگ مریم علیا کی عفت اور پاک دامنی پریقین کریں جبکہ پرویز صاحب نے بیسارا معاملہ بدل ویا۔

﴿ فرمانِ اللَّهِي ہے:

﴿ وَأَخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''اور میں (عیسیٰ) اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتا ہوں۔''[®]

پرویز صاحب اس کامفہوم یوں بیان کرتے ہیں:''مخضراً میہ کہ ذلت وخواری کی میہ موت جواس وقت تم پر چاروں طرف سے چھار ہی ہے ایک نئ زندگی میں بدل جائے گی۔''

ييسى عليظائے معجزے كا صرح انكار ہے، نيز انھوں نے تحريف كے ذريعے سے

عیسیٰ مَلیِّا کے دوسرے معجزات کا بھی انکار کیا ہے۔

اینس ماینا کے متعلق فرمان الہی ہے:

﴿ فَكُوْ لَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۞ لَكِيثَ فِي بَطْنِهَ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۞

''پھراگروہ تبیج نہ کرتا تواس کے پیٹ میں قیامت تک پڑار ہتا۔''®

الصفات القرآن، ص: 1572. (ق تغير القرآن، ص: 129. (ق أل عمر ن 49:3). (ق الصفف المصفف 144.143:37).

گ پرویزی مفہوم: لیکن اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور مچھلی کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔ اگر وہ ایسانہ کرتا اور بہت اچھا تیراک نہ ہوتا تو مچھلی اسے نگل لیتی اور پھر وہ قیامت تک باہر نہ آسکتا، یعنی بھی باہر نہ آسکتا۔

پرویز صاحب نے خیال کیا کہ ﴿ انْهُسَیّجِیْنَ ﴿ سباحة ''پانی میں تیرنا'' سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یونس الیا کو مجھل نے نہیں نگلاتھا بلکہ وہ دریا میں گر پڑے اور تیرا کی کی وجہ سے اس سے نی گئے، حالانکہ حقیقت سے ہے کہ 'سَابِح '' کامعنی ہے، تیر نے والا جبکہ ''مُسَبِّح '' تو بہر صورت تبیح سے ماخوذ ہے، نیز دوسری جگہ اللہ تعالی نے یونس ایا کے تبیح بڑھنے کا ذکر کیا ہے:

﴿ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ ٱنْتَ سُبُحٰنَكَ ﴿ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّلِيدِيْنَ ﴿ ﴾

"تیرے سواکوئی معبود برحق نہیں ہے، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ظالموں میں سے تھا۔"
اگر مچھل نے انھیں نہیں نگلا تو پھر الظلمات" اندھیرے" کا کیا مطلب؟ اتن تحریف تو یہود بھی نہیں کر سکے!

﴿ الوب عليه كم تعلق قرآن مين بيان كيا كيا ب

﴿ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اَنْ مَسَّفِى الشَّيُطُنُ بِنُصُبٍ وَّعَنَابٍ ۞

"جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے رنج اور تکلیف پہنچائی ہے۔"

پرویزی مفہوم: وہ ایک سفر میں بردی جا نکاہ مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔اس کے ساتھی
اس سے بچھڑ گئے، پانی ختم ہوگیا۔ وہ سفر کی تھکان اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہور ہا
تھا۔ مزید برآں سانپ نے اسے ڈس لیا۔اس طرح اسے مصائب اور تکالیف کے ججوم
نے گھر لیا۔

[®] مستعدد المستقد الم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَرْكُضُ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلُّ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۞

''اپنا پاؤل(زمین پر) دے مار (اور لو) یہ ایک ٹھنڈا چشمہ نکل آیا نہانے اور پینے کے لیے۔''[®]

گ پرویزی مفہوم: ہم نے اس کی ایسے مقام کی طرف راہنمائی کردی جہال مختدے پانی کا چشمہ تھا۔وہ وہاں پینچاتو پانی بیا،نہایا، مارگزیدہ پاؤں کو پانی میں رکھ کر ہلاتا رہاجس سے حدت رفع ہوئی۔

پھراللەتغالى نے فرمایا:

﴿ وَخُذُ بِيَكِ كَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِّهِ وَلَا تَحُنَثُ ﴾

''اورا پنے ہاتھ میں تیلیوں کا مٹھا لواوراس سے مارواورتشم نہ تو ڑو۔''®

ﷺ پرویزی مفہوم: وہ جڑی بوٹیوں سے اپنا علاج کرتار ہااس طرح اسے شفا ہوگئی۔اس نے اس تکلیف کو بڑی پامردی سے برداشت کیا اور کہیں بھی ہمارے قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔

پرویز صاحب کا پیش کردہ بیم نہوم ایک گپ کے سوا کچھ نہیں، سفر کا ذکر، شیطان کا معنی سانپ، ساتھی بچھ نا، سفر کی تھکان، ﴿ اُدْکُفْ ﴾ کا معنی ہلانا، جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج کرنا، یہ معانی کس لغت سے اخذ کیے گئے ہیں اور اس طرح کی قرآنی خانہ پری انھوں نے کہاں سے کیھی ؟ بالفرض ان کا یہ من گھڑت قصہ سے جہ جب کوئی ان سے بوچھے کہ بانی کے ذریعے سے مارگزیدہ پاؤں کا شفا حاصل کرنا بھی تو ایک مجزہ ہے کیونکہ دنیا ہیں بہت چشے ہیں لیکن ان میں تو یہ صفت کمال موجود ہی نہیں۔

﴿ اصحاب فیل کے قصے بیں سرسیدصاحب نے ایک خاص طرز سے تحریف کی تھی، جیسا کہ پہلے، ص:51 میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ پرویز صاحب نے اپنے الگ طریقے سے تحریف کی، تاہم دونوں نے کوشش کی کہ اس قصے میں سے مجزے کا پہلوختم کردیا جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَ أَدْسَلَ عَكَيْهِمُ طَلَيْرًا ٱبْكَبِيْلَ ۞

''اوران کے او پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔''[©]

پرویزی مفہوم: چیلوں اور گدھوں کے جھنڈ (جوعام طور پراٹنکر کے ساتھ ساتھ اڑتے ہیں کیونکہ انھیں فطری طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ انھیں بہت سی لاشیں کھانے کوملیں گی) ان کے سروں پر منڈ لاتے ہوئے آگئے اوراس طرح تم نے دور سے بھانپ لیا کہ پہاڑ کے نیچے کوئی لشکر آرہا ہے، چنانچیتم نے پہاڑ پر چڑھ کران پر سخت پھراؤ کیا۔ ﴿

واہ واہ! کس قدر عجیب فہم ہے۔ نبی سائٹی کے دور میں بے شارجنگیں ہوئیں۔ چیلوں
اور گدھوں نے وہاں یہ فطری علم استعال نہیں کیا بلکہ کسی بھی تاریخی جنگ میں اس کاکوئی
ذکر نہیں ملتا۔ بفرض محال ایسا ہوا بھی ہے تو بھی یہ معجزہ ہوا۔ ﴿ یَسِوِیْنَیْ ﴾ ''اس مٹی کو کہتے
ہیں جوآ گ میں بک کر پھر بن جائے۔'' پرویز صاحب نے بھی لغات القرآن میں اس کا
معنی کنگر لکھا ہے [©] تو ایسے کنگر پہاڑوں کے اوپر کیسے ملتے ہیں، پھر ان کے مارنے سے
ہتی کئر لکھا ہے والے۔ (عقل تسلیم نہیں کرتی) پھر ﴿ تَرْمِیْهُمْ ﴿ مِین ' ترمی '' تو مؤنث کا
صیغہ ہے جس کا فاعل ابائیل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہوسکتا جبکہ پرویز صاحب نے
اسے جمع نہ کرمخاطب کا صیغہ سمجھا۔ تعجب ہے الیی تفسیر یر!

11) واقعہ اسراء میں پرویز صاحب نے مجدافعنی کا معنی مدینہ کی طرف کشادہ سرز مین کیا ہے اوراس واقعے کو جرت کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ کیا کسی عربی لفت یا عجم کے عرف

[﴾] ﴿ الفيل 3:105. ﴿ تَفْسِيرِ القرآنُ ص: 1484. ﴿ لغات القرآنُ ص: 852.

میں یا یہود و نصاریٰ کے نزدیک مجد اقصیٰ سے مراد ' مدینہ کی طرف کشاوہ سرزمین' آج تک بھی کسی نے سنا ہے؟ ایس تاویلات توعقل مندوں کے نزدیک نہایت تعجب کی بات ہوتی ہیں۔

قرآن کریم میں ان کے علاوہ اور بھی نصوص ہیں جو مججزات پر ولالت کرتی ہیں۔ پر دیز صاحب نے ان سب میں تحریف کرکے اعجازی صورت ختم کردی بلکہ انھوں نے لکھا ہے: "رسول الله تَالَّيْنِمُ کوقرآن کے سواکوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔" **

ایمانیات میں ایک اہم رکن آخرت برایمان لانا ہے۔ ای لیے قرآن کریم میں

آخرت پرایمان

الله تعالی پرایمان لانے کے ساتھ اکثر مقامات پر آخرت پرایمان لانے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم میں اس عقید ہے کی تفصیلات میں درج ذیل آٹھ عنوانات ہیں:

آ فخیہ اولی: پہلی مرتبہ صور پھو کئے سے عالم دنیوی، آسان، زمین اور پہاڑ وغیرہ سب فنا ہوجا کیں گے جبکہ فخیہ ثانیہ لیعنی دوسری مرتبہ صور پھو کئے سے مردے زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکل آ کیں گے۔ اس کے متعلق بہت می آیات ہیں: (الأنعام 33،5، النمل علیہ باہر نکل آ کیں گے۔ اس کے متعلق بہت می آیات ہیں: (الأنعام 36،5، النمل طہ 99:27، الزمر 39:18، الحقاقة 69:18) اس میں فنا کا ذکر ہے (الکھف 19:08، طہ 102:20، النمون 20:50، النمون 103:23، النبا 18:88، ق 20:50) اس میں لیت بعث بعد الموت کا ذکر ہے۔ اس طرح آسان کے حالات (الأنبیآء 12:40، الفرقان العث بعث بعد الموت کا ذکر ہے۔ اس طرح آسان کے حالات (الأنبیآء 19:69، الفرقان کے 104:25، النمون 69،68:39، ق 25:25، الطور 25:25، الطور 25:25، المائی اور بہت می آیات ہیں۔ پہاڑوں کے حالات: (الکھف 47:18

المزمل 73:73)

طهٰ 105:20 ، النمل 27: 88 ، الطور 10:52 ، الحاقة 14:69) ان كے علاوہ بھى بہت سى آيات ميں ان كا ذكر ہے۔

2 سوال، حساب، عرض اور وزن اعمال: سوال كم متعلق چند آيات: (الأعراف 6:7 الحجر 2:15 النحل 6:75 الأحزاب 5:31 -18)

حماب كم تعلق: (البقرة 284,202:2 أل عمران 199,19:3 المآئدة 4:5 . الأنعام 69,62,52:6)

عرض كم متعلق: (الكهف 48:48 ، الحاقة 69:48 ، هود 11:41 ، الشورى 45:42) وزن اعمال كم متعلق: (الأعراف 9,8:7 ، الأنبيآء 47:21 ، المؤمنون 103,102:23 ، القارعة 106:101)

ونيا مين اعمال كالكها جانا اور آخرت مين نامة اعمال كى تقسيم: اعمال لكه جانے كم تعلق آيات: (أن عمر ن 181:3 النسآء 81:4 و 20:31 مريم 21:10 مريم 21:97) نامة اعمال كى تقسيم: (بنى إسرآء بل 13:17 و 71 الكهف 81:48 الزمر 29:39)
 انبياء، فرشتون اور مومنون كى شهادت من علق آيات: (البقرة 143:2 النسآء 141:4 الما ندة 175:28 القصص 85:57 العرب 15:28 القصص 75:28 الما تحد 15:28 القصص 75:28 المسارة 15:28 المسارة 15:30 المسارة

اثبان کے اعضاء کی شہاوت: (النور 24:24، یس 36:36، طم السجدة 20:41)

ا في جان يرشهاوت: (الأنعام 6:130، الأعراف 7:37)

آ نسبی تعلقات ختم ہونا، ایک دوسرے سے بھا گنا، دوستی اور بلا اذ ن شفاعت کا نہ ہونا: ان کا ذکر ان آیات میں ہے: (البقرة 2:84و123و 254 الأعراف 53:73)

الأنبيآء21:28 ؛ المؤمنون 23:101؛ الشعر آء 100:26 ؛ الزخرف 67:43 ؛ عبس 34:80)

وأ جنت، الل جنت ، جهنم ، المل جهنم اورآ خرت كتفصيلي احوال: جنت اور المل جنت: (البقرة 25:25و 8 و 240) ال عمران 33:33 و 151 ، النسآء 192:4 ، الرعد 35:13 ، العنكبوت 58:29 ، الزخرف 70:43)

جہنم اور اہل جہنم: (البقرة 2:92 و 81 و 217 ، أن عمران 3:16: ، المآئدة 72:5)

آخرت كے متعلق: (يونس 26:10 ، هود 21:23 ، الفرقان 24:25 ، يُسَ 55:36)

اہل جنت كا جنت ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 40 مرتبداور اہل جہنم كا جہنم ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 30 مرتبداور اہل جہنم كا جہنم ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 30 مرتبد آيا ہے۔

آ قرآن کریم میں قیامت کے لیے 33 نام آئے ہیں۔ان میں سے ہرایک کے صفاتی نام ہونے پر ایمان لا نا فرض ہے جبکہ جنت کے لیے بارہ اور جہنم کے لیے آٹھ نام ہیں۔ یہ ساری چیزیں ایمانیات میں واخل ہیں۔

آخرت پر ایمان لانا فرض اور حصول جنت کا باعث ہے دیکھیں: (البقرة 2:26 و 177 ، أل عمر ان 3:43 الأنعام 92:6)

ا ثكارِ آخرت كفر اور بميشه كے ليے جہنم ميں داغلے كا باعث ہے: (النسآء 136:4، الأنعام 31:6، الأعراف 7:44، التوبة 29:9، النحل 22:16)

میں نے اضی آیات کریمہ پر تفصیلاً اپنی کتاب''الفرائد الربانیة'' میں روشنی ڈالی ہے۔ یہ آٹھ عنوانات اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ آخرت پر ایمان لانے میں بیساری چیزیں شامل ہیں۔ پس جو شخص میزان، حساب، جنت یا جہنم کا منکر ہوتو اس کا آخرت پر ایمان صحیح نہیں اور ایسے ہی لوگ منکرین حدیث ہیں، لہذا ان کا اس بارے میں عقیدہ جاننا ضروری ہے۔

جنت اورجہنم کے متعلق سرسید کے نظریات

سرسید لکھتے ہیں: ''تمام انسانوں میں، خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہوں یا گرم ملک کے، مکان کی آرانتگی وخوبی، باغ کی خوشنمائی، بہتے یانی کی دل ربائی، میووں کی تروتازگی سب کے دل ہر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کے سواحسن، خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی چیز،خصوصًا جبکہ وہ انسان میں ہواوراس سے بھی زیادہ جبکہ وہ عورت میں ہو، پس جنت کی''قرۃ أعین'' کو ان کی فطری راحتوں کی کیفیات کی تثبیہ میں اور دوزخ کے مصائب کوآگ کے جلنے لہو و پیپ پلائے جانے اورتھو مرکھلائے جانے کی ممثیل میں بیان کیا ہے تا کدانسان کے دل میں یدخیال پیدا ہوکہ بڑی سے بڑی لذت وراحت یا سخت سے سخت عذاب وہاں موجود ہے اور در حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہاں ہے ان کو اس سے کیچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ بیاتو صرف ایک اعلیٰ راحت وا حنظاظ یا رنج وکلفت کا خیال پیدا کرنے کواس پیرا یہ میں، جس میں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ احتظاظ اور رنج کو خیال کرسکتا تھا، بیان کیا۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کی پیدا ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤمحل ہیں، باغ ہیں اور سرسبز درخت ہیں، دودھ ادر شراب کی نہریں بہرہی ہیں، ہرقتم کا میوہ کھانے کوموجود ہے، ساقی اور خادمین نہایت خوبصورت جا ندی کے کنگن سینے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوسیں پہنتی ہیں،شراب پلا رہے ہیں۔ایک جنتی حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے،ایک نے ران برسر دھرا ہے، دوسرا چھاتی ہے لپٹا ہوا ہے، ایک نے لب جان بخش کا (باایس ریش دُرَخش) بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کو نے میں کچھ کررہا ہے، تو کوئی کسی کونے میں کچھ، (بید سب) بے ہودہ ہے، جس پر تعجب ہوتا ہے ،اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے

﴿ ابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اس تحریراور مسخر واستہزا سے صریح معلوم ہوا کہ سرسید کے زدیک جنت اور جہنم کا کوئی خارجی وجود ہے نہ اس کی کوئی حقیقت ہے بلکہ جنت اور جہنم محض تخیلات کی دنیا کے دو مختلف پہلوؤں کے نام ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اضی آیات (جو جنت اور جہنم کے متعلق ہیں) کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دماغ متعلق ہیں) کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دون و اسرسید اس سے اپنے ہم خیال لوگ مراد لیتا ہے) خیال کرتا ہے کہ وعدہ، وعید، دوزخ و مرف اعلی درجے کی خوشی وراحت کوئیم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے ہے۔ اور ایک کوئی مراد لیتا ہے جو قرآن کے الفاظ اور معنی کو اس کے الفاظ اور معنی کو اس کے الفاظ اور معنی کو اصرت بہت میں نہایت خوبصورت معانی کو اصل حقیقت پر سیجھتے ہیں) سیجھتا ہے کہ در حقیقت بہت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیس گی، شراہیں بئیں گے، میوے کھا کیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں ان گنت حوریں ملیس گی، شراہیں بئیں گے، میوے کھا کیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں رات اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بینے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿

اس تحریر بو جنت اور جہنم کی تفصیلات کے متعلق ہیں، ایمان لاتا ہے اور انھیں حقیقت سمجھتا ہے، وہ سرسید کے نزدیک تفصیلات کے متعلق ہیں، ایمان لاتا ہے اور انھیں حقیقت سمجھتا ہے، وہ سرسید کے نزدیک کوڑ مغز اور شہوت پرست ہے۔ مثل مشہور ہے کہ دیوانے شخص کو سمجھ الدماغ لوگ بھی دیوانے معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ بے وقوف اور جاہل اہل عقل و دانش کو سفہاء (نادان، بے وقوف) سمجھتے ہیں۔ سرسید کے اس نظریے سے لازمی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالی اور اس کے رسول سالیر نے ان آیات کے ذریعے سے لوگوں کو ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالی اور اس کے رسول سالیر نے ان آیات کے ذریعے سے لوگوں کو

تفسيرالقرآن:33/1. (2) تفسير القرآن:1/35

دھوکا دیا ہے (نعوذ باللہ) کہ حقیقت کچھ بھی نہیں، صرف خیالی جنت اور خیالی جہنم کے لیے انھیں اوامر ونواہی پڑمل کرنے کا حکم دیا۔

اس قتم کی بے ہودہ ہاتوں کے بعد ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کسی مسلمان کے نزدیک شک کی کوئی گنجائش ہاتی نہیں رہتی۔ اب پرویز صاحب کے خیالات س لیں: اللہ تعالیٰ نے فرماہا:

﴿ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةً ﴿

''اور قیامت یقیناً آنے والی ہے۔''

﴿ پرویزی تفسیر: اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں: ''جس انقلاب کے لیے تم جدوجہد کررہے ہووہ تو آکررہے گا۔''

پرویز صاحب کنزدیک السّاعة سے مرادانقلاب نظام ربوبیت ہے۔ تواس کے خیال کے مطابق ہرنی پرنظام ربوبیت نازل ہوتارہااور وہ آخر بیانقلاب برپا کر کے رہتے۔
﴿السّاعَةُ ﴾ کے اس مفہوم کے لیے کوئی قرین نہیں اور نہ ہی بیم فہوم کسی لغت میں ہے۔
اور انبیاء عَیْظ کو وی کے ذریعے سے دعوت الوہیت مع تو حیدر بوبیت دی گئی جیسا کہ فرمایا:
﴿وَمَا آَدُسُنُنَا مِنْ قَبُلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوجِی الیّنِهِ اَنَّهُ لَاۤ اِللّٰ اَنَّا
فَاعْبُدُونِ ۞

''اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگریہ کہ ہم نے اس کی طرف وحی تھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا میری ہی عبادت کرو۔'' کا

ربوہیت (نظام چلانے) کا عقیدہ اکثر مشرکین بھی رکھتے تھے کہ اللہ تعالی خالق اور

مدبرہے جبیہا کہ بہت ی آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ عصصصصص

الحجر 85:15. (2) الأنبيآء 25:21.

پرویز صاحب کے نزدیک قیامت کا مفہوم عام ہے جو ہرآن مسلمان پر طاری رہتی ہے، چنانچہ کہتے ہیں: مسلمان، قیامت بھی صرف (مانتا ہے) جومرنے کے بعد آئے گی وہ اس قیامت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جو اس کی ایک ایک سانس میں پوشیدہ ہے۔ اوراس جنت اور دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا جو قدم قدم پراس کے سامنے ہے۔ نہ وہ اس میزان کودیکھتا ہے جس میں قوموں کے اعمالِ حیات ہرآن تلتے رہتے ہیں۔ ©

انھوں نے اس عبارت میں قیامت، جنت وجہنم اور میزان کے دنیا میں وجود کا نظریہ پیش کیا ہے مگر قرآن کریم کی اصطلاحات کو مدنظر نہیں رکھا۔ سلیم کے نام اکیسویں خط میں لکھتے ہیں: قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے، اس کا نام ایمان بالآخرت ہے اور ﴿ وَ بِالْلَاخِدَةِ هُمْدُ يُوْقِئُونَ ۞ ﴿ كَا كُلُو مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَّا مُلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُمُ مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُهُ مُلِي مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُهُ مُلِي مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُهُ مُلِي مُلِلُمُ اِللّٰهُ مُلِي اِللّٰ مُنْ اِللّٰهُ مُلِي اِللّٰ مُلِي مُلِي مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلّٰ مُلْكِلُونَ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ اِللّٰ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ مِنْ اِللّٰ اِللّٰ اِللّٰ اَلٰ اِللّٰ اِللّٰ مُنْ اِللّٰ اِللّٰ اِللّٰ اللّٰ اِللّٰ اللّٰ اللّٰلِيْلِلْ اللّٰ الللّٰ اللّٰ الللّٰ اللّٰ اللّٰ

میزانِ انگال کے متعلق لکھا ہے: قرآن کہتا ہے کہ اب وہ دورِسر مایہ داری گزرگیا۔
اب وہ زمانہ ربوبیت کا آرہا ہے جس میں انصاف کی روسے میزان کھڑی کی جائے گا۔
اس میزان کا متیجہ یہ ہوگا کہ کسی مزدور کی محنت میں کوئی کمی نہیں کرسکے گا اور محنت کرنے والے کی محنت کا ذرہ ذرہ نتیجہ خیز ہوگا، اس کا حساب زمیندار یا سرمایہ دارنہیں کیا کرے گا کہ محنت کش کا حصہ کیا ہے اور اس کا حصہ کتنا۔

"

پرویزیت کے حامی بتلائیں کہ قرآن کریم میں بیمعنی ومفہوم کس آیت اور کون سی سورت میں ہے؟ ان کے نزدیک اعمال کا تول اور حساب کتاب نظام ربوبیت کے دن ہوگا اور اس دن حساب صرف مزدور اور سرمایہ دار کا لیا جائے گا باقی کسی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

⁽ قرآنى فيلم، ص:332. (البقرة 4:2. (مكتوبات: 124/2. (فظام ربوبيت، ص: 256.

ای طرح پرویز صاحب کے نزدیک یوم الحشر کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تمام نوع النان (ذاقی مفاد کے پیچے بھا گئے کے بجائے) خدا کی ربوبیت عامہ کے قیام کے لیے اٹھ کھڑی ہوگی۔ ان کے ہاں ﴿ یَوْمَ یَقُوْمُ النّاسُ لِرَبِّ الْعَلَمِینَ ۞ ﴿ ' جَس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔' گ کی یہی تفییر ہے، حالانکہ اس آیت سے بہلے ﴿ اَللّٰهُ مُعْبِعُوْدُوْنَ ۞ لِیَوْمِ عَظِیمُوں ﴿ ' بلاشبہ وہ بہت بڑے دن کے لیے اٹھائے جا کیل گے۔' گ ہے جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ قیام بعث بعد الموت کے بعد ہوگا لیکن پرویز صاحب بہت ی آیات کو ہڑپ کر لیتے ہیں۔

ای طرح پرویز صاحب کے نزدیک آخرت کی کامیابی کا معیار صرف دنیا کی خوش حالی ہے۔
ﷺ جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کی کامیابی ،ایمان اور عمل صالح پرموقوف ہے۔
بہت می قرآنی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

غلام احمد پرویز کے نزدیک جنت اور جہنم کامفہوم

سلیم کے نام گیارہویں خط می:159 میں لکھا ہے: ''جس طرح مسلمانوں نے اللہ تعالی کوعرش پر بٹھا رکھا ہے، ای طرح انھوں نے جنت کو بھی دوسری دنیا کے ساتھ مخت کررکھا ہے، ای طرح انھوں نے جنت کو بھی دوسری دنیا کے ساتھ مخت کررکھا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ای دنیا سے شروع ہوجاتے ہیں۔' دوسری جگہ لکھتے ہیں: ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴾ میں یہ نہیں کہا گیا کہ قیامت میں جاکر دکھے لینا کہ کون جنت میں جاتا ہے اور کون جہنم میں۔ کہا یہ گیا ہے کہ ذرا توقف کرو ہارا پروگرام پورا ہولینے دوتم ابھی دیکھ لوگے کہ جنت کس کے جے میں آتی ہے۔ ﴿

^{**} المطففين 6:83. (1) المطففين 5,4:83. (1) نظام ربوبيت، ص:193. (1) نظام ربوبيت، من 193. (1) نظام ربوبيت، من 218.

ینظربہ سراسر قرآنی آیات کے خلاف ہے۔

ای طرح ایک جگه کلھتے ہیں:''بہر حال مرنے کے بعد جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں بلکہ انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔'' ®

نوٹ: ہم نے باب اول میں قرآن کریم کے متعلق آٹھ عقیدے بیان کیے ہیں اور سے واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کیا ہیں اور منکرین حدیث سرسیداور پرویز صاحبان کا عقیدہ کیا ہے۔ یہ فرق ظاہر کر کے واضح کیا ہے کہ منکرین حدیث خصوصًا پرویز صاحب قرآن کریم پر بھی وہ ایمان نہیں رکھتے جو قرآن کریم کا مطلوب ہے۔ اس قتم کی قطعی آیات میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہذا وہ جالل لوگ جو پرویز صاحب کی کتابوں کی تعلیمات سے متاثر ہور ہے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کا مطالعہ پرویز صاحب کی تعلیمات کی تعلیمات کے مینک سے نہ کریں بلکہ وہ عربی لغت، محاورہ عرب، نبی سُالیم کی تعلیمات اور صحابہ کرام کے فہم کی روشنی میں کریں۔ یہی صراط متنقیم ہے جو انسان کے لیے دنیوی اور اخروی زندگی میں کامیا بی حاصل کرنے کا ذرایعہ ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَنَّ هٰنَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوهٌ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ﴾

''اور بے شک بیہ ہے میری راہ جوسیدھی ہے،للہذا ای پر چلواور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ بیراہیںتم کواس راہ ہے جدا کردیں گی۔''®

لغات القرآن: 449/1. (2) الأنعام 1533.

باب 2

محمد رسول الله مَثَالِيَّا مِي ايمان معمد رسول الله مَثَالِيَّا مِي إيمان معمد معمد معمد معمد معمد معمد معمد م

بید مسئلہ اگر چہ ایمان بالقرآن میں داخل ہے اور ایمانیات قرآنیہ کا خاص رکن ہے لیکن دووجوہ کی بنا پرہم اسے مستقل باب میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس کتاب کا اصل مقصد ہے) کی اساس اس کتاب کا اصل مقصد ہے) کی اساس اسلامیں اسلامیں

■ ایمانیات کا اصل منبع ایمان بالرسول ہے کیونکہ جو شخص محمد تَالَّیْمُ کو رسول نہیں مانتا وہ اللہ تعالیٰ کی تو حید اور قرآن کریم میں ندکورہ اعتقادات کیسے اور کہاں سے حاصل کرسکتا ہے۔

ایمان بالرسول کا مطلب میہ ہے کہ اس کی تمام صفات (جو اثباتاً یا نفیاً مذکور ہیں) کو ماننا فرض ہے۔ ان میں سے کسی ایک صفت کا انکار یا غلط تاویل کرنا کفر ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک رسالت محمد میہ پر ایمان سے مقصود اس کتاب پر ایمان لانا ہے جومجمد مناطبی کی وساطت سے امت کو کمی۔ (آ

فردوس مم گشته ، مس: 383.

شان اور صفات بیان کرتے ہیں تا کہ پرویز کے مقلدین کو معلوم ہوجائے کہ ایمان بالرسول کے متعلق ان کا دعویٰ زبانی جمع خرچ کے سوا کچھنہیں۔

پېلى صفت رسالت اور نبوت

تمام انبیاء پیتی اور رسولوں پر ایمان لا نا فرض ہے۔ان پر ایمان کے متعلق قر آن کریم میں امر کا صیغہ استعال ہوا ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَأُمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُواْ فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞

''لیں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اوراگر ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کروگے تو شخصیں بڑا اجر ملے گا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ *

''تم الله تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لا ؤ۔''[®]

ان آیات مبارکہ میں تمام رسولوں پرایمان لانے کا حکم ہے کیکن اس وقت مقصد صرف آخری رسول پر ایمان لانے کی فرضیت بیان کرنا ہے۔ قر آن کریم میں آپ مُلَّاثِیْم پر ایمان لانے کے لیے سات مرتبہ امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ يَايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوْآ أَمِنُوا بِاللهِ وَ رَسُولِهِ

''اے ایمان والو! الله اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ قَلُ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا تَّكُمْ ﴾

أل عمران 3:179. (2) النسآء 17:4. (3) النسآء 136:4.

''رسول تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق لے کر آچکے، پس تم ایمان لے آؤ، بیتمھارے لیے بہتر ہوگا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأَرْقِيُّ ﴾

''پس الله اوراس کے رسول، نبی امی پر ایمان لا وُ۔''®

نيز فرمايا:

﴿ يُقَوْمَنَّا آجِينُبُوا دَاعِيَ اللهِ وَ أَمِنُوا بِهِ ﴾

"اے ہاری قوم! اللہ کی طرف وعوت دینے والے (نبی) کی وعوت قبول کرو اوراس پرائیان لاؤ۔ "

نيز فرمايا:

﴿ امِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَ انْفِقُوا مِمًّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيهِ

"مم الله اوراس كے رسول بر ايمان لاؤ اوراس مال ميں سے جس كا اس نے مصيل جانشين بنايا ہے، خرج كرو،"

نيز فرمايا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاٰمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفُلَيْنِ مِنَ رَّحْمَتِهِ

''اللہ سے ڈرو اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت سے مسمیں دگنا اجر دے گا۔''®

نيز فرمايا:

⑥ النسآء170:4. ② الأعراف7:57. ③ الأحقاف31:46. ④ الحديد7:57. ③ الحديد 28:57.

﴿ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِينَ ٱنْزَلْنَا ﴾

''پس اللہ، اس کے رسول اوراس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ ایمان لاؤ۔'' ان سات آیات میں سے پہلی آیت میں منافقین کو خالص ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، دوسری، تیسری اور چھٹی آیت میں اہل کتاب (یہود و نصاری) کو دعوت ہے۔ چوشی آیت میں اہل کتاب (یہود و نصاری) کو دعوت ہے۔ چوشی آیت میں جنات کی زبان سے اپنے ہم جنسوں کو ایمان لانے کی دعوت ہے جبکہ پانچویں اور ساتویں آیت میں ایمان بالرسول کی طرف عام دعوت ہے۔ اوران ساتوں ہا تیوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ منافیا کی صفت رسالت اورصفت نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔

رسول ادر نبی کامعنی

رسول اور نبی میں لغت کے لحاظ سے بدفرق ہے کہ رسالت کا معنی پیغام پہنچانا اور نبوت ''نبو '' سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: نبوت ''نبو شان۔ رسول اور نبی میں بعض نے اس لحاظ سے فرق بیان کیا ہے کہ جس کو مستقل رفعتِ شان۔ رسول اور نبی میں بعض نے اس لحاظ سے فرق بیان کیا ہے کہ جس کو مستقل کتاب یا کتاب اور شریعت وی گئی ہو وہ رسول ہے جبکہ نبی عام ہے، خواہ اس کو مستقل کتاب یا شریعت ملی ہویا نہ ملی ہولیکن اس کی طرف وی اللی آئی ہو، لہذا ہر رسول نبی ہے، جبکہ ہر نبی رسول نبیں۔

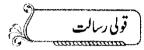
ا راجح قول: لیکن صحیح یہ ہے کہ شرعی طور پر ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول ہوتا ہے اور ہر نبی رسول ہوتا ہے، صرف اعتباری فرق ہے کہ اللہ کی طرف نسبت ہوتو رسول، یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والا اور بندوں کی طرف نسبت ہوتو نبی، یعنی بندوں کو خبر دینے والا۔ اس لیے سور کا مریم میں موی اور عیسیٰ میں اللہ کے لیے رسول اور نبی دونوں صفات بیان کی گئی ہیں اور ہمارے نبی، خاتم النہین میں گئی ہیں۔

⁽f) التغابن 8:64.

رسول کے شرق معنی میں خصوصیت یہ ہے کہ رسالت کی دوسمیں ہیں:

- ① قولی رسالت: یعنی اقوال،کلمات اورالفاظ کا پیغام دینا اور پہنچانا۔
- ② فعلی اورعملی رسالت: یعنی افعال اور کیفیات اعمال کاعملی پیغام دینا۔

ایمان بالرسالت میں بیدونوں (قولی اور فعلی وعملی رسالت کے) معانی شامل ہیں۔



تولی رسالت کے لیے قرآنی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں 329 مرتبہ لفظ ''قُلْ '' سے آپ کو مخاطب فرمایا ہے، جس کا معنی ہے: فرما دیجے، یعنی یہ پیغام قولی طریقے سے پہنچا دیں۔ اس پیغام میں رسول کی امانت داری اصل صفت ہے، البذا وہ اس بات کی نبیت اپنی طرف بیت کہ میں یہ بات اپنی طرف بات کی نبیت اپنی طرف بیت کہ میں یہ بات اپنی طرف سے کرتا ہوں، البذا رسول کا سارا کلام وحی پر بنی ہوتا ہے اور رسول اور وکیل میں یہی فرق ہے۔ رسول صرف مرسل (جیمنے والے) کا پیغام پہنچا تا ہے، اس پیغام کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے، اس پیغام کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے، البذاعقود (معاہدوں) وغیرہ میں جو وکیل ہوتا ہے حقوق کی ذمہ داری ای پر عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے نہیہ رسول بر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ، اس لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول مگا گئی سے فرمایا:

﴿ وَمَّا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞

''اورآپ ان کے ذیے دار نہیں ۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَلا تُسْئَلُ عَنُ آصَحٰبِ الْجَحِيْمِ ٥

'' آپ سے جہنمیوں کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔''[®]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ مَنْ اللهُ مَنْ قَلِم کی قولی احادیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر مبنی ہیں جس کا نام وحی خفی یا وحی غیر متلو ہے۔ اگر احادیثِ رسول کو وحی سے متنثیٰ کیا جائے جیسا کہ پرویزی نظریہ ہے تو اس سے رسول کو خیانت کی طرف منسوب کرنا لازم آئے گا کہ جس وقت نبی مَنْ اللهُ اعادیث بیان کررہے تھے اس وقت ان سے صفت رسالت منقطع ہوگئ تھی ، العیاذ باللہ۔



اس کا مقصد میہ ہے کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو اور خصوصًا آخری رسول مَنْ اللّٰهِ کو بہت ہے اعمال کے متعلق بھی وحی کی کہ فلاں فلال عمل کرتے رہو، لہذا انھوں نے اس کی لازمی پابندی کی ۔ ان اعمال کا تذکرہ اوران کے کرنے کا طریقہ قرآن کریم میں بالنفصیل موجود نہیں، اس کی تفصیل احادیث سے ملتی ہے۔ اگر اسے وحی نہ کہا جائے تو پھر جب رسول اللہ منافی آپ منافی ان پرعمل کر رہے تھے تو کیا اس وقت آپ منافی اس سے صفت رسالت ختم ہوگئی تھی ؟ اس کے متعلق چند آیات ملاحظہ فرما کمیں، فرمان الہی ہے:

﴿ وَ لَقَالَ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُنُ وااللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاعُوْتَ ﴾ " " " " م نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ (وہ دعوت دیں کہ اے لوگو!)الله کی عبادت کرواور طاغوت سے اجتناب کرو۔' " عبادت کرواور طاغوت سے اجتناب کرو۔' "

نيز فرمايا:

﴿ وَمَا ٓ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبُلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوْجِئَ إِلَيْهِ آتَٰهُ لَاۤ اِللَّهَ اِلَّا آنَا قَاعْبُدُونِ ۞ ﴾

البقرة 2:119. (2) النحل 36:16.

''اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی بھیجتہ تھے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہذاتم میری ہی عبادت کرو۔'' ﷺ نیز فر مایا:

﴿ يَاكِتُهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّباتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾

"اے رسولو! پا کیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"[©]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّهَا آمُرُتُ أَنَّ آعُبُنَ رَبُّ هٰذِهِ الْبَلْنَةِ ﴾

'' مجھے تو صرف یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَأَنْ أَتُلُوا الْقُرُانَ أَ

''اور به که میں قرآن کی تلاوت کروں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَاۤ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنُ رَّبِّكَ ﴾

"اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے،اسے پنچاو بچے۔"

نيز فرمايا:

﴿ يَا يُنُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللهَ وَلَا تُطِعِ الْكَفِرِينَ وَالْمُنْفِقِينَ ﴾

''اے نبی!اللہ سے ڈرتے رہیے، نیز کا فروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں۔''[®]

الأنبيا -25:21. (١٤ المؤمنون 51:23) (١٤ النمل 91:27) (١٤ النمل 92:27). (١٤ المآئدة ما الأحزاب 1:33).

نيز فرمايا:

﴿ وَّاتُّهِ مُمَا يُوْلَى إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾

''اور آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف جو وحی کیا جاتا ہے اس کی ابتاع کریں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ أَثُلُ مَا أُوْمِي إِلَيْكَ مِنَ الْكِتْبِ وَ آقِمِ الصَّلَوةَ ﴾

''جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہےاہے پڑھا کریں اور نماز کی پابندی کریں۔''[©] نیز فر مایا:

نيز فرمايا:

﴿ يَا يَتُهَا الْمُكَاثِّرُ ۞ قُمْ فَانْذِرْ ۞ وَرَبَّكَ فَكَيِّرْ ۞ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرُ ۞ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرُ ۞ وَلا تَمُنُنُ تَسُتَكُمْثِرُ ۞ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرُ ۞

''اے لحاف میں لیٹنے والے! اٹھو اور (لوگوں کو اللہ کے عذاب سے) ڈراؤ اور اپنے رہا کہ اللہ کے عذاب سے) ڈراؤ اور ا اپنے رب کی عظمت بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور نجاست سے دور

رہو اوراس نیت سے نہ دو کہ زیادہ کے طالب رہواوراپنے رب کے لیے صبر کرو۔''[®]

ان کے علاوہ اور بھی بہت می آیات ہیں جن میں اعمال کا ذکر ہے۔ ان ہی آیات کریمہ میں رسولوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کا تھم بھی ہے اور اس (بندگی ہی) میں قلبی ، لسانی، بدنی اور مالی، ہرفتم کی عبادت شامل ہے۔ ان آیات میں یا کیزہ چزیں کھانے، تلاوت کرنے، تبلیغ اور دعوت کا کام کرنے، توکل و تقویٰ اختیار كرنے، اقامت صلاة، قيام الليل، تشهر تشهر كر قرآن يڑھنے، الله تعالى كا ذكر كرنے، سب سے تعلق توڑ کر اس کا ہور ہے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے ، کپڑے پاک رکھنے، ہرقتم کی نجاست سے اجتناب کرنے اور صبر کرنے کا تھم ہے۔ یہ سارے اعمال ہیں (ان کے علاوہ اور بھی اعمال ہیں جن کا تذکرہ ہم صفات رسول میں بیان کریں گے۔) اگر رسول اللہ نگائی ہے اعمال بجالائے ہیں اور یقیناً بجالائے ہیں تو ان کی كيفيت، ببيئت ، اوقات اورمقدار وغيره ضرور آپ سےمنقول بيں ليكن وه قر آن كريم میں مٰدکور نہیں بلکہ ان کا ذکر احادیث میں ہے۔ ان احادیثِ اعمال کو ماننا ان کی رسالت کو ما نناہے اوران ہے ا نکار ان کی رسالت سے ا نکار ہے۔ پرویز ی مکتب فکر کی اندھا دھند تقلید کرنے والے تو رسول کو صرف ایک ڈاکیے کی حیثیت سے ویکھتے ہیں کہ ڈاک پہنچائی اور پھراینے کام میں لگ گئے۔ ڈاک پہنچانے کے سوا دوسرے اوقات میں اسے ڈا کیانہیں کہا جا سکتا ۔معلوم ہوا ان کی عقل و دانش پر جہل اور تعصب کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اینے آپ کواہل قر آن کہتے ہیں جبکہ وہ سرے سے قرآن کو بچھتے ہی نہیں ۔

نبي مَالِينَا كي صفت تبليغ بقليم اورتز كبيه

الله تعالى نے حضرت ابراہيم مليلا كى دعانقل كرتے ہوئے فرمايا:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثُ فِيهِمُ رَسُولًا مِنْهُمُ يَتَلُوا عَلَيْهِمُ الْتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ

"اے ہمارے رب! اضی میں ہے ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنائے، انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم وے اور ان کا تزکیه کرے۔"

میر آیت ابراہیم علیا کی دعا ہے اور اس دعا کی قبولیت کا تین آینوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ البقرة 151:2، آل عمر ان 164:3، الجمعة 2:62.

ان جارآیات میں نبی مُنافیاً کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿ مَلِغُ اعظم: آپ کاتبلیغی نصاب قِرآن کریم کی آیات ہیں۔اس کی تائید متعدد آیات کرتی ہیں۔فرمایا:

﴿ وَاتُلُ مَا أَوْجِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ﴾

''اوراپنے رب کی کتاب سے جوآپ کی طرف وحی کی گئی ہے پڑھتے رہا کریں۔''[®] دوسری جگہ فرمایا:

﴿ لِتَتْلُواْ عَلَيْهِمُ الَّذِئَ ٱوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ﴾

'' تا کہ آپ انھیں پڑھ کرسنا ئیں جوہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔'[®] قاعدہ: جب حرف جر''علیٰ'' فعل'' تلاوت'' کامتعلق ہوتو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے: دوسروں کو سنانا اور اس کا مقصد دعوت الی القرآن ہوتا ہے۔

القرة 2:129: (2) الكهف 21:18. (3) الرعد 30:13.

﴿ معلّم اعظم: اس کے لیے آپ کا تعلیمی نصاب قرآن کریم اور احادیث ہیں۔
﴿ لفظ حکمت کی تحقیق: بیافظ قانون عربی میں مصدر ہے تھم یا احکام سے ماخوذ ہے۔ بیہ
لفظ قول اور علم وعمل میں استحکام کے لیے بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بیافظ ہیں مرتبہ
استعال کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پر لفظ ' کتاب' کے بعد لفظ ' حکمت' آیا ہے۔ سورہ
احزاب 34:33 میں ﴿ ایْتِ اللّٰهِ ﴾ کے بعد لفظ ﴿ وَالْحِکْمَةِ ﴾ آیا ہے اور ﴿ مَا یُتُنْ اُ ﴾ کے
تحت ذکر ہے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمُ مِّنَ الْكِتْبِ وَالْحِكْمَةِ ﴾

''اور جواس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی۔''[®]

اسی طرح فرمایا:

﴿ اتَيْتُكُمْ مِنْ كِتْبٍ وَحِكْمَةٍ ﴾

''میں شہمیں کتاب اور حکمت عطا کروں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾

''اوراللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔''[®]

ان آیات سے دو باتیں واضح ہوکیں:

اللہ تھی کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

[2] حکمت کتاب اللہ سے ماسوا ہے کیونکہ حکمت کا کتاب اللہ پرعطف آیا ہے اورعطف اصل میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغامرت، لیعنی فرق کرنے کے لیے استعال ہوتا ہے اگر جہ مغامرت جزوی ہو۔

@ البقرة 231:2. ② أل عمرُن 81:3. ③ النسآء 113:3.

ابو حیان نے حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے 29 اقوال نقل کیے ہیں اور ان سب
اقوال کا مرجع ایک ہی ہے اور وہ ہے اسرارِ قرآن کا فہم، جس کی لفظ سنت کے ساتھ تعبیر کی
جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں عام طور پر ظاہری احکام اور اصولی امور کا ذکر ہوتا ہے اور
احادیث میں جزئیات، فروع، کیفیات اور اسرار و دقائق کا ذکر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے امام
شافعی ڈٹلٹنے نے اپنی کتاب 'الرسالۂ' میں نقل فرمایا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت
سے مراد نبی مَن اللّٰ اللّٰ کی سنت ہے۔

غلام احمد پرویز نے حکمت سے عین قرآن مرادلیا ہے اور بھی عقل، حالانکہ حکمت سے
یہ دونوں معانی مراد لینا غلط ہے کیونکہ عقل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے نہ وہ
انبیاء ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، جب ثابت ہُوا کہ'' حکمت'' سے مرادسنت ہے تو اس
سے داضح ہوا کہ احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر
بعد میں کیا جائے گا۔

﴿ مرشداً عظم: نبی سَالِیْمُ کی تیسری صفت مرشد ہے، لینی آپ تزکیہ کرنے والے ہیں۔
آیات کی تلاوت اور کتاب وسنت کی تعلیم کے بعد تزکیہ کا مقام ہے اور تزکیہ کتاب وسنت

پمل کرنے ، اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار کرنے اور دل کو غیر اللہ

کے افکار سے خالی کرنے سے ہوتا ہے، یہ ساری راہ نمائی احادیث سے ملتی ہے۔ نبی

کریم مَن اللہ نے صحابہ کرام وَیٰ اللہ کو عبادات، معاملات، اخلا قیات، ذکر واذکار اور حکمر انی

کے طریقے عملی طور پر سکھائے۔ اگر نبی سُالیہ کی صرف یہی ذمہ داری تھی کہ آپ نے اللہ

تعالیٰ کی کتاب امت کے حوالے کرنی تھی، جیسا کہ 'جناب' غلام احمد پرویز کا زعم باطل

ہے تو پھر تعلیم و تربیت اور تزکیے کا فریضہ اداکرناکس کی ذمہ داری تھی؟

نبی مُلْاقِیم مُبیّن ، یعنی بیان کرنے والے میں

الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلْنَا ٓ اِللَّهُ اللَّهُ كُو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَّهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

"اور ہم نے تیری طرف یہ ذکر اتارا، تا کہ آپ لوگوں کے لیے خوب واضح کریں جو پھھان کی طرف نازل کیا گیا اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا ٓ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتْبَ الاَّ لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيْهِ ﴿

"اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ ان لوگوں کے لیے وہ چیزیں واضح کردیں جن میں انھوں نے اختلاف کیا۔"

تبیان: کسی چیز کی زیادہ وضاحت اور تشریح کے لیے لفظ' تبیان' جبکہ وضاحت کے لیے لفظ' بیان' استعال ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَإِذْ اَخَنَ اللَّهُ مِيْثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتْبَ لَتُبَيِّنُنَّكُ لِلنَّاسِ وَلَا تُكُتُّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تُكْتُهُونَكُ ﴾ تَكْتُهُونَكُ ﴾

''جب الله نے ان لوگوں ہے، جواہل کتاب ہیں، بیعبدلیا تھا کہتم اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے اور اسے ہر گرنہیں چھیاؤ گے۔''®

اس سے واضح ہوا کہ نبی سُلِیْمُ کا کام صرف کتاب کی تلاوت کرنا ہی نہیں تھا بلکہ اس کی تلاوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کی وضاحت کرنا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ اوراس کتاب کی وضاحت و تشریح احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی تفصیل اور مثالیں ان شاء اللہ اس کتاب کے چوتھے باب میں آئیں گی۔

النحل 44:16. (3) النحل 64:16. (3) أل عمر ن 187:3.

اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ صحح وسن احادیث قرآن کی شرح ہیں، موضوع وضعیف نہیں۔ اس سلسلے میں خبر واحد کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جنتی خبر مشہور کی ہے۔ مفردات قرآن یا اس کے جملوں کی تفییر، توجیہ شخصیص یا تقیید احادیث کے ذریعے سے کرنے پر امت کا اتفاق ہے۔ ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ صحیح خبر واحد سے کتاب اللہ کی شخصیص، تقیید اور تفییر کرنا صحح اور برق ہے۔ ائمہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر کسی نے اختلاف ذکر کیا ہے تو وہ صحیح نہیں۔ اس کی عقلی ولیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول شاہیم کے مامین کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی اور نبیل اوراس کے رسول شاہیم کے مامین کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی اور نبیل ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہیں کرسکتا۔ اقامتِ صلاق مضابِ زکا ق موز دے کے احکام، مناسکِ حج وعمرہ آ داب جہاد ، نکاح وطلاق اور تجارت وغیرہ کے تمام احکام و مسائل کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ اس کی نقلی دلیل سے ہے کہ قرآن وتی الہی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ اس کی نقلی دلیل سے ہے کہ قرآن وتی الہی ہیں۔ اس کتاب کے چھٹے باب میں ان شاء اللہ مزید ہوضاحت کی جائے گی۔

نبی مُلافِیْرٌ حاکم وقاضی میں

قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کے ساتھ اپنے نبی شائیٹی کوفیصل اور حَکم (فیصلہ کرنے والے) کی شان بھی عطا فرمائی ہے۔ جبکہ مبلغ کو بیہ اختیار نہیں ہوتا، لہذا رسول اللہ شائیٹیئے کے وصف رسالت میں آپ کا حاکم وفیصل ہونا بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ آنْزَلْنَا ٓ إِلَيْكَ الْكِتْبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا آرلنكَ اللَّهُ ﴾ ""ہم نے حق وصدافت كے ساتھ آپ كى طرف كتاب نازل فرمائى، تاكماللہ نے آپ کو جوسید هی راه دکھائی ہے آپ اس کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ فَاحُكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا آنْزَلَ اللَّهُ ﴿

"(اے نی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جواللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے۔ " (اُپ پر) نازل کیا ہے۔ "

نيز فرمايا:

وَانِ اخْلُمْ بَيْنَهُمْ بِمِنَّا أَنْزَلَ اللَّهُ

''اوریه که آپ اس کے مطابق ان میں فیصله کریں جواللہ نے نازل کیا ہے۔''[®] اور فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّبُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيَ اللَّهُ وَا فِيَ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّالِمُ اللَّا اللَّا اللَّهُ ال

''پی قتم ہے تمھاے رب کی! بیلوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے ، جب تک اپنے تمام جھڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنالیں ، پھراپنے دلوں میں آپ کے نصلے کے بارے میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور (آپ کے نصلے کو) پوری طرح سلام کریں ۔' ®

ان آیاتِ کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبی طُلُیْکِ ارسالت کے ساتھ فیصلے کرنے پر بھی مامور تھے۔ جسے حاکم اور قاضی کہا جاتا ہے، البتہ فیصلہ کرنے کے لیے ﴿ بِسَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ "جواللہ نے نازل کیا ہے'' کی شرط عائد کی ہے جوقر آن و حدیث کو محیط ہے بلکہ پہلی آیت میں ﴿ بِسَاۤ أَذٰلِكَ اللّٰهُ ﴾ "(اوراس کے مطابق فیصلہ کریں) جے اللہ نے آپ کو کہلی آیت میں ﴿ بِسَاۤ أَذٰلِكَ اللّٰهُ ﴾ "(اوراس کے مطابق فیصلہ کریں) جے اللہ نے آپ کو

① النسآء £105:4. ﴿ المآئدة £48: ﴿ المآئدة £49:5. ﴿ النسآء £65:4.

دکھایا ہے۔''کا ذکر کیا تو کتاب اللہ کے علاوہ ﴿ بِمِمَّ آدُلْکَ اللّٰهُ ﴾ سے مراد حدیث ہے، جبکہ آخری آیت میں تو رسول اللہ عَلِیْمُ کو حاکم تشلیم کرنا ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ اس میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں نبی عَلِیْمُ کے مختلف عدالتی اور تعزیری فیصلے ذکر ہیں، مثلًا: چور کا ہاتھ کا ٹنا، شادی شدہ زانی کو سنگ ارکرنا، قاتل پر قصاص کے بدلے دِیئت کا حکم جاری کرنا، قصاص فی الاکھراف (اعضائے جسمانی کے قصاص) کا حکم صادر کرنا، آزاد ہونے والے اور آزاد کرنے والے میں ولاء کے حق کا فیصلہ کرنا، تجارت کی بعض اقسام کو جائز اور بعض کو ناجائز قرار دینا، نکاح اور طلاق میں فیصلے کرنا، کا شت کاری میں پانی کی تقسیم وغیرہ کا فیصلہ کرنا، یہ سارے واقعات احادیث میں فیکور ہیں۔ کاری میں پانی کی تقسیم وغیرہ کا فیصلہ کرنا، یہ سارے واقعات احادیث میں فیکور ہیں۔ کی عَلَیْمُ کو حاکم تسلیم کر کے ان احادیث کو ماننا ایمان بالرسول میں داخل ہے۔

نبي مُلْقِعْلَم بحثيت واعي ومبلغ

قرآن کریم کی بہت سی آیات میں نبی سگانی کے صفت دعوت و تبلیغ ، اس کے آ داب اور نصابِ دعوت کامفصل ذکر موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا يَنُهُمَا الرَّسُولُ بَلِغٌ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ تَتِكَ ﴿ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴾ رِسَالَتَهُ ﴾

''اے رسول! آپ کے رب کی جانب سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا د بجے۔ اوراگر آپ نے ایس (اللہ) کی رسالت کو نہ پہنچایا۔''[®]

نيز فر إيا:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۞

"پس جس بات کا آپ کو تھم دیا گیا ہے اسے صاف صاف کہد دیجے۔ اور مشرکین سے اعراض سیجے۔"

نيز فرمايا:

﴿ أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ

''(اے نبی!)آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اورا چھے وعظ کے ذریعے سے دعوت دیجیے اوراحس طریقے سے ان سے بحث سیجیے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ هٰذِهِ سَبِيرُ فَيَ أَدْعُوٓا إِلَى اللَّهِ ۖ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ الَّبَعَنِي ﴾

'' کہہ دیجیے: یہی میرا راستہ ہے۔ میں (شمصیں) اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور وہ لوگ بھی جومیری اتباع کرتے ہیں۔ہم سب بصیرت پر ہیں۔' ® وہ لوگ بھی جومیری اتباع کرتے ہیں۔ہم سب بصیرت پر ہیں۔' ®

نيز فرمايا:

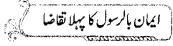
﴿ يَاكِنُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرُسُلُنُكَ شَاهِمًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لَّ وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيُرًا ۞

"اے نی! ہم نے آپ کو شاہد، خوشخری سنانے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف
اس کے تھم سے دعوت دینے والا اور ایک روثن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔"
ان آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے نبی ٹالٹی کے ذینے دعوت و تبلیغ کا فریضہ عائد کیا
ہے اور ﴿ مَا اَنْذَلَ الله ﴾ "جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فر مایا۔" ﴿ مَا تُوْمَدُ ﴾ "جس کا
آپ کو تھم دیا گیا۔" اور ﴿ سَمِینُ لِ دَیْنَ ﴾ "رب کا راستہ" نصابِ دعوت مقرر فر مایا اور

یہاں تک تو ایمان بالرسول میں دوسری صفات کاملہ کا تذکرہ تھا کہ وہ بھی ایمان بالرسول میں داخل ہیں۔ان میں ہے ایک کا بھی انکار کرنا یا غلط تاویل کرنا موجب کفر ہوگا۔

ایمان بالرسول ہے مشروط و متعلق تقاضے

اب ہم ایمان بالرسالت کے دوسرے تقاضوں کا ذکرکرتے ہیں جن کو مانے بغیر ایمان بالرسول درست نہیں ہوسکتا۔



ایمان بالرسول میں رسول الله عَلَيْظِ کی مطلق اطاعت بطور رکن فرض ہے اوراس کی فرضیت کے لیے قرآن کریم میں چارطریقے وارد ہوئے ہیں۔

1] امر (حکم) کا صیغہ: اطاعت رسول کے متعلق چودہ مرتبہ امر کا صیغہ استعال کیا گیا ہے۔ [2] ترغیب: بعنی چودہ طریقوں سے آپ کی اطاعت کی طرف ترغیب دی گئی ہے۔ ان میں سے بعض کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدُ أَطَاعَ اللَّهُ ﴾

'' جس نے رسول مَثَالِثَةِمُ کی اطاعت کی تو اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی۔''[®]

ایسے نہیں فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی تو اس نے رسول کی اطاعت کی کیونکہ اطاعت کی کیونکہ اطاعت رسول احادیث (وی خفی)اور قرآن (وی جلی) دونوں کو محیط ہے، لہذا ان دونوں قتم کی وی میں رسول اللہ عَلَیْمُ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا بظاہر مصداق صرف قرآن ہے جس کی وجہ سے صرف اللہ کی اطاعت، اطاعت رسول کو مستاز منہیں ہوگی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قرمایا:

﴿ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تُهْتَكُ وَا

''اوراگرتم اس (نبی) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یا جاؤ گے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَاَقِيْهُوا الصَّلْوةَ وَاتُّوا الزَّكُوةَ وَالطِّيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُوْحَوُنَ ۞

"اورنماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرواوررسول کی اطاعت کروتا کہتم پررهم کیا جائے۔" یہاں صرف رسول اللہ طَلِیْظِ کی اطاعت کاذکر کیا گیاہے، یعنی نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کے متعلق رسول اللہ طَلِیْظِ نے احادیث میں جس طرح تعلیم دی ہے اس کی پابندی کروتا کہتم پررهم کیا جائے، نیز فرمایا:

﴿ وَمَا آرْسَلُنَا مِن رَّسُوْلٍ إلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ ﴾

"، ہم نے صرف اس واسطے رسول بھیج کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ "
لینی رسالت کا مقصد اطاعت رسول ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت

ہے۔ اس کے علاوہ (سورہ نساء 69:4ء ال عمران 132:3، سورہ توبہ 71:9، سورہ نور 52:24، سورہ احزاب 71:33 مسورہ فتح 16:48ء اور سورہ حجرات 14:49) کی ان آیات کا بغور مطالعہ کریں، ان میں اطاعت رسول کے بہت سے فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ غلام احمد پرویز کہتے ہیں:

اللهم المديروير عبدين.

﴿ اَطِيْعُوا اللَّهُ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾

''الله تعالیٰ کی اطاعت کرواور رسول الله کی اطاعت کرو۔''

اس آیت سے صرف ایک اطاعت مراد ہے، یعنی اطاعت قر آن۔

لیکن بیاستدلال غلط ہے کیونکہ اگر اطاعت رسول سے مرادمتقل اطاعت نہ تھی تو اللہ تعالی کسی بھی آیت میں ﴿ اَطِیعُوا الرَّسُولَ ﴾ کا حکم نہ فرماتا، جیبا کہ''اُولُو الْأَمْرِ''کی اطاعت مستقل نہیں ہے، لہذا وہاں مستقل حیثیت میں ﴿ وَاَطِیعُوا ﴾ کا لفظ دوبارہ استعال نہیں کیا گیا۔

مزید برآں ﴿ اَطِیْعُوا﴾ میں واؤ عطف کے لیے ہے جو مغایرت پر دلالت کرتی ہے اگر چہ بیہ مغایرت مِنُ وجہِ ہو، لہٰذا اطاعت رسول مستقل ہے اوراللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی مستقل ہے۔اگر چہ دونوں میں مشترک چیز یا تھم ایک ہے۔

علادہ ازیں اگر اطاعت رسول مستقل مقصود نہ تھی تو ﴿ مَنْ یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدُ اَطَاعَ الله ﴾ میں اس فرمان کے برعکس کیوں نہیں فرمایا جسیا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، نیز بعض آیات میں صرف اطاعت رسول کا تھم ہے، جسیا کہ تیسری آیت میں ہے، پس بیرآیت مستقل اطاعت رسول پر دلالت کرتی ہے۔

الله تعالی نے ایمان کونبی شافیاً کی اطاعت اور آپ کا فیصلہ قبول کرنے پر موقوف کیا
 جیسا کہ فرمانا:

﴿ فَلَا وَرَتِكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَلِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾

''پس تمھارے رب کی قتم ! یہ لوگ جھی مومن نہیں ہوسکتے حتی کہ اپنے تمام جھڑوں میں آپ کو حاکم وفیعل نہ بنالیں۔''[®]

☑ الله تعالى نے ان لوگوں كو، جو اطاعت اورا تباع رسول ترك كرتے ہيں، سخت انداز ميں د فيوى و اخروى عذاب كا خوف دلايا ہے، خواہ اطاعت ترك كرنا بطور تكذيب ہويا بطور نافرمانى يا بطور اعراض و خالفت ہو۔ چند آيات ملاحظه فرمائيں:

﴿ وَلَقَالُ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَنَّابُوهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُونَ ﴾

''اوریقیناً اٹھی میں سے ایک رسول ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا، تو عذاب نے انھیں آ پکڑااور وہ ظالم تھے۔''®

نيز فرمايا:

﴿ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلُ إِنِّي بَرِنِّيٌّ مِّيًّا تَعْمَلُونَ ﴾

''پس اگر وہ لوگ آپ کی نافر مانی کریں تو آپ فر مادیں: بلاشبہ تم جو کچھ کررہے ہو، میں اس سے بری ہوں۔''[®]

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَعْسِ اللهَ وَرَشُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَجَهَنَّمَ لَمَلِينِينَ فِيْهَا آبَدًا ﴾

''اور جوکوئی اللہ اوراس کے رسول کی نافر مانی کرے گا تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُلٰى وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُولِهِ مَا تَوَلَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ الْوَسَّاءَتْ مَصِيْرًا ۞

''اور جو شخص اس بات کے بعد کہ اللہ نے اس پر راہ ہدایت کھول دی ہو، رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے گئے تو ہم اے اس طرف کی میں کیجیر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا ہے اور اسے جہنم میں پہنچا کیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔'' ﷺ

نيز فرمايا:

﴿ ٱلَهُ يَعْلَمُوْ آنَاهُ مَنْ يُحَادِدِ اللهَ وَرَسُولَا فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِمًا فِيْهَا لَا خَلْكَ الْحَظِيْمُ ۞

"کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت سے ہے کہ جو شخص اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور سے بہت بڑی رسوائی ہے۔"

نیز ارشاد الہی ہے:

﴿ فَإِنَّ اعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ طَعِقَةً مِّفْلَ طَعِقَةٍ عَادٍ وَّثَنُودَ ۞

''پس اگروہ منہ پھیرلیں تو ان سے فرماد یجیے: میں نے شمصیں ایک ایسی کڑک ہے آگاہ کیا ہے جو عاداور ثمود کی کڑک کی طرح ہوگی۔''[®]

اور فرمان باری تعالی ہے:

﴿ فَلْيَحْنَادِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِةَ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتُنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَنَابٌ اَلِيْمٌ ۞

''پس وہ لوگ جواس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرنا

﴿ النَّسَاءَ 115:4. ﴿ التوبة 63:9. ﴿ خُمَّ السجدة 13:41.

 $^{\odot}$ چاہے کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان پر در دناک عذاب آجائے۔'' $^{\odot}$ اور بدامور عام ہیں، خواہ قرآن کے بارے میں ہوں یا احادیث کے بارے میں، سب دنیا و آخرت میں اسباب عذاب میں اور یہ امراض خصوصًا رسول الله عَلَيْهُمْ کی مخالفت، بے رغبتی اور دشنی منکرین حدیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔

ايمان بالرسول كا دوسرا تقاضا

آپ تَالِينًا کے تمام معجزات کو ماننا فرض ہے، خواہ وہ قرآن میں مذکور ہوں یا صحیح احادیث میں۔ نبی منافیام کے معجزات میں ہے معجز و قرآن تو پرویز صاحب بھی مانتے ہیں کہ اس کی فصاحت ، بلاغت، طریقة رعوت و ہدایت اور طریقة استدلال کے مقابلے سے آج تک ساری دنیا عاجز ہے اور عاجز رہے گی، لہذا رسول اللہ پر ایمان لانے میں ایمان بالقرآن پہلا رکن ہے۔اور یہ باب اول میں بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔لیکن قرآن کریم کے علاوہ ہمارے نبی مُنافِیْم کے دوسرے معجزات بھی گزشتہ انبیاء ﷺ سے زیادہ ہیں۔ان میں سے بعض اشارتا قرآن کریم میں موجود ہیں۔فرمایا:

﴿ قَلْ كَانَ لَكُورُ إِيدٌ فِي فِئَتِينِ الْتَقَتَا ﴾

'دختمھارے لیے دو جماعتوں میں، جب وہ باہم لڑیں،ایک نشانی (معجزہ) ہے۔''® یعنی غزوۂ بدر میں ایمان والوں کا غلبہ اور فنح ایک معجزہ ہے کہ تعداد بہت تھوڑی اور جنگ کے اسباب و وسائل بھی نسبتا کم تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

> دوسری جگه فرمان اللی ہے:

﴿ وَمَا تَا تِيْهِمْ مِّنْ ايَةٍ مِّنْ الَّتِ رَبِّهِمْ اللَّ كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۞

"اوران کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی الی نہیں آئی جس سے انھوں نے مندنہ موڑا ہو۔"
سے انھوں نے مندنہ موڑا ہو۔"

یہاں بھی آیت (نشانی) سے مراد مجزہ ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کے ساتھ اکثر لفظ اللہ تعال کیا جاتا ہے۔ اور یہاں مادہ (اتیان) استعال ہوا ہے۔ پرویز صاحب کا دعویٰ ہے کہ (اتیان) محسوسات کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اپنے موقع پر بحث آئے گی تو اس مفروضے کے مطابق یہاں مجزات محسوسہ مراد لینا پڑے گا، اگر چہ پہلے باب میں گزر چکا ہے کہ غلام احمد پرویز ہمارے نبی تافیخ کے لیے قرآن کے علاوہ کوئی محسوس مجزہ نہیں مانتے، لہذا اس آیت ﴿ وَمَا تَالِیّهُ هِمْ قِنْ اَیّة ہِسَانٌ کَا مصداق پرویز صاحب اوراس کے مقلدین ہیں کہ بیلوگ نشانیوں کے آنے کے باوجود مانتے نہیں بلکہ اعراض کرنے والے ہیں۔ جبکہ اس آیت قرآنیہ ہیں نضر جبکہ اللہ تعالی نے اپنے نبی شائیخ کوموں مجزات بھی عطا کیے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا جَاءَتُهُمُ أَيَكُ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَى نُؤْتَى مِثْلَ مَا أُوْنِي رُسُلُ اللّهِ ﴾

"اور جب ان ك پاس كوئى نشانى آتى ہے تو كہتے ہيں كہ ہم بھى يقين نہيں كريں
ك، جب تك ہميں بھى وہ چيز نه دى جائے جواللہ كے رسولوں كو دى گئ۔ "
ليمنى بيلوگ (كفار مكه) نبى مَاللَّيْمُ كے محسوں مجرات كى اس وجہ سے تكذيب كرتے تھے كہ آپ بھى سابقہ رسولوں كى طرح مجرات كيون نہيں لائے، جيسا كه فرمايا:

﴿ فَلْيَاتِنَا بِأَيةٍ كُنَّا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۞

''پس اسے چاہیے کہ جس طرح پہلے نبیوں کو بھیجا گیا تھا وہ بھی اس طرح ہمارے

[©] الأنعام 4:6. (2) الأنعام 124:6.

پاس کوئی نشانی لائے۔''[®]

اس آیت میں وہی تفصیل ہے جواس موضوع کی آیت نمبر2 (سابقہ آیت) میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِفَتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَى الْقَبَرُ ۞ وَإِنْ يَرَوْا أَيَةً يُتُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمَهُ ۞

''قیامت قریب آگی اور چاند بھٹ گیا۔ اور اگر بیلوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں (بیہ) ایک جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔'' چاند کے چھٹنے کا واقعہ ایک محسوں معجزہ تھا، جس کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں۔ اسی لیے دوسری آیت میں اسے ﴿ایکہ ﴾ (نشانی) کہا جس کے متعلق تاریخ بھی گواہی دیتی ہے، جسیا کہ ابن کثیر رشاشہ نے البدایہ والنہایہ میں بھو پال کے حکمران کا واقعہ تاریخ فرشتہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَفِي ﴾

''اور جب آپ نے کنگریاں پھینگی تھیں وہ آپ نے نہیں پھینگی تھیں بلکہ وہ اللہ نے سپینگی تھیں بلکہ وہ اللہ نے سپینگی تھیں۔''®

لیعنی نبی مَالَیْظِ نے بدر کے دن صرف ہاتھ سے کفار کی طرف کنگریاں سینیکی تھیں،لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں کفار کی قدرت تھی۔اس میں نبی مَالَیْظِ اللہ تعالیٰ نے انھیں کفار کی آنکھوں تک پنچایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ اس کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ بدر میں کفار کی شکست کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ صحیح احادیث میں بہت سے محسوں معجزات کا ذکر موجود ہے۔جنھیں بعض المل علم نے

① الأنبياء 5:21. ﴿ القمر 2,1:54. ﴿ تَارِيخُ فَرَشْتِهِ: 120/3. ﴿ الأَنفَالِ 17:8.

احادیث کی کتابوں میں علامات النبو ق کے عنوان سے بیان کیا ہے، جیسے تھوڑ ہے سے کھانے کا زیادہ لوگوں کے لیے اور کھانے کا زیادہ لوگوں کے لیے اور ان کے جانوروں کے لیے کافی ہوجانا، تھوڑ ہے سے پانی کا زیادہ لوگوں کے لیے اور ان کے جانوروں کے لیے کافی ہو جانا، نبی مُلَاثِیْم کی انگلیوں سے پانی کا نگلنا، کنریوں اور کھانے کا تبیع پڑھنا وغیرہ، یہ سارے محسوں مجزات ہیں۔ رسول الله مُلِیْم پر ایمان لانے میں میں صحیح احادیث سے ثابت مجزات پر ایمان لا نا جز وایمان ہے۔ پرویز صاحب کا یہ نظریہ میں سے کہ 'دہم ان احادیث کونییں مانے جو قر آن کے خلاف ہوں' (اس نظریے کی تفصیل پرویز صاحب کے معتقدات کے بیان میں آئے گی)، تاہم یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ معجزات والی احادیث قرآن کی خلاف قراردے کرمستر دکی جاسکتی ہیں؟

ايمان بالرسول كالتيسرا تقاضا

انتاع رسول، الله تعالى نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمُ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَبِعُونِيْ يُخْبِبُكُمُ اللهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

'' آپ فرمادین: اگر شمصیں اللہ سے محبت ہے تو پھر میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔'' ش

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لیے نبی عُلَیْم کی اتباع کو معیار قرار دیا ہے اور اپنی محبت اسی میں منحصر کر دی ہے کیونکہ شرط اور جزا جملہ شرطیہ میں اکثر حصر کے لیے آتے ہیں۔ محبت اپنے مشہور معنی میں ہے، لیعنی جولوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی محبت کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جبکہ اللہ کی محبت اس کی قربت ہے اور یہ محبت ثواب کو مستزم ہے، اپس جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے یا ثواب

ري ال عمران 3:13.

کا متلاثی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی محبت، اطاعت رسول کومستلزم ہے، لہذا اس متلاثی پر لازم ہے کہ وہ نبی سُلَّاتِیْلِ کی اتباع کرے۔ اسی طرح محبت الٰہی، احکام الٰہی کی پابندی کومستلزم ہے جو کہ قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں، لہذا جو شخص قرآن مجید پرعمل کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے بھی نبی سُلَّاتِیْلِ کی احادیث پرعمل کرنا لازم ہے، لہذا بیآیت کریمہ جیت حدیث کے لیے طعی دلیل ہے۔

اتباع اور اطاعت وو الفاظ ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں مختلف مواقع پر استعال ہوئے ہیں۔ جب یہ الفاظ الگ الگ استعال ہوں، تو اطاعت اتباع کو اور اتباع اطاعت کو محیط ہوتا ہے اور جب یہ دونوں الفاظ استعال ہوں، تو اطاعت کا اطلاق اقوال کی پیروی پر ہوتا ہے۔ اہلِ لغت نے اقوال کی پیروی پر ہوتا ہے۔ اہلِ لغت نے مجمی اتباع کا معنی جس کے نقش قدم پر چلنا اور عمل کرنا۔'' کیا ہے۔ یہ دونوں الفاظ اکشے بھی استعال ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَالتَّبِعُونِي وَاطِيْعُواۤ اَمْرِي ٥٠

''پیں میراا تباع کرواور میراحکم مانو۔''[©]

اس آیت میں اتباع اور اطاعت دونوں لفظ استعال کیے گئے ہیں۔ اتباع کے معنی ہیں نبی سُلُیْ ﷺ کے عمل کی پیروی کرنا اور اطاعت کا مطلب ہے آپ کے اقوال کو ماننا۔
عمل میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی اتباع (اللہ تعالیٰ حبیباعمل کرنا) ممکن نہیں، اس لیے لفظ اتباع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے گی اس کے اقوال میں اور اللہ تعالیٰ کا قول حدیث ہے اور ان دونوں میں اور اللہ تعالیٰ کا قول حدیث ہے اور ان دونوں کے بارے میں اطاعت کا تھم دیا گیاہے۔

٠90:20 طه 90:20

اس تمہید کے بعد بیہ بات واضح ہوگئ کہ جب نبی ٹاٹیٹا کے اعمال کا اتباع ہم پر لازم ہے، تو وہ سارے اعمال قرآن کریم میں مذکور نہیں بلکہ وہ احادیث میں مذکور ہیں، لہٰذا نبی طالیظ کی اتباع کے لیے آپ ٹاٹیل کی احادیث پرعمل کرنا ضروری ہے لیکن جس شخص كے نزديك نبي تَلْقُلُمُ كي احاديث حجت نہيں وہ قرآن كريم كي آيت ﴿ فَاتَّبِعُونِي ﴾ يرايمان نہیں رکھتا جبکہ قرآن کریم کی ایک آیت کا منکر پورے قرآن کا منکر تصور ہوتا ہے اور جو شخص قر آن کریم پرایمان رکھتا ہے اس کا اس آیت پر بھی ایمان ہونا لازم ہے۔اور آیت ﴿ فَالتَّبِعُونِيٰ ﴾ برایمان تب ہوگاجب نبی مُلِّیِّغُ کے اعمال احادیث میں تلاش کیے جا ئیں اور ان كى روثني ميں آپ كا اتباع كيا جائے، مثلًا: ايك شخص قر آن كريم ميں ﴿ وَأَقِينُهُ الصَّلُوةَ ﴾ "نماز قائم كرو" يرايمان ركه كرنماز قائم كرتا ہے۔ نماز قائم كرنا ايك ايساعمل ہے جس كى نی ظالم نے تادم حیات یابندی کی، للذا احادیث میں نی تالیم کی نماز کی جو کیفیت ،اوقات، ارکان اور شرائط وغیرہ کا ذکر ہے ان پر لازماعمل کرنا ہوگا۔ احادیث میں یانچ اوقات کا تفصیلی ذکر ہے۔ ہرنماز کی رکعتوں کی تعداد، ترتیب، قیام، رکوع و بجود اور قعدہ و سلام کابیان ہے۔ ہر رکعت میں سور کا فاتحد پڑھنا، دوسری سورتیں اور آیات پڑھنے کا ذکر احادیث میںموجود ہے۔

البذا نماز برصف مين فرمان نبوي:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''اس طریقے کے مطابق نماز پڑھوجس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''[®] کو مدنظر رکھتے ہوئے سنت نبوی کی پیروی فرض ہے لیکن نماز قائم کرنے کے متعلق پرویز صاحب اوران کے مقلدین کے مختلف افکار ملاحظہ فرمائیں۔

صحيح البخاري ، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا، حديث:631.

اس نے کہا: ''ہر نماز صرف دور کعت ہے۔''اس نے دلیل کے طور پر سورہ نساء کی آیت نمبر:
اس نے کہا: ''ہر نماز صرف دور کعت ہے۔''اس نے دلیل کے طور پر سورہ نساء کی آیت نمبر:
102 میں نہ کور نماز خوف کا حوالہ دیا اور کہا: ''اس آیت میں خوف کاذکر نہیں'' میں نے کہا:
''اس آیت میں امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پڑھنے کاذکر ہے جبکہ امام کے بغیر نماز کا کوئی ذکر نہیں تو پھر عمومی طور پر دور کعت پڑھنے کا تمارے نزدیک کیا جواز ہے؟'' پھر میں نے کہا: ''اس آیت میں اپنے پاس اسلحہ رکھنے کا ذکر ہے اگر تمھارے بقول بینماز خوف نہیں بلکہ اس سے عام نماز مراد ہے، پھر ہر نماز کے وقت اپنے پاس اسلحہ ضرور ہونا چاہے۔''
''نماز پڑھنے کے لیے شریعت میں کوئی مقرر وقت ہے نہ کوئی متعین طریقہ، جس وقت اور ''نماز پڑھنے کے لیے شریعت میں کوئی مقرر وقت ہے نہ کوئی متعین طریقہ، جس وقت اور ''مر طریقے سے نماز پڑھ کی جائز ہے۔'' اس نے دلیل کے طور پر بیہ آیت پیش کی: جس طریقے سے نماز پڑھ کی جائز ہے۔'' اس نے دلیل کے طور پر بیہ آیت پیش کی:

''یقیناً (الله نے) ہرایک کی نماز اور اس کی شیخ جان کی ہے۔''[®]

ميجرصاحب نے اس آیت کا بیز جمه کیا:

'' ہر مخص اپنی نماز اور شبیح کا طریقہ خور سمجھتا ہے۔''

میں نے کہا'' بیر معنی غلط ہے، آیت مبار کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی بات ہورہی ہے اور علم کی خمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، یعنی ہرا یک کی نماز اور شبیح اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔' ﴿ پرویز صاحب کا نماز کے متعلق نظریہ بھی اختلافات کا شکارہے۔ایک جگہ سور ہُ نور کی

آیت:58 لکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ مکالیام کے زمانے میں اجتماعاتِ نماز کے

لیے کم از کم دواوقات (نماز فجر،نمازعشاء)متعین تھے۔ ®

﴿ ایک موقع پر لکھتے ہیں: جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منطبق ہے، یعنی اگر جانثین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نمازی کی جزوی شکل میں جس کا قرآن نے تعین نہیں کیا (مثلاً:اوقات، تعداد رکعات) اپنے زمانے کے نقاضے کے تحت کچھردوبدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کا اصولاً مجاز ہوگا۔

﴿ پرویزا پنی کتاب معارف القرآن میں ایک جگہ لکھتے ہیں: قرآن کریم نے نماز پڑھنے کا نہیں کہا، قیام صلاق بیعنی نماز کے نظام کے قیام کا تھم دیا ہے۔ مسلمان نماز پڑھتے ضرور ہیں لیکن انھوں نے نظام صلاق کو قائم نہیں کیا۔ ان کی نماز ایک وقت معینہ کے لیے ایک عمارت (مسجد) کی چارد یواری کے اندرایک عارضی عمل بن کررہ جاتی ہے۔ ﴿

ایک جگد لکھتے ہیں: عجم میں مجوسیوں (پارسیوں) کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ ان کے ہاں کا ہے اوران کی کتابوں میں موجود ہے، البذا صلاة کی جگد نماز نے لئے اور آن کی اصطلاح ﴿ وَلَقِیْبُوا الصّلاَقَ ﴾ کا ترجمہ ہوگیا'' نماز پڑھو۔'' جب گاڑی نے اس طرف پڑی بدلی تو اس کے پہیے کا ہر چکرا سے منزل سے دور لے جاتا گیا، چنانچہ اب حالت یہ ہوچکی ہے کہ ﴿ وَلَقِیْبُوا الصّلاَقَ ﴾ سے ذہن نماز پڑھنے کے علاوہ کی اور طرف منتقل نہیں ہوتا اور نماز پڑھنے سے مراد ہے خداکی پرستش کرنا۔ ﴿

اس کے علاوہ غلام احمد پرویز صاحب کی کتابوں میں صلاۃ کے متعلق متفرق معانی نہ کور ہیں۔

نماز ارکان اسلام میں ہے ایک اہم رکن ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَاَقِیْهُواالصَّلُوةَ وَلَا تَكُوْنُواْمِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۞ ﴾

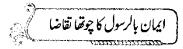
[©] قرآني فيلي، ص: 15,14. ﴿ مَعَارِفِ القرآن: 328/4. ﴿ قرآني فيلي، ص: 27,26.

دیکھیے مکتوبات، سلیم کے نام تیرهواں خط، ص: 409.

''اور نماز قائم کرو،اورمشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ۔''[©]

اس اہم رکن کے متعلق آپ نے پرویز صاحب کے خیالات ونظریات ملاحظہ فرمائے،
کھی کہتے ہیں کہ صرف دونمازیں فرض ہیں، حالانکہ سورہ نور آیت: 58 میں اوقات نماز
ہیان کرنامقصود نہیں بلکہ وہ تین اوقات بیان کیے گئے ہیں جن میں انسان عمومًا پردے کا
اہتمام نہیں کرتا، لہٰذا اُنھی تین اوقات میں غلام اور بلوغت کے قریب عمر کے بچول کوبھی
اندر جانے کے لیے اجازت طلب کرنی جا ہیے۔

کبھی کہتے ہیں: جانھین رسول نماز کے اوقات و کیفیات وغیرہ میں تبدیلی کرسکتا ہے تو پھر رسول اللہ عُلَیْم کی اتباع (جو مسلمانوں پر فرض ہے) کہاں گئ؟ کبھی کہتے ہیں: نماز مجوسیوں کا لفظ ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ لفظ خدا بھی تو انھی کا ہے، آپ یہ لفظ کیوں استعال کرتے ہیں؟ پرویز صاحب کی کتابوں میں لفظ خدا بہت زیادہ استعال کیا گیا ہے۔ میں نے اتباع کی تشریح میں بطور مثال نماز کا ذکر کیا، زکاۃ اور جج وغیرہ کے متعلق ان کے خیالات کا تذکرہ ان شاء اللہ باب نمبر 9 میں کیا جائے گا۔



رسول الله طاليم كى زندگى كواسوه بناناء الله تعالى فى فرمايا:

﴿ لَقَدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسُوقًا حَسَنَةً لِبَنَ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَرَ الْالْخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا ۞

''تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، (اور بینمونہ)اس شخص کے لیے ہے جواللہ اور یوم آخرت کی امیدر کھتا ہواور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو'' ﷺ

⁽¹⁾ الروم 31:30. (2) الأحزاب 21:33.

اس آیت کے اندر بہت می تاکیدیں اور شرائط ہیں۔ لام، قد، لکم، فی، رسول الله، أسوة، حسنة، ﴿ لِمُنْ كَانَ يَرْجُواالله وَالْيَوْمَ الْاَخْورَ وَذَكُرَ الله كَثِيرًا ﴾ اور پھر افظ ﴿ لِمَنْ ﴾ جو ﴿ لَكُمْ ﴾ سے بدل ہے) میں تعیم اور ابدیت کی طرف اشارہ ہے، پھر لفظ ﴿ لِمَنْ ﴾ جو ﴿ لَكُمْ ﴾ سے بدل ہے) میں تعیم اور ابدیت کی طرف اشارہ ہے، یعنی بیتم صحابہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جو شخص بھی اللہ تعالی اور یوم آخرت کی امید اور عقیدہ رکھتا ہے اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی اوراس کے ذکر میں مشغول ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ عَلَیْمُ کی بندگی کو پیش نظر رکھے۔آپ کے اقوال، اعمال، اخلاق، سیرت و کردار، عبادات و معاملات اور جہاد کرنے میں آپ کی ا تباع اپنے اوپر فرض سمجھے۔ اس تعیم سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ عَلَیْمُ کاعملی نمونہ صحابہ کرام کے لیے خاص نہیں تھا جیسا کہ پرویزیت میں بہترین نمونہ ہے۔ اس کی آپ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّدِيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتُلُواْ عَلَيْهِمْ الْمِيْهِ وَ يُزَكِّيُهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِلْمَةَ * وَإِنْ كَانُواْمِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالِ مُّبِينِ ۞ وَالْخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَبَا يَلْحَقُوْا بِهِمُ ﴾

و الحمعة 3.2:62. (1) الحمعة 3.2:62

پس ﴿ اَخَوِیْنَ مِنْهُمْ ﴾ سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو صحابۂ کرام کے دور کے بعد پیدا ہوئے، خواہ وہ عرب ہوں یا مجم ۔ ان آیات کی رو سے واضح ہوا کہ آپ مُلْیْنِمَ کی اطاعت اوراتباع ابدتک جاری رہے گی۔ کوئی مرکز ملت یا مدی نبوت اس کی اطاعت کوختم، منسوخ یا تبدیل نہیں کرسکتا۔ اب جناب غلام احمد پرویز کے پچھ کفریہ نظریات ملاحظہ فرما کیں:

ان کا کہنا ہے قرآن کریم میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول طالبیٰ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد امام وقت، لینی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد طالبیٰ امت میں موجود تھے تو ان کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت تھی اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت ہوگی اور عربی میں اطاعت، زندہ کی فریاں برداری کو کہتے ہیں۔ **

فریاں برداری کو کہتے ہیں۔ ***

امام وفت سے مرکز ملت مراد لینے کے لیے کیا دلیل ہے؟ اس طرح اطاعت سے زندہ کی فرماں برداری مراد لینا کس لفت میں ہے؟ پرویزی فرقے سے استدعا ہے کہ بیا ندھی تقلید چھوڑ دیں۔ پرویز صاحب کی بلا دلیل باتیں صرح گمراہی اور کفر ہیں۔

پس آیت میں اسوہ کے بیان سے بہ بات واضح ہو چک ہے کہ نبی تالیم کی پوری زندگ منام لوگوں کے لیے تاقیامت لائح ممل ہے۔ اس پر عمل در آ مد تب ہی ممکن ہے جب ہم قرآن کریم کا مقصد صحح احادیث کی روشی میں سمجھیں اورا پنے اعمال نبی منافیم کے اسوہ حسنہ کے مطابق بجالا میں۔ احادیث محمد قرآن کریم کے ساتھ تین قتم کا تعلق ہے۔ پہلی قسم: اس میں وہ احادیث شامل ہیں جو قرآنی احکام کی مؤید اور اجمال و تفصیل میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں بہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں سول اللہ مثلاً ناسلام کے پانچ ارکان

شام حدیث:1/155.

تو حید ورسالت کی گواہی، نماز، روزہ، زکاۃ اور جج، بیامور اور احکام قرآن کریم میں موجود ہیں اور نبی مَنْ الْنِیْمُ نے احادیث میں ان کی مزید تائید وتوثیق فرمادی ہے۔

پرویز صاحب اس قتم کے تعلق کو بظاہر ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ نے پہلے بھی جان لیا اور آئندہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ انھوں نے قر آنی نماز، روزہ، زکاۃ اور جج وغیرہ کے لیے اپنی طرف سے من گھڑت معانی ایجاد کرکے اس پڑمل کیا ہے۔

دوسری قسم: اس میں وہ احادیث شامل ہیں جو قرآنی احکام کی تشریح اور وضاحت کرتی ہیں، یعنی مطلق کی تقیید، مجمل کی تفصیل، عام کی تفصیص اور مبہمات کی توضیح۔اس قسم کی احادیث بے شار میں اور ہم نے باب اول میں نبی شاشیم کی صفت شارح میں ان میں سے پچھ مفصل بیان کی ہیں۔اس قسم کی احادیث کے متعلق بھی پرویز صاحب کا رویہ منافقانہ ہے۔

تیسری قسم: اس سم کی احادیث ایسے احکام پر دلالت کرتی ہیں جن کے متعلق قرآن نے پچھ بیان نہیں کیا، مثلاً: وہ احادیث جن میں پھوپھی اور بھیتی اور اس طرح خالہ اور بھانجی کا بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ یا احادیث شفعہ یا شادی شدہ زانی کورجم کرنے کے متعلق احادیث ۔ بعض علماء نے اس سم کوقرآن کے مفہوم کی طرف راجع کر کے جت بنایا ہے لیکن صحیح یہ ہے اس سم کی احادیث مستقل ججت ہیں اور آیت ا تباع رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں حسن ہیں۔

اس باب میں ایمان بالرسول کے شمن میں رسول الله طَالِیْمَ کی بعض صفات اور احوال پر ایمان اور ایمان بالرسول کے چار تقاضے بیان کیے گئے ہیں جو واضح طور پر انتباع احاد یہ صحیحہ اور جمیت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔

باب 3

صیح احادیث بھی وتی ہیں

اس کے متعلق قرآن کریم کی آیات بینات میں دلالت واشارات ملاحظہ فرما کیں: [1] الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا وَخَيٌّ يُوْخَى ﴾

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وہ وق ہے جوان کی طرف کی جاتی ہے۔''[®] قرآن کریم بیں نطق (بولنے) کا مادہ بارہ دفعہ مختلف طریقوں سے مذکور ہے۔ پرندوں کی زبان سے آوازین نکلتی ہیں (النمل 27:16)

روز قیامت انسانی چڑے کی شہادت (مُمَّمَ السجدة 21:41)

روز قيامت هر چيز كا بولنا (حُمَّ السجدة 41:41)

بتون كانطق سے عاجز مونا (الصافات 37:92؛ الأنبيا ء 21:64,63)

روز قيامت انسان كاكسى وقت نطق سے عاجز بونا (النمل 85:27 المرسلات 35:77)

نطق كى نبيت اعمال نامه كى طرف (المؤمنون 23:62 الجاثية 45:25)

انسانوں كاعام اوقات ميں نطق (الذاريات 23:51)

ني مَالَيْمُ كا ايني خوابش سينطق ندكرنا (النجم 53:3)

اس تفصیل ہے معلوم ہوا کہ قرآن کریم پرنطق کا اطلاق حقیقتاً ثابت نہیں۔انسانوں یا

٠4,3:53 النجم 4,3:53.

پرندوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے اسے نطق کہتے ہیں۔قرآن کریم میں لفظ ﴿الْهُوٰى ﴾ کا استعال 38 مرتبہ ہوا ہے۔اس کے مختلف معانی ہیں۔

اوير سے آنا اور كرنا (طالم 81:20 ، النجم: 1:53)

مأكل بونا، محبت كرنا (إبراهيم 37:14)

نفس کا کسی چیز کی خواہش کرنا: اس کا استعال بہت ہے اور نفسانی خواہشات شریعت کی خفافش نہ کور ہوتو کی مخالف اور بے دلیل چیزیں ہوتی ہیں۔ جب ﴿الْهَوٰی﴾ کے ساتھ لفظ نفس نہ کور ہوتو آخری معنی مراد ہوگا اور جب بیالفظ نفس کے بغیر استعال ہوتو اس کا معنی میلان ہوگا،خواہ بیمیلان خیر کی طرف ہویا شرکی طرف۔

اس تمہید کے بعد اس آیت کی تقسیر اور تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی آیات میں کفار اور مشرکیین کی تر دید کرتا ہے کہ وہ نبی مظافی کو گراہ اور غلط راستے پر بیجھتے تھے۔ بھی انسان خواہشِ نفس کی وجہ سے جہالت کی بنا پر غلطی کر لیتا ہے، چنا نچہ اللہ تعالی نے نبی مٹائیا کی اس وجہ سے غلطی کے ارتکاب کی براء ت فلاہر کرتے ہوئے فر مایا: ﴿ وَمَا خَوٰی ہُ ﴾ اور بھی دیدہ دانستہ غلطی ہوجاتی ہے الیی غلطی کی براء ت کے لیے فر مایا: ﴿ وَمَا خَوٰی ہُ ﴾ بھی دل دیدہ دانستہ غلطی ہوجاتی ہوتا ہے لیکن وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوتا تو اس کا میلان خیراور سے بیس ہوتا تو اس میلان خیراور سے جہالت کی طرف ہوتا ہے لیکن وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوتا تو اس خیر بین ہوتا ہوتا ہے بیکن وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوتا تو اس خیر بین ہوتا ہے بیت کے معاطم میں آپ کی گفتگو آپ کا خودسا ختہ کلام نہیں اگر چہ خبیں ہو بلکہ وہ کلام وی پر بنی ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿ إِنْ هُوَ إِلاَّ وَخَیُ یُونِی ﴾

یعنی آپ کی زبان سے جوبھی کلمات نگلتے ہیں،خواہ وہ تلاوت قرآن ہو،خواہ دوسری باتیں ہوں، نبی مُن اللہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی وجہ سے زبان سے ادا کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ بہت ہی باتیں خواہشات نفس کی وجہ سے زبان سے ادا ہوجاتی ہیں۔ بعض با تیں سیح بھی ہوتی ہیں لیکن وہ وی نہیں ہوتیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں داضح طور پر دلیل ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ دونوں وی اللی ہیں۔ اگر چہ عام مفسرین نے اس آیت کو قرآن کریم سے نسلک کیا ہے لیکن لفظ نطق کے عموم کی وجہ سے بیر آیت احادیث کو بھی محیط ہے، بلکہ اگر غور کیاجائے تو اللہ تعالی نے قرآن کے متعلق لفظ انزال، تنزیل، تلاوت، قراءت اور تعلیم بیان فرمایا ہے جبہ نطق کا لفظ کسی بھی جگہ قرآن کے لیے استعال نہیں ہوا، لہذا ﴿ وَ مَا یَدُولُ ﴾ کے الفاظ حقیقاً احادیث کے لیے ہیں اور قرآن کریم مجازی طور پر اس میں داخل ہے کیونکہ اعمال نامے کی طرف نطق کی نسبت دو آیوں (سورہ مونون 23:23، سورہ جاشیہ 45:25) میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومنون 23:23، سورہ جاشیہ 45:25) میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کراب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کراب کا خلاصہ بیہ ہے:

اس سے مراد آپ کا کلام یا قر آن ہے اور سیاق کلام سے دونوں معانی معلوم ہوتے ہیں۔''[®]

آلوی بیان کرتے ہیں: ''میری رائے کے مطابق یہ بعید نہیں کہ ﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴾ کوعموم پرمحمول کیا جائے حتی کہ امام احمد اورامام ابو یوسف ریکھ جیسے لوگ جو نبی سُلُوُلُوں ﴾ کوعموم پرمحمول کیا جائے حتی کہ امام احمد اورامام ابو یوسف ریکھ جیسے لوگ جو نبی سُلُولُور کے اجتہاد کے طور پر جو کلام کیا وہ خواہش نفس سے صادر ہوا۔۔۔۔ اللہ کی پناہ!رسول کی شان ایسے نہیں ہوسکتی ۔۔۔ بہلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا کلام اجتہاد اور وحی کے ورمیان واسطہ (وحی خفی) ہوتا ہے۔' ، ﴿

و مسير بيضاوي ، فركره آيت ـ (٤) تفسير روح المعاني: 72/15.

پس بیرآ یتِ کریمہ صرح دلالت کرتی ہے کہ سیخ احادیث بھی وی الہی میں داخل ہیں۔ [2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا الْتُكُورُ الرَّسُولُ فَخُذُونُهُ ۚ وَمَا نَهْكُورُ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾

''رسول جو پچھ شمیں دیں وہ لے لیا کرواور جس چیز سے شمیں روکیں اس سے رک جایا کرو۔''[®]

اس آیت سے بالکل واضح طور پرمعلوم ہوا کہ رسول الله طالی کی احادیث پرعمل کرنا فرض ہے کیونکہ وہ وحی البی ہیں اورالله تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیالفاظ ﴿فَخُدُوهُ ﴿اور ﴿فَائْتَهُواْ ﴾ امر کے صیغے سے بیان فرمائے ہیں اور بیاعموم پر دلالت کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ بیبھی وحی ہے۔

نوٹ: یہ آیت اگر چہ مال نے (جو بنونضیر سے حاصل ہوا تھا) کے متعلق ہے کیکن مسلمہ قرآنی قانون ہے کہ خصوصی سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے جبکہ پرویز صاحب تو سرے سے قرآنی آیت میں سبب نزول کے قائل ہی نہیں تو پھراس آیت میں کیوں کر تخصیص کا ذکر کرتے ہیں۔

لفظ ﴿ وَمَا الْمُلُدُ ﴾ عام ہے کہ نبی طالی اللہ اللہ عند مال غنیمت اور مال زکاۃ وصدقات کوتقسیم

کرتے ہوئے اس میں سے جو حصہ کسی کو دیں یا امر کے طور پر جو تھم قرآن یا حدیث میں

دیں یا عمل کے طور پر امت کو جو طریقہ اور کیفیت بتا کیں بیسب اس آیت کے زمرے
میں آتا ہے۔ باقی رہ گیا منع کرنا تو اس کے متعلق مستقل فرمادیا: ﴿ وَ مَا لَهُ لَكُمُ مَنْ فَالْنَهُوا ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ نبی طالی کا دین صرف اوامر اور نوابی نہیں کیونکہ منظم اُور من اور نوابی نہیں کیونکہ دیں۔ 'نہیں فرمایا بلکہ نبی طالی کا دین صرف میں مایا بلکہ نبی طالی کا دین

[🗓] الحشر 7:59. "

اوامر، اقوال، اعمال، تروک اور مناہی سب کو محیط ہے، لبندا رسول کی طرف ان الفاظ کی نسبت سے صراحناً معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کو ماننا بھی ضروری ہے۔ پرویزی جماعت کا اعتراض ہے کہ لفظ ''آتی'' محسوسات کے ساتھ خاص ہے، لبندا لفظ ﴿الْتُكُمُ ﴾ یہاں صرف مال فے کے متعلق ہے، عام نہیں۔

اس اعتراض کا جواب سے ہے کہ اس مصدر کے مختلف صیغے قرآن کریم میں 129 مرتبہ بیان ہوئے ہیں اور بیرمحسوسات اور غیرمحسوسات دونوں کے لیے استعال ہوتے ہیں۔غیر محسوسات کے لیے چند آیات ملاحظہ فرمائیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَلُ اتَّيُنَا ٓ إِبْرَهِيْمَ رُشُّكُهُ ﴾

''اور ہم نے ابراہیم کواس کی دانائی دی۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَكُلًّا اتَّيْنَا حُكُمًّا وَّعِلْمًا ۗ

''اور ہم نے دونوں (داود اور سلیمان ﷺ) میں سے ہرا کیک کوعلم وحکمت عطا کی۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَلُ اتَّيْنَا دَاؤُدُ وَسُلَيْمُنَ عِلْمًا ﴾

''اوریقیناً ہم نے داود اور سلیمان کوعلم عطا کیا۔''[®]

اور فرمایا:

﴿ وَلَقُلُ اتَّيُنَا لُقُلْنَ الْحِلْمَةَ ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔'[®] نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَدُ اتَّيُنَا دَاؤُدَ مِنَّا فَضُلًّا ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے داودکوا پنی طرف سے فضل عطا کیا۔'' نیز فر ماما:

﴿ فَأَتَيْنَا الَّذِينَ أَمَنُوا مِنْهُمْ آجُرَهُمْ

'' بہم نے ان میں سے ایمان لانے والوں کوان کا اجرعطا کیا۔''[®]

مزيد فرمايا:

﴿ وَاتُلُ عَلَيْهِمْ نَبَّا الَّذِي ٓ أَتَيْنَهُ الْتِنَّا﴾

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیں جس کو ہم نے اپنی نشانیاں عطا کی تھیں۔'،®

اورفر مایا:

﴿ وَأَتَيْنَكُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۞

''اور ہم نے اس کو حکمت اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ عطا کیا۔'' ilot

نيز فرمايا:

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَّا أَتَيْنُهَا إِبْرَهِيْمَ عَلَى قَوْمِهِ ﴾

''اوریہ ہماری دلیل ہے جوہم نے ابراہیم کواس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ سَلْ بَنِي السُوَاءِيلَ كَمْ اتَيْنَاهُمْ مِّنَ ايَةٍ بَيِّنَةٍ ﴾

'' بنی اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے اضیں کس قدر واضح دلائل دیے۔''®

البقرة 2:11:2.

ان کے علاوہ اور بھی بہت می آیات کریمہ ہیں جن میں مصدر 'ایتاء' 'علم و حکمت اور آیات وی کے لیے استعال ہوا ہے۔ اس طرح مصدر 'اخذ' 'محسوسات کے ساتھ خاص نہیں۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿ وَ أَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾

''خلا لموں کو زور کی آواز نے آ پکڑا۔''[®]

نیز ارشاد الہی ہے:

﴿ قَلُ اَخَنَا عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ ﴾

''اس(تمھارے باپ) نے تم سے اللہ کی شم لے رکھی ہے۔''[®] اور فرمان الٰہی ہے:

اور سرمان آن ہے. در رسروہ ہو میران ایر

﴿ وَأَخَذُ تُمْ عَلَى ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ﴾

''اوراس پرمیراعہد قبول کرتے ہو۔''[®] نیز رب العالمین نے فرمایا:

﴿ وَ اَخَذُنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقًا غَلِيْظًا ۞ ﴾

''اورانھوں(عورتوں) نے تم سے پختہ عہد لیا ہے۔''[®]

اورارشاداللی ہے:

﴿خُنِ الْعَفْوَ وَأَمُرْ بِالْعُرْفِ﴾

'' درگز رکزیں اور نیکی کا حکم کرتے رہیں۔''[®]

اس کے علاوہ اور بھی آیات کریمہ ہیں جن میں مصدر ﴿ اَخَانَ ﴾ کے مختلف صیغ غیر محصات کے علاوہ اور بھی آیات کے معنی میں ہیں اور محسوسات کے لیے استعمال ہوئے ہیں جن میں سے بعض قبولیت کے معنی میں ہیں اور

یہاں پر ﴿ فَعُنُودُهُ ﴾ سے بھی قبولیت کامعنی مراد ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے صحابہ کرام نے بہت سے احکام مستبط کرکے وقی قرآنی کی ذیل میں شار کیے ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل نقل کرنے کی گنجائش نہیں، بہر حال اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ احادیث بھی وقی اللی ہیں۔

🗓 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنْ اَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْخَى إِلَّكَ ﴾

''میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جومیری طرف وحی کی جاتی ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ قُلُ إِنَّهَا ٱلَّتِبِعُ مَا يُوْخَى إِلَّكَ مِنْ رَّبِّنَ ﴾

'' کہہ دیجیے: میں تو اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جومیرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاتَّبِغُ مَا يُوْخَى إِلَيْكَ ﴾

''اور جو پچھ آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کی اتباع کریں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاتَّبِغُ مَا يُوْخَى اللَّهُكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾

"اوراس چیز کی پیروی کریں جوآپ کی طرف آپ کے رب نے وقی کیا ہے۔" ﴿ اَوْرَاسُ چِیْرُ کَا اِنْ اِلْمُ اِلْمَا: فَيْرَ فَرِ مَانا:

﴿ إِنْ ٱلَّٰبِعُ إِلَّا مَا يُوْخَى إِلَّا ﴾

[﴾] الأنعام 50:6. ﴿ الأعراف2:303. ﴿ يونس10:109. ﴿ الأحزاب2:33.

''میں تو صرف اس بات کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وجی کی جاتی ہے۔'' ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی طَافِیْم کو حکم تھا کہ وہ صرف وجی کی اتباع کی ۔لفظ اتباع کی تحقیق صرف وجی کی اتباع کی ۔لفظ اتباع کی تحقیق پہلے بیان کی جاچی ہے کہ بیٹل کرنے کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ مطابق اپنی نبوت والی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی وجی کے مطابق اعمال کیے ہیں۔ اگر ان آبیات میں وجی سے صرف قرآن کریم مراو ہے تو اس کے مطابق نبی طافیا نے جو عمل کیا وہ آبیت میں موجود ہے، البذا وہ بھی وجی ہے۔ اگر وجی سے مراد وجی جلی اور وجی خفی ہے تو اصل کے مامال وجی البی تھے۔ آپ کی میں موجود ہے، البذا وہ بھی وجی ہے۔ اگر وجی ہے تمام اعمال وجی البی متھے۔ آپ کے اعمال کی تفصیل احادیث میں موجود ہے، ایس تمام احادیث وجی البی ہیں، اس مسکلے میں بیآ بیت قطعی دلیل ہے۔

آپ کے نماز، روزے، جج اور جہاد وغیرہ سے متعلق اعمال احادیث میں مفصل بیان ہو چکے ہیں اور بیا اعمال فدکورہ آیت: ''میں تو صرف اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وہ کی گئی ہے۔' کے تابع ہیں۔ اوراگر وہ اعمال اس وحی کے تابع نہیں تو پھرتو (العیاذ باللہ) بیا اعمال آپ نے اللہ تعالیٰ کی نافر مانی کرتے ہوئے سرانجام دیے ہیں جس کا آپ علی اللہ کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ آپ علی آئی ہے وہ کی اتباع کرتے ہوئے تمام اعمال کیے تو پھر لازمی بات ہے کہ آپ کے اعمال کو وجی کا درجہ دیا جائے گا، لہذا ثابت ہوا کہ احادیث صححہ بھی وحی ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ اتَّتِي كَانُوْا عَلَيْهَا ا

''کس چیزنے انھیں اس قبلہ (بیت المقدس) سے پھیر دیا جس کی طرف وہ رخ کیا کرتے تھے؟''[®] نیز فرمایا:

﴿ فَلَنُولِيَنَّكَ قِبُلَةً تُرْضُهَا ﴿

" بہم ضرور آپ کواس قبلے کی طرف پھیردیں گے جے آپ پندکرتے ہیں۔ "
ان آیات میں تحویل قبلہ کا مخضر ذکر ہے جس کی تفصیل احادیث میں ہے کہ بی سکا اور صحابہ کرام پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھا کرتے سے لیکن ہجرت مدینہ کے سولہ یا سترہ ماہ بعد اللہ تعالی نے اضیں قبلے کی طرف رخ موڑنے کا حکم دے دیا۔ پہلے قبلے (بیت المقدس) کا ذکر قرآن کریم میں تو نہیں ہے، صرف صحح احادیث میں اس کا تفصیلی ذکر ہے، چنا نچہ آپ اور صحابہ کرام حدیث (وحی خنی) پڑھل کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھا کرتے سے، اس سے ثابت ہوا کہ احادیث میں احدیث کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھا کرتے سے، اس سے ثابت ہوا کہ احادیث میں جت ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ اَزُواجِهِ حَدِيْثًا ۚ فَلَبَّا نَبَّاتُ بِهِ وَ اَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَبَّا نَبَّاهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هٰذَا لَا قَالَ نَبَّانِي الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۞

''پس جب نبی نے اپنی کسی اہلیہ سے راز کی ایک بات کی ، پھر جب اس نے وہ بات (کسی ساتھ والی کو) بتادی اوراس چیز کو اللہ نے نبی پر ظاہر کردیا تو آپ نے کچھ بات بتادی اور کچھ نہ بتائی، پس جب آپ نے وہ بات اس (اہلیہ) سے کی تو

ألقرة 2:21. (2) النقرة 144:2.

اس نے کہا کہ آپ کوکس نے بتایا؟ تو آپ مُلَاثِمُ نے فرمایا: مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے خبر رکھنے والے اللہ تعالیٰ) نے بتایا ہے۔'' ⁽¹⁾

اس آیت میں وی خفی کی طرف پہلا اشارہ یہ ہے کہ نبی سائٹی نے اپنی ایک اہلیہ سے ایک راز کی بات کی تھی۔ وہ کون می بات تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں۔ بلکہ اس کا ذکر صحیح احادیث میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی سائٹی نے شہد کو نہ پینے پر قتم اُٹھالی تھی تا کہ عائشہ اور حصہ ہے ہیں ، حوجا کیں۔ ﴿ وَی خفی کی طرف دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴿ ''اس بات کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔'اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ '' بس بات کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔'اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ '' بھے جانے والے اور باخبر (اللہ) نے بتایا ہے۔' میں وی جلی کے طور پر نہیں ملتی بلکہ وی خفی کے طور پر ملتی ہے۔ اور وی خفی ، اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَ اَضْفَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴾ اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ فرما کر دو مرتبہ اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

ك التحريم 3:66. (2) صحيح البخاري، تفسير سورة التحريم.

کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے اور اپنے مذموم مقاصد کے تحت وی خفی سے انکار کیے جارہے ہیں۔

6 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدُ رَاهُ نَزُلَةً الْخُرَى ﴿ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَلَى ۞ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوَى ﴿ الْدُيَغْشَى السِّدُرَةَ مَا يَغْشَى ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۞ لَقَدُ زَاى مِنْ اينتِ رَبِّهِ الْدُيُورِي ﴾ الْكُيْرَى ۞ ﴿

''اور یقیناً اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی دیکھا، سدرۃ المنتهٰی پر چھارہا کے پاس، جس کے قریب ہی جنت الماؤی ہے۔ جس وقت سدرۃ المنتهٰی پر چھارہا تھا۔ آئکھ نے خلطی کی نہ اسے دھوکا ہوا۔ یقیناً اس (رسول) نے اپنے رب کی (بعض) بردی بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

ان آیات سے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جبریل طلِظا سے نبی سُکھٹے کی ملاقات ثابت ہوتی ہے۔ اس درخت کو عظیم الشان چیز نے چھپا رکھا تھااوراس کے پاس اور بھی بڑی بڑی نشانیاں نظر آئیں، جن کی تفصیل سیح متواتر احادیث میں واقعۂ معراج کی صورت میں مذکور ہے۔ اگران احادیث سے صرف نظر کرلیا جائے تو اس کلام سے کوئی تفصیلی بات سجھ میں نہیں آتی اور تاویلات باطلہ کی بھی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ منکرین حدیث اس میں نہیں آتی اور تاویلات کرتے ہیں، وہ بالکل تحریفات ہیں جو یہود کی قتیج عادت تھی۔ ان آیات میں اس وی خفی کی طرف اشارہ ہے، جس میں واقعۂ معراج تفصیل سے مذکور ہے۔ چونکہ یہ واقعہ نبی سُکھٹی کی طرف اشارہ ہے، جس میں واقعہ معراج تفصیل سے مذکور ہے۔ چونکہ یہ واقعہ نبی سُکھٹی کی میزان پر نہیں تو لنا چاہے۔ یہ ایمان والوں کے لیے ایمان بالغیب کے عقید سے سے تعلق رکھتا ہے، نہیں تو لنا چاہے۔ یہ ایمان والوں کے لیے ایمان بالغیب کے عقید سے سے تعلق رکھتا ہے،

[🗓] النجم 13:53-18.

جس کے بغیر کوئی انسان مومن نہیں ہوسکتا۔

[7] الله تعالى نے فرمایا:

﴿ مَا قَطَعْتُهُ مِّنَ لِيُنَةٍ أَوْ تَرَكْتُنُوهَا قَالِهِمَةً عَلَى أَصُوْلِهَا فَهِاذُنِ اللهِ وَلِيُخْزِىَ الْفُسِقِيْنَ ۞ ﴿

''تم نے (ان کے) تھجور کے درخت جو کاٹ ڈالے یا انھیں اپنی جڑوں پر قائم رہنے ویا تو بیسب اللہ کی اجازت سے تھا اوراس لیے تھا کہ وہ (اللہ) فاسقول کو رسوا کرے۔''[®]

اس آیت میں بونضیر کی جلاوطنی کا تذکرہ ہے۔ اس جلاوطنی کے ساتھ نبی سُلُیٹِا نے صحابۂ کرام کو تھم دیا تھا کہ ان کے بعض باغات کاٹ ڈالو اور بعض کو رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَهِادُنْ اللّٰهِ ﴾ '' یہ سب اللّٰہ کے تھم سے تھا۔'' جبکہ الله تعالیٰ کا یہ تھم قرآن کریم میں کسی بھی جگہ ندکور نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ الله تعالیٰ نے یہ تھم وی خفی کے ذریعے سے اپنے رسول سَلَّیْلِیْ کو دیا تھا جس پر آپ سَلِیْلِیْم نے عمل کیا۔ جو شخص وی خفی کو نہیں مانتا وہ نبی سَلِیْلِیْم سَک بیادن اللّٰی بینچنے کا کون سا ذریعہ بتائے گا؟ فاہر ہے ان کے پاس ضد، عناد اور کج روی کے سواکوئی دلیل نہیں۔

8 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ قَلْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِنَّ إِلَى اللَّهِ ﴾

''یقیناً الله نے اس عورت کی بات من لی جوآپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کررہی تھی۔''

اس آیت میں ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک عورت اپنے

الحشر 5:59. (2) المجادلة 1:58.

خاوند کے متعلق نبی طُلِیْم سے جھگڑرہی تھی اور اللہ تعالی کے حضور فریاد کررہی تھی۔ اس عورت کانام، اس کے خاوند کا نام، وہ بات جواس نے نبی طُلِیْم سے کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کے الفاظ بیہ ساری چیزیں قرآن کریم کی کسی آیت میں مذکور نہیں، البتہ سیح احادیث میں ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ اگر احادیث کی کوئی اہمیت اور ججیت نہ ہوتی تو پھر اس فتم کی آیات بینات حقیقت سے خالی رہیں، البتہ منکرین حدیث یہاں پینترا بدلتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اس فتم کی احادیث مانتے ہیں۔ '' بی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کی جائے گی۔ کا انکار کرتے ہیں۔'' کی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کی جائے گی۔

🗹 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِذْ جَعَلَ الّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُونِهِمُ الْحَبِيَةَ حَبِيّةَ الْجَاهِلِيّةِ ﴾ ''جب كافرول نے اپ دلول میں جاہیت کے زمانے کی سی ضد کا تہی کرلیا۔'' اس آیت میں سلح حدیبی کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کا کچھ حصہ اشارات کے ساتھ اس سورت میں فدکور ہے، لیمنی بیعت کا ذکر، منافقوں کا کردار، درخت کے نیچ بیشنا، مال نفیمت کی بشارت اور جنگ بندی وغیرہ اس آیت میں کفار کی جاہلانہ ضد کا اجمالی طور پر ذکر ہے۔ اس ضد سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح صلح حدیبی کے متعلق احادیث میں موجود ہے۔ کفار نے صلح نامہ پر بیسم الله الدَّ حُمنِ الدَّ حِیمن الله جانے سے احادیث میں موجود ہے۔ کفار نے صلح نامہ پر بیسم الله الدَّ حُمنِ الدَّ حِیمن الله جانے سے روکنے پراصرارکیا۔اگراحادیث کے ذخیرے (وحی خفی) پراعتاد نہ کیا جائے تو پھرسورہ فتح کی تفسیر کہاں سے حاصل کریں گے؟ عقل کے ذریعے سے تو کوئی قصہ نہیں بنا سکتا اور یہ کی تفسیر کہاں سے حاصل کریں گے؟ عقل کے ذریعے سے تو کوئی قصہ نہیں بنا سکتا اور یہ غیض عذر بھی قبول نہیں کہ بعض احادیث کو مانا جائے اور بعض کا انکار کرکے ﴿ اَفَتُونُومِنُونَ یَا بِعَفِض

ى ۩ الفتح26:48.

الْكِتْكِ وَتُكَفَّرُونَ بِبَغْضِ ﴾ كا مصداق بن جائيں۔

🗓 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ يُرِيْدُونَ آنَ يُّبَرِّلُوا كَلَمَ اللهِ اللهِ عَلَىٰ تَنَ تَتَبِّعُوْنَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللهُ مِنَ قَبْلُ﴾

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں ، کہہ دیجیے کہتم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔اللہ نے پہلے ہی سے ایسے فرمادیا تھا۔''[®]

اس آیت میں ﴿ كَلْمَ اللهِ ﴿ اور ﴿ قَالَ اللهُ مِنْ قَبْلُ ﴾ كا مصداق سى دوسرى آیت میں نہیں ہے۔ آیت کامضمون اور مقصد یہ ہے کہ جب تم صلح حدیدیہ سے فارغ ہوکر خیبر کی طرف روانہ ہوگے تو منافق لوگ کہیں گے کہ ہم بھی تمھارے ساتھ غزوہ ُ خیبر میں شریک ہونا حاہتے ہیں کیونکہ غزوہ خیبر آسان تھا اوراس میں مال غنیمت زیادہ حاصل ہونے کی توقع تھی، لہٰذا اس موقع بروحی خفی کے ذریعے سے اللہ تعالی کا فرمان یہ تھا کہ جولوگ حدیدیہ کے سفر میں آپ کے ساتھ نہیں تھے وہ غزوۂ خیبر میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتے کیونکہ غنائم خیبر حقیقت میں ان کے سفر حدیدیہ کی تکالیف اور مصائب کے بدلے مين ايك عمره جزائهي اوريه ﴿ هَـلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۞ * ' احبان كا بدله احسان سے دیا جاتا ہے۔' ® کے قانون کے مطابق تھی ،لیکن منافق لوگ کوشش کرتے ، رہے تھے کہ وہ غزوۂ خیبر میں ضرور شریک ہوں۔اگر وہ شریک ہوجاتے تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان جووجی خفی کی صورت میں تھا، تبدیل ہوجاتا۔ اگر پورے انصاف کے ساتھ اس آیت کےمفہوم برغوروفکر کیا جائے تو بیمعلوم ہوجائے گا کہ وحی خفی کے اثبات اوراس پر کلام الٰہی اور فرمان الٰہی کا اطلاق کرنے میں بیہ آیت کریمہ نص قطعی ہے۔

عب مرد (15:48 الرحمن 60:55. (1 الرحمن 60:55.

جبکہ اس کی مخالفت میں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک دس آیات کریمہ مخضر تشریح کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جو کہ وحی حفی کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ قرآن کی طرح شرع جحت ہیں، یعنی صحیح وحسن احادیث بھی جحت شرعیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

باب دوم میں مذکور الله تعالیٰ کے فرمان:

﴿ وَٱنْزَلْنَآ اِلنَّهِ لَا لِلنَّاكِمُ لِلنَّهِ إِلَّهُ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمُ ﴾

''ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو پچھان کی طرف نازل کیا گیا۔''[®]

ے ثابت ہوتا ہے کہ احادیثِ صحیحہ قرآن کریم کی شرح ہیں، لینی متن سیحضے میں انسان شرح کامختاج ہوتا ہے، لہذا تمام اہل قرآن، قرآن سیحضے کے لیے احادیث کے مختاج ہیں۔
اس باب میں یہ بتانا مقصود ہے کہ صحابۂ کرام نے قرآن کے فہم اور تفسیر کے لیے نبی سٹائیڈ کم کی طرف رجوع کیا، حالانکہ ان کی زبان بھی عربی تھی اوران کی عقل بھی باتی امت کی نبیت کامل تھی اور ﴿ اُولِیا کی هُمُ الوَّشِدُ کُونَ ﴾ ''وہی لوگ ہمایت یافتہ ہیں۔' گی صفت ہے بھی متصف تھے۔ اس کے لیے چندمثالیں پیش خدمت ہیں:

جب به آیت کریمه نازل موئی:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ ٱمْوَاتًا ۗ بَلِّ ٱخْيَآ ۚ عِنْدَ رَبِّهِمْ

النحل 44:16.
 الحجرات 7:49.

يُرْزَقُونَ ۞

''اوران لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں، مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اوران لوگوں کو جو اللہ وہ زندہ ہیں اورانھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔''

آیت کا ظاہر لغت اور عقل کے لحاظ سے مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ جوشخص قل کیا جائے وہ لازمًا مرجاتا ہے اور مرنے کے بعد اس میں زندگی کا احساس باتی نہیں رہتا وہ کھا پی نہیں سکتا تو اللہ تعالی نے یہ کیسے فرمایا کہ انھیں مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں روزی دی جاتی ہے۔ اہلِ لغت اور اہل عقل اسے سمجھنے سے عاجز ہیں ، اسی لیے صحابہ کرام میں سے ابن مسعود رفائٹونے نے بی منابی ہے اس آیت کے متعلق استفسار کیا، پھر تا بعین میں سے ابن مسعود رفائٹونے نے ابن مسعود رفائٹونے سے اس آیت کے متعلق استفسار کیا، پھر تا بعین میں جانے کا کیا مفہوم ہے تو ابن مسعود رفائٹونے نے بیان کیا کہ بیبال زندہ ہونے اور روزی دیے جانے کا کیا مفہوم ہے تو ابن مسعود رفائٹونے نے بیان کیا کہ نبی منابی ہے ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ مُنْ عُولُونَ اللّٰ اَسْتُعُولُونَ نَ اللّٰ کے نبی سرخی زندگی ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ مُنْ مُنْ مُنْ سَرَحِی نہیں سیجھتے ۔ ، ﴿ ایس بیر حدیث میں کھاتے پھرتے ہیں ۔ ، ﴿ معلوم ہوا کہ بیب برخی زندگی ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ اللّٰ عُلُونَ اللّٰ اللّٰ عُلُونَ اللّٰ اللّٰ مُنْ مُنْ مُنْ سَبِی سَبِحِیتے ۔ ، ﴿ ایس بیہ حدیث قرآن کے لیے واضح تفیر ہے ۔ (اللّٰ مُنْ مُنْ مُنْ سَبِعِی سَبِکھتے ۔ ، ﴿ ایس بیہ حدیث قرآن کے لیے واضح تفیر ہے ۔ (اللّٰ کا کہ کیکھوں کے کہ کیا کیا کہ کی سے حدیث کیں کہ کیا کہ کو کہ کو کھوں کو کو کہ کو کھوں کے کہ کیا کہ کو کھوں کو کھوں کیا کہ کا کیا کہ کیا گئی کیا کہ کو کھوں کے کہ کیا گئی کو کھوں کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کے کیا کہ کو کھوں کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کو کھوں کے کہ کو کھوں کیا کھوں کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کو کھوں کیا کہ کو کھوں کیا کہ کو کھوں کے کہ کو کھوں کی کو کھوں کو کھوں کو کھوں کی کو کھوں کے کھوں کو کھوں کو کھوں کیا کو کھوں کو کھوں کو کھوں کو کھوں کے کھوں کو کھوں کو کھوں کی کھوں کے کھوں کو کھوں کے کھوں کو کھوں کو کھوں کو کھوں کو کھوں کو کو کھوں کو کھوں

اس کے علاوہ بعض دوسری آیات سے بیٹابت ہوتا ہے کہ برزخ کا زبانہ موت سے
لے کر حشر تک کازبانہ ہے۔ اس مدت کی مقدار اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے۔ بیز مانی
دوری (بعد) کے ساتھ مکانی بھی ہے، کیونکہ اس حالت میں بدن ایک جگہ ہوتا ہے
اورروح دوسری جگہ اور یوم حشر دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا لیکن پرویز صاحب کے استاد
حافظ اسلم کی متضاد تحریروں میں عذابِ قبر سے انکار کی کوشش کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

أل عمران 3:1693. ② صحيح مسلم الإمارة بيان أن أرواح الشهداء ---- حديث: 1887.

البقرة2:154.

برزخ کی مدت مرنے والوں کی موت سے لے کر حشر تک ہے کہ وہ اس میں اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جائیں گے اور جب حشر ہوگا تواللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کردیے جائیں گے۔ [®]

پھراس نظریے سے انحواف کر کے لکھتے ہیں کہ موت اور حشر میں مردوں کے لیے فصل (دوری) زمانی نہیں ہے۔ ﷺ پھر لکھتے ہیں: اہل برزخ کوزمانے کا مطلق احساس نہیں، اس لیے بیہ بھینا چاہیے کہ مرنے والے کے لیے موت ہی کاون حشر کاون ہے۔ ﷺ پھر عذاب قبر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہاں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انصاف ہے یہ کوئر جائز ہوسکتا ہے کہ جس نے حضرت نوح علیا کا انکار کیا وہ پانچ ہزار سال پہلے سے عذاب سے اور برزخ میں جلے اور جس نے محمد مالیا کا انکار کیا وہ پانچ ہزار سال پہلے سے عذاب سے اور برزخ میں جلے اور جس نے محمد مالیا کا انکار کیا وہ پانچ ہزار سال پہلے سے عذاب سے اور برزخ میں جلے اور جس نے محمد مالیا کی انکار کیا وہ پانچ ہزار سال پہلے سے عذاب سے اور برزخ میں جا دور جس نے محمد مالیا کی انکار کیا وہ پانچ ہزار سے اور برن بعد۔ ﴿

یہ متضاونظریہ ہے اوراس کا مقصد عذابِ قبر اور انعامِ قبر سے انکار کرنا ہے جومعتزلہ (پرانے منکرین حدیث) کاعقیدہ ہے۔

٤٠ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اَمَنُواْ وَلَمْ يَلْمِسُوٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمِ أُولَلِكَ لَهُمُ الْاَمُنُ وَهُمْ مُ اللَّهُمُ وَهُمْ مُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ وَهُمْ مُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ وَهُمْ مُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ وَهُمْ اللَّهُمُ اللّلِي اللَّهُمُ اللّلِهُمُ اللَّهُمُ اللَّالِي اللَّهُمُ الللَّهُمُ اللَّهُمُ اللّهُمُ اللَّهُمُ الللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ الللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ اللَّهُمُ الللَّهُمُ الل

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اپنے ایمان کوظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا تو انھی کے لیے امن ہے اور یہی صحیح راستے پر ہیں۔''[®]

اس آیت میں لفظ ظلم کا ذکر ہے چونکہ عربی لغت اور عرف میں ظلم کے معنی میں بڑی

[.] ﴿ قَرْآنَى نَصِلِي مِنْ:312. ﴿ قَرْآنَى نَصِلِي مِنْ:318. ﴿ قَرْآنَى نَصِلِي مِنْ:322. ﴿ قَرْآنَى فَصِلِي مِنْ:324. ﴿ الأنعام 82:6.

وسعت ہے۔ خلاف اولی بلکہ اجتہادی خطا سے لے کر کفر اور شرک تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے عذاب سے بچنے اور شیح راستے پر ہونے کے لیے ایسان کو شرط قرار دیا ہے جس کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہ ہو۔ اس پر صحابۂ کرام نے سمجھا کہ یہاں ظلم اپنے عام مفہوم میں استعال ہوا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ انبیاء پہا ہے سواکوئی شخص بھی گناہ سے معصوم نہیں، لہذا صحابۂ کرام کو خطرہ لاحق ہوا کہ ہم سے گناہ سرز دہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں امن اور ہدایت نہیں ملے گی۔ ان کی اس فکر مندی کے پیش نظر رسول اللہ من گھام عظیم مراد ہے جب میں سمجھایا کہ یہاں ظلم سے ایک خاص قسم، یعنی ظلم عظیم مراد ہو جوکہ شرک ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فربایا:

﴿ إِنَّ الشِّرُكَ لَظُلُمٌ عَظِيْمٌ ۞

''بلاشبه شرک بهت براظلم ہے۔''[©]

یعنی یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، لہٰذا ایبا ایمان جس کے ساتھ شرک کی آمیزش نہیں ہوگی وہ باعث امن ہے اور امن سے مرادیہ ہے کہ دائی عذاب اور جہنم سے بچنا۔

بوق المبار کرام اگر چہ اہل زبان سے کین انھوں نے بھی لفظ ظلم کی وضاحت کے لیے نبی سالٹی کی حدیث (وحی حفی) کی طرف رجوع کیا تو انھیں اس کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ جبکہ پر دیز صاحب اور ان کے ہم خیال عجمی ہیں آئھیں تو عربی لغت اور گرامر پر بھی عبور حاصل نہیں اور عقل بھی ناقص ہے تو پھرا لیے لوگ حدیث کے بغیر قرآن کریم کیے سمجھ سکتے ہیں۔ اور انھوں نے جوفہم قرآن کا دعوی کیا ہے وہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف معنوی ہے جو بہود یوں کا پیشہ ہے۔

⁽عَلَى اللهُ عَالَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَالَى اللهُ عَالَى ﴿ وَاتَّخَلُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَالَى ﴿ وَاتَّخَلُ اللهُ اللهُ عَالَى ﴿ وَاتَّخَلُ اللهُ اللهُ عَالَى اللهُ عَلَى الللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَ

3 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ يَايَيُّهَا الَّذِينَ أَمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسُلِيمًا ۞

''اے ایمان والو!تم بھی اس (رسول مَثَاثِيمٌ) پر درودوسلام تھیجو۔''

اس آیت کریمه میں اللہ تعالی نے ایمان والوں پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ نبی منافیظ پر صلاق وسلام پڑھیں ۔لفظ صلاق قرآن کریم میں مختلف معانی میں استعال ہوا ہے:

وعا كمعنى ميس (توبة 103:9)

نماز جنازه پڑھنا(توبة 84:9)

وين (هود 11:87)

اهتمام شان اور تعظيم كرنا (الأحزاب 36:33)

انزال رحمت (الأحزاب43:33)

وروو پرُ هنا(الأحزاب56:33)

جبکہ اس آیت میں صلاۃ کا تعلق نبی مُنَافِیْم کے ساتھ ہے کیونکہ ﴿ عَکَیْهِ ﴿ عَلَیْهِ ﴿ مِی سَمْیر ﴿ ﴿ وَ ﴾ ﴾ آپ کی طرف لوٹی ہے۔ تو ' صَلاۃ عَلَی النَّبِیّ ' کامعنی نبی مُنافِیْم کے لیے خاص وعا کرنا ہے جس کا عرف میں ترجمہ درود کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام شیفیْم ﴿ صَلّٰوا عَکَیْهِ ﴿ کَا مُعْلَى اس کے الفاظ کیا ہوں ، اس ابہام کو دورکر نے کے لیے صحابہ کرام نے نبی مُنافِیْم ہے درخواست کی کہ ہم نے سلام پڑھنے کا طریقہ تو آپ سے سیھ لیالیکن صلاۃ پڑھنا ہم نہیں جانتے ، لہذا وہ ہمیں سکھلا دیں تو نبی مُنافِیْم نے انھیں درود کے وہ الفاظ سکھلا کے جومسلمان عام طور پرتشہد میں درودابراہیمی کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ﴿ اس

⁽¹⁾ الأحزاب 33:6:33. (2) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:10، حديث:3370، ومسند أحمد: 444/4.

ہے دو ہاتیں واضح ہوگئیں۔

- ﴿ صحابهُ كرام عبادت اوراس كى كيفيات وبيئات اپني طرف سے نہيں بناتے تھے بلكہ وہ اس كے متعلق رسول الله مُلَّ اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى عاصل كرتے تھے كيونكہ اپنی طرف سے كيفيات عبادت ایجاد كرنا صر مح بدعت ہے۔

اس ضمن میں اور بھی بہت میں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام ٹھائی نے قرآن فہمی کے لیے اپنی عقل اور فہم و فراست پرانحصار نہیں کیا بلکہ انھوں نے نبی مٹائی کی احادیث کی طرف رجوع کیا ، لہذا ثابت ہوا کہ احادیث صححہ دین میں لیتی جت ہیں جن پر قرآن کریم کا فہم موقوف ہے۔



قرآن کریم پرعمل کا انحصارعلم حدیث پر ہے مصص

قرآن کریم پرعمل علم حدیث پرموقوف ہے اور بیامر جیت حدیث کے لیے صریح ولیل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم پرعمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور جیت میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ قرآن کریم پرعمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور جیت میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ قرآن کریم پرعمل علم حدیث پر موقوف ہے اور فرض کا موقوف علیہ (جس پر وہ مخصر ہو وہ) بھی فرض ہوتا ہے، لہذا علم حدیث پر موقوف ہے اور اس باب میں بیر ثابت کرنا ہے کہ عمل گیا ہے کہ فہم قرآن علم حدیث پر موقوف ہے۔ گزشتہ ابواب کے شمن میں بیہ بات ثابت کی جا بھی ہے بالقرآن علم حدیث پر موقوف ہے۔ گزشتہ ابواب کے شمن میں بیہ بات ثابت کی جا بھی ہے کہ قرآن کریم متن ہے اور نبی مُن ایُلیم کی صحیح احادیث اس کی شرح اور توضیح ہیں۔ شرح کے بغیر متن کو بھی اور نبی مُن ایک کرنا مشکل اور بھی محال ہوتا ہے۔ اس موقف کی وضاحت کے بغیر متن کو بھی جا تی ہیں۔

(١ اقامت صلاة (نماز)

اسلامی اعمال میں سب سے زیادہ اہم عمل اقامت صلاق ہے اوراس کی اہمیت کی ولیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں لفظ صلاق 838 میں ہے کہ قرآن کریم میں لفظ صلاق 838 مرتبہ استعال ہوا ہے۔ گزشتہ باب میں اس کے مختلف(7) معانی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان مختلف صیغوں میں سے امر کا صیغہ بطور مفرد، جمع ، مذکر اور

مؤنث 20 مرتبہ مذکور ہے۔ لفظ اقامت صلاۃ کے ساتھ مختلف صیغوں کی صورت میں 42 مرتبہ مذکور ہے۔ ان میں سے امر بصیغہ مفرد پانچ مرتبہ، جمع مذکر بارہ مرتبہ، جمع مؤنث ایک مرتبہ اور لفظ 'دمقیمین'' دومرتبہ استعال ہوا ہے۔ اقامت صلاۃ کی ایجابی تشریح سورہ معارج کی آیت 2 تا 7 میں موجود ہے۔ معارج کی آیت 4 تا 7 میں موجود ہے۔ مختلف آیات میں مومنین کی صفات میں صفت اقامت صلاۃ کاذکر ہے۔ جبکہ جہنم میں جانے کے اسباب میں سے ایک سب ترک صلاۃ بھی ہے، چنانچہ ارشادفر مایا:

﴿ مَا سَلَكُكُمُ فِي سَقَرَ ۞ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۞

''(جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ)کون سی چیز شمصیں جہنم میں لے آئی؟ وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔''[®]

قرآن کریم میں کثرت سے اقامت صلاۃ کاذکراس کی اہمیت کی صریح دلیل ہے۔ اس اہمیت کی وجہ سے قرآن کریم میں صلاۃ کے اجزائے ترکیبی بھی الگ الگ بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اوقات نماز كااثبات

1 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّلَوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتْبًا مَّوْقُوْتًا ۞

'' بے شک نماز مومنوں پرمقررہ اوقات میں فرض ہے۔''[®] .

نيز فرماما:

﴿ لَمُفِطُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلَوٰقِ الْوُسْطَى ۚ وَقُوْمُوْا بِلَّهِ قُلِيْدِيْنَ ۞

"نمازوں کی پابندی کروخصوصًا درمیانی نماز کی اوراللہ کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔"

اس آیت میں یانچ نمازوں کا تعین کیا گیا ہے۔ قانون عربی کے لحاظ سے لفظ ﴿الصَّلَوْتِ ﴾ جمع ہےاورجمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ ﴿ وَالصَّلُوقَ ﴾ میں واو عاطفہ ہے جس کا لغوی تقاضا مغارت ہے، لیعنی معطوف اینے معطوف علیہ سے غیر ہوگا اگرچہ درمیان میں مناسبت بھی ہو۔ ﴿ الْوُسُطِي ﴾ كالغوى مقتضابيہ ہے كدايك چيز كے دواطراف متساوی ہوں۔ عربیت کے لحاظ سے ان مینوں تقاضوں کو ضرور پورا کرنا ہوتو ادنیٰ سے شروع کریں گے۔وہ پیرکہا گرصلوات کو تین پرمحمول کریں گے تو پھروسطیٰ کا مقتضا پورانہیں ہوسکتا کیونکہ تین عدد کی درمیانی چیز کے دونوں اطراف متساوی نہیں ہوسکتے بلکہ ایک طرف وواور دوسری طرف ایک نماز آئے گی، للبذا الصَّلَوْتِ (جَمَّع) سے لازی طور پر جار مراد لیا جائے گا اور' اَلصَّلاَةُ '' (واحد) یا نجوال عدد ہوگا جو مغایرت کی وجہ سے ہے اوراس طرح ﴿ الْوُسُطَى ﴾ كا تقاضا بھي يورا ہوتا ہے، يعني يانچويں نماز كے دونوں طرف دودو نمازیں ہیں۔اس طرح یانچ کی تعداد بوری ہوگئی،البذالفظ ''صلوات'' میں چار کے عدد ہے ساری مقتضیات یوری ہوگئیں اور حار ہے آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ پانچ نمازیں تب ہوسکتی ہیں جب ان کے یانچ اوقات الگ الگ ہوں۔اس آیت میں ہے بھی بتایا گیا ہے کہ فرض نماز کا ایک رکن قیام ہے۔

2 الله تعالى نے فرمایا:

أَقِيمِ الصَّالُوةَ لِنُ الرُّاكِ الشَّمْسِ إلى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْانَ الْفَجْرِ

"سورج کے ڈھلنے ہے رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھا کرو۔اور فجرییں

اليقرة 238:2.

قرآن پڑھا کرو۔''[®]

اس آیت میں اوقات کا طریقہ اثبات اس طرح ہے کہ 'دلوگ' لغت میں زوال اور غروب کے لیے مستعمل ہے۔ اکثر زوال کے لیے آتا ہے، یہاں لاز مازوال کا معنی مراد لیا جائے گا۔ کیونکہ اگر غروب کا معنی لیا جائے تو ﴿غَسَقِ النّہٰ ﴾ بھی غروب ہے ، تو پھر کلام کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ زوال آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز ظہر زوال کے فور ابعد اور پھر نماز عصر ، پھر غروب آفتاب کے فور ابعد نماز مغرب اور پھر نماز عصر ، پھر غروب آفتاب کے فور ابعد نماز مغرب اور پھر نماز عشاء جبکہ نماز فجر طلوع فجر کے بعد۔ مئرین حدیث اس آیت کو تو مانتے ہیں لیکن اوقات کا تعین حدیث کی رو سے نہیں مانتے۔ آیت پر عمل کرتے ہوئے ان پر لازم ہے کہ وہ وہ زوال سے لے کر رات کی پوری تاریکی چھا جانے تک نماز میں مشغول رہیا تو در کنار یہ لوگ درمیان میں وقفہ نہ کریں۔ جبکہ زوال سے عشاء تک نماز میں مشغول رہنا تو در کنار یہ لوگ تو سرے سے نماز پڑھنے کے قائل ہی نہیں ، اس کا ثبوت بعد میں پیش کیا جائے گا۔

وَاقِيمِ الصَّلَوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا صِّنَ الَّيْلِ

'' دن کے دونوں سروں اوررات کی کچھ گھڑیوں میں نماز پڑھا کریں۔''[®]

اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کے اوقات کابیان ہے کیونکہ دن کے دو اطراف ہیں۔ زوال سے پہلے نماز فجر اورزوال کے بعد نماز طیر اورنماز محر۔ زوال سے پہلے نماز فجر اورزوال کے بعد نماز طہر اورنمازعصر۔ ڈکلفًا ''ڈ ڈُلفَۃُ'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے نزد کی، لیعنی رات کی وہی گھڑیاں جو دن کے قریب ہیں تو اس سے مراد صرف اول وقت غروب ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جب شفق غائب ہوجائے، تو اس طرح مغرب اورعشاء اس وقت میں داخل

 ⁽أ) بني إسراء يل 78:17. 2 هود 114:111.

ہوگئیں۔ اس حوالے سے بھی مکرین حدیث سے استفسار کیاجا سکتا ہے کہ جب تم احادیث سے تعین اوقات تسلیم نہیں کرتے تو پھراس آیت پرعمل کرتے ہوئے دن کے دونوں اطراف میں مسلسل نماز پڑھتے رہو اوررات کی ابتدائی ساعات میں مسلسل نماز پڑھوگر عجیب معاملہ سے کہ ان کی سرے سے نماز ہی نہیں، اگر ہے تو وہ بھی ان کی اپنی صوابدید پر۔

🗗 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ وَسَيِّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّنْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ أَنَا آيُ الَّيْلِ فَسَبِّحُ وَٱطْرَافَ النَّهَادِ لَعَلَّكَ تَرْضَى ۞

"سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تنبیج کیا کریں اوردن کے ساتھ تنبیج کیا کریں اوردن کے اطراف میں بھی، تاکہ آپ (اس سے) خوش ہوں۔"

اس آیت میں بھی پانچ اوقات کاذکر ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے نماز محم بمعنی تثنیہ سے پہلے نماز عصر ﴿ اَنَا بِيُ الْدَيْلِ ﴾ میں مغرب اور عشاء کاذکر ہے اور اطراف جمع بمعنی تثنیہ ہے اس سے مراد وہ وقت ہے جس میں دن کے دونوں اطراف جمع ہوتے ہیں ، لیمنی وقت ظہر۔

منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت میں توشیح اور حمد پڑھنے کا تھم ہے، نماز کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب میہ ہے کہ زبان سے تنبیج وتخمید کرنا ذکر اللی ہے جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیونکہ ذکر اللی ایسی عبادات میں سے ہے جس کے وقت کی کوئی قید نہیں،

جییا کہ بہت می آیات سے ثابت ہے۔اس طرح دل میں شبیح وتحمید، یعنی عقید ہ تو حید کا دوام ضروری ہے۔اس کے لیے بھی کوئی وقت مقرر نہیں ہوسکتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ میملی شبیح وتحمید ہے اور وہ صرف نماز ہے۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَسُبُكُنَ اللهِ حِيْنَ تُنْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُونَ ۞ وَلَهُ الْحَمْلُ فِي السَّلْوَتِ
وَ الْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَجِيْنَ تُظْهِرُونَ۞

''پس تم اللہ کی تعیج بیان کرو جب شام کرواور جب صبح کرو۔اورآ سانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہے۔اوراس کی تعیج کرو پچھلے پہر بھی اور جب تم ظہر کرو۔'' اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کے اوقات کی مکمل تصریح ہے۔ ﴿ تُنْسُونَ ﴿ سے مغرب اور عشاء ﴿ تُصْهِحُونَ ﴾ سے وقت صبح ﴿ عَشِيًّا ﴾ سے وقت عصر اور ﴿ تُنْطِهِدُونَ ﴾ سے وقت ظہر مراد ہے۔

ان آیات سے پوری طرح واضح ہوگیا کہ اللہ تعالی نے نماز کے لیے پانچ اوقات مقرر کیے ہیں۔ لیکن ان اوقات کی پوری وضاحت اوران کی ابتداو انتہا کے بارے میں تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے، یعنی ان آیات پرعمل کرنے کے لیے احادیث کی لازمی ضرورت ہے تاکہ اوقات کی ابتداو انتہا کے بارے میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔

قر آن کی روشنی میں نماز کے ارکان وشرائط مصصص

شرائط نماز قرآن کی روثنی میں کے

ﷺ طہارت: اس کی تین اقسام ہیں: وضوعنسل اور تیٹم ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الروم 30:17,18.

﴿ يَاكِنُّهَا الَّذِينَ الْمَنُوَّا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلُوقِ فَاغْسِلُواْ وُجُوْهَكُمْ وَٱيْدِيكُمْ إِلَ الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُءُوْسِكُمْ وَٱرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَايْنِ ﴾

المهواري والمستحوا پره وسِله وارجله العالمين ﴿
''اے ايمان والو! جب تم نماز کے ليے اٹھوتو اپنے چہرے اور کہنوں تک ہاتھ دھو
ليا کرو، اور اپنے سروں کا مسے کيا کرواور ڈخنوں تک دونوں پاؤں دھوليا کرو۔'' ﴿
اس آيت ميں وضو کا بيان ہے۔ جبکہ احادیث ميں کلی کرنا، ناک ميں پانی چڑھانا،
ناک جھاڑنا، ڈاڑھی کا خلال کرنا، انگليوں کا خلال کرنا اور کا نوں کا مسے کرنا کی تفصيل بطور
شخيل فرض بيان کی گئی ہے اور بي تمام چيزيں فدکورہ چاراعضاء سے خارج نہيں۔اللہ تعالیٰ

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطَّهَّرُوْا ﴾

''اورا گرتم جنبی ہوتو پھرنہا کراچھی طرح پاک ہوجاؤ۔''[®] آیت کے اس جھے میں عسل کا ذکر کیا گیا ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمُ مَّرْضَى اَوْ عَلَى سَفَرِ اَوْ جَآءَ اَحَدُّ قِنْكُمْ شِّنَ الْغَآلِطِ اَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَكُمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَايْدِينَكُمْ مِّنْهُ ﴾

''اوراگرتم مریض ہویا سفر میں ہویا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آیا ہویا تم مریض ہویا سفر میں ہویا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آیا ہویا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہواور شخصیں پانی میسر نہ ہوتو پھر پاک صاف مٹی سے تیم کرلو، پھر اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسلح کرو۔'' آیت کے اس جھے میں تیم کے جواز کے اسباب اوراس کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس حصے میں تیم کے جواز کے اسباب اوراس کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس دوام: یعنی ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھنا، کسی وقت کی بھی نماز نہ چھوڑنا۔ ارشاد باری

قرآن کریم پرعمل کا انحصار علم حدیث پر ہے

134

تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا الْمُصَلِّينَ } الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمُ دَآيِمُونَ)

''گروه نمازی، جواین نمازین بمیشه ادا کرتے ہیں۔''[®]

🦛 محافظت: لینی ہمیشہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ارکان اور شرائط کی پابندی کرنا اور

كروبات ومفسدات نمازے بچنا۔الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ ﴾

"نمازوں کی حفاظت کرو۔"[©]

اور فرمایا:

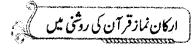
﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۞

''اور جوا پی نماز وں کی حفاظت و پابندی کرتے ہیں۔''®

سورة معارج میں ﴿ دَآلِهُ مُوْنَ ﴾ کے بعد ﴿ يُحَافِظُونَ ﴾ كابيان اس بات كى دليل ہے

کہ محافظت، دوام سے الگ مستقل صفت ہے اور بید دوام کو بھی محیط ہے، نیز بید دوام اور

محافظت دونوں حقیقت میں اقامت نماز کے ہم معنی ہیں۔



🕾 قیام: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ وَقُوْمُوا بِلَّهِ قُنِتِينَ ۞

''اوراللہ کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔''[®]

استقبال قبله: ارشادر بانی ہے:

المعارج 23,22:70. (أ) البقرة 238:2. (أ) المعارج 34:70. (أ) البقرة 238:2.

﴿ فَوَكِّ وَجُهَكَ شَطْرَ الْمُسْجِدِ الْحَوَامِرِ " وَحَيْثُ مَا كُنْ تُدُ فَوَتُواُو جُوَّهُ مُكُدُهُ شَطْرَةً ﴾ " " إنا چهره مسجد حرام كي طرف كيمير لواورتم جهال كهين بهي موتواين چهرول كواى كي طرف كيميرون " "

بالاجماع بيآيت دورانِ نماز قبله روہونے كے متعلق ہے۔

🕸 قراءت: الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ رَبِّلِ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا ﴾

''اورخوب گفهر کر قر آن پڑھا کرو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَقُرَءُوا مَا تَيَسَّرَمِنَ الْقُرْانِ ﴾

''جتنا آسانی ہے ہوسکے قرآن پڑھ لیا کرو۔''®

🏶 ركوع وسجود: الله تعالى نے فرمایا:

﴿ يَاكِيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا ازْكَعُواْ وَاسْجُنُّواْ وَاعْبُنُّواْ رَبُّكُمْ ﴾

''اے ایمان دارد! رکوع کرو، سجدہ کرواورا پنے رب کی عبادت کرو۔''[®]

الترام كے بارے ميں ارشاد بارى تعالى ہے:

﴿ وَقُوْمُوا بِللهِ قُنِتِينَ ۞

''اللہ کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔''®

ا خلاص: اخلاص برعبادت کی شرط اوررکن ہے، یعنی دل میں اللہ تعالی کے سواکسی اور کی طرف خیال وقصد نہ ہو، چنانچہ فرمایا:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاقِ وَلُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَهَاقِنَ لِللهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۞

البقرة 144:2 ألمزمل 4:73. (ق) المزمل 20:73. (ق) الحج 77:22. (ق) البقرة 238:2.

'' کہد دیجیے: میری نماز ،میری قربانی (عبادت) میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے، جوتمام جہانوں کا رب ہے۔''[®]

ﷺ خشوع: دل کی توجہ اوراعضاء کا سکون وحرکت شریعت کے موافق ہواور آ دمی کو قراءت کافہم ہو۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ قَلُ ٱفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۞ الَّذِيْنَ هُدُر فِي صَلَاتِتِهِمْ خُشِعُونَ ۞ ا

''یقیناً مومن کامیاب ہوئے، جواپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''® یہاں تک نماز کے اوقات، شرائط اورار کان قرآن کی روشنی میں بیان کیے گئے۔ان شرائط و ارکان کو سیح طور پر ادا کرنے کے لیے احادیث کی طرف عملی طور ہر رجوع کرنا یڑے گا کیونکہ ان کی تفصیل احادیث ہی میں دستیاب ہے اور اسی کونماز نبوی کہا جاتا ہے۔ صیح طریقے سے وضوکرنے کے بعد نماز کی نیت کرکے قبلہ رخ کھڑے ہوں۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا شریعت سے ثابت نہیں، پھر کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر ہاتھ الله على اور الله أَكْبَرُ كت موئ وايال باتھ بائي باتھ يرركه كرووول باتھ سينے ير بانده لیں، پھراس کے بعد دعائے استفتاح اَللّٰهُمَ بَاعِدْ بَیْنِی باِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمُّ وغیرہ یڑھیں، پھر سورہ کا تحداوراس کے ساتھ کوئی سورت یا چند آیات ملا کر پڑھ لیں۔اس کے بعد اللهُ أَكْبَرُ كهدكر رفع اليدين كرت بوئ ركوع مين جائيں - ركوع مين باتھ كمنول پرر کھیں اور کمر اور گرون کو برابر رکھیں۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم رِدهين، پير سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ كَهِم كرركوع سے سر اٹھائين اور رفع الیدین کریں۔ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر اطمینان کے ساتھ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا وعا يراهين، كهر ألله أَخْبَر كتب موت تجدے مين جاكيں۔ يبلے باتھ زمين ير

٠ الأنعام 162:6. ﴿ المؤمنون 2,1:23.

لگائیں اوراس کے بعد گھٹے لگائیں۔ سات اعضاء (دو ہاتھ، دو پاؤل، دو گھٹے اور ناک سمیت پیشانی) پرسجدہ کریں۔ سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ دَبِّيَ الْاَعْلَى بِرِهِمِيں، بَعِراللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھائیں اور قعدے میں دَبِّ اغْفِرْلِي دعا پڑھیں۔ پھر اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے دوسراسجدہ کریں۔ دوسراسجدہ کمل کرنے کے بعد اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے جاسم استراحت کے لیے بیٹیں، پھر کھڑے ہوکر کرنے کے بعد اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بہای رکعت کی طرح دوسری رکعت بوری کریں۔ دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد تشہد میں بیٹیس، اس میں النَّحِیَّات درود شریف اور مسنون دعا کیں پڑھیں اور پھر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ نبی سَانَ ہُورِ کُھُر نے اسی طریقے سے نماز پڑھی ہے، نیز آ پ سَانِیْلُ نے اسی طریقے سے نماز پڑھی ہے، نیز آ پ سَانُیْلُ فَا مَانَا:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

"نمازای طرح پزهوجیسے تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"[©]

قرآن وحدیث کے مطابق تمام مسلمانوں کے لیے نماز کا عام طریقہ یہی ہے۔قرآنِ
کریم میں اجزائے ترکیبی بیان کیے گئے ہیں جبکہ ان اجزاء کی ترکیب وتر تیب احادیث
میں بیان کی گئی ہے۔اگر بعض کیفیات میں اتباع حدیث کی بنا پر اختلاف کیا جائے تو کوئی
حرج نہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے اختلافات کی بنا پر آپس میں تشدد ،تعصب
اور کفر کے فتوے جاری کرنے سے احتراز کریں تا کہ دشمنان اسلام ،خصوصًا غلام احمد پرویز
کی قبیل کے لوگوں کو امت پرطعن زنی کا کوئی موقع نہل سکے۔

اب منکرین حدیث پرویزی گروہ کا اقامت نماز کے متعلق عقیدہ اور چنداستفسارات پیش خدمت ہیں تا کہ معلوم ہوجائے کہ بیلوگ قرآنی نماز کے قائل ہیں نہان کے پاس

شعب البخاري ، الأذان، باب الأذان للمسافرين، حديث:631.

نماز پڑھنے کا کوئی طریقہ ہے۔

﴿ اقامت صلاة كے متعلق پرويز صاحب كا ايك نظرية وه سليم كے نام خط ميں سورهُ اعراف كى اس آيت كى تفسير ميں لكھتے ہيں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَتِّكُونَ بِالْكِتْبِ وَاقَامُوا الصَّلُوةَ ﴿ إِنَّا لَا نُضِيُّعُ آجُرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾

"جولوگ کتاب کومضبوطی سے پکڑتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجرضا کع نہیں کرتے۔"

'' دمتی وہ ہے جو قانون خداوند کے ساتھ پورا پورا تمسک رکھتے ہوں، یعنی صلاۃ قائم کرتے ہوں۔ یہی وہ ہمواریاں پیدا کرنے والے مصلحین ہیں جن کے اعمال ضرور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔''®

یہاں انھوں نے تمسک قانون خداوندی کو اقامت صلاۃ کہا ہے۔ اگر چہ آیت میں ﴿ وَ اَقَامُوا الصّلُوۃَ ﴾ بطور عطف ﴿ وَ اَقَامُوا الصّلُوۃَ ﴾ بطور عطف ﴿ وَ اَقَامُوا الصّلُوۃَ ﴾ بطور عطف ﴿ وَ اَقَامُوا الصّلُوۃَ ﴾ برویز صاحب نے شاید اس کو عطف تفسیر سمجھ لیا ہے۔ اُن سے بوچھا جاسکتا ہے کہ تمام روئے زمین پر جتنے مسلمان نماز پڑھتے ہیں وہ قانون خداوندی کے ساتھ تمسک اختیار کرتے ہیں یانہیں؟ لیکن پرویز صاحب کے بقول تمام عالم میں قانون خداوندی یا قرآنی نظام نہیں تو کسی مسلمان کی کوئی نماز ہی نہیں۔

﴿ ا قامت صلاة كے متعلق جناب پرویز كا دوسرا نظریه: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ قَالُواْ لَهُ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۞

''وہ کہیں گے ہم نمازنہیں پڑھا کرتے تھے۔''[®]

اس آیت کی تفییر کرتے ہوئے سلیم کے نام خط میں لکھتے ہیں: وہ کہیں گے ہم ان کے ساتھ شامل نہ ہوئے جضوں نے نظام صلاۃ کو قائم کیا تھا۔ نظام صلاۃ کیا ہے اس کے متعلق بہت کچھ لکھ چکا ہول لیکن قرآن نے ان تمام تفاصیل کوسمیٹ کر ایک فقرے میں رکھ دیا ہے، یعنی:

﴿ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴾

''ہم مساکین کے رزق کا انتظام نہیں کرتے تھے۔''[®]

یہ قرآن میں سراسرتح بیف ہے، اس لیے کہ مساکین کو کھلانا الگ مستقل صفت ہے۔
لیکن انھوں نے تو مساکین کو کھلانے کے انتظام کو اقامت صلاق قرار دیا، پھر اللہ تعالی کے فرمان: ﴿وَکُفُنَا لُکُلِّ بُ بِیدُومِ اللِّیْنِ کُ ﴿ ''اور ہم حساب کے دن کو جھٹلاتے تھے۔' گفتیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: عملاً حالت بیھی کہ ہم اسے باور ہی نہیں کیا کرتے تھے کہ اس غلط معاشرت کا انجام جس میں مسکین کی روٹی کا انتظام نہیں ہوتا ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہمیں اس بر بالکل ایمان نہیں تھا۔ ﴿

یہاں''یوم الدین'' کی تفیر مسکین کی روئی کا انظام کرنے سے کی گئ ہے۔ ایسی عقل و دانش پر اظہار حیرت و تعجب کے سواکیا کیا جاسکتا ہے؟

پرویز صاحب نے اقامت صلاۃ کے لیے قرآنی حکومت کوشرط قراردیا ہے۔اس کے بغیر وہ عام نمازوں کورٹی نمازیں قراردیتے ہیں۔سلیم کے نام خط لکھتے ہیں: غور کروسلیم اگر قیام صلاۃ سے مقصودیہ ہماری رسی نمازیں ہی ہوں تو ان کے لیے تَمَکُّنْ فِي الْأَرْضِ لِين ملک میں قرآنی حکومت قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ نمازیں تو ہم انگریز کی علامی میں بھی پڑھا کرتے تھے اور آج بھی ہندوستان کے مسلمان اسی طرح پڑھ رہے غلامی میں بھی پڑھا کرتے تھے اور آج بھی ہندوستان کے مسلمان اسی طرح پڑھ رہے

هـ من المدائر 44:74. (ق المدائر 46:74. (ق كُتُوبات ، ص: 274.

ہیں، پھر یہ بھی سوچو کہ قرآن نے اقامت صلاۃ کا فطری تیجہ''اِسْتِخْلَاف فِی الْأَرْضِ'' بتایا ہے۔ ہماری ان نمازوں میں کب''اِسْتِخْلَاف فِی الْأَرْضِ'' ملا۔ سورہ بیل میں دیکھو اقامت صلاۃ اورایتائے زکاۃ کا لازمی تیجہ یہ بیان کیا گیا۔ ﴿لاَحَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْوَنُونُ وَلَا عُرْدَى کہ ہماری نمازیں اوراڑھائی فی صدر کاۃ یہ تیجہ پیدا کررہی ہے کہ ہمیں کسی قشم کا خوف وحزن نہ ہو۔ ﴿

جناب پرویزنے اس تحریر میں مسلمانوں کے دلوں میں کیسے وسوسے اور خدشات ڈال دیے ہیں۔ مسلمانوں کی عام نمازوں کو رسی نمازوں سے تعبیر کرکے کہتے ہیں: قرآن نے اقامت صلاق کا فطری نتیجہ اِسْتِخْلَاف فِی الْأَدْضِ بْتَایا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اس مضمون کی کوئی آیت قرآن کریم میں سے ہمیں بھی بتادہ! اس طرح پرویز صاحب کا یہ جملہ بھی دیکھو جو سورہ بقرہ میں اقامت صلاۃ اورایتائے زکاۃ کا لازمی نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے: ﴿لاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَخْذُنُونَ ﴾ یہاں بھی ہم وہی سوال کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ میں سے ہمیں بھی کوئی الی آیت بتاؤ جو اس مضمون پر دلانت کرتی ہو۔ مثال مشہور ہے' چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد' الحمدللہ قرآن کریم مسلمانوں کے سامنے موجود ہے اور پرویز صاحب نہایت دیدہ ولیری سے تحریف قرآن کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالی پرجھوٹ باندھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ صلاۃ کے متعلق سلیم کے نام خط میں لکھتے ہیں:الصلوۃ صراط متنقیم پر چلنے کا نام ہے، پھر لکھتے ہیں:الصلوۃ صراط متنقیم پر چلنے کا نام ہے، پھر لکھتے ہیں: الصلوۃ صراط متنقیم پر جلنے کا نام ہے، پھر لکھتے ہیں:الصلوۃ صراط متنقیم پر جلنے کا نام ہے، پھر لکھتے ہیں:الصلوۃ صراط متنقیم پر جلے کا نام ہے، پھر لکھتے ہیں: الصلوۃ عراط متنقیم کے بعد لکھتے ہیں: الصلوۃ میں الماعت ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں: "رکوع کا معنی قانون خداوندی کی ملی تصدیق اوراس کے سامنے جھک جانا ہے۔' ﴿ اللّٰ عَرْبُ کِیْ اللّٰ عَمْ کِیْ اللّٰ عَدُ وَ کِیْ اللّٰ عَلَٰ ہِ کِیْ کیکھوں کو مُراہ کرنے کے لیے کسے کیسے کرتب دکھاتے ہیں؟ اس آپ نے دیکھا کہ لوگوں کو مُراہ کرنے کے لیے کسے کیسے کرتب دکھاتے ہیں؟ اس

البقرة 2:88:2 (كتوبات، ص: 211. (كتوبات، ص: 210,209.

ساری کاوش کا مطلب میہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے صلاق رسول کا نقشہ نکال دیا جائے۔ آخر میں ہم پرویزی جماعت سے درج ذیل سوالات پوچھتے ہیں اور لازم ہے کہ ان کے جوابات صرف قرآنی آیات ہی سے دیے جائیں۔

1 قرآن كريم مين بار بار ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلْوةَ ﴾ كاهم ب، بنا كين الصلاة كيا بي؟

2 اسے کس طرح قائم کریں؟

آی بینماز دن اوررات میں کتنی بار قائم کریں؟

اس کے اوقات کیا ہیں؟

[5] اوقات نماز کی ابتدا اورانتها کی حد بندی کیے ہوگی؟

آ ہرنماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

[7] اور ہر رکعت میں کیا پڑھنا جا ہے؟

کیا ان سوالات کے جوابات قرآن کریم سے دیے جاسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں دیے جاسکتے اور احادیث کوآپ مانتے نہیں، لہذا نماز سے چھٹی ہوگئی اور یہی آپ کا مقصد ہے۔

و الراح الان الله

ارکان اسلام میں سے صلاۃ کے بعدادائے زکاۃ کا مسکد بہت اہم ہے۔اس کی اہمیت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں مختلف تعبیرات کی کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ موجود ہے۔ زکاۃ، صدقہ، تصدق اورانفاق کے مختلف صیغوں کے ساتھ اس کا استعال ہوا ہے۔ بہلی تعبیر(زکاۃ) فرض کے ساتھ خاص ہے اور باقی تعبیرات فرض اورنفل دونوں کے لیے مستعمل ہیں۔ زکاۃ عربی زبان میں طہارت و یا کیزگی کے معنی میں آتا ہے۔قرآن کریم میں یہ لفظ تطہیر معنوی اور روحانی تطہیر کے لیے بھی استعال کیا گیا ہے۔ارشاد

بارى تعالى ہے:

﴿ خَيْرًا مِنْهُ زَكُوةً وَّٱقْرَبَ رُحْمًا ۞

'' پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے قریب تر ہو۔''[®] نیز فریلا:

﴿ وَحَنَانًا مِّن لَّهُ ثَا وَزَكُوةً ﴾

''اوراپنے ہاں سے رحم دلی اور پا کیز گی عطا کی۔''[®]

یہ مادہ مختلف صیغوں سے اس معنی میں مستعمل ہے اور زکا ق کا شرعی معنی اللہ تعالی اور رسول تَاثِیْج کے حکم کے مطابق مال کا مقرر حصہ اوا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اس کا 30 مرتبہ ذکر ہوا ہے اور مندرجہ ذیل مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

- ﴿ فرضيت كے ليے صيغه امر كے ساتھ 9 مرتبد۔
- خ زكاة مؤمنين كى صفات ميں ہے ہے۔(البقرة 1772و 2777) النسآء 162:4 ،
 المآئدة 55:5 التوبة 71:9 ، المؤمنون 60:23 ، النور 37:24)
- ذكاة سابقة امتوں پر بھی فرض تھی۔سارے انبیاء بیٹھ میں سے ہر ایک کی ملت میں (الأنبیاء 23)، ملت اسماعیل علیہ میں (البقوة (الأنبیاء 23)، ملت بنی اسرائیل میں (البقوة 43:2) و 83)، (البیّنة 98:3) اور ملت عیسل علیہ میں (مریم 1:18) فرض تھی۔
- ﴿ زكاة اواكرنے كے فواكد اور منافع: يه نيك اعمال ميں سے ہے: (البقرة 2:177) يه اسباب اجر ميں سے ہے: (البقرة 2:277) يه اسباب اجر ميں سے ہے: (البقرة 2:272) سيئات اور گناموں كا كفاره اور جنت ميں واضلے كا سبب ہے: (المائدة 2:15)، الله تعالى كى خصوصى رحمت كے حصول كا ذريعہ ہے: (الأعراف 7:156)

^{*} _____

[🛈] الكهف 81:18. ﴿ مريم 19:13.

- ﴿ جان و مال كي حفاظت كا باعث ہے۔ (التوبة 5:9)
- ﴿ مال كى زيادتى اور فراوانى كا باعث ہے۔ (الروم 39:30)
 - القمان (4:31) عنات میں سے ہے۔(لقمان 4:31)
- ن کا ق ادانه کرنامشرکین کی صفات میں سے ہے۔ (حمّ السجدة 7:41)

تقدق اور انفاق کے مختلف صیغوں سے بھی مستعمل ہے۔قرآن کریم نے زکاۃ کے آٹھ مصارف بھی لفظ صدقات کے ساتھ بیان کیے ہیں، جبیبا کہ سورہ تو یہ 60:9 میں ندکور ہیں۔

شریعت میں مال کا ایک خاص حصدادا کرنے کا نام فرض زکاۃ ہے۔ اس کے لیے ولیل ہے ہے کہ قرآن کریم کی اکثر آیات میں مومنوں کی صفت انفاق کے حوالے سے بیان کی گئ ہے، جیسا کہ ارشاد فر مایا گیا:

﴿ وَمِتَّا رَزَقُنْهُمْ يُنْفِقُونَ كَ

 $^{\circ}$ اور ہم نے جورز ق انھیں عطا کیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ $^{\circ}$ عربیت کے لحاظ سے یہال ﴿ مِمَّا ﴾ تبعیض کے لیے ہے، یعنی بعض اور کچھ ھے کو بیان کرتا ہے۔اس طرح قرآن مجید میں احکام میراث بیان کرنا اور مال کے متعلق وصیت کا ذکراس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان زکا ۃ اداکرنے کے بعدایے پاس مال رکھ سكتے ہيں۔ يہاں تك كدايك مسلمان اس كے كھھ جھے كے بارے ميں كسى كے حق ميں وصیت بھی کرسکتا ہے۔

اس سےمعلوم ہوا کہ شریعت میں بیطریقہ نہیں کہ انسان اپنی ضروریات سے زائد سارا مال الله تعالى كى راه ميس خرج كرد __ اس قتم كا نظريه غلط ہے۔ ہاں! مستحب جان كر ٠ ٠ البقرة 3:2.

بعض افراد الیا کر سکتے ہیں جو ان کے لیے کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ اس طرح قرآن کریم میں تجارت، صنعت اور ملازمت کے ذریعے سے کمائے ہوئے مال اور زمین کی آمدنی میں انفاق کے فریضے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ يَاَيُّهَا اتَّذِيْنَ امَنُوْا اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبْتِ مَا كَسَبْتُمُ وَمِثَا اَخْرَجُنَا لَكُمُّ مِّنَ الْاَرْضِ﴾

''اے ایمان والو! اپنی حلال کمائی میں سے اوران حلال اشیاء میں سے جوہم نے تعمارے لیے زمین سے بیدا کی ہیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔'' 🗓

یہاں تک زکا ۃ کے متعلق قرآنی احکام کی تفصیلات بیان ہو کمیں۔ان احکامات پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔احادیث سے ثابت شدہ تفصیلات کچھ بول ہیں۔

آ سونا جاندی اوراس کی مصنوعات پر شرح زکا ہ جالیسوال حصہ ہے۔ جس کو عربی میں ربع العشر کہا جاتا ہے، بعنی اڑھائی فی صد۔

[2] سونے کا نصاب تقریبًا ساڑھے سات تولے جبکہ جاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے۔

آ چاندی کے نصاب کے حساب سے نقد روبوں پرشرح زکاۃ اڑھائی فی صد ہے۔

ا اونٹوں کا نصاب رہے ہے: پانچ اونٹوں پرایک بکری، دس پر دوبکریاں، پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں، ہیں پر چار بکریاں اور پچیس اونٹوں پر اونٹ کا ایک سالہ بچہ۔ مزید تفصیل کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہے۔

🗗 بھیڑ بکریوں میں جالیس پرایک بھیڑیا بکری۔

(1) البقرة 267:26.

ملاحظه فرمائيں۔

🗵 مال تجارت روبول کے حساب سے اڑھائی فی صد، حالیسوال حصر

اس تفصیل کے بغیر قرآن کریم میں ندکور تھم زکاۃ پرعمل نہیں ہوسکتا۔ اب منکرین حدیث پرویزیوں کا نظریۂ زکاۃ ملاحظہ فرمائیں:

اک سلیم کے نام خط میں لکھا ہے: قرآن نے زکاۃ کا تھم دے کراس کی شرح و تیود کوغیر متعین چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر دور کی اسلامی حکومت اپنی اپنی ضروریات کے مطابق اسے خود متعین کرتی رہے۔قرون اولی میں اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فی صدمناسب سمجھا تھا اس وقت یہی شرح شرعی تھی۔ اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہ کہ اس کی ضروریات کا تقاضا ہیں فی صد ہے تو یہی ہیں فی صد شرعی شرح قرار پائے گی۔ آ

پرویز صاحب کے اس زالے اجتہاد میں پہلی کذب بیانی یہ ہے کہ خلافت راشدہ نے نصاب اڑھائی فی صدمقرر کیا تھا۔ یہ بات جھوٹ کا پلندہ ہے۔خلفائے راشدین او اللہ میں اللہ کیا تھا۔ ہرگز ایسے نہیں کیا تھا بلکہ بیاتو نبی سالی اللہ کیا تھا۔ خلفاء نے اپنی طرف سے قطعًا مقرر نہیں کیا تھا۔

ہم پرویز صاحب سے بیہ بھی پوچھتے ہیں کہ شرح مقرر کرنا اسلامی حکومت کے اختیار میں ہے، بیقر آن کریم کی کون می آیت میں ہے؟

ہم یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم وہ احادیث مانتے ہیں جو قرآن کے خلاف نہ ہوں۔زکاۃ کی شرح میں وارد احادیث قرآن کریم کی کون می آیت سے متصادم ہیں؟

① مكتوبات ،ص: 83,82.

آج تک مسلمانوں کا زکا ۃ اور اس کی شرح کے متعلق (جو احادیث صححہ میں ندکورہے)
اجماع ثابت ہے۔ لیکن پرویز صاحب نے خودساختہ شرح مقرر کرنے کی جسارت کرکے
مسلمانوں کے درمیان تفرق اور الحاد پھیلانے کی ندموم وملعون حرکت کی ہے۔
﴿ ایک جگہ لکھتے ہیں: زکاۃ کے لیے قرآن میں حکومت کو تکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں
سے زکاۃ وصول کرے:

﴿ خُنُ مِنْ آمُوالِهِمُ صَلَاقَةً

''ان کے مالوں سے صدقہ قبول کر۔'' $^{\oplus}$

اس لیے زکا ۃ اس تیکس کے سوا اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لیے کہ شرح زکا ۃ کا انحصار ضروریات ملی پر ہے جتی کہ وہ ہنگامی صورتوں میں سب پچھ وصول کرسکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔

﴿ وَلِيَنْظُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ لَهُ قُلِ الْعَفْوَ ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجے: جو ضروریات سے

زائد ہو۔''

''لہذا جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ ہوتو زکا ہ بھی باقی نہیں رہتی۔' ® دیکھیے پرویز صاحب نے اس عبارت میں زکا ہ کے لیے اسلامی حکومت کی شرط عائد کردی۔ بیشرط کس آیت میں ندکور ہے؟ زکا ہ اوراس کے معلوم شدہ متعین حق ہونے کا تذکرہ مکی سورتوں میں ہے، مثلاً: سورہ معارج، ذاریات، مومنون اور ہم سجدہ۔ اب سوال یہ ہے کہ کے میں تو اسلامی حکومت نہیں تھی تو پھر زکا ہ فرض کرنے کا کیا فائدہ تھا؟

مزید برآں پرویز صاحب نے زکاۃ کوٹیکس کہا ہے۔ بدایک اسلامی فریضے کا فداق

ع مسينة 103: البقرة 219:2 أن قرآني في من 35: ... النوبة 103: أن في المنطق عن 35: ..

اڑانے اوراسے غیر اسلامی عمل کے ساتھ تثبیہ دینے کے مترادف ہے، حالانکہ شریعت میں زکاۃ مسلمانوں سے وصول کی جاتی ہے، جبکہ ٹیکس تو وہ جزیہ اور خراج ہے جو غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا ہے۔

پرویز صاحب نے حکومت کو شرح کی تبدیلی کا بھی حق دیا ہے، حالانکہ یہ اس آیت کریمہ کی صرح خلاف ورزی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ فِي آَمُوالِهِمْ حَقٌّ مَّعُلُومٌ ۞ لِّلسَّآبِلِ وَ الْمَحْرُومِ ۞

''اور ان کے اموال میں معین حصہ مقرر ہے سوال کرنے والوں اور محتاجوں کے لیے۔''[®]

لفظ ﴿ مَعْدُومُ ﴾ دلیل ہے کہ مقادیر زکاۃ کاعلم الله تعالیٰ نے نبی سُلَیْم کو دیا اور وہ علم اطلاع کی تبدیلی کاحق اصادیث میں موجود ہے۔ جب زکاۃ کا حق معین ہے تو پھر حکومت کو اس کی تبدیلی کاحق کس نے دیا اور کیسے ملا؟

مزید برآل ﴿ قُلِ الْعَفَق ﴾ ''کہ دیجے: جو زائد ہے' گسے استدلال کرتے ہوئے پرویز صاحب کہتے ہیں کہ ہنگای حالت میں اسلامی حکومت سب کچھ حاصل کرسکتی ہے۔
یہ استدلال سراسر غلط ہے۔ سب سے پہلے یہ سوال ذہن میں اجرتا ہے کہ یہاں آیت میں ہنگای صورت کا ذکر کس لفظ سے معلوم ہوتا ہے؟ دوم یہ کہ ﴿ الْعَفْو ﴿ سے مراد ﴿ مِنَ الْعَفْو ﴾ ہے، یعنی اس مال سے جو زائد ہو کچھ خرج کیا کر واوراس کے لیے قرینہ وہی آیات ہیں جن میں ﴿ مِنْ ﴾ تبعیض کے لیے آیا ہے، مثلاً: ﴿ وَمِنّا دَدُقَتُهُمْ ﴾ ﴿ خُذُ مِنْ اُمُوالِهِمْ ﴾ ﴿ میں ﴿ مِنْ ﴾ تبعیض کے لیے آیا ہے، مثلاً: ﴿ وَمِنّا دَدُقَتُهُمْ ﴾ ﴿ خُذُ مِنْ اُمُوالِهِمْ ﴾ ﴿ میں ﴿ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِن اللهِ اللهِ مِن اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ ال

[🛈] المعارج 25,24.70. ۞ البقرة 2:219. ۞ البقرة 2:3. ۞ التوبة 9:103.

صاحب کا اسلام اس سے یکسرمختلف ہے۔

₹3

اسلام میں اعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فریضہ اور ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن کی حیثیت سے حج کی حیثیت مسلمہ ہے۔ قرآن کریم میں دو مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے۔ اور اس کی فرضیت کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَيِلْهِ عَلَى النَّاسِ حِبُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ عَنِي عَلِي اللهَ اللهَ عَنِي عَلِي النَّالَ اللهَ عَنِي عَنِ الْعَلَيدِينَ ۞ ﴾

''اوراللہ کے لیے اس گھر (بیت اللہ) کا جج کرنا لوگوں پر فرض ہے، جو اس کی طرف راہ چائیں گلے طرف راہ چلنے کی طاقت رکھے اور جو کوئی (اس تھم کی پیروی ہے) انکار کرے اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔'' جج کی ادائیگی کا طریقہ قرآن کریم کی دوسورتوں (البقرۃ اور الحج) میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

11 ج كا عتبار جاند كحساب سے مردالبقرة 2:189)

ا2 عج اور عمرے كا بوراكر ناصرف الله تعالى كے ليے ہے۔ (البقرة 2: 196)

[3] ای آیت میں جج تمتع، ہدی (قربانی) کا وجوب اورحالت احصار (جج وعمرے سے کسی کوروک ویا جائے تو کس حد تک اسے حج وعمرے کی تحمیل کرنی چاہیے اس کے احکام) کا ذکر بھی ہے۔ [4] احرام حج کے لیے''امشھر معلومات'' (معین مہینے، یعنی شوال، ذوالقعدہ، فوالحجہ)

كا وقت مقرر ب اوراس مين تين منهيات بين - (البقرة 197:2)

آق وقوف عرفات اور وقوف مزدلفد (البقرة 2: 199, 198)

أل عمران 97:3.

اً اوتوف منى اور ذكر البي (جمرة عقبه كى رى كي ساته تكبير) _ (البقرة 200:2)

آوقوف منی تین دن (گیارهوی، بارهوی اور تیرهوی تاریخ کو) جمرات کی رمی
 (کنگریاں مارنے) کے ساتھ و کر اللی ۔ (البقرة 203:2)

8 زي يوم النح اورايام تشريق مع ذكر البي - (الحج 28:22)

و طواف زيارة - (الحج 29:22)

<u>آآ</u> صفاومروه کے درمیان سعی - (البقرة 158:2)

11 طواف وواع (الحج 33:22)

الونٹ کے ذرئے کے متعلق احکام، قربانی کے گوشت کے مصارف، ذرئ ونح کے وقت بھم اللہ اور کہ بیر۔ (الحصبہ 37,36:22)

جج کے متعلق بیقر آنی احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں تشریح طلب امور صحیح احادیث میں مذکور ہیں، مثلاً:

- 1 استطاعت سبیل (جج کے رائے) کی شرح کیا ہے؟
 - ﴿ احصاركس چيز سے ہوتا ہے؟
 - ﴿ احرام فح معنوں كے نام كيا بين؟
- ﴿ وقوفٌ عرفات، وقوف مز دلفه اور وقوف مِنْ كادن اور وفت كون ساہے؟
 - 🤄 جمرات کتنے ہیں اور کتنی کنکریاں مار می جا کیں؟
 - ری جمرات کے وقت کون سا ذکر کرنا چاہیے؟
 - ﴿ وَنَحُ كَا كِيا مقصد ہے؟
 - ری جمرات کا کیا مقصد ہے؟
- ﴿ بدى اور قرباني كوذ بح كرنے كے بعد بخت بھوكے فقير، صبر كرنے والوں اور سوال كرنے

والول كوكھلانا ـ

⑩ جنایات کے احکام۔

يهتمام تفاصيل احاديث ميں موجود ہيں۔

لیکن اس کے برعکس پرویز صاحب کے نزدیک حج کیا ہے؟ بظاہر انھوں نے اسے سلیم کیا ہے؟ بظاہر انھوں نے اسے سلیم کیا ہے کیا ہے؟ بظاہر انھوں نے اسے سلیم کیا ہے کہا ہے کہا ہے کہا ہے کہا ہے کہا ہے کہا ہے امراء کی ایک کانفرنس کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ (ان کی بعض تحریریں ملاحظہ فرما کیں:

فرماتے ہیں ''جس کامقصود تمام نوع انسانی کوایک برادری تصور کر کے جمعیت اقوام کے بجائے جمعیت آ دم کی عملی تشکیل کرنا ہے اگر چہ اسلام کے تمام احکام اور فرائض اس نقطہ کی طرف قدم اٹھاتے ہیں لیکن اس کی تحمیل جج کے اجتماع میں ہوتی ہے جواسلام کا آخری رکن ہے۔''

آگے فرماتے ہیں: ''اپنے اپنے ملکوں سے اپنے نمائندے چن لیں۔ یہ نمائندے اپنے میں سے ایک منتخب کردہ امیر کی زیر قیادت مرکز وحدت انسانیت، یعنی کعبة اللہ کی طرف روانہ ہوں۔عرفات کے میدان میں ان تمام نمائندگان کا باہمی تعارف ہو، پھر یہ تمام امرائے ملت اپنے میں سے ایک امیر الامراء کا انتخاب کرلیں اور مختلف مما لک کے احوال وظروف کوسامنے رکھ کر باہمی مشاورت سے ایک ایسا پروگرام مرتب کرلیں۔''

آ گے لکھا ہے: ''مقامِ مِنیٰ میں جمع ہوکر اس اصولی پروگرام کی تفصیلات و جزئیات پر غور کریں اور پیسوچیں کہ ایک دوسرے ملک پراس کاعملی اثر اور ردعمل کیا ہوگا۔ وہاں باہمی ندا کرات بھی ہوں، وعوتیں اور ضیافتیں بھی ہوں جس کے لیے قربانی تجویز کی گئ ہے۔'' آ گے لکھا ہے:'' قرآن کریم نے حج کے اس مقصد اور عنایت کو دو مقامات پر دو دو

الفاظ میں بیان کیا ہے۔ایک جگدارشاد ہے کہ جج کے اجتماع سے مقصود یہ ہے: ﴿لِيَشْهَا وُا مَنَا فِيعَ لَهُمُ ﴾ تاکہ وہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں۔'دوسری جگہ فرمایا: ﴿ قِیلًا لِلنَّاسِ ﴾ ((بینی اس سے دنیا میں انسانیت قائم رہے۔' ()

ان تمام عبارتوں پر غور کریں اور قرآنی آیات بھی سامنے رکھ کر سوچیں کہ آخران آیات اور پرویزی خرافات کے درمیان کیا مناسبت ہے اور بیم مفہوم کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟ اور پھر اسے قرآنی فیصلے کا نام دینا بہت بڑی تلبیس اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟ یوطریقہ پرویز صاحب کا اپنا تجویز کردہ ہے، تاہم حج کے متعلق قرآنی آیات کا بیم تھمد ہرگزنہیں۔

ج کے لیے نمائندگان کا انتخاب کس نے کیا؟ وہاں تو سب لوگ اپنی مالی استطاعت کی وجہ سے جج میں شامل ہوتے ہیں۔ کیا تمام حاجی امرائے ملت ہوسکتے ہیں؟ کیا وہاں کا خطیب انھی حجاج کے انتخاب سے امیرالامراء بن جاتا ہے؟ کیا وہاں حجاج صاحبان آپس میں اپنے ممالک کے متعلق مشورے کرتے ہیں؟ وہ تو اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ مقام مِنی میں جمع ہوکر لوگ کون می تفصیلات و جزئیات پرغور کرتے ہیں وہاں تو وہ جمرات کو کنگریاں مارنے، جانوروں کو ذبح اور نح کرنے، بالوں کو کترانے یا منڈوانے اور اذکار کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

کیامنی میں قربانی کا مقصد باہمی دعوتیں اور ضیافتیں ہے۔ قرآنی آیات میں ﴿ الْبَالِسَ الْفَقِیْرَ ﴾ ''بھو کے فقیر کو' اور ﴿ الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَدَّ ﴾ ''قناعت صفت غرباء اور مانگئے والے فقراء'' کا ذکر کیا گیاہے۔ پرویز صاحب کی بیساری باتیں احکام جج سے اخذ کردہ نہیں بلکہ ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ اسی لیے انھوں نے جج میں عبادت کا پہلو

⁽¹⁾ الما لدة 97:5 . (2) قرآني فيلي من :67-71.

بیان نہیں کیا اور مقاصد حج میں درج ذیل مقاصد پیش نظر نہیں رکھے، جو مندرجہ ذیل فرامین الہی سے واضح ہوتے ہیں۔فرمایا:

﴿ وَيَذَكُرُوا السَّمَ اللَّهِ فِي ٓ أَيَّامِ مَّعُلُومُتٍ ﴾

''اور تا کہ معین دنوں میں ان چو پائے مویشیوں (کو ذرج کرتے وقت ان) پراللہ کا نام پڑھیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَ ٱطْعِمُوا الْبَالِسَ الْفَقِيْرَ ۞ ﴿

''اورتم بھوکے فقیر کو (قربانی کا گوشت) کھلاؤ۔''[©]

اورفر مایا:

﴿ فَأَذُكُّرُوا السَّمَ اللَّهِ عَلَيْهَا ﴾

''لہذا اونٹوں (کو ذیح کرتے وقت ان) پراللہ کا نام لو۔''®

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَ ٱطْعِمُوا الْقَالِيعَ وَ الْمُعُتَرَّ

''اور قناعت کرنے والے اور (مختاج) سوالی کو بھی (ان کا گوشت) کھلا ؤ۔''[®] نیز فر مان الٰہی ہے:

﴿ وَلَكِنْ يَّنَالُهُ التَّقُوٰى مِنْكُمُ

''بلکہ اللہ تعالیٰ تک تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''®

اورارشادالہی ہے:

﴿ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَاٰ لِكُمُ ﴾

'' تا كهتم الله كى بردائى بيان كرو كهاس نے تصحيس مدايت دى۔''[®]

پرویز صاحب نے ان عظیم مقاصد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ بالخصوص قابل ذکر بات یہ ہے کہ سائل کے سوال میں یہ جملہ موجود ہے کہ''وہ (جج) کس طرح پوراہوتا ہے۔ اس سوال کا جواب ان کی تحریر میں موجود ہی نہیں۔ جج کے ارکان اور وہ اعمال جو قرآن اور احادیث میں فرکور ہیں وہی فریضہ کج کا اصل مقصد ہیں۔'' لیکن پرویز صاحب نے ان اعمال کا تذکرہ نہیں کیا۔ (3)

پرویز صاحب نے جج کا جومقصد بیان کیا ہے وہ تو کسی زمانے میں بھی پورانہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک لوگ صرف رسمی جج ادا کرتے ہیں جن میں سے کسی کا بھی جج قبول نہیں بلکہ ان کے نزویک مقاصد حج سے صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے دین اسلام کے اس انتہائی اہم رکن سے بالکل چھٹی کرلیں۔



دس ذوالجبر کوحسب استطاعت کوئی حلال جانور (اونٹ، گائے، بھیٹر، بکری) ذرج کرنا اور ذرج کے وقت ' بیسیم الله ' الله اُ اُحْبَر ' پڑھنا اور بیسارا عمل اخلاص کے ساتھ کرنا۔ یکمل، خواہ مِنیٰ میں ہویا ویگر مما لک میں بیا یک مالی عباوت ہے جو مال کی استطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس سے قطع نظر کہ بیافرض ہے یا سنت مؤکدہ ، بیہ بات قطعی ہے کہ رسول اللہ سَائِیمُ نے اپنی مدنی زندگی میں کسی سال بھی اس عباوت کومہمل جان کرنہیں جھوڑا۔ قرآن کریم میں اس کے لیے ﴿ وَانْحَدُ ﴾ ' ' قربانی کرو۔' ' کا لفظ فدکور ہے۔ جووڑا۔ قرآن کریم میں اس کے لیے ﴿ وَانْحَدُ ﴾ ' ' قربانی کرو۔' کا لفظ فدکور ہے۔ اس میں عباوت کومہمل جان کرنہیں کی سال بھی اس عباوت کومہمل جان کرنہیں کے اللہ کا انتظامہ کی اس عباوت کومہمل جان کرنہیں کی سال بھی اس عباوت کومہمل جان کرنہیں کی سال بھی اس عباوت کومہمل جان کرنہیں کے اللہ کور ہے۔ اس سے کی کی کرو۔' کی کا لفظ فدکور ہے۔ اس سے کومؤل کے ان کوئر 108:20۔

جبکه دوسری جگه ارشاد فرمایا:

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَنْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنُ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾

''اور ہم نے ہرامت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ ان پالتو چو پاؤں پر اللّٰہ کا نام ذکر کریں جواس نے انھیں دیے ہیں۔''

احادیث میں اس عبادت کے لیے مشروط اوقات اور ذرئے کرنے کا شرعی طریقہ بیان
کیا گیا ہے۔لیکن پرویز صاحب نے اس قربانی کے متعلق اپنے فریب کارانہ ذہن کی وجہ
سے تمام اہل اسلام کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ وہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: '' یہ
بالکل درست ہے کہ حضرت خلیل اکبر اور حضرت اساعیل کیا آپائے تذکار جلیلہ کے شمن میں
قرآن نے کہیں نہیں کہا کہ اس واقعہ عظیم کی یاو میں جانوروں کو ذرئے کیا کروحتی کہ
اساعیل علیا کی جگہ مینڈ ھا ذرئے کرنے کا واقعہ بھی قرآن میں نہیں تورات میں ہے۔'' اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم واساعیل علیا کی اس قربانی کا
تذکرہ کرتے ہوئے فرمان:

﴿ وَ فَنَايِنْكُ بِذِبْجٍ عَظِيْمٍ ۞

''اورہم نے ایک بڑی قربانی کے عوض اسے (اساعیل کو) بچالیا۔'' لفظ فِدَاء کا معنی ہے کہ کسی کی جانب سے پچھ دے کراسے مصیبت سے بچالینا اور یہاں''ذِبْح'' بمعنی ندبور (ذرنح کیا گیا) ہے۔ یہ بالکل صرتح ہے کہ اساعیل علیا کے بدلے میں ایک عظیم شان والا فدبورح دیا گیا۔ اگر اس فدبورح کے نام کا ذکر قرآن میں نہ ہواور تورات میں ہوتو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

^{(107:37 ()} قرآني فيطيم ص: 54. () الصَّفَّت 107:37.

یرویز صاحب نے ذبی عظیم کامفہوم تولیت بیت اللہ بیان کیا ہے۔ ⁽¹⁾ کیا کوئی عقل مند مخض یہ ماننے کے لیے تیار ہوگا کہ ذبح کا معنی تولیت ہے۔ بی^کس لغت اور کس محاور ہے میں ہے؟ حقیقت ریہ ہے کہ بیرصا حب تو تحریف میں یہود سے بھی آ گے نکل گئے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں:مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (اینے اپنے شہروں میں) قربانی کے لیے کوئی تھم نہیں۔ تاریخ سے پتا چاتا ہے کہ نبی تافیظ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی۔ 🕲 پھر مزید بیجھی ککھا ہے:اس لیے بیرساری دنیامیں اپنے اپنے طور پر قربانی کرنا ایک رسم ہے۔ ® اس تحریمیں اعلانیہ اسلام دشمنی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ہم یو چھتے ہیں کہ وہ تاریخ کی کون سی کتاب ہے جس میں لکھا ہو کہ نبی ٹاٹیٹا نے مدینہ میں کوئی قربانی نہیں گی۔ تمام كتب حديث اورخصوصاً كتب سته مين تو صاف مذكور ہے كه نبي مُثَاثِمُ اورصحابهُ كرام جَمَالَتُهُمْ مدینہ میں قربانی کیا کرتے تھے،البتہ پرویز صاحب نے یہاں بھی تلبیس سے کام لیا ہے۔ وہ اس طرح کہ حج کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے، قرآن و حدیث میں اسے''ہدی'' کہتے ہیں اور وہ حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ ٹابت نہیں۔ دیگر شہروں میں جوقربانی کی جاتی ہےائے' اُضْحِیَة'' اور' اََضَاحِی'' کہتے ہیں اور وہ بے ثار احادیث سے ثابت ہے، نیز قرآن کریم میں ﴿ وَافْحَدُ ﴾ ''اور قربانی سیجیے۔'' ﷺ کے لفظ سے ثابت ہے۔

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں: "سارے قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں کہ مکہ کے علاوہ کسی اورجگہ قربانی کی جہالت کسی اورجگہ قربانی کا لفظ بھی قرآن میں نہیں۔ " پیتو بالکل جہالت ہے، لگتا ہے برویز صاحب نے قرآن و یکھائی نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ى قرآنى نصلے، ص: 97. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 56. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 56. ﴿ الكوٹر 2:108. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 63.

﴿ إِذْ قَرَّبًا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلُ مِنَ الْلِخَدِ؟

''جب ان دونوں (آ دم ملیا کے میٹوں)نے قربانی پیش کی تو ان میں ہے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئ مگر دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔''[®]

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

[1] قربانی کا لفظ ﴿ فُرْبَانًا ﴾ قرآن کریم میں ہے اور قربانی کا لفظ اس کا عجمی معنی ہے۔ الا قربانی کاعمل آدم ملینا کے زمانے سے شروع ہوا۔

🗵 صرف مکه میں قربانی کی شخصیص کا کوئی ثبوت نہیں۔

اس آیت کی تفییر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں قربانی کی قبولیت کا طریقہ یہ تھا کہ آتی اور اس قربانی کو جلا دیتے۔ یہ بظاہر مال کا ضیاع اور بربادی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبولیت کا ایک اشارہ تھا۔

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ اَكَنِيْنَ قَالُوْا إِنَّ اللهَ عَهِمَ اِلَيْنَا ۚ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولِ حَتَّى يَأْتِينَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ الثَّارُ ۗ قُلْ قَلْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنْتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ ﴾ قُلْتُمْ ﴾

"جولوگ یہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لا کمیں حتی کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لا کمیں حتی کہ ہمارے پاس الیی قربانی لے آئے جے آگ کھا جائے، ان سے کہہ دیجیے: مجھ سے پہلے کئی رسول کھلی نشانیاں اور وہ چیز لے کر تمھارے پاس آئے جوتم نے (مجھے) کہی۔"
تمھارے پاس آئے جوتم نے (مجھے) کہی۔"
اس آیت میں مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

المآئدة 27:5. (2) أل عمر ن 183:3.

- ﴿ سابقه امتول میں بھی قربانی کا طریقه تھا۔
- ﴿ يِقُدُبَانِ ۚ (قربانِي) كالفظ قر آن مِين موجود ہے۔
- 📀 قربانی کا تھم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا جسے انبیاء میلانا اوران کی امتیں بجالاتیں۔
- اس کی قبولیت کی علامت ریھی کہ آگ اسے کھا جاتی ۔ بظاہریہ مال کا ضیاع تھا۔

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:''اگر حکومت عادل کو بیر قم (قربانی کی رقم) اکٹھی کرکے دے دی جائے تو حکومت بڑے مفید کام کر سکتی ہے۔''[®]

یہاں ہم بیسوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جب آپ قربانی کا تھم ہی نہیں مانے تو پھراس طرح کا مشورہ دینے کی کیاضرورت ہے اور آپ نے بیموقف قرآن کریم کی کون کی آیت سے اخذ کیا ہے؟ پرویز صاحب کی بیہ بجیب وغریب منطق ملاحظہ فرما کیں کہ ایک طرف نبی سُلُیْم کی احادیث کو جمت نہیں ماننے لیکن دوسری طرف اپنے مقصد کے لیے انھوں نے ایک جگہ 'المحلّٰی ''میں مذکور بلال ڈائٹی کے سنڈ اضعیف قول سے اور صاحب مرابہ کے قول سے استدلال کیا ہے۔

ان مثالوں سے صریحا ثابت ہوگیا کہ قرآن کے اوامر پھل کرناعلم حدیث پر مخصر ہے۔ ہم نے صلاق، زکاق، فج اور قربانی کے احکام قرآن وحدیث کی روشی میں بیان کیے ہیں۔ اگران احکام کی شرح میں وارداحادیث جمت نہیں تو پھران احکام قرآنی کی تعیل کس طرح ہوگی؟ اب ایک طرف رسول اللہ سکھی شرح موجود ہے اور دوسری طرف پرویز صاحب کی تحریفات اور تاویلات سے ان عبادات کے خود ساختہ معانی اور عملی طریقے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان نبی سکھی کے طریقوں پر پرویز صاحب کے دجل وفریب کو ترجی دے سالم من ذلك.

[🗈] قرآنی فیصلے بص: 112.



قرآن کریم کی رو سے سنت نبوی کامحفوظ ہونا مست

قرآن کریم سے بیٹابت ہے کہ رسول الله طَالِیْمُ کی احادیث محفوظ وقی ہیں۔اس باب میں دونصلیس ہیں۔ پہلی فصل میں حفاظت قرآن کا بیان ہے جبکہ دوسری فصل میں احادیث صححہ کی حفاظت کا اثبات بیان کیا جائے گا۔ان شاءاللہ!

فصل اول

قرآن كريم كي حفاظت

دوسری الہامی کتابوں (تورات، زبور، انجیل اور صحیفوں) کی نسبت قرآن کریم کی سے خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بذات خود کی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّا نَحُنُ نَزَّلُنَا النِّيكُرُ وَ إِنَّا لَهُ لَحْفِظُونَ ۞

'' بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' دوسری کتابوں بالخصوص تورات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتْبِ اللهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ﴾

''ان علمائے یہود کی حفاظت میں اللہ کی کتاب دی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔''[®] معرب میں میں اللہ کی کتاب دی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔''

(1) الحجر 9:15. (2) المآئدة 44:5.

یعنی یہود کے علاء کو تورات کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔اس کی وجہ بیتھی کہ بید
کتاب ایک مدت تک رہنے والی تھی اور اس مدت تک علائے یہود اس کی حفاظت کر سکتے
تھے۔ دوسری وجہ بیتھی کہ تورات، زبور، اور انجیل کتابی (لکھی ہوئی) صورت میں انبیاء بیتی اللہ کوعظا کی گئی تھیں، اس لیے مکتوب چیز کو تو علم اور کتابت سیجھنے والے ہی محفوظ کر سکتے تھے
جبکہ عام لوگ اس سے بے خبر رہتے۔ ان دو وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کی
حفاظت کی ذمہ داری انبیاء بیتی اور علاء کے سپر دکی تھی جبکہ قرآن کریم قیامت تک باتی
رہنے والی کتاب تھی اور اس کے اولین مخاطب ان پڑھ لوگ تھے۔ وہ بطور کتابت اس کی
حفاظت نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ واری بذات خود قبول
فرمائی۔ نبی مُن الیک مقام پروگرام کے تحت کا تین وقی کا تقرر ہوا اور انھوں
نے تحریری طور پرقرآن کریم کو محفوظ کیا۔

قر آن کریم کی صفات میں اس کامحفوظ ہونا بھی شامل ہے، لہذا قر آن کریم میں لفظاً و معنا کسی بھی طریقے سے تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ارشاوالہی ہے:

﴿ وَتَنَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمْتِهِ ﴾

'' آپ کے رب کی بات صدق وعدل کے اعتبار سے کامل ہے اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والانہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاثُلُ مَا أُوْرِى إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ اللهُ لِكَلِمْتِهِ ﴾

''اوراپنے رب کی کتاب پڑھتے رہیں جو آپ کی طرف وی کی گئی ہے، اس کے کلمات کوکوئی تبدیل کرنے والانہیں۔''[®]

⁽²⁾ الأنعام 6:115. (2) الكهف 27:18.

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ مَا يَكُونُ لِنَ أَنْ أَبَدِّ لَهُ مِنْ تِلْقَائِيْ نَفْسِيْ ﴾

'' کہدد یجیے کہ مجھے بیت نہیں کہ میں اے اپی طرف سے بدل ڈالوں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ لَّا يَأْتِيلُهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾

''اس تک باطل (تبدیلی) کوآگے ہے رسائی ہے نہ پیچھے ہے۔''[®] مجاہد بڑلٹنے نے اس آیت میں''باطل'' کامعن'' تبدیلی'' کیا ہے۔

البذا قرآن کریم کی حفاظت کا معنی ہے ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں کوئی تغیر وتبدل آسکتا ہے نہ اس کے معانی میں کوئی تحریف و تغییر ہوسکتی ہے، البتہ کچھ باطل پرست لوگ یہ ناپا کہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات و الفاظ یا معانی و مفاہیم میں تبدیلی لیے آئیں، جیسا کہ ہم نے پرویز صاحب کی سازش کوآشکار کیا۔ ان کی یہ کوشش و سازش ان شاء اللہ مسلمانوں میں کا میاب نہیں ہوسکتی۔ ہر دور میں مسلمانوں نے اس قبیل کے باطل پرستوں کی ہر کوشش کو ناکام بنایا۔ اب بھی منکرین حدیث اس اسلام سے جو باطل پرستوں کی ہر کوشش کو ناکام بنایا۔ اب بھی منکرین حدیث اس اسلام سے جو تاویل نے بیش کیا تھا مسلمانوں کو بہکانے کے لیے مختلف قتم کی معنوی تحریفات و تاویلات کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کی سازشوں اور جعل سازیوں نے امت کو آگاہ کرنے کے لیے ہر دور میں علائے حق پیدا فرمائے جو آخیں ان کے خمو نے جال میں تعین نہیں دیتے۔

يونس 15:10. (3) حُمَّ السجدة 42:41.

حفاظت قرآن کے مراحل

الله تعالى نے فرمایا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْانَهُ ۞

''اس کو جمع کرنا اوراس کو پڑھانا ہمارا کام ہے۔''[®]

ابن عباس وللشخاف اس آیت کی تفییر میں فرمایا: "اس کتاب کا آپ منافیا کے سینتہ مبارک میں جمع کرنا اور جبریل ملیا کی وساطت سے اس کا پڑھنا یا نبی منافیا کی زبان مبارک پراس کی قراءت کو چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔"

اس تفسیر کے لحاظ سے قرآن کریم کو جمع کرنے کا بیہ پہلا دور ہے لیکن اس لفظ کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے ادوار (جنھیں ہم بیان کریں گے) میں بھی جمع کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

جمع قرآن کے ادوار

﴿ وورنبوی: اس دور میں قرآن کی حفاظت کے دوطریقے تھے، حفظ اور کتابت ، نبی مَثَاثِیْمُ نے ان دونوں میں سے حفظ قرآن برزیادہ زوردیا تھا، اس کی چندوجوہ تھیں:

1 قرآن کریم کتابی شکل میں نہیں بلکہ بواسط بجریل علیا صوتی انداز میں (آواز کے ذریعے سے) نازل ہوا، لینی جس طرح جبریل علیات نے نبی سالیا کو بڑھایا ویسے ہی نبی سالیا کے سے کرایا۔ اس طریقے میں کسی رسم الخط، نقطوں اور اعراب وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بالکل سادہ اور فطری طریقہ تھا۔

2 اہل عرب کا حافظہ بہت قوی تھا اوران میں پڑھے لکھے لوگ پانچے فی صدیے بھی کم تھے۔

① القيامة 75:75.

[3] تورات لکھی ہوئی صورت میں نازل ہوئی تھی، لہذا یہ پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ خاص ہوئی۔ رفتہ رفتہ انھوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور عوام کو اس کاعلم بھی نہ ہوا کیونکہ تورات کو حفظ کرنے والے نہیں تھے۔ جبکہ قرآن کریم میں حفاظت قرآن بذریعہ حفظ کا خصوصی طور پر ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ بَلْ هُوَ النَّكَ بَيِّنتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ ٱوْتُوا الْعِلْمَ ﴾

"بلکہ یک اورروش آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے۔"
اس لیے نبی مُنْائِیْم کی وفات کے وفت سینکڑوں حفاظ کرام موجود تھے۔معر کہ بر معونہ جو 4 ہجری میں ہوا اس میں تقریباً ستر حفاظ شہید ہوئے اور ابو بکر صدیق ڈٹائٹنے کے ابتدائی دورِخلافت میں لڑی جانے والی جنگ میامہ میں تقریباً سات سوحفاظ قرآن شہید ہوئے تھے۔
کتابت کا طریقہ بہتھا کہ جب بھی نبی مُنائٹی پرکوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ مُنائٹی نرید بن ثابت ڈٹائٹی یاکسی دوسرے کا تب وی کو بلا کر فرماتے کہ بہ آیت فلال جگہ اور بہ آیت فلال جگہ دو۔ ﴿

چنانچہ صحابۂ کرام حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت بھی کررہے تھے۔ اس دور میں کتابت کے لیے درج ذیل چیزیں استعال کی جاتی تھیں :

🗓 د باغت دی ہوئی باریک کھال۔

2 پتر کی سلیں۔

[3] اونٹ کے شانے۔

4 کھجور کی شاخوں کے چھلکے۔

العنكبوت29:29. (2) سنن أبي داود، الصلاة، باب من جهربها، حديث: 786، وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3086.

5 اونٹ کے کجاوے کی حیصوٹی لکڑیاں۔

خلاصة كلام ميہ ہے كہ رسول الله تَالِيَّةُم كے دور ميں سارے كا سارا قرآن، آيات اور سورتيں، ترتيب كے ساتھ كلڑوں كى صورت ميں محفوظ تھاليكن كتابى شكل ميں ايك جگہ جمع نہيں تھا۔ حفاظ كرام نے بھى اس مجموعے كو حفظ كيا تھا اور يوں مجموعى طور پر تمام قرآن كريم كے حفاظ موجود تھے۔ اس كے علاوہ جبريل عليها بھى ہر سال رمضان ميں نبى مَنْ اللَّهُ اللهِ ساتھ قرآن كريم كا دوركيا كرتے تھے۔

© دورِصد بقی: امام بخاری براشی دیگر محد ثین کرام اور مورضین نے تفصیل کے ساتھ دورِ صد بقی میں جمع قرآن کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ میامہ میں تقریبًا سات سوحفاظ کرام شہید ہوگئے تو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایبا نہ ہو کہ ان حفاظ کے ختم ہونے ہوئے کہ سارے کا سارا یا اس کا پچھ حصہ ضائع ہوجائے۔ عمر برالاؤٹ نے ابو بکر والٹو کو رائے بیش کرتے ہوئے قرآن کریم کو کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کرنے کی اشد ضرورت ہونے پر زور دیا۔ ابو بکر والٹو نے ابتدا میں عمر والٹو کی رائے کی مخالف کرنے کے بعد ان کی رائے پر رضامندی ظاہر کردی، پھر زید بن ثابت والٹو کو اس کام پر آمادہ کیا۔ صحابہ کرام کے پاس قرآن کریم کا جو جو حصہ لکھا ہوا تھازید والٹو کو اس کام پر آمادہ جدو جہد سے اسے دودو حافظوں کی شہادت وگوائی کے بعد اکٹھا کیا اوراس جموعے کوالیک جدو جہد سے اسے دودو حافظوں کی شہادت وگوائی کے بعد اکٹھا کیا اوراس جموعے کوالیک کتابی صورت میں مصحف بنا کر حکومت کی گرانی میں رکھ دیا جو ابو بکر والٹو کی وفات تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق والٹو کے پاس رہا۔ عمر والٹو کی شہادت کے بعد یہ مصحف ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فالوق کیا س رہا۔

مخضریه کهاس دور میں بیکام کیا گیا که قرآن کریم جومختلف حصوں میں مختلف صحابهٔ کرام احسب منتقد میں میں اسلامی کیا گیا کہ اس کریم جومختلف حصوں میں مختلف صحابهٔ کرام

شصحيح البخاري، تفسير القرآن، باب قوله تعالى: لَقَدُكَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ، حديث: 4679.

کے پاس تھا اسے زید بن ثابت ڈاٹٹؤ کی نگرانی میں اکٹھا کر کے ایک کتابی صورت میں جمع کیا گیا۔ آیات اور سورتوں کی ترتیب وہی تھی جو رسول اللہ ٹاٹٹٹؤ کے دور میں تھی۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

③ دورِعثمانی: ائمهٔ حدیث اور مؤرخین اسلام نے دورِعثمانی میں جمع قرآن کا تذکرہ بھی ا بنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے، جب عثان ڈٹٹٹ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ ہر نئے علاقے کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجامدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن کریم سکھتے جن کی بدولت انھیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ اور یہ بات تو آپ کے علم میں بھی ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے اسے نبی تَلَاثِيَّةً سے مختلف قراء توں کے مطابق سیکھا تھا، اس لیے ہر صحابی نے اپنے شاگر دوں کو ای قراءت کے مطابق بڑھایا جس کے مطابق خود اس نے نبی تالیکی سے بڑھا تھا، اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دور درازممالک تک پننچ گیا۔ جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے اس وقت تک اس اختلاف ہے کوئی خرابی پیدانہیں ہوئی لیکن جب بیداختلاف دور دراز ممالک میں پہنچا اور یہ بات ان میں یوری طرح مشہور نہ ہوئکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہُوا ہے۔ تو اس وقت لوگ آپس میں جھگڑنے لگے، بعض لوگ اپنی قراءت کو صبح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے، ان جھگڑ وں سے ایک طرف تو پہ خطرہ تھا کہ لوگ قر آن کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی تنگین غلطی میں مبتلا ہوں گے، دوسرے سوائے زید جانٹیؤ کے کھے ہوئے ایک نسخے کے جو مدینہ منورہ میں موجود تھا، پورے عالم اسلام میں ایسا کوئی اور معیاری نسخہ موجود نہیں تھا جو پوری امت کے لیے تھیج کا معیار بن سکے، کیونکہ دوسرے

نیخ انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، اس لیے ان جھڑوں کے تصفیہ کی قابلِ اعتاد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالمِ اسلام میں پھیلا دیے جا ئیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور آخیس دیکھ کریہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کوئی قراءت صبح ہے اور کوئی غلط؟ عثان ڈٹٹٹ نے اپنی نگرانی میں یہی عظیم الثان کارنامہ انجام دیا۔

(تتيب قرآن

ترتیب قرآن کی مین قشمیں ہیں:

پ ترتیبِ نزولی: حسب واقعہ کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تھی۔ چونکہ واقعات کا آپس میں کوئی ربط و تناسب کا آپس میں کوئی ربط و تناسب کا کا آپس میں کوئی ربط و تناسب کا کا نہیں ہے کوئی آیت یا سورت مکہ میں نازل ہوئی تو کوئی مدینہ میں ، کوئی سفر میں تو کوئی حضر میں اور کوئی رات کے وقت ۔

ﷺ ترتیب کتبی: اس سے مراد قرآن کریم کے لکھنے کی ترتیب ہے۔ نزول کے وقت نبی گالی ہے اہتمام کیا کہ فلال آیت فلال آیت کے بعد فلال سورت میں اور فلال سورت فلال سورت کے بعد فلال سورت کی بعد کھی جائے۔ اگر چہ یہ مختلف فکڑے تھے گر حقیقت میں ان میں پوری ترتیب تھی۔ حفظ کیا تھا۔ اور جبر بل ملی بھی رمضان میں نبی گالی کے ساتھ ای ترتیب کے ساتھ دور کیا کرتے تھے، اہذا ترتیب آیات بالا جماع توقیق ہے اور سیح قول کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیق ہے۔ اس کے دلائل درج ذبل ہیں۔

🗈 امام بیمیتی برطشهٔ فرماتے ہیں: نبی نگالٹا کے دور میں قرآن کریم کی سورتیں اورآ بیتیں،

قرآن کریم کی رو سے سنت نبوی کامحفوظ ہونا

سورة انفال اورسورة توبه كے سواسب اسى (موجوده) ترتیب كے ساتھ مرتب تھيں۔ ﴿ اِن عَلَيْهِمْ نِهِ مِن اَلْهِ مِن ال

آئی تا این ایک مرتبه ایک رکعت میں سات کمبی سورتیں (بقرہ، آل عمران، نساء، انعام، اعراف اور انفال مع التوبه) پڑھی تھیں۔مصنف ابن الی شیبه

ابن مسعود و النفظ فرماتے تھے: سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہا اور انبیاء (مرتب طریقے ہے) کھری کھری پرانی سورتوں میں سے ہیں۔

5 نبی تالیکی سونے سے پہلے اپنے بستر پر (ترتیب دار) سورہ اخلاص اور معوذ مین پڑھا کرتے تھے۔ ®

6 ابوجعفر نحاس نے کہا: مختار قول ہد ہے کہ سور توں کی بدتر تیب رسول اللہ مُثَاثِیْنِ سے ثابت ہے۔ استدلال کیا ہے جس میں درج ہے کہ مجھے تو رات کے بنصوں نے حدیث واثلہ ڈٹاٹٹؤ سے استدلال کیا ہے جس میں درج ہے کہ مجھے تو رات کے بدلے میں سبع طوال (سات کمبی سورتیں) دی گئی ہیں۔ ﴿

[7] ابن حجر رشل نے مند احمد اور سنن ابو داود کی اوس بن ابی اوس رشافی سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ انھوں نے کہا: صحابہ کرام نے قرآن کریم کوسات منزلوں میں تقسیم کیا تھا۔

ﷺ تين سورتي<u>ن</u> ﷺ يا نچ سورتيل

وقت صحابه كرام ك وَبُول سے ان كى بي هيق ترتيب او بهل ربى) ﴿ صحيح مسلم صلاة المسافرين و قصرها ، باب فضل قراء ة القرآن وسورة البقرة ، حديث : 804. ﴿ صحيح البخاري ، فضائل القرآن ، باب تأليف القرآن ، حديث : 4994. ﴿ صحيح البخاري ، الطب النفث في الرقية ، حديث: 5748. ﴿ صديد البخاري ، الطب النفث في الرقية ، حديث: 5748. ﴿ صديد : 1710 مسند أحمد: 4/71 مديث : 1826. ﴿ مسند أحمد: 4/8 مديث : 1826. ﴿ و مسند أحمد: 4/8 مديث : 1826 مديث : 19/4 مديث : 1826 مديث : 1826 مديث : 19/4 مديث : 1826 مسند أحمد: 4/8 مديث : 19/4 مديث : 1826 مسند أحمد نقي المقرق السمه عثمان .

الله وسورتين الله المرتين

ٷ سات سورتیں

🤏 تيره سورتيل

🕸 گياره سورتيں

اورحزب المفصل (سورة ق سے ناس تک)

پھر انھوں نے کہا کہ بیاس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب نبی منافظ کے زمانے میں تھی۔

امام سیوطی بطش نے فرمایا: سات حوامیم "خم" اور تین طواسین "طسم" کو ایک ترتیب سے لکھا گیا ۔ اگر بهترتیب ترتیب اجتہادی ہوتی تو حوامیم کی طرح مسجات کو بھی اکٹھار کھنا مناسب تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب نبی سُکھیٹی کے زمانے میں موجود تھی، نیز آپ سُکھیٹی اور صحابۂ کرام ای ترتیب سے قر آن کریم پڑھا کرتے تھے۔

یہاں میسوال پیدا ہوتا ہے کہ پرویز صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے تو پھر فرق کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پرویز صاحب کے نظریے اور مذکورہ بیان میں بہت فرق ہے۔
انھوں نے لکھا ہے: ''اس کتاب کی ایک متند کا پی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب
صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ یہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی منافیا مسب سے پہلے وحی لکھوایا کرتے
تھے۔اسے ام یا امام کہا کرتے تھے۔اور اس ستون کو استوانہ مصحف کہا جاتا تھا۔صحابہ اس
ستون کے پاس بیٹھ کر نبی منافیا کی زیر نگرانی اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا
کرتے تھے۔ آئی یہ ویز صاحب مزید لکھتے ہیں: اس کتاب کے متعلق عمر والشؤنے نبی منافیا

پرویز صاحب کے اس کلام پرایک ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں۔

ك حيات طيبه كآ خرى لمحات مين كها تما: حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ.

پ سیست می می اسلام، فروری، 1982 ء، ص: 112. ۱۵ طلوع اسلام، فروری، 1982 ء، ص: 112.

- ﴿ وہ لا کھوں افراد جن کے پاس اس کا لِی سے نقل شدہ مصاحف موجود تھے ان میں سے چند اصحاب کا نام تحریر کرنا چاہیے۔
- ﴿ امام دراصل وہ متندم صحف ہے جو عثمان رُلاَتُونُ نے سات کی تعداد میں نقل کروا کر مختلف شہروں میں ارسال کیے۔
- عثان ڈلٹٹؤ کے زمانے میں جونسخہ مدینہ میں رکھا گیا تھا اسے انھوں نے اس استوانہ
 (ستون) کے ساتھ رکھا تھا، جو بعد میں استوانہ مصحف کے نام سے مشہور ہوا۔
- - النسآء 4:103)
 - ﷺ جمت اور وليل (الصّفّت 37:37)
 - شموت كامقررشده وقت (الحجور 4:15)
 - شام اورلونڈی کومکاتب بنانا (النور 33:24)
 - النيا 78:29)
 - اعمال نامه (بنى إسرآء يل17:13)
 - الوح محفوظ (الواقعة 56:86)
- عمر ڈلٹٹؤ کے قول سے مراد وہ مکتوب ہے جوصحابۂ کرام کے پاس مختلف رفعات وغیرہ میں لکھا ہوا تھایا قرآن کا وہ حصہ جومختلف صحابۂ کرام کے سینوں میں جمع تھایا وہ احکام مراد ہیں جوقرآن وسنت میں فرض قرار دیے گئے ہیں۔
- ا تر تیب تلاوت: اگر چداس میں علاء کا اختلاف ہے کہ بیتر تیب ضروری ہے یانہیں، تاہم سیح یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قرآن مجید کی موجودہ تر تیب کی پابندی کرنا ضروری

نہیں، خواہ تلاوت نماز میں ہویا نماز کے علاوہ عام اوقات میں۔ امام بخاری وشطیع نے بہت سے صحابۂ کرام اور سلف صالحین سے نقل کیا ہے کہ وہ سورتوں کی ترتیب کے مطابق تلاوت کرنا ضروری نہیں سبحصے تھے۔

اس طرح ابن مسعود و النظر كى تاليف سے بھى ثابت ہوتا ہے كہ نى تلاقیم بھى تلاوت كے وقت موجودہ ترتیب كتى كالحاظ نہيں كيا كرتے تھے۔ اگر چها كثر حالات سے معلوم ہوتا ہے كہ نى تلاقی مورتوں كى ترتیب سے تلاوت فرمایا كرتے تھے، (جیسا كه ترتیب كتى كے اثبات كے ليے دلائل پیش كيے گئے) لیكن آپ تلاقیم جھى بھى اس ترتیب كو اس لیے چھوڑ دیا كرتے تھے كہ بدلازمى نہیں، البتہ امر مستحب ہے اور ترتیب كالحاظ نه كرنے میں كوئى كراہت نہیں، تاہم اس ترتیب كے متعلق بيہ كہنا كہ اس كى كوئى شرى حیثیت نہیں (جیسا كه مولانا عبدالرحمان كيلانى رشين نے كہا ہے) درست نہیں۔ بدكى فتنے كا پیش خیمہ بن سكتا ہے اوراس وجہ سے عوام الناس كے دلوں میں مرتب شدہ قرآن كريم كے متعلق شكوك وشبہات پيدا ہوجانے كا خطرہ ہے۔

پرویز صاحب نے اپنے اس نظریے (کہ نبی سُالیُنیُّاکے پاس پورا مرتب شدہ قرآن کا بی شکل میں موجود تھا) کے اثبات کے لیے صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن کے حوالے سے ابن عباس ڈائٹنا سے مروی حدیث پیش کی ہے کہ کسی نے ان سے بوچھا: نبی سُلُٹیُنَا نے امت کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

«مَا تَرَكَ إِلَّا ما بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ»

'' آپ نگاٹیٹرا نے صرف بید دو گتوں کے مابین (مجلد) کتاب چپوڑی ہے۔''[©] اس کا جواب بیہ ہے کہ رسول اللہ مَنْائِیْرُم کی وفات کے وفت ابن عباس چھٹھا کی عمر تیرہ یا

عبد المسام على المساملة المساملة المساملة المسام المسام المسام المسام المسام المسام حديث: 5019.

چودہ برس تھی۔ آپ نے خلفائے راشدین کا زمانہ پایا اور 65 جمری میں وفات پائی۔ ان
کے فرکورہ جواب کا مطلب ہے ہے کہ ابو بکر بڑاٹیٹیا عثمان ڈاٹیٹیٹ کے دورِ خلافت میں قرآن کریم
کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا اور وہ دوگتوں کے مامین مجلد صورت میں تیار ہوگیا۔ ابن
عباس ڈاٹیٹ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ ٹاٹیٹیٹ نے یہی کتاب چھوڑی تھی۔ اس کا
میمطلب نہیں کہ قرآنِ کریم نبی ٹاٹیٹیٹ کے دور میں اس طرح مجلد صورت میں موجود تھا۔
عثمان ڈاٹیٹ کے دور سے لے کرآج تک قرآنِ کریم کسی تغیرہ تبدل کے بغیر تمام اہل میاں موجود اور حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اگر کوئی شخص قصد ایا
سہو اکوئی لفظ غلط پڑھے یا قرآن کی طباعت میں کوئی لفظی غلطی آجائے تو پھر اس قراء ت
اور طباعت کی غلطی درست کرنے کے لیے ہر طرف سے آواز بلند ہوجاتی ہے۔ طباعت
کرنے والے کو تندیہ کی جاتی ہے اور اس غلطی کی تھیجے کی جاتی ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی
طرف سے قرآنِ کریم کی حفاظت اور یہی :

﴿ وَإِنَّا لَهُ لَحْفِظُونَ ۞

''اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' کا مصداق ہے۔

فصل دوم

حفاظت إحاديث

حفاظت مدیث کے اثبات کے لیے قرآن کریم سے استدلال

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴾

''پھراس کو بیان کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔''[®] مدند ب

نيز فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلْنَاۚ إِلَيْكَ النِّكُرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے واضح کردیں ا جوان کی طرف نازل کیا گیا۔" ®

ان آیات سے استدلال اس طرح سے ہے کہ قرآن کریم بالاتفاق الفاظ اور معانی کا نام ہے۔معانی اس وجہ سے کہ اگر معانی نہ ہوں تو سارے الفاظ مہمل رہ جاتے ہیں اور مهمل چیز الله تعالیٰ کی کتابِ مدایت نہیں بن سکتی۔الفاظ اس وجہ سے قرآن ہیں کہ نازل مونا الفاظ کی صفت ہے۔ پہلی فصل میں بی ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے، کر رہا ہے اور کرتا رہے گا، لہذا اس سے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت مراد ہے، چر ہر لغت میں ہر لفظ کے معنی کے لیے متقل لفظ استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ كَامِعَىٰ الحمداللة نهيس بلك عربي لغت مين اس كامعى "الثَّنَاءُ الْحَسَنُ" اردو میں'' تعریف اور صفت بیان کرنا'' جبکہ فارسی میں''ستودن''یا''ستاکش کردن'' ہے۔ بیہ معانی بھی الفاظ ہیں۔ سورہ قیامہ کی فدکورہ آیت میں الله تعالیٰ نے قرآن کا بیان این ذے لیا ہے، لینی بیان کے مقصد معنی اور مفہوم کو واضح کرنا بھی اینے ذمدلیا ہے۔ جبکہ سورہ تحل کی مذکورہ آیت میں تبیان کی ذمہ داری نبی منافظ کوسونی گئ ہے اور تبیان کا مطلب ہے''تشریح کرنا'' اس طرح الله تعالی نے قرآن کریم کا مفہوم اور معنی رسول الله مَنْ اللهُ مَنْ اللهُ عَلَيْهُمْ كَى احاديث كى صورت مين محفوظ فرمايا _ قرآن كريم كى شرح جورسول الله مَنْ شَيْمُ کے ذمیے لگائی گئی وہ رسول الله تَاثِیْنِ کی احادیث میں ہے، مثلاً: قرآنِ کریم میں اقامت

و القيامة 19:75. (2) النحل 44:16.

صلاۃ اور ایتائے زکاۃ کا تذکرہ اجمالی طور پر ہے اوران کی شرح اور مفہوم نبی مُنْ اَلَّمُ کَا اَلَٰهُ کَا اَلَٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰہُ اَلٰہُ اِلٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا اللِّيكُرُ وَإِنَّا لَهُ لَحْفِظُونَ ۞

''بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل فر مایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''[®] اس آیت سے حفاظت ِ حدیث کے لیے دوطرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

آ آیت میں لفظ ﴿ اَلذِّاکْر ﴾ استعال کیا گیا ہے جس کامعنی قرآن ہے۔ عام مفسرین نے یہی معنی لیا ہے اور پرویز صاحب بھی ای معنی کے قائل ہیں، چنانچہ آیت میں حفاظتِ قرآن کاوعدہ کیا گیا ہے اور پہلے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے اور معانی احادیث کی صورت میں موجود ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نام ہے اور معانی احادیث کی صورت میں موجود ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا بھی وعدہ کیا ہے۔

2 ﴿ اَلذِّكُو ﴾ ہے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ ﴿ اَلذِّكُو ﴾ بمعنی وی ہے اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ احادیث بھی وی الہی ہیں، البذا آیت فرکورہ دھا ظتِ حدیث کے لیے بھی نص کا درجہ رکھتی ہے۔ اور ﴿ اَلذِّكُو ﴾ ہے مطلق وی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے مراد صرف قرآن ہوتا تو پھر ﴿ اَلذِّكُو ﴾ کے بجائے قرآن یا فرقان یا کتاب کا لفظ استعال کرنا چاہیے تھا کیونکہ دھا ظت کا مسللہ بہت اہم ہے اور اہمیت کے مقام میں صریح لفظ استعال کرنا ضروری ہوتا ہے، البذا معلوم ہوا کہ یہاں ﴿ اَلذِّكُو ﴾ ہے صرف قرآن مراد نہیں بلکہ مطلق وی مراد ہے۔ قرآن کریم میں لفظ ﴿ اَلذِّكُو ﴾ کے متعدد معانی ہیں۔ امام

^{(&}lt;u>)</u> الحجر 9:15.

سیوطی ﷺ نے اپنی کتاب'' اَلاِ تَقَانُ فِی عُلُومِ الْقُرْ آن'' میں اس کے 22 معانی نقل کیے ہیں جبکہ ان سے ایک معنی رہ گیا ہے اور وہ ہے'' ذکر'' بمقابلہ نسیان، یعنی''یاد کرنا''۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ فَالتَّلِيْتِ ذِكْرًا ۞

''پس ان کی قتم جو ذکر (وحی،قر آن) کی تلاوت کرتے ہیں۔''[®] پھر فر ماہا:

﴿ فَسُتَكُوۡۤا اَهۡلَ الذِّبۡكُرِ ۗ

''پس اہلِ ذکر (وحی والوں) سے پوچھو۔''[©]

ان آیات میں ذکر جمعنی وجی ہے تو سورہ جمری آیت کا معنی ہے ہے کہ ہم نے وجی نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس وجی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بیٹابت کیا جا چکا ہے کہ اصادیثِ سیحہ بھی وجی اللی ہیں، لہذا ٹابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے؟ اس طرح حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے اور جس طرح قرآن کی دو طریقوں، حفظ اور کتابت کے ذریعے سے حفاظت کی گئی اس طرح حدیث کی حفاظت بھی انھی دو طریقوں سے کی گئی ہے۔

حفاظت مديث بذريعه سماع اور حفظ

اگرغور کیاجائے تو کسی بات، خبر اور قصے وغیرہ کی حفاظت کی پہلی بنیاد حفظ ہے، لیمنی اسے اسے اسے دل و دماغ میں محفوظ کر کے یاد کر لینا جبکہ ضبط تحریر میں لانے کی اہمیت اس کے بعد ہے۔ حفظ میں تغیر آنے کا امکان کم اور کتابت میں زیادہ ہے، اسی لیے نبی مَالَّیْمُ کتابتِ حدیث کی نبیت حفظ حدیث کی زیادہ ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ وفد عبدالقیس کتابتِ حدیث کی نبیت حفظ حدیث کی زیادہ ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ وفد عبدالقیس کتابت میں النجا ،3:16

ر) الطبعت 2.3.1 ﴿ الصحل 10.45.

کے واقعے میں ہے کہ نبی سُلِیَّا اُنے جب انھیں جار چیزوں کا تھکم فرمایا اور جار چیزوں سے منع کیا تو ارشاد ہوا:

> "اِحْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ" "اسے یاد کرواوراپنے پیچھے والے لوگوں کواس کے متعلق بتاؤ۔" اورآپ مَالیُمُا نے ترغیب کے طور پر فرمایا:

«نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا » "الله اس بندے کوخوش وخرم رکھ: جس نے میرے فرامین سے، پھر انھیں یاد کیا اور پھر جنھول نے نہیں سناان تک پہنچادیا۔"

اورایک روایت میں ہے:

«رَحِمَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنِّي حَدِيثًا فَحَفِظَهُ»

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے مجھ سے حدیث س کر یادی۔'' اٹھی اوامر اور تر غیبات کی وجہ سے صحابہ کرام نے نبی تا این این کا این کا اور تر غیبات کی وجہ سے صحابہ کرام نے ب بعد یاد کیا اور آپ کے ہر فعل کو دکھ کر اس کے مطابق اپنی عملی زندگی بنائی اور تمام افعالِ نبوی ذہن نشین کر لیے۔

قوت عافظه ادر صحابهٔ کرام

عرب کے باشندے قدرتی طور پر توی الحافظہ واقع ہوئے ہیں۔ ان کے شعراء اور خطباء کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جنھیں س کر انسان جیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اہلِ

⁽آ) صحيح البخاري الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان، حديث: 53. (أ) مسند أحمد: 82/4، وجامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث: 2657.

③ صحيح ابن حبان:1/270 عديث: 67.

عرب ہزاروں اشعار، تصیدے اور امثال ایک ہی وقت میں زبانی سنادیا کرتے تھے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے:

''اہلِ عرب میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کسی کے اشعار صرف ایک ہی دفعہ بن کریاد کرلیا کرتے تھے۔''

صحابہ کرام کی قوتِ حافظہ کے دوخصوصی اسباب تھے: ایک ظاہری اور طبی سبب، یعنی کم کھانا، کم سونا اور کم گوئی، ان معمولات سے انسان کی قوتیں مزید بیدار ہوجاتی ہیں کیونکہ زیادہ کھانا اور زیادہ سونا بہت سے امراض کا سبب بنتا ہے۔ دور حاضر میں یہ بات روز روثن کی طرح واضح ہو چکی ہے۔ مزید برآں دنیوی مشاغل اور کثرتِ اموال بھی صحابہ کرام کی صفت نہیں تھی جو حافظے کے لیے نقصان دہ ہے۔

ایک اور معنوی اور روحانی سبب تقوی ہے۔ اس کے علاوہ نبی سُلَیْم کی وعائیں، آپ

گی بابر کت مجالس، دین داری اور گناہوں سے بچنا قوتِ حافظہ کے لیے انتہائی اہم
اسباب ہیں۔ گناہ گارتم کے لوگ زیادہ تر نسیان کے مریض ہوتے ہیں جبکہ صحابہ کرام کی
دیانت اور تقویٰ تو ساری امت کے لیے عظیم نمونہ ہے۔ قر آنِ کریم اور رسول اللہ طُلِیْم کی
منت کے اتباع نے ان کی روحانی قوت میں بے پناہ اضافہ کردیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ
نی طُلِیْم کی مجالس مبار کہ سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ بسااوقات برکاتِ نبویہ کا بطور
خرقِ عادت ظہور بھی ان کے لیے ہوتا تھا، چنانچہ ابو ہریرہ ڈھٹیئنے نے ان لوگوں کے جواب
میں جضوں نے ان پر کشرت روایات کا طعن کیا تھا، فرمایا: میں اس لیے کشرت سے
میں جضوں نے ان پر کشرت روایات کا طعن کیا تھا، فرمایا: میں اس لیے کشرت سے
روایات بیان کرتا ہوں کہ ایک دفعہ نی طُلِیْم نے ایک مجلس میں فرمایا:وہ کون شخص ہے جو
اس مجلس میں اپنا کیٹر البچھائے اور پھر اختقام مجلس پر وہ اپنا کیٹر البجع کرکے اپنے سینے
اس مجلس میں اپنا کیٹر البچھائے اور پھر اختقام مجلس پر وہ اپنا کیٹر البجع کرکے اپنے سینے
سے لگالے۔ ابو ہریرہ ڈھٹیئیان کرتے ہیں: یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی کہ میں نے جلدی

سے چادر بچھائی اورمجلس کے اختیام پر وہ چادرا پنے سینے سے لگانی ۔اس کے بعد مجھے کوئی حدیث نہیں بھولی۔ [®]

محدثین نے بیان کیا ہے کہ ابو ہر برہ ڈٹاٹٹٹ نے 5374 احادیث نقل کی ہیں۔ امام بخاری ڈلٹ نے صیح بخاری میں ابو ہر برہ ڈٹاٹٹ کی امتیازی شان میں ابو ہر برہ ڈٹاٹٹ کا اپنے بارے میں قول نقل کیا ہے۔

«يَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ»

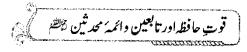
''ابوہریرہ ڈائٹوُنوہ احادیث بھی یاد کرتے تھے جو دوسر نہیں یاد کرتے تھے۔''[®] دوسرا قول ہے:

«حَفِظْتُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وِعَائَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَنَثْتُهُ»

"میں نے رسول الله مَنْ ﷺ سے علم کی دوانواع حفظ کی ہیں، جن ہیں سے ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلایا ہے۔"

میں نے لوگوں میں پھیلایا ہے۔"

ان کے علاوہ باقی صحابہ کرام نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق رسول الله مُنَافِیْمُ سے ا احادیث حفظ کیس۔



حفظِ حدیث کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے تابعین میں بھی بڑے بڑے علماء اور حفاظ حدیث میں بھی بڑے برے علماء اور حفاظ حدیث میں بہت محنت کی ہے۔ان میں سے چند حفاظ حدیث درج ذیل ہیں:

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة ، حديث: 2492. ② صحيح البخاري ، العلم، باب حفظ العلم، حديث: 118. ③ صحيح البخاري ، العلم، باب حفظ العلم، حديث: 120.

ابراتیم بن بزیدیمی، ابراتیم نخفی، احنف بن قیس، اساعیل بن ابو خالد، اسود بن بزید، عروه ابن زبیر، سلیمان بن مهران اعمش ، اولیس قرنی، ابوب بن ابوتمیمه، بسر بن سعید، بکر بن عبدالله قرنی، ثابت بن اسلم، جابر بن زید، جعفر بن محمد، حسن بن حسن، حسن بصری، خالد بن معدان ، سعید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میشیند

ان کے علاوہ بے شارتا بعین اصاغروا کابر نے حفظِ حدیث کا اہتمام کیا۔ ان میں سے ایک امام ابن شہاب زہری وطلقہ ہیں۔ امام ذہبی وطلقہ نے ان کی قوت حافظہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام ابن شہاب زہری کی قوت حافظہ کا امتحان لین کے ارادے سے انھیں کہا: میرے بیٹے کے لیے پچھ احادیث لکھ کر بھیج دیں۔ ابن شہاب نے کا تب سے چارسواحادیث تحریر کرائیں اور مسودہ خلیفہ کو بھیج دیا۔ پچھ مدت بعد ابن شہاب خلیفہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو خلیفہ نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: آپ نے جو احادیث بھیجی تھیں ان کا مسودہ گم ہوگیا ہے۔ امام زہری نے فرمایا: پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اس وقت کا تب کو بلوایا اور وہی چارسواحادیث دوبارہ کی موادیث نے برک ان کے معودے کے اس معلوم ہوا کہ امام زہری وطلقہ کے اس نئے مسودے کے محدودے سے موازنہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ امام زہری وطلقہ نے کہیں بھی کوئی غلطی نہیں گی۔ ش

قوت حافظ اور تبع تابعين

⁽¹⁾ تذكرة الحفاظ :84,83/1.

اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عینیہ، لیث بن سعد، شعبہ بن تجاج، محمد بن حسن، امام احمد بن حبن ادریس الشافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن الی شیبہ، امام محمد بن ادریس الشافعی، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترفدی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام داری رہستے قابل ذکر ہیں۔ مسلم، امام ائمہ کرام حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ مؤلفین کتب بھی تھے جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ ان میں سے سفیان ٹوری رہستے کو تعمیں ہزار، شعبہ کو دس ہزار، یزید بن ہارون کو چوبیس ہزار اور اسحاق بن راہویہ رہستے کوایک لاکھ احادیث یادتھیں۔ اُن

ابن کثیر رشط نے لکھا ہے کہ امام شافعی رشط نے فرمایا:'' میں نے دس سال کی عمر میں موطا امام مالک رشط شد حفظ کرلی تھی۔''

گذشتہ صفحات میں حفظ وساع کے ذریعے سے حفاظتِ حدیث پرروشیٰ ڈالی گئی ہے۔ اس سے داضح ہوا کہ ساع اور نقلِ حدیث کا سلسلہ مذکورہ قرون میں بھی بھی منقطع نہیں ہوا۔ عرب وعجم کے تمام اطراف میں حفظِ حدیث، ساعِ حدیث اور دروسِ حدیث کا چرچا اور دور دورہ قعا۔

كتابت اور تالف وتدوين كے ذريع سے حفاظت ِ حديث

حفاظتِ حدیث کا بید دوسرا طریقہ ہے، لیعنی نبی مُنَاتِیْنِ کے دور سے لے کر قرونِ ثلاثہ (جس کے بھلائی پر ہونے کی خبر نبی اکرم مُناتِیْنِ نے دی تھی) میں بیسلسلہ جاری تھا۔ ہر کا تب ومؤلفِ حدیث نے اپنی سند کو ساع صحابہ کی سند سے نبی مُناتِیْنِ کک پہنچایا ہے۔



امام بخارى الطفير في "كتاب العلم ،باب كتابة العلم" مين حارا حاويث ورج كي

ئىدىنى المحفاظ:153/1و232/1.232.

ہیں جن سے نبی مَالیّے کم رور میں کتابت صدیث کا شوت ملتاہے۔

- ﴿ عَلَى وَاللَّهُ كَلَ روايت جس ميں حضرت على وَاللَّهُ سے بوچھا گيا: كيا آپ كے پاس كوئى (خاص) كتاب ہے (جيما كه شيعوں كا باطل عقيدہ ہے)۔ آپ نے فرمايا: ہمارے پاس صرف كتاب الله ہے، دوسرى وہ سجھ ودانائى جوالله تعالىٰ كى طرف ہے كسى مسلمان آدى كو دى جائے۔ تيسرى چيز ايك خاص رسالہ ہے جو ميرے پاس ہے اور اس كے اندر ديت دي وار قيدى چھڑانے كے تفصيلى احكام بيں۔ اس ميں يہ تمم بھى ہے كہ كسى كافر كے دين مسلمان كوئل نہيں كياجائے گا۔ ﴿
- ﴿ ابوہریرہ وَ وَاللّٰہُ ہے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللّٰه عَلَیْمُ نے فَتَح کمہ کے موقع پر بہت لمبا خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں بہت ہے آداب واحکام بیان فرمائے۔ایک یمنی شخص ابوشاہ نے آپ کے قریب آکر عرض کیا: یہ احکام میرے لیے لکھوا دیں تو نبی عَلَیْمُ نے فرمایا: ''ابوفلاں، یعنی ابوشاہ کولکھ دو۔''
- ﴿ ابوہریرہ رُفَاتُونَّ سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر و رُفاتُنِا کے سوا مجھ سے زیادہ احادیث لقص کرنے والا کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے جبکہ میں نہیں لکھا کرتا تھا۔ ﴿
- ابن عباس ڈٹائٹیا ہے مرومی حدیث ہے جس میں نبی سکٹٹیٹی نے مرض الموت میں فر مایا تھا: ''ایک کتاب لاؤ تا کہ میں تمھارے لیے ایسی چیز لکھوں جس کے بعدتم گمراہ نہیں ہوگے۔''[®]

یمی چیز جو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ نے ندائھی زبانی طور پر صحابہ کو بیان فرما دی:

المحسين البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 111. (أ) صحيح البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، باب كتابة العلم، حديث: 113. (أ) صحيح البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 113. (أ) صحيح البخاري، العلم، حديث: 114.

[1] جب کوئی وفد آئے تو اس کا احترام کرو۔

🗵 مشرکین کو جزیرة العرب سے نکال دو۔

آ میری قبرکووٹن (ایبابت جس کی عبادت کی جائے) نہ بنانا کہاس کی عبادت کی جائے۔
 آ امام بخاری شرائش نے کتاب الجہاد والسير میں باب کتابة العلم للناس کے

ز برعنوان بیان کیا ہے کہ پندرہ سوصحابہ کے نام رجٹر میں لکھے گئے تھے۔ اوراس وقت میہ ضروری تھا کہ پورا نام مع ولدیت اور کنیت لکھا جائے۔

بخاری کے علاوہ ویگر کتب میں کتابتِ حدیث کے علم کا ثبوت

5 عبدالله بن عمروبن العاص والنخما كا ايك بزار احاديث برمشمل الصحيفة الصادقة يا الرسالة الصادقة تقار

 اوافع والثل کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ سے احادیث سنتے ہیں تو کیا انھیں لکھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا:

«أُكْتُبُوا وَلَا حَرَجَ»

'' لکھ لیا کروکوئی حرج نہیں۔''[®]

8 عبداللہ بن علیم کی روایت میں ہے کہ

أسدالغابة: 3/346. (2) المعجم الكبير للطبراني: 276/4. (3) سيرت ابن هشام: 269/4.

@ سنن أبي داود، اللباس، باب من رولي أن لا يستنفع، حديث: 4128، وجامع الترمذي، ٩

ٰ 19 نبی مُثَاثِیْ نے بیمن کے شہر جر ش کے لوگوں کو محبور اور کشمش کو اکٹھا بھگونے سے لکھ کر منع کیا تھا۔ [©]

اسی طرح نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے ایبا ہی خط أهل هجر کے نام بھی لکھا تھا۔ ®

الله معاذ والنَّهُ يمن ميں بطور گورنر مقرر تھے۔ مدينه ميں ان كے بيٹے وفات پاگئے تو نبی سَلَقِظِ نے انھيں تعزيق خط لکھا۔

ای حسن بن عمرو سے مردی ہے کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ ڈٹائٹ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے، نبی مُٹائٹی کی حدیثوں کی بہت می کتابیں دکھا ئیں اور فر مایا کہ یہ میرے پاس کھی ہوئی کتاب ہے۔ ®

الله بني مَنَّ اللَّهُ إِنْ عبدالله بن عمرود النَّهُ السي فرما يا تها:

''میری حدیثیں لکھا کرو۔اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق ہی ذکاتا ہے۔''®

﴾ اللباس؛ باب مأجًاء في جلود الميتة إذا دبغت، حديث: 1729. ۞ صحيح مسلم؛ الأشربة، باب كراهة انتباذ التمروالزبيب مخلوطين، حديث: 1990. ۞ سنن النسائي، الأشربة، باب خليط البسر والتمر، حديث: 9 5 5 5. ۞ تاريخ بغداد: 2 / 8 9، وحلية الأولياء: 1 / 30 7. ۞ مراسيل أبي داود، ص: 134,133، حديث: 117، والمحلى لابن حزم: 12/6,222/5.

فتح الباري: 207/1، تحت حديث: 113. شي سنن أبي داود، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 3646.

- الله معبد بن ہلال فرماتے ہیں: ہم حضرت انس بن مالک و الله عبد بن ہلال فرماتے ہیں: ہم حضرت انس بن مالک و چھتے ہیں ایک رجٹر نکال کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ عَلَیْمُ ہے سی تھیں اور پھر لکھ کرآپ کو پیش کی تھیں۔
- 15 ابوسعید خدری ولائن کی روایت ہے کہ ہم رسول الله تالی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ (3)
- اقل ایک انصاری (صحابی) احادیث سنتے مگر انھیں یادنہیں رہتی تھیں۔رسول الله مَالَّيْمُ نے انھیں فرمایا۔ انھیں فرمایا:'اپنے دائمیں ہاتھ سے مددلیا کرو''[®] بعنی آپ نے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ ممکرین حدیث نے بھی ان احادیث کا سہارا لیا ہے جن میں حدیث لکھنے کی ممانعت ہے۔وہ روایات درج ذیل ہیں:
- ﴿ ابوسعید خدری واثناؤ کی روایت ہے که رسول الله سَالِقَائِ نے فر مایا: ' جس نے قرآن کریم کے علاوہ مجھ سے کچھ کھھا ہے وہ اسے مثادے اور مجھ سے حدیث بیان کرتے رہو، کوئی حرج نہیں۔ ' ®
- ﴿ صحابہ ﴿ اللّٰهِ فرماتے ہیں کہ ہم نے (قرآن کریم کے علاوہ) مکتوبات جمع کر کے جلادیے۔
- ﴿ نِي سَلَيْظُ اللَّهِ مرتبه باہر تشریف لائے تو فرمایا:''کیا لکھتے ہو؟'' ہم نے عرض کیا: احادیث جو آپ سے سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:''کیا الله تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ دوسری کتاب؟

⁽أ) المستدرك للحاكم: 574,573/3 حديث: 6452. (أ) مجمع الزوائد: 150/1 حديث: 672. (أ) مجمع الزوائد: 150/1 حديث: 672. (أ) جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الرخصة فيه، حديث: 2666. (أ) مجمع الزوائد: 151/1، مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث، حديث: 3004. (أ) مجمع الزوائد: 151/1، حديث: 672.

تچھی امتیں اسی وجہ سے گمراہ ہوئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابیں ککھتے تھے''[®]

﴿ زید بن ثابت مُحالِثُهُ ہے مروی حدیث ہے اس میں بھی کتابت حدیث ہے منع کرنے کا تعکم دیا گیا ہے۔ ﴿)

اسی طرح پرویز صاحب نے ابوبکر دھائی سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے اپنے مکتوبات احادیث جلادیے تھے۔ عمر وہائی بھی استخارہ کرنے کے بعد احادیث کا مجموعہ لکھنے سے رک گئے۔ علی وہائی نے اپنے خطبے میں احادیث مٹانے کا حکم دیا تھا۔ ان تمام روایات سے رک گئے۔ علی وہائی نے اپنے خطبے میں احادیث مٹنوع ہے اور جو کتابت ہو چکی تھی اسے مٹایا یا جا دہا گیا۔

آآ منکرین حدیث کی یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ احادیث جمت نہیں اور دوسری طرف اپنائمذ عا ثابت کرنے کے لیے احادیث ہی سے استدلال کرتے ہیں۔

[2] ہم نے کتابتِ حدیث کے اثبات کے لیے جو روایات بیان کی ہیں وہ احادیث ممانعتِ کتابت کے ساتھ متعارض ہیں۔ علم اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تعارض کے وقت جب ایک روایت کی ضرور کوئی توجیہ یا وجہ ترجیح بیان کی جب ایک روایت پرعمل کیا جائے تو ووسری روایت کی ضرور کوئی توجیہ یا وجہ ترجیح بیان کی جائی ہے کہ کا ن روایات سے جن میں کتابتِ حدیث کا ذکر ہے بالک صرف نظر کیا ہے۔ ان احادیث کا ان کے پاس کوئی جواب بھی نہیں۔ یہ بڑی علمی بالکل صرف نظر کیا ہے۔ ان احادیث کا ان کے پاس کوئی جواب بھی نہیں۔ یہ بڑی علمی خیانت ہے ہاں، ان کے پاس ایک عذر لئگ ہے۔ پرویز صاحب کے مطابق صحابہ کرام خیانت ہے ہاں، ان کے پاس ایک عذر لئگ ہے۔ پرویز صاحب کے مطابق صحابہ کرام سے جو کتابتِ حدیث کی روایات نقل ہیں ان کے ساتھ نبی علی ان کے ساتھ نبی علی تھدیق نہیں۔ یہ تو

[•] تقييد العلم للخطيب بغدادي:34,33/1. ﴿ سَنَ أَبِي داود العلم ، باب كتابة العلم ، حديث:3647.

سراسرجہلِ مرکب کی بات ہے۔ اثباتِ کتابتِ صدیث کے بارے میں جوروایات ہیں ان
میں سے بعض کے لیے نبی عُلَّیْاً کا تکم موجود ہے۔ بعض میں صحابہ کرام کا اپنے تحریری
و خیرہ احادیث کو آپ عُلِیْاً کی خدمت میں پیش کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں نبی عُلِیْاً
کی طرف سے تشریعی احکام کا تذکرہ ہے۔ اس سے زیادہ تصدیق کی کیا ضرورت ہے؟

ایک علافے امت اور شارعین حدیث نے اتفاق کیا ہے کہ احادیث کی کتابت سے ممانعت
کا حکم شروع میں دیا گیا تھا تا کہ لوگوں کو قرآنِ کریم کے متعلق کوئی اشتباہ نہ ہو، تاہم بعد
میں وہ حکم منسوخ ہوگیا۔
اللہ اللہ اللہ اللہ کا کہ کہ کے متعلق کوئی اشتباہ نہ ہو، تاہم بعد

احادیث لکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اکثر ضعیف ہیں جبکہ اثبات کتابت کے متعلق احادیث اکثر صحیح ہیں۔

ابو بکر ڈلٹٹؤ کے متعلق روایت، کہ آپ نے اپنی تحریری احادیث کوجلا دیا، کی سند میں علی بن صالح مجہول، محمد بن موی ضعیف اورمویٰ بن عبداللہ متکلم فیدراوی ہے۔

عمر را النوائي كى روايت، كه انھوں نے اپنی احادیث جلا دی تھیں، بھی سند کے لحاظ سے منقطع ہے۔ اس کے مقابلے میں عمر را النوائي كی صحیح روایت موجود ہے۔ جس میں منقول ہے كہ عمر را النوائي كى لكھی ہوئی احادیث، ان كی اولاد كی طرف منتقل ہوئیں ، نیز عمر بن عبد العزیز را النوائی نے اس كتاب سے احادیث نقل كركے ان پر عمل كيا۔ امام دار قطنی نے فرمایا: بدروایت سند كے لحاظ سے صحیح ہے۔ ﴿

علی ڈاٹھڈے اس فرمان' مکتوب احادیث مٹادو' والی روایت کا راوی جابر جعفی ، کذاب ہے۔ اس کے مقابلے میں علی ڈاٹھڈسے مروی صحیح حدیث پہلے بیان کی گئی ہے کہ ان کے پاس صحیفہ تھا جس میں بعض احکام تحریہ تھے، لہذا منعِ کتابت کے متعلق اس حدیث کو صحیح

[﴾] فتح الباري: 1/208، تحت حديث: 113. ﴿ الموطأ للإمام مالك، ص: 109. ﴿ سنن الدارقطني، ص:200.

روایت کے مقالبے میں پیش کرنا جہل اور حمافت کے سوا کیچینہیں۔

حدیث مسلم جوابوسعید خدری واقتی ہمروی ہے، وہ اگر چہ امام مسلم وطلقہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن امام بخاری وطلقہ نے اس کی تخر بے نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ بیان کی شرط کے مطابق نہ تھی۔ بہر صورت اس کا اصل جواب وہی ہے جو پہلے ذکر ہُوا کہ احادیث کے لکھنے سے ممانعت کا تھم ابتدا میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

عہد صحابہ کرام کے بعد مذوین حدیث

جس طرح حفظ حدیث کا تسلسل جاری رہاائی طرح کتابت حدیث بھی مسلسل جاری رہا ہی میہاں تک کہ تدوینِ حدیث کا تسلسل جاری رہا ہی میہاں تک کہ تدوینِ حدیث نے مختلف اقسام کی کتب، مثلاً: مصنفات، مسانید، جوامع، سنن اور معجمات وغیرہ کی صورت اختیار کی اور امت کو احادیث رسول کا مجموعہ محفوظ طریقے ہے بینے گیا۔ ذیل میں جمعِ احادیث کے چند اووار بیان کیے جاتے ہیں۔

صحابهٔ کرام کے تحریری مجموع

﴿ صحیفہ صادقہ: عبدالله بن عمرو بن عاص وہ الله کا ہزار احادیث پر مشتل صحیفہ صادقہ۔ یہ اب مند احمد میں مکمل طور پر موجود ہے۔ اس صحیفے کی ردایت عمرو بن شعیب بن محمد بن عبدالله بن عمرو بن عاص کے توسط سے پوری طرح منقول ہے اور اکا بر محدثین نے اس روایت پر اعتاد کر کے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ﴿

عاريخ الحديث والمحدثين ٠ ص : 210.

- ② صحیفہ عمر بن خطاب ڈلٹٹئۂ اس میں صدقات اور ز کا ۃ کے احکامات درج ہیں۔ امام ما لک پٹرلشہ فرماتے ہیں: میں نے رہ صحیفہ پڑھا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز ڈٹلٹیئنے جب تدوین حدیث کا کام شروع کیا تو بیصحیفه آخی*س عمر «نافظ کے خاند*ان سے موصول ہوا۔ $^{\oplus}$ ③ صحیفهٔ عثمان دلانتیُّ: اس صحیفه میں زکاۃ کے احکام درج تھے۔ اس کے متعلق امام
- بخارى الشيش نے كتاب الجہاد ميں واقعہ بيان كيا ہے۔ ﴿ صحيفهُ عَلَى دُلِينُتُهُ: اس ميں زكا ة ،صدقات، ديت، قصاص، حرمتِ مدينه، خطبهُ حجة الوداع

اور اسلامی دستور کے نکات درج تھے۔ بیر صحیفہ حضرت علی ڈلٹٹی کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے یاس تھا ، پھرا مام جعفر کے پاس آیا اورانھوں نے حارث کولکھ کر دیا۔ 🏵

🕏 مند ابو ہرمرہ واللہ: اس کے بہت سے ننج عہد صحابہ میں کھے گئے تھے۔اس کی ا کیے نقل عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان والی مصر کے باس تھی۔عبدالعزیز بن مروان نے کثیر بن مرہ کولکھا تھا کہ آپ کے پاس صحابۂ کرام کی جنتی مرویات ہیں وہ ہمیں لکھ کر بھیج دیں گر ابو ہریرہ ڈٹاٹٹو کی مرویات سیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ <u>س</u>یلے ہی ہارے یاس موجود ہیں۔[®]

اس کے علاوہ صحیفۂ انس، خطبۂ فتح مکہ (جو ابوشاہ کے لیے لکھا گیا تھا)،صحیفۂ جاہر بن عبداللہ،مروبات ابن عباس،مروبات عائشہ اور صحیفۂ عمرو بن حزم (جب نبی مُلَاثِمُ نے یمن كا گورنرمقرر كيا نو أنھيں بيلكھ كر ديا گيا۔اس صحيفے ميں فرائض،سنن،صد قات و ديات اور د گیر21 فرامین نبوییشامل ہیں۔) مزید براں رسالۂ سمرہ بن جندب ، رسالۂ سعد بن عبادہ اورصحیفہ عبداللہ بن مسعود ڈیالڈٹر جس کے بارے میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے حلفاً کہا

[﴾] الموطأ للإمام مالك، ص: 100. ﴿ تُدوين حديث بربان والى، و صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث:111. ﴿ الطبقات الكبرى لابن سعد:448/7.

تھا کہ بیان کے باپ (عبداللہ بن مسعود ڈٹاٹٹؤ) نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ [©] بیہ تمام صحیفے ،رسالے اور کتب صحابۂ کرام کی تحریریں تھیں جن میں انھوں نے مرفوع احادیث جمع کی تھیں۔

تدوین حدیث کا دوسرا دور

خلفائے اربعہ ڈیائٹٹاکے زمانے میں کثرت سے غزوات کے وقوع اوربعض فتنوں کے ظہور کی بنا پر وہ تدوینِ احادیث کی طرف توجہ نہ کر سکے۔صرف انفرادی طور بران کے پاس مندرجہ بالا صحیفے موجود تھے۔خلافت راشدہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز پڑللٹۂ صفر99 ہجری میں خلیفہ ہے جنھیں خلفائے راشدین میں شار کیا جاتا ہے۔ آپ نے دین کی حفاظت کے لیے تدوین اور جمع حدیث کی طرف توجہ مبذول فرمائی، چنانچہ آپ نے مدینہ طیبہ کے حاکم ابو بكر محمد بن عمرو بن حزم كے نام خط لكھا كہ عمرة بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد (دونوں عائشہ را بھا کے شاگرد تھے اور قاسم بھتیج بھی تھے۔) کے پاس جواحادیث کا ذخیرہ ہے اسے قلم بند کرلیں۔ ابوہریرہ ڈاٹھ کی مرویات ہارے یاس موجود ہیں انھیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔آپ نے اس کام کے لیے بارہ ماہر محدثین کی ایک سمیٹی بنائی جس کا سربراہ ابن شہاب زہری کو مقرر کیا، اس لیے انھیں مدوّنِ اوّل کہا جاتا ہے۔ ان بارہ محدثین نے احادیث کے الگ الگ مجموعے تیار کر کے عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیے۔ چونکہ ان كازمانة خلافت مخضرتها، اس ليے آپ ان مجموعات كى تنقيح و تدوين اورائھيں اطراف ميں تقتیم کا کام نہ کرسکے۔جس طرح زید بن ثابت ڈٹاٹنڈ نے بذات خود تمع قر آن کو نا گوار سمجھا قعا،لیکن پھراس کام کے سربراہ رہے،اس طرح کہا جا تا ہے کہامام زہری ڈللتہ جمع حدیث

٠ جامع بيان العلم: 1/300.

کو پیند نہیں کرتے تھے لیکن بایں ہمدیبی کام انھوں نے بہت محنت سے سرانجام دیا۔اس کے بعد سلسلۂ تدوین جاری رہا یہاں تک کہ 101 ہجری سے 190 ہجری تک متعدد کتب حدیث تیار ہوئیں جن میں سے موطأ امام مالک، جامع سفیان توری، جامع ابن مبارک، جامع امام اوزاعی، جامع ابن جریج، کتاب الخراج از امام ابو پوسف اور کتاب الآثار از امام محمہ بن حسن شیبانی زیادہ مشہور ہیں اور ان میں سے موطاً اور آخری دو کتب تو اب بھی محفوظ ہیں ۔ جب موطأ امام ما لک تیار ہوئی تو مدینہ کےستر علاء اور فقہاء نے اس کی صحت یرا نفاق کیا، اس لیےاس کا نام موطأ رکھا گیا، پھرییہ کتاب امام ما لک ٹ^{ملٹ} ہے تقریبًا ایک ہزار شاگر دوں نے سنی اور اسے ضبط تحریر میں لائے۔ فی الونت وہ تمام مسودات موجوز نہیں بلکہ ان میں سے صرف 16 باتی رہ گئے ہیں۔اب جو متداول نسخہ ہے وہ سب نسخوں سے زیادہ قابل اعتاد ہے۔ یہ کی بن کی مصمودی کا مرتب کردہ ہے۔ دوسری صدی ہجری میں چندمسانیدمنظرعام پر آئیں: مندابی ہر رہو، بیمنداحمہ میں کمل موجود ہے۔منداحمہ، مند شافعی ،مندالبز ار،مندامام موسیٰ کاظم بن جعفر،مندابوسفیان وکیع بن جراح اورمند امام اوزاعی جومندالشامین کے نام سےمشہورہے۔ بیرمسانید وہ بیں جو دوسری صدی ہجری کے اختیام سے پہلے مرتب ہو چکی تھیں۔

تیسری صدی ہجری کادور

دوسری صدی میں مرفوع اور موتوف دونوں قتم کی احادیث کو جمع کیا گیا تھالیکن تیسری صدی میں الیے اہلی علی اللہ اللہ میں اللہ اللہ علم اور ائمہ کہ حدیث پیدا ہوئے جضوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ مرفوع احادیث کو مستقل حیثیت دی جائے، چنانچہ انھوں نے اپنی کتابوں میں صرف مرفوع احادیث کو جمع کیا۔ان ائمہ کرام میں سے چند درج ذیل ہیں۔

امام احمد بن حنبل (متوفی 231 ہجری)، عبداللہ بن مویٰ، مسدد بھری، اسحاق بن راہویہ، عثان بن ابی شیب، امام محمد بن اساعیل بخاری (متوفی 256 ہجری) آپ کے شاگر درشید امام مسلم (متوفی 261 ہجری) امام ابوداود (متوفی 275 ہجری) امام تر ندی (متوفی 275 ہجری) امام تر ندی (متوفی 275 ہجری) اور متوفی 279 ہجری) اور امتوفی 279 ہجری) اور امام ابن ماجہ (متوفی 255 ہجری)۔ اس دور میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں چھوٹی بری کتابیں کھی گئیں۔

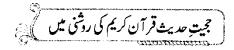
دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ائمہ بھی پیدا فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ائمہ بھی پیدا فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نفذو جرح کی پوری استعداد سے نوازا۔ انھوں نے حدیث کے راویوں کی پوری جانچ پر کھ کرتے ہوئے سیجے اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کر دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بے شار محدثین پیدا فرمائے جنھوں نے ضعیف اور موضوع روایات کو الگ الگ جمع کیا۔

پرویزی فرقے سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کی حفاظت، اس کا جمع کرنا اور اس
کی تدوین، احادیث سے ثابت کرنا درست ہے تو پھر احادیث کی حفاظت بذریعہ حفظ و
کتابت کیوں قابل اعتراض ہے؟ اس کی مثال ایک عالم نے اس طرح پیش کی ہے کہ
کوئی شخص کسی کنویں سے ایک ڈول پانی نکال کر پے اور کہے کہ پانی صاف اور میٹھا ہے
لیکن جب وہ دوسرا ڈول اس کنویں سے نکالے تو کیے کہ پانی گندا اور کھارا ہے۔ کیا بیشض
دیوانہ اور پاگل نہیں کہلائے گا؟ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جب ثابت ہوا کہ قرآن اور
حدیث دونوں محفوظ ہیں اور اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کی ہے تو پھر حفاظت کا مقصد
صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کو جمت سمجھ کر اس کے احکام پڑئل کرنا مسلمانوں کے لیے
صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کو جمت سمجھ کر اس کے احکام پڑئل کرنا مسلمانوں کے لیے



جیت حدیث سے انکار، قرآن کی جمیت سے انکار ہے مصصد

گزشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ عَنَّاثِیْم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرح اطاعت ہے۔ رسول اللہ عَنْ اللّٰ الله عَنْ اللّٰ اللّٰ



1 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِعَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةً ا بَعْلَ الرُّسُلِ ﴾

''ان سب رسولوں کو ہم نے خوش خبری دینے اور (منکروں کو عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی اعتراض باتی ندر ہے۔''[®]

آیت کا ظاہری مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی رسول نہ بھیجنا تو اللہ تعالی اوراس کے

ر) (آ) النسآء 165:4. احکام کے منکر لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف اعتراض کرتے کہ اس نے رسول نہیں بھیجا تھا جس کی وجہ سے ہم گراہ ہوگئے، لہذا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو لوگوں پر جمت بنا کر بھیجا لیکن رسولوں کی ذات بطور ذات جمت نہیں بلکہ وہ رسالت کی جس صفت سے متصف ہیں وہ جمت ہے اور آپ کی رسالت میں آپ کی تمام احادیث داخل ہیں۔ مذکورہ آیت میں کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیونکہ رسالت، وہی جلی اور وجی خفی دونوں کوشامل ہے، لہذا معلوم ہوا کہ جوشخص احادیث رسول کو جمت نہیں مانتا وہ اس آیت کر یہہ کا بھی منکر ہے۔

2 الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ لِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ آمُرًا أَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيرَةُ مِنْ آمُرِهِمْ ﴾

''اورکسی مومن مرداورکسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اوراس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنے کسی معاطع میں اپنی طرف سے کوئی اختیار استعال کریں۔'' ®

 ہے،لہذا جوشخص جمیت ِ حدیث کونہیں مانتا وہ اس آیت کریمہ کوبھی نہیں مانتا۔ [3] اللّٰہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَزِّنَّ إِنْنَ حَتَّى نَبُعَثَ رَسُولًا ۞

''اور ہم ہرگز عذاب نہیں بھیجتے حتی کہ کوئی رسول بھیجے دیں۔''[©]

ایعنی اللہ تعالیٰ پہلے رسول مبعوث کرتا ہے اور اگر کوئی قوم رسول کی نافر مانی کرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس نافر مان قوم پر عذاب بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کی رسالت کوان پر جمت بناتا ہے۔ اگر وہ اس جمت سے انکار کردیں تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ سابقہ آیت میں کتاب اللہ کا ذکر نہیں فر مایا بلکہ صرف رسول کا ذکر کیا ہے۔ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ رسول کی صفت رسالت میں وہی جلی اور وہی خفی وونوں شامل ہیں، لہذا اس سے جاچکا ہے کہ رسول اللہ من اللہ من اللہ کا اور آپ کی احادیث پوری امت پر جمت ہیں اور جوخص اس کی جمیت سے انکار کرتا ہے وہ دراصل اس آیت کا منکر اور عذاب کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَكَّنَ لَهُ الْهُلٰى وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُولِّهِ مَا تَوَكَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُولِّهِ مَا تَوَكَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾

''اور جوکوئی رسول کی مخالفت کرے۔اس کے بعد کہ اس کے لیے سیدھا راستہ خوب واضح ہو چکااورمومنوں کی راہ کے علاوہ کسی دوسری راہ پر چلنے لگے تو ہم اسے اس طرف پھیردیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔'،®

اس آیت میں صرف رسول اوراس کی ہدایت کا ذکر کیا گیا ہے، کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیا گیا گئے ہو کیا گیا گئے ہو کیا گیا گئے ہو کہا جاتا ہے، لیتن رسول اللہ مٹائیا ہے جو

ا عمال کیے اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے لیے وعید اور تخویف ہے۔
رسول اللہ عَلَیْم کے اعمال احادیث میں فرکور ہیں۔ لفظ ﴿ الْهُلَّى ﴾ بھی عام ہے اور
کتاب اللہ اور حدیث دونوں ہدایت کے سرچشے ہیں۔ اس ہدایت کی مخالفت جہنم میں
داخل ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ عَلَیْم کے اعمال اور ہدایت کی
مخالفت کرنے والا اس کی جیت ہے انکار کرتا ہے، لہذا منکرین جیت حدیث اس آیت
کے منکر ہیں۔

[5] الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَلْيَحْلَادِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنُ اَمْرِةَ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتُنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابُ الِيُمْ ۞

''پی وہ لوگ جو اس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا جا ہے کہ ان پر کوئی مصیبت آ پنچے یا انھیں ور دناک عذاب آ پنچے۔'' ®

اس آیت میں لفظ آمنو آآ پی خور فرما کیں۔ ابن کثیر رشالت نے فرمایا کہ بیالفظ نبی سالتی کی شریعت ،سنت اور آپ کی احادیث قولیہ وفعلیہ سب کوشائل ہے۔ یہاں بھی کتاب اللہ کی شریعت ،سنت اور آپ کی احادیث قولیہ وفعلیہ سب کہ جوشخص بھی آپ کے امر، لینی کی شخصیص نہیں فرمائی، لہٰذا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جوشخص بھی آپ کے امر، لینی آپ کے امر، لینی آپ سی سنت یا حدیث کی مخالفت کرے گا وہ ضرور کسی نہ کسی آفت اور عذاب سے دوچار ہوگا۔ امرِ رسول مُن الله مُن کہا کہ دین میں جمت نہیں تو پھر اس کی مخالفت عذاب کا باعث کیوکر ہوسکتی ہے؟ ثابت ہوا کہ رسول الله مُن الله مُن کی احادیث دین میں جمت ہیں اور جوشخص اس جمیت کا مشکر ہے، وہ اس آیت اور قرآن کا مشکر ہے۔

اھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ن النور 63:24.

﴿ لَقُلُ كَانَ لَكُمْرُ فِي رَسُولِ اللّهِ أَسُوةٌ حَسَنَةٌ لِّبَنُ كَانَ يَرْجُوااللّهَ وَالْيَوْمَ الْأَخِرَ ﴿ رَبُولُ كَانَ بَرُجُوااللّهَ وَالْيَوْمَ الْأَخِرَ ﴾ (بيروى كے ليے اسول (عَلَيْمَ) كى زندگى ميں بہترين نمونہ ہے، (بيروى كے ليے) ايسے خص كے ليے جوالله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے۔ ' اس آيت ميں لفظ ﴿ رَسُولِ اللّهِ ﴾ ايك جامع لفظ ہے جو نبى عَلَيْمَ كى سارى زندگى كوميط ہے۔ اس ميں آپ كى قولى اور فعلى تمام احاديث شامل بيں۔ آيت كا مطلب يہ ہے كہ جو خص الله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے، اس پر يه لازم ہے كہ وہ رسول كہ جو خص الله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے، اس پر يه لازم ہے كہ وہ رسول الله عَلَيْمَ كى بورى زندگى كونمونه بنائے اور بيت ممكن ہے كہ وہ نبى عَلَيْمَ كى احادیث كو جت كى حيثيت سے مان لے۔ اگر وہ اضيں جمت تسليم نہيں كرتا يا اپنى خواہش كے تا بع جت كى حيثيت سے مان لے۔ اگر وہ اضيں جمت تسليم نہيں كرتا يا اپنى خواہش كے تا بع

🛭 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَيُوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَكَايِهِ يَقُوْلُ لِلْيُنَيِّقِ التَّفَانُ مُعَ الرَّسُوْلِ سَبِيلًا ۞ ﴿ 'اورجس روز نافر مان شخص اپنے ہاتھ كائے گا اور كم كا: اے كاش! ميں نے رسول الله (عَلَيْمُ) كا راسته اختيار كيا ہوتا۔' ﴿

اس آیتِ کریمہ میں اس شخص کے افسوں اور حسرت کا ذکر کرکے اسے ظالم قرار دیا جس نے اپنی زندگی میں رسول الله طاقیم کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہاں سبیلِ رسول کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ کی تمام زندگی کو محیط ہے اور آپ کی اس زندگی کی تفصیلات آپ کی احادیث میں موجود ہیں۔ میصریح دلیل ہے کہ سبیلِ رسول جمت ہے لیکن جس نے اسے جمت تسلیم نہیں کیا اور اس کا اتباع نہیں کیا وہ جمیتِ احادیث کا منکر ہے اور اس آیت کا منکر اور ظالم ہے، نیز ارشا دفر مایا:

﴿ لِوَيْكَتِّي لَيْكَنِّي لَمْ التَّخِذَ فُلَا نَّاخِلِيْلًا ﴾

'' ہائے میری کم بختی! کاش! میں نے فلاں کو دوست نه بنایا ہوتا۔''[®]

'' فلاں'' سے وہ شخص مراد ہے جس نے رسول الله ﷺ کی حدیث کی جیت سے انکار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔

جیت حدیث عقلی دلاکل کی روشنی میں

ہم نے نقلی دلائل کے طور پر چند آیات کریمہ پیش کیں، اب پچھ عقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں:

ا احادیث قرآن کی عملی تفسیر: قرآن کریم نبی تا این گریم نبی تا این کریم کی است تک پنجایا، اسے سکھایا اور اس پرعمل کرکے دکھایا۔ اب سوال بیہ ہے کہ بیم کی تفسیر جو ذخیر ہ احادیث میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق تھی یا مخالف؟ اگر مخالف ہوتو پہلا اعتراض اللہ تعالیٰ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے ایسا رسول کیوں بھیجاجس نے عَمد ایاسہؤ االلہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف کام کیا؟ اس طرح تمام مسلمان بھی اس کی زدیس تعمد ایاسہؤ االلہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف کام کیا؟ اس طرح تمام مسلمان بھی اس کی زدیس آتے ہیں کہ جب ان کے دین اسلام کی بنیاد غلط ہے تو کیا اسلام صحیح دین ہوسکتا ہے؟ لہذا جمیں لازمًا کہنا پڑے گا کہ عملی تفسیر اللہ تعالیٰ کے منشا کے عین مطابق ہے۔ اب جو شخص ہمیں لازمًا کہنا پڑے گا کہ عملی تفسیر اللہ تعالیٰ کے منشا کے عین مطابق ہے۔ اب جو شخص جہت کی اس تعلیٰ دیوانہ، عقل سلیم سے عاری اور پاگل ہے۔ وہ اپنی جب تا تا ویلات کی بنا پرامت میں اختشار پیدا کرتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ احادیث قرآن کریم کی تفسیر ہیں، لہذا وہ حجت ہیں اوران کا انکار قرآن سے انکار ہے۔

ى . ﴿ اللهِ قان 28:25.

﴿ تعامل امت یا اجماع امت: مطلب یہ ہے کہ دورِ نبوی سے لے کر آج تک ہر دور میں کروڑوں مسلمان احادیثِ نبویہ پرعمل کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کے درمیان اصول و مبادی میں کوئی اختلاف ہے تو وہ اجتہاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، یعنی ایسے مسائل میں اختلاف جو کتاب وسنت سے نص صریح کے ذریعے سے ثابت نہ ہوں یا احادیث کے دفعِ تعارض میں مجتہدین میں اختلاف ہے کہ کس نے ایک حدیث کومعمول برقر اردیا تو کسی نے دوسری حدیث کولیکن وہ سب جیتِ حدیث میں متنق ہیں۔

﴿ موضوع احادیث کا وجود: موضوع احادیث کا وجود جیتِ احادیث کے لیے ایک قوی دلیل ہے جس کا مکرینِ حدیث بھی انکارنہیں کرسکتے۔ وہ اس طرح کہ اگر احادیث شری جمت نہ ہو میں تو پھر احادیث گھڑنے کا کیا فاکدہ؟ جب اصلی سکے کی بازار میں قدرو قیمت ہوگی تو کھوٹے سکے بنائے جا کیں گے۔ مکرینِ حدیث بھی اس بات کوتسلیم کرتے ہیں کہ ایک دور ایبا آیا کہ جب موضوع روایات کا سیلاب اٹر آیا تھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت تک امت کی اکثریت جیتِ احادیث کی قائل تھی، ابتدائی دور میں مکرینِ حدیث کا مشہور خطیب جاحظ معتزلی موضوع احادیث گھڑا کرتا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے اپنا بدی عقیدہ ثابت کرے۔ اس طرح اب ادارہ طلوع اسلام نے اپنی غلط باتوں کو متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ من اللہ اوں کو متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ من اللہ کا اللہ کا اللہ من کی متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ کا اللہ کا اللہ مناز منام رہو بیت کا حامل تھا۔ ﴿

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مطالعہ

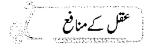
صاحب نے کہا: یہ قرآن بعینہ ای شکل وتر تیب میں جواس وقت ہمارے پاس موجود ہے لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود تھا اس کی متند کا پی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب صندوق میں رکھی رہتی تھی جس میں آپ سب سے پہلے وی لکھوایا کرتے تھے۔ اس مات کا ذکر تاریخ اسلام یا حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ یہ من گھڑت اور بے سرویا بات اپنی طرف سے وضع کر کے نبی تالیج کی طرف منسوب کردی، لہذا ہے ہی موضوع روایت ہے۔

ه طلوع اسلام، فروری 1982ء بص: 112.

عقل الله تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے حیوانات سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ الله تعالیٰ نے حیوانات کو بھی پچھ تمجھ بوجھ دے رکھی ہے جے شعور کہتے ہیں، لیعن ظاہری حواس سے چیزوں کو معلوم کرنا۔ ان چیزول میں تو انسان دیگر حیوانات کے ساتھ شریک ہے لیکن حواس سے ماورا چیزوں کومعلوم کرناعقل کا کام ہے جو حیوانات میں موجود نہیں۔ اس طرح الله تعالیٰ نے ہر نعمت کے استعال کا طریقہ بھی بتادیا ہے۔اگر اسے صحیح طریقے سے استعال کیا جائے تو وہ چیز فائدہ مند ہوجاتی ہے اورانسان اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکرگز اربن جاتا ہے اوراگر استعال میں بتائے ہوئے طریقے سے انحراف کیاجائے تو وہ حقیقت میں اس نعمت کا ضیاع بن جاتا ہے۔اس وقت اس نعمت کا صرف نام ہی باقی رہ جاتا ہے بلکہ بھی تو اللہ تعالی اس نعمت کو سلب بھی کرلیتا ہے۔عقل کے استعمال کے دوطریقے ہیں۔ایک وہ طریقہ ہے جس سے عقل کے منافع وفوا کد حاصل کیے جاتے ہیں جبکہ دوسرا طریقہ وہ ہے جس میں مفاسد عقل کا ظہور ہوتا ہے۔ پہلا طریقۂ استعال یہ ہے کہ عقل کو آسانی وحی کے تابع بنایا جائے بلکہ یہ عادت الہیہ ہے کفشی قوتوں کوآ فاقی قوتوں کے ساتھ مربوط کیا ہے جبیبا کہ آواز سننے کا تعلق ہوا کے ساتھ ہے، یعنی ہوا کے ذریعے سے آواز کان تک پہنچتی ہے اوراگر ہوا بند

ہوجائے تو قوت سامعہ کام نہیں کر سکتی۔ ای طرح آنکھ کے ذریعے سے چیزوں کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن شرط میہ ہے کہ بیرونی روشی حاصل ہو۔ دن میں سورج کی روشی کے ساتھ اور رات میں چاند ستاروں یا مصنوعی روشی کے ساتھ ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر بیرونی روشی نہ ہوتو آنکھ کی قوت بھر بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

ای طرح عقل بھی ایک نفسی قوت ہے جو بصیرت اور باطنی روشنی کا کام دیتی ہے بشرطیکہ اسے وقی الہٰی کا تعاون حاصل ہو، یعنی عقل روشنی کا کام دے ستی ہے بشرطیکہ وقی کی روشنی میں استعال کیا جائے تو بہت فائدہ ہے اور اگر اسے وقی کے بیر استعال کیا جائے تو اس پر بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ اب یہاں دوعنوان قائم کر کے اس مسئلے کو مزید واضح کیا جاتا ہے۔



الله تعالی نے قرآن کریم میں تعقل، تفکر اور تدبری طرف بہت ی ترغیبات دی ہیں۔
تعقل کا مطلب یہ ہے کہ عقل سے کام لیاجائے، تفکر کا مطلب یہ ہے کہ عقل استعال
کرنے کے پچھ نتائج برآمہ ہوں اور تدبر یہ ہے کہ ان برآمہ ہ نتائج کے تمام اطراف و
جوانب، پس و پیش ،عواقب اور حکمتوں کو ظاہر کیا جائے۔ درج ذیل آیات میں اللہ تعالی
نے تعقل کی ترغیب دلائی ہے۔

1 فرمایا:

﴿ وَيُرِيُكُمُ اليِّهِ لَعَلَّكُمُ تَعْقِلُونَ ۞

'' وہ شمصیں اپنی آیات (نشانیاں) دکھا تا ہے تا کہتم عقل سے کام لو۔''[©]

آ) البقرة 73:2.

یعنی وہ شمیں بعث بعد الموت کے لیے دنیوی زندگی میں سے بعض نمونے دکھا تا ہے تا کہتم عقل سے کام لو۔

[2] فرمایا:

- ﴿ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۞
- '' بیروہ باتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ شمصیں حکم دیتا ہے تا کہتم سمجھو۔''[®] ا3! نیز فرمایا:
 - ﴿إِنَّا اَنْزَلْنَهُ قُرُوانًا عَرَبِيًّا لَّعَكَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۞
 - ''بے شک ہم نے اس قر آن کوعر بی زبان میں اتاراہے تا کہتم سمجھو۔''[®]

🗗 نيز فرمايا:

- ﴿ كَذَٰ لِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْأَيْتِ لَعَتَّكُمُ تَعْقِلُونَ ﴾
- "ای طرح الله تمهارے لیے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔"
 ان آیات اوران کے سیاق وسباق سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آیات الہید دکھانے،
 دنی احکام بتانے، انسانی آ داب بیان کرنے اور قرآن کریم نازل کیے جانے کے بعد
 انسان اپنی عقل استعال کرے، یعنی وحی کی حدود میں رہتے ہوئے عقل سے کام لیا جائے۔
 درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے فکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ فرمایا:
 - ﴿ كَنْ لِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْأَيْتِ لَعَلَّكُمْ تَتَغَلَّرُونَ ۞
 - ''ای طرح الله تمھارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہتم غورو فکر کرد۔''[®]

لعِنی اللّٰہ تعالٰی نے شراب اور جوئے کے منافع اور مفیدات خود بیان کیے، پھرمفیدات

کی کثرت بیان کی اور اس کے بعد منافع ومفیدات کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفکر کی طرف ترغیب ولائی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْرَعْلِي وَالْبَصِيْرُ اللَّهِ لَكُلَّا تَتَقَلَّدُونَ ۞ ﴿

''کہہ دیجیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں؟ تو کیاتم غور وفکر نہیں کرتے؟''[®] لعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کا فروں اور مومنوں کے احوال کا تقابل فرمایا ہے۔ ابتمھاری ذمہ داری ہے کہ فکر کرو اور کا فروں کے طرزعمل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَٱنْزَلْنَاۚ إِلَيْكَ النِّكُو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اللَّهِمُ وَلَعَلَّهُمُ يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ ﴿ "اورہم نے آپ پر ذکر (قرآن) اتاراتا کہ آپ لوگوں کے لیے واضح کردیں جو کھوان کی طرف نازل کیا گیااورتا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

الله تعالی نے اس آیت میں ترتیب کے ساتھ تمین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے: قرآن کریم، نبی طالی کی طرف سے اس کی تشریح، یعنی قولی اور فعلی احادیث اورغوروفکر، یعنی اجتہاد۔

ان ساری آیات میں اللہ تعالیٰ نے وی کے بعد فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور بیعقل استعال کرنے کا دوسرا مقام ہے۔

درج ذیل آیات کریمه میں الله تعالی نے تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے۔فرمایا:

﴿ كِتْبُّ ٱنْزَلْنَاهُ اللَّيْكَ مُلِكُ لِّيكَ بَرُونَا أَيْتِهِ وَلِيَتَنَكَّزَ أُولُوا الْأَلْبَابِ

"هم نے یہ بابرکت کتاب آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ وہ (لوگ) اس کی آیات میں تد بر کریں اور عقل مندلوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔" ﴿

أنعام 50:6. أن النحل 44:16. أن ص 29:38.

یعنی قرآن کریم کی آیات پر یقین کرے تدبر کریں اور صرف تدبر پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس سے نصیحت قبول کریں۔مزید فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَتَنَبَّرُونَ الْقُرُانَ ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْدٍ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْدٍ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْدٍ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عِنْدِ عَنْدِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا ﴿ كَانَ مِنْ عَنْدِ اللَّهِ لَوَجَدُوا اللَّهِ لَوَجَدُوا اللَّهِ لَوَجَدُوا اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا اللَّهِ لَوَجَدُوا اللَّهِ لَوْجَدُوا اللَّهِ لَوْجَدُوا اللَّهِ لَا لَكُوا اللَّهِ لَوْجَدُوا اللَّهِ لَوَاللَّهُ اللَّهِ لَلْمُ اللَّهِ لَوَاللَّهُ اللَّهِ لَا لَهُ اللَّهِ لَوْجَدُوا اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهِ لَا لَهُ اللَّهُ لَا يَكُوا اللَّهُ لَا يَعْلُوا اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهِ لَا لَهُ اللَّهِ لَوْجَدُلُوا اللَّهِ لَا لَا لَهُ اللَّهِ لَا لَهُ اللَّهِ لَا لَا لَهُ اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهُ لَا اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهُ لَا يَعْلَى اللَّهُ لَا لَهُ لَا اللَّهُ لَلْ عَلَيْهِ الْمُلْلُمُ لَا لَهُ لَا لَهُ لَا لَهُ لَاللّ

''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سواکسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''[®]

یعنی قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، حق گوئی و کمال ہدایت، اس کے معانی اور غیر متناقض مقاصد میں تدبر کرنے سے یقینًا واضح ہوتا ہے کہ بیداللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مزید فرمایا:

﴿ أَفَكُمُ يَكَّ بُّرُوا الْقَوْلَ ﴾

'' کیا پھر انھوں نے اس کلام میں تدبر نہیں کیا؟''[®] نیز فرمایا:

﴿ اَفَلَا يَتَكَبَّرُونَ الْقُرْانَ ﴾

'' کیا پھر بیلوگ قرآن میں تدبرنہیں کرتے؟''[®]

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوا کہ نظر اور تدبر کے لیے عقل سے کام لینا آیات الہید کی حقانیت، قرآن کریم اور رسول الله منگار کی صدافت کے لیے یقیناً مفید کام ہے لیکن سورہ محل کی آیت نمبر 44 کی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، یعنی قرآن کریم کی شرح (حدیث وسنت) سلیم کرنے کے بعد سمجھ ہو جھ اورغور وفکر مفید ہوگا اور بیعقل کا جائز اور

مناسب مقام ہے۔

النسآء 82:4. أن المؤمنون 68:23. أن محمد 24:47.

عقل کے مفاسد

وحی کے بغیر اگر عقل کا استعال ہوتو ایسی عقل کو مفسد (نقصان دہ) عقل کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب بھی کسی نے عقل کو وحی کی روشنی کے بغیر استعال کیا تو اس کے نتیجے میں بہت سے مفاسد ظاہر ہوئے۔اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

﴿ جب نص صریح کے ذریعے ابلیس کو حکم دیا گیا کہ آدم ملیٹا کو سجدہ کروتو اس نے وحی پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل کو استعال کرتے ہوئے کہا:

﴿ أَنَا خَنْرٌ مِّنْهُ * خَلَقْتَنِي مِنْ نَّادٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ۞

''میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اوراسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''[®]

اوراس عقلی استدلال کا دوسرا جملہ پوشیدہ ہے اور وہ بیرکہ'' آگ مٹی سے بہتر ہے۔'' جبکہ بید دلیل حقیقت کے خلاف اور منانی ہے کیونکہ اگر آگ اور مٹی کے منافع کا تقابل کیا جائے تو یقیناً معلوم ہوگا کہ مٹی کے منافع وفوائد آگ سے زیادہ ہیں، نیز اس کی بید دلیل اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ بینص الہی کے مقابل اور مخالف ہے۔ پس وحی کے مقابل اس عقل استعال کرنے کی وجہ سے ابلیس ذلت اور لعنت کا مستحق تھہرا۔ اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے:''سب سے پہلے ابلیس نے نقس کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔''

ہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ جہاد کرنے کے لیے ان کا امیر مقرر فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی وساطت سے طالوت کوان کا امیر مقرر فرمایا لیکن بنی اسرائیل نے اس نص شرعی کے مقابلے میں اپنی عقل کواستعال کیا اور کہا کہ ہم نسب اور مال کے لحاظ سے طالوت کی نسبت امارت کے زیادہ اہل ہیں، یعنی ان کے نزدیک امارت

[🛈] الأعراف 12:7.

اور سیاست کا تعلق سر ماید داری کے ساتھ تھا، جیسا کدان کے ہاں اب بھی یہی نظام رائج ہے۔ نص شری کے مقابلے میں اپنی عقل استعال کرنے کی وجہ سے یہی لوگ نہر عبور کرتے وقت پانی نہ پینے کی آزمائش میں ناکام موکر ذلیل اور گناہ گار بن گئے۔

وقت پای نہ پینے کی از ماس میں ناکام ہور ذیل اور گناہ کار بن گئے۔

﴿ یہ بات مسلمہ اور تاریخ سے خابت ہے کہ یونان کے حکماء بڑے سائنس دان اور فلفی سے طبیعیات اور ریاضی کے امام سمجھے جاتے تھے کین اس کے باوجودان میں سے اکثر کفرو شرک میں بتلا تھے جن میں سے ارسطو کا نام مشہور ومعروف ہے۔اس طرح اب بھی بڑے بڑے ایسے سائنس دان موجود ہیں جضوں نے عقل کے ذریعے سے دنیوی زندگی میں ترقی کے لیے نمایاں کردارادا کیا ہے گئین ان میں سے جولوگ وقی اللی کی روشنی سے محروم ہیں وہ کفر وشرک اور گراہی میں جتلا ہیں۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يَعْكُمُونَ ظَاهِرًا قِسَ الْحَلِوةِ الدُّنْيَا ۗ وَهُمْ عَنِ الْإِخِرَةِ هُمْ غَفِلُونَ ۞ ﴿

''وہ دنیا وی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت کی طرف سے یکسر غافل ہیں۔''[®]

اس طرح الله تعالى نے اس قتم كے لوگوں كے بارے ميں فرمايا:

﴿ فَصَدَّهُمُ مُ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوا مُسْتَبُصِدِيْنَ ﴾

''شیطان نے انھیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ (دنیوی ترقی میں) بہت ہوشیار تھے۔'، ③

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عقل مند قرار نہیں دیا کیونکہ حقیقت میں عقل وہ ہے جو وتی کے تابع ہو جبکہ ان لوگوں نے وحی کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے دوطریقوں سے ایسے لوگوں کی عقل کی فیمی فرمائی۔

** وَلَيْصِي: البقرة 247:2 - 252. ﴿ الروم 7:30. ﴿ العنكبوت 38:29.

مطلق نفي عقل

الله تعالیٰ نے عام کا فروں کے متعلق فرمایا:

صُمَّ بُكُمْ عُنِيُّ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ·

''وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں،لہٰذا وہ عقل نہیں رکھتے۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِللهِ لَا بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۞

'' کہہ دیجیے: تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''[®]

اہل کتاب کے متعلق فرمایا:

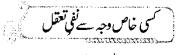
﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِينًا وَ قُلُوبُهُمْ شَتَّى ﴿ ذِلِكَ بِالنَّهُمْ قَوْمٌ لا يَعْقِلُونَ ۞ ﴿

''تم ان کومتحد خیال کرتے ہو، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ایسے لوگ ہیں جوعقل نہیں رکھتے۔''[®]

منافقوں کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآتِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّدُّ الْبُكُمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُونَ ۞

''بے شک اللہ کے نزدیک بدترین حیوان وہ بہرے گو نگے لوگ ہیں جوعقل نہیں رکھتے۔''[®]



الله تعالیٰ نے فرمایا:

البقرة 2:171. (\$\tilde{x}\) العنكبوت 63:29. (\$\tilde{x}\) الحشر 14:59. (\$\tilde{x}\) الأنفال 22:8.

﴿ اَتُأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِيرِ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتَلُونَ الْكِتْبَ طَ اَفَلَا تَغْفُونَ ﴿ اَلْكِتْبَ طَ اَفَلَا تَغْفَلُونَ ﴾ ﴿ اَلَا تَغْفَلُونَ ﴾ ﴿ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ الل

'' کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہواور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم کتاب اللی پڑھتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟''[®]

اس آیت سے واضح ہوا کہ ملم رعمل نہ کرنا بے عقلی ہے۔ایک موقع پر فرمایا:

﴿ يَاهَلَ الْكِتْبِ لِمَ تُحَاجُّوُنَ فِي ٓ اِبْرَهِيْمَ وَمَاۤ ٱنْزِلَتِ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ الْأَفِيلُ الْأَوْلِينَ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهِيْمَ وَمَآ ٱنْزِلَتِ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهِيْمَ وَمَا ٱنْذِلَتِهُ مِنْ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّ

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم (علیاً) کے بارے میں کیوں جھڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اورانجیل تو ان کے بعد نازل کی گئ تھیں کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟''[©] یعنی ملت ابراہیمی کے متعلق جھگڑ نا بے عقلی ہے۔اور فرمایا:

﴿ وَلَلدَّارُ الْأَخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِيْنَ يَتَّقُونَ ﴿ أَفَلا تَعْقِلُونَ ۞ ﴾

"البية آخرت كا گھران كے ليے بہت بہتر ہے جومتی ہیں تو كياتم عقل نہيں رکھتے؟" يعنی دنيا كوآخرت اور جنت كے مقابلے ميں پسند كرنا بے عقلی ہے۔

ای طرح اختصار کے ساتھ چند آیات کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن میں پچھ افعال اور صفات مذمومہ کو بے عقلی ہے تعبیر کیا گیا ہے۔

رسول كا انكاركرنا (يونس1:16) قرآن كريم كا انكاركرنا (الأنبية 12:20) بتول كو الله تعالى كو ساته الله تعالى كو ساته الله تعالى كو ساته الله تعالى كو ساته الله تعالى كو مخلول برغوروفكر نه كالله تعالى كى مخلول برغوروفكر نه كرنا (المسترة 36:36) اور رسول الله مَنْ الله مَنْ الله عَنْ الله مَنْ الله من الله مَنْ الله من الله من

پس معلوم ہوا کہ ذکورہ اعتقادات واعمال کا، جو بذریعہ ُ وحی ثابت ہیں، تمسخراڑانا اوران

(a) البقرة 44:2 (الله عمران 65:3). (الأنعام 32:6.

پر عمل ترک کر کے صرف اپنی عقل و دانش کو کافی سمجھنا بے عقلی اور احمق بن کے مظاہر ہیں۔
﴿ حاصل بحث: الله تعالیٰ نے عقلِ انسانی کو وجی اللی کے تابع بنایا اور جس نے عقل کو وجی کے تابع رکھا اس کی عقل نے ، عقل نافع کا کر دار اپنایا اور جس نے عقل کو وجی کے مقابلے میں استعال کیا وہ گراہ ہوگیا اور بیعقل فاسد کا نتیجہ ہے۔

پرویزیت اور عقل

پرویزی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان کے ہاں عقل کو وقی پر تفوق حاصل ہے۔ اگر چہ وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم وحی کوعشل سے برتر سجھتے ہیں، حالانکہ بیسراسر دھوکا ہے۔ عقل کو وحی پر تفوق دینے کا ثبوت ان کے نام نہاو طلوع اسلام کے تحریکی لٹریچر کے مطالعے سے مل سکتا ہے۔ درج ذیل سطور میں اس کی جھک دیکھی جاسکتی ہے۔

[1] مسئلۂ تقدر اور جزا وسزا کے متعلق پرویز کا نظریہ معتزلہ کے عین مطابق ہے۔ لکھتے ہیں: خدانے کا سُنات پیدا کرکے ہر چیز کے پیانے یا قوانین مقرر فرمائے ہیں۔ اب وہ خود (اللہ تعالی) ان قوانین کا پابند بن گیا ہے۔ ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے جوان قوانین کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ ان نتائج کو روکنا یا ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

© ورزی ہے۔

انھوں نے تقدیر کامعنی پیانے کیا ہے اور ان کے عقیدے کی رو سے جہاں انسان کو اپنے اعمال کا مختار کل قرار دیا گیا ہے وہاں خدا کی مغفرت اور انبیاء وصالحین کی شفاعت کا عقیدہ بھی باطل قرار پاتا ہے۔ یہی معتزلہ کا عقیدہ ہے وہ انسان کو اپنے اعمال کا خالق

برور. (آ) کتاب التقدر .

(مختار کل) سمجھتے ہیں، نیز پرویز کے عقیدے سے محسوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت نہیں کرسکتا اور وہ انبیاء وصالحین کی شفاعت کا بھی منکر ہے۔ یہ معتزلہ سے بڑھ کر باطل عقیدہ ہے۔

2 مجزات سے انکار کے سلسلے میں پرویز صاحب سرسید احمد خان کے مقلد ہیں کہ وہ خلاف فطرت کوئی بات سلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سابقہ انبیاء بیٹا کے مجزات کے بارے میں جتنی آیات وارد ہیں ان سب کی اپنی عقلی روش کے مطابق تاویل کی ہے اور آخری نبی مظافی کے بارے میں صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ آپ مظافی کوکوئی حسی مجزہ نہیں ہوتا نہیں دیا گیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم سے محمد مظافی کاکوئی حسی مجزہ ثابت نہیں ہوتا اور جن آیات سے مجزات ثابت ہوتے ہیں ان میں بے جاتا ویلات کی گئی ہیں۔

 قطریۂ ارتقا کے مسئلے میں سرسید ہے آ گے بڑھ کر اس نظریے کو قر آن ہے ثابت کرنے
 کی کوشش کی گئی ہے۔ ^(۱) فرشتوں، ابلیس اور آ دم طیلا کے بارے میں دوراز فہم تا ویلات کرکے ارتقا ثابت کرنے کے لیے راستہ کھول ویا ہے۔

الح طاہرہ کے نام خط لکھ کر عائلی نظام میں مرد کے تفوق کو یکسرختم کردیا ہے اور اپنی ناقص عقل کے ذریعے سے اس نظریے کو قرآن کریم سے ٹابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
 اللہ تعالی اور رسول اللہ شکاٹیٹم کی اطاعت کی جگہ مرکز ملت کا تصور قرآن سے ٹابت کرنے کی سعی باطل کی ہے اور تشریعی احکام کے جملہ اختیارات مرکز ملت کو تفویض کیے ہیں۔

اپنی باطل تاویلات کے لیے فضا ہموار کرنے کے لیے احادیث کو ماننے ہے اٹکار کیا اور صرف ان احادیث کا قرار کیا ہے جواس کے جدید'' قرآنی فہم'' کے مطابق ہوں۔
 بیس اور آ دم۔

آ قرآن کریم کی مروجہ اصطلاحات کو نئے معانی و مفاجیم عطا کیے۔عبادت ، ملائکہ، صلاق، زکاق، قیامت، جنت اور جہنم کا مروجہ شرعی مفہوم یکسر بدل دیا ہے۔ بیرتمام غلط عقائکہ عقل کو وجی پر تفوق دینے کا نتیجہ ہیں۔ چونکہ وہ سیجھتے ہیں کہ ان کا بینظر بیر سلمانان عالم کے عقائد سے صریح متصادم ہے، اس لیے سلیم کے نام سولہویں خط میں لکھا ہے: '' میرا اندازہ ہے کہ قرآن (پرویز صاحب کی قرآنی بھیرت) کو سیجھیں گے تو مغرب کے مفکرین سیجھیں گے۔'' (کیونکہ وہ لوگ شریعت سے واقف نہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں۔)

اور ستر حویں خط میں لکھتے ہیں:'' مجھے مغربی اقوام کی سرز مین قرآنی پیغام کے لیے زیادہ سازگار معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہاں عقل ہے مُلاً ازم کی جہالت اور تنگ نظری نہیں ہے۔'' (اس فتم کے پرویزی افکار پر مبنی بہت سے پراگندہ خطبات و خیالات کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔)

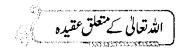
ٹابت ہوا کہ پرویز صاحب نے اپنے اس طرزعمل سے اہل مغرب کوخوش رکھنے کا تہیہ کر رکھا تھا، جیسا کہ ان کے ہم نوا مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اہل مغرب کے ساتھ تعاون کرنے میں تمام کوششیں صرف کی تھیں۔

ایک منکر حدیث کی توبہ: ایک منکر حدیث کے ساتھ میرا مکالمہ ہوا جو کیسٹ میں ریکارڈ ہے۔ اس نے کہا: ہم قرآن کی تفسیر کے لیے عقل کو کافی سیجھتے ہیں۔ میں نے اسے کہا: ہم اس وقت چارآ دمی موجود ہیں اور ہم چاروں کی عقل میں ضرور فرق ہے۔ قرآن فہم کی کے لیے ہم میں ہے کس کی عقل معتبر ہوگی؟ اور اگر ہر شخص کی عقل معتبر ہوگی تو پھر قرآن کریم لوگوں کی عقل کے سامنے ایک تھلونا بن جائے گا اور ہر شخص اپنی عقل کے مطابق اخذ کردہ خیالات کو قرآن کی طرف منسوب کرے گا، نتیجتاً اس شخص نے ہمارے سامنے این نظریے ہے تو بہ کرلی۔



منکرین حدیث کا ایمانیات،عبادات اوراحادیث کے متعلق عقیدہ

گزشتہ ابواب میں متفرق طور پر مناسب جگہوں پر منکرین حدیث کے بعض عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس باب میں ان کے تمام معروف عقائد ونظریات تفصیل سے بیان کیے جائیں گئے تاکہ نبی منافظ کے حقیق اسلام اور پرویزی اسلام کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔



پرویز لکھتے ہیں:

''لکین خدا کے تصورکا ایک مفہوم وہ ہے جسے خدا نے متعین کیا ہے اور جو قرآن کے حروف ونقوش میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس تصور کی رو سے ان مقامات پر خدا سے مفہوم ہے وہ نظام جو اس کے متعین فرمودہ ابدی قوانین کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔'' ق

یہاں پرویز صاحب پر لازم تھا کہ خدا نے جن آیات میں مفہوم متعین کیا ہے وہ ان آیات کا ذکر کرتے اور قرآن کے وہ حروف ونقوش بھی بیان کرتے جن میں خدا کا تصور عصب

الميم كونام خط عن 226 بحواله "ضرب حديث" عن 131.

جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔

انھوں نے اس عبارت میں خدا کا منہوم نظام کو قرار دیا جو ابدی قوانین پر قائم ہوتا ہے،
اس سے معلوم ہوا کہ پر ویز صاحب کے بقول جب بی نظام قائم ہو جائے تو اس وقت خدا
موجود ہوگا اور جب ایبا نظام نہیں ہوگا تو خدا کا وجود بھی نہیں ہوگا۔ کیا خدا کے وجود کا یہ
معنی کسی رسول نے بیان کیا یا قرآن کی کسی آیت میں فدکور ہے؟ ایک جگہ لکھتے ہیں:
"چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنھیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا
عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔"

الله تعالى كے متعلق دوسراعقيده

پرویز لکھتے ہیں: ند ہب نے جس خدا کو کا نئات سے ماورا عرش پر بٹھا رکھا ہے وہ واقعی کسی انسان کے رزق کی ضانت نہیں وے سکتا۔ اس کے رازق ہونے کے دعویٰ کے باوجود اس کی خدائی میں کروڑوں بندے بھوکے سوتے اور لاکھوں انسان فاقوں سے مرتے ہیں۔اس کے اس بلند آ ہنگ اعلان کے باوجود کہ

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا ﴾

''زمین پر چلنے والا کوئی ایسانہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا رپنہ ہو۔''[®] (ترجمہ برویز)

آج آدھی دنیا کو پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہورہی، لہذا انسانوں کے خوو ساختہ

شهود 11:6.
 معارف القرآن:2/22.
 هود 11:6.

ند ہب کے پیدا کردہ خدا پر ایمان لانے اوراس کے دعاوی پر توکل رکھنے سے وہ یقین کسی طرح پیدا نہیں ہوسکتا جوانسان کواحتیاج کی فکر سے بے خوف کردے۔'' [®]

طرح پیدائیں ہوسلاجوانسان لواحتیاج کی فلرسے بے حوف کردے۔ ؟
پرویز صاحب صرف منکر حدیث ہی نہیں بلکہ وہ قرآن کے بھی صرح طور پر منکر ہیں۔ خدا کو کا نئات سے ماورا عرش پر بٹھانے کی نسبت مذہب کی طرف کی ہے اورآخر پر کہا: "خود ساختہ مذہب کے پیدا کردہ خدا۔ "العیاذ باللہ۔ اتن خود سری! انھوں نے بی بھی نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ اسْتَوْى عَلَى الْعَرْشِ ﴾

" پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔" 🕏

نيز فرمايا:

﴿ ٱلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾

"وہ رحمان ہے،عرش پر مستوی ہے۔"[®]

رجمان کے عرش پرمستوی ہونے کے متعلق اللہ تعالی نے خود صریح آیات کی روشی میں واضح کیا ہے۔ یہ کوئی خود ساختہ تصور نہیں بلکہ قرآن کی آیات بینات پر بنی ہے۔ قرآن کی صریح آیت میں ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآتِيةٍ فِي الْأَرْضِ اللَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا ﴾

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔''[®] پرویز نے بیہ آیت نقل کرکے اس کا تمسخراڑایا ہے۔ ان کا مقصد بیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روی نظام (مساوات) کا تابع ہوکر سب کو یکسال روزی فراہم کرے لیکن بیہ اللہ تعالیٰ کا

ﷺ مسلم کے نام خطاع میں: 226 بحوالہ''ضرب حدیث'' بص: 122. ﴿ يونس 3:10. ﴿ طَلَّهُ 5:20.

🕏 هود 11:6.

قانون نہیں بلکہ اس نے فرمایا:

﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقُدِارُ ﴾

''وہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کردیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے۔''[®] اور فر مایا:

﴿ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَغْضَكُمْ عَلَى بَغْضٍ فِي الرِّزْقِ ﴾

''اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔' یعنی روزی' کی تفسیم کے معاملے میں اس کا نظام مساوات پر بنی نہیں۔ اس فرق کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ لِيَتَّخِنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾

'' تا کہان میں سے بعض (مال دار) بعض (مزدور) سے خدمت لیں۔''[®] زندگی گزار نے اور نظام چلانے کا یہ بدی_کی طریقہ ہے۔

پرویز صاحب کے فدکورہ مکتوبات پڑھنے کے بعد کسی عقل مند شخص سے یہ بات مخفی نہیں رہ جاتی کہ وہ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی قرآنی شان کے منکر ہیں۔جس سے ان کے کفر میں کوئی شک باتی نہیں رہ جاتا۔

الله تعالى اور رسول الله مَالِيَّةُ كِيم تعلق افكار وعقائد

پرويز لکھتے ہيں:

''الله اور رسول سے مرادی مرکز ملت ہے اور اولوا الا مرسے مراد افسران ماتحت'' ﴿ مَرْ يَدِلَكُها ہِے:

2

· ① بنيّ إسرآء يل 17:30. @ النحل 71:16. @ الزخرف 32:43. @ معارف القرآن:626/4. ''قرآن کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز نظام حکومت ہے۔''[®]

مزیدلکھاہے:

'' بالكل واضح ہے كەاللەاوررسول سے مراد مركز حكومت ہے۔''[®] اور لكھتے ہيں:

"الله اور رسول سے مرادمسلمانوں کا امام ہے۔"

ایسے بی خیالات کا اظہار معارف القرآن: 631,630/4 پر بھی کیا ہے۔ ایسے صرت کے کفر کا اظہار کرنے پر تعجب ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت، وصف ربوبیت اور وصف اساء وصفات پر، نیز رسول اللہ میں اللہ کی صفت رسالت ونبوت پر ایمان لانے کو درمیان سے نکال دیا۔ اس باطل عقیدے کا خلاصہ بیہ ہے کہ اگر نظام حکومت ہے تو اللہ اور اس کارسول بھی ہیں اور اگر نظام حکومت نہیں تو پھر اللہ اور اس کے رسول کا وجود بھی نہیں ہیں اور اگر نظام حکومت نہیں تو پھر اللہ اور اس کے رسول کا وجود بھی نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔

ایمان بالرسول کے متعلق لکھا ہے:

"رسالت محمدید پر ایمان سے مقصود اس کتاب پر ایمان لانا ہے جو حضور سُرَائِیْلُم کی وساطت سے دنیا کوملی ۔" ا

اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ (قرآن) پر ایمان لانے کے بعد رسول پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں، حالانکہ بہت می آیات میں ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن

کوالگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

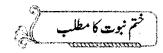
القرآن: 623/4. (ق) معارف القرآن: 623/4. (ق) معارف القرآن: 623/4.
 أفردول مم كثير، ص: 383.

رسول سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عملی نظام کی سہولت کے لیے امت اپنے میں سے بہترین افراد کو اپنا نمائندہ بناکر"فیدگٹ دسول کی زندگی کے بناکر"فیدگٹ دسول کی زندگی کے بعد"فیدگٹ دسول" سے مراد ملت کی مرکزی اتھار ٹی ہے۔"

طلوع اسلام کے ایک رکن محمد علی خان بلوچ نی اے آنرز (پچھا ختلاف کی وجہ ہے)
فرماتے ہیں: غالبًا ہماری طرح آپ حضرات میں بہت سوں نے محسوں کیا ہوگا کہ اب پچھ
عرصہ ہے اس وجہ اشتراک کے پردہ میں کہ جس طرح رسول اکرم مُثَاثِیْنِ نے اپنی زندگ
میں نوع انسانی کو قرآن کی دعوت دی تھی، برعم خویش آج کل اسی طرح گلبرگ لا ہورک
کوشی نمبر 25 ۔ نی میں جناب پرویز بھی قرآن کی دعوت دے رہے ہیں۔ جناب پرویز
نے اپنی تحریروں میں عموماً اپنے آپ کو آں حضرت مُثَاثِیْنِ کے بلند مقام پر فائز کر کے ان
منام آیات کو جو آں حضرت سے متعلق ہیں اپنی ذات پر منطبق فرمالیا۔' ﴿

ویکھا آپ نے! پرویز کے ہم مجلس نے بیہ تأثر لیا ہے کہ پرویز صاحب اپنے آپ کو رسول کے درجے میں رکھنا چاہتے ہیں۔



لکھتے ہیں ''ختم نبوت سے مرادیہ ہے کہ اب دنیا میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ تصورات کے ذریعے رونما ہوا کرے گا اور انسانی معاشرہ کی باگ ڈوراشخاص کی بجائے نظام کے ہاتھوں میں ہوا کرے گے۔''[®]

ایک جگه لکھا ہے:" تم نے و کھے لیاسلیم! ختم نبوت کا مفہوم اس جیسا تھا کہ اب

﴾ طلوع اسلام، 9 جون، 1959ء. ﴿ حديث درگزارے، ص: 20، بحواله آئينهٔ پرويزيت، ص: 807. ﴿ سَلِيمِ كَ نَامِ خط: 15، من: 250، طبع اول اگست 1953ء.

انسانوں کو صرف اصولی راہ نمائی کی ضرورت ہے۔ ان اصول کی روشنی میں تفصیلات وہ خود متعین کریں گے لیکن ہمارے ہاں میہ عقیدہ پیدا ہوگیا ہے (اور اس عقیدے پرمسلمان کا عمل چلا آرہاہے) کہ زندگی کے ہر معاملے کی تفصیل بھی پہلے سے متعین کردی گئی ہے اوراب ان تفاصیل میں کسی فتم کا ردو بدل نہیں ہوسکتا ۔ بیہ عقیدہ اس مقصد عظیم کے منافی ہے جس کے لیے ختم نبوت کا انقلاب عمل میں لایا گیا۔' [©]

یے ختم نبوت کی ایک نرالی تعبیر ہے جسے کوئی عقل مندمسلمان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ کہنا کہ زندگی کے ہرمعاللے کی تفصیل بھی پہلے سے متعین کردی گئی ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت:

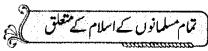
﴿ لَقُلُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسُوةٌ حَسَنَةٌ ﴾

" بلاشبتمهارے لیے رسول اللہ (مَالِیُمُ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ " اور اور

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَالَّبِعُونِيْ ﴾

'' کہہ دیجیے: اگرتم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری امتباع کرو۔'' ®

کا اصل معنی بھی بہی ہے اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے گر چونکہ پرویزی اسلام، نبوی اسلام سے مطلقاً مختلف ہے، اس وجہ سے اس نے ان آیات کا مقصد اپنے مزعوم مقصد کے منافی قرار دے دیا۔



"آج جواسلام مسلمانوں میں مروج ہے وہ زمانۂ قبل از قرآن کا مذہب ہوتو ہوقر آنی

الم المراب المراب المراب المراب المراب المراب 31:3. المران 31:3.

دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ [©]

ایک جگه لکھاہے:

''یہی مجمی اسلام ہے سلیم! جو ہزار برس سے ہمارے رگ و پے میں اس طرح سرایت کرچکا ہے کہ ہم میمحسوں کرتے ہیں کہ اگر بینکل گیا تو اس کے ساتھ ہماری جان بھی نکل جائے گی۔'' ®

جناب پرویز نے ہزار برس تک کے تمام مسلمانوں کے اسلام پر کاری ضرب لگائی ہے۔ وہی بتا کمیں کہ اُنھوں نے قرآن اور اسلام کہاں سے سکھ لیا جبکہ ان کا کہنا ہے کہ ہزار برس تک کے مسلمانوں میں کوئی ایک بھی''مسلمان''نہیں گزرا۔

محمد مَالَيْظُ کی شريعت مِن تغير وتبدل کا جواز

کلصے ہیں: ''دین کی صحیح بنیاد قرآن اور فقط قرآن ہے جو ابدالآباد کے لیے واجب العمل ہے۔ روایات (احادیث) اس عہد مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ مُنافِیْنِ اورآپ کے ساتھ ایمان لانے والوں (صحابہ) نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا تھا، یہ اس عہد مبارک کی شریعت ہے۔ (آگے لکھا ہے:) اب یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکز ملت اور مجلس شور کی کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب اور مدون کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح خبیں گے۔ پھر یہ جزئیات ہر زمانہ میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جا سکتی ہیں، یہی اپنے زمانہ کے لیے شریعت ہیں۔ ''®

^{*} سلیم کے نام خط، ص: 252 بحوالہ ضرب حدیث۔ ﴿ سلیم کے نام خط، ص: 123 ، بحوالہ ضرب حدیث۔ ﴿ مقام حدیث: 291/1 .

مزیدلکھاہے:

"قرآن کے ساتھ انسان کو بصیرت عطا ہوئی ہے، اس لیے جن امور کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی ان کی تفصیل قرآنی اصول کی روشی میں ازروئے بصیرت متعین کی جائے گی۔ یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لیے بھی ایبا کرنا منشائے قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔ اس باب میں اخلاق، معاملات اور عبادات میں کوئی تفریق اور شخصیص نہیں اگر تفریق شعود ہوتی تو عبادات کی جزئیات قرآن خود ہی متعین کردیتا۔ "
مزید لکھا ہے:" جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منظبق ہوگا، یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت پکھردو شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت پکھردو بدل ناگر بر سمجھے تو وہ ایبا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔ "گ

ان تحریروں سے واضح ہوا کہ شریعت پرویزی کے عقیدے کے مطابق ہرانسان اپنی صوابدید کے مطابق شریعت محمد میر میں نشخ اور تبدیلی کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز کا طریقہ بھی ایجاد کرسکتا ہے۔

جب چودہ سوسال سے تواتر کے ساتھ ثابت شدہ مسلمانوں کی عبادات کے دہ طریقے جو سے احادیث میں مروی ہیں اور اسلامی احکام وقوا نین جو سے احادیث میں موجود ہیں ان کو'' قرآنی حکومت مرکز ملت' کی جانب سے منسوخ کیا جاسکتا ہے تو کیا پھر بیان منہاد قرآنی حکومت مرکز ملت رسول کے درج پر فائز ہوگا؟ اس قرآنی حکومت کا تصور صرف گلبرگ لاہور میں موجود ہے، اس کے سوا عالم اسلام کے کسی بھی خطے میں اس کا وجود نہیں، البذا یہ بزی جہالت اور جہالت کا مظہر ہے۔

شام حدیث: 434/1. ﴿ قُرآن نصلے: 15/3، بواله کتاب فتنهُ انکار حدیث۔

قرآن عوری دور کے لیے

پرویز لکھتے ہیں: ''اب رہاسوال کہ اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لیے دیے گئے ہیں؟ سواس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کو اپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہتہ آہتہ بتدریج پہنچا تا ہے، اس لیے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول اوراحکام متعین کرتا ہے وہاں عبوری دور کے لیے ساتھ ساتھ رہنمائی ویتا چلا جاتا ہے۔ وراشت ، قرضہ، لین دین، صدقہ وخیرات کے احکام اس عبوری دور کے متعلق ہیں جن میں سے معاشرہ گزر کر انتہائی منزل تک پہنچتا ہے۔'' شمزی میں صدقہ وخیرات وغیرہ کے لیے جس قدر ترغیبات و مزید لکھا ہے: ''قرآن میں صدقہ وخیرات وغیرہ کے لیے جس قدر ترغیبات و مخریصات یا احکام وضوابط آتے ہیں وہ سب اس عبوری دور سے متعلق ہیں۔' ®

ریسات یا احق و مواجر اسے ہیں وہ سب ال بوری وور سے اس ہیں۔

ریہ ہرویزیت کی اصل حقیقت کہ جناب پرویز صرف حدیث کے ہی مکر نہیں کیونکہ
انکار حدیث تو صرف ابتدائی منزل ہے وہ تو قرآن کے احکام سے انکار کرتے ہیں
اور دھوکا دینے کے لیے اس کا نام عبوری دور رکھا، لینی قرآن کا زیادہ حصہ صرف زمانت
رسول اور عربوں کے لیے خاص ہوا۔ تو چر ﴿هُنَّى لِلنَّاسِ ﴾ (قرآن) لوگوں کے لیے
ہرایت ہے۔ " اور ﴿لِیکُونَ لِلْعُلَمِیْنَ نَذِیدُونً ﷺ نَاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے
والا بن جائے۔ " اور ﴿لِیکُونَ لِلْعُلَمِیْنَ نَذِیدُونً اس شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟
قرآن سے انکار ہے تو پھراس کے کفر میں کون ساشک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟

ایمان بالآ فرنسه کاستی کی آخ

نظام ربوبيت، ص: 25.
 شظام ربوبيت، ص: 167.
 الفرقان 185: الفرقان 125.

کی تاکید کرتا ہے، اس کا نام ایمان بالآخرۃ ہے اور یہ بجائے خویش بہت بڑا انقلاب ہے جے رسالت محمد یہ نے انسانی نگاہ میں پیدا کیا، یعنی ہمیشہ نگاہ مستقبل پر رکھنی۔

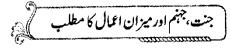
﴿ وَ بِالْاخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۞ ﴾

''اس زندگی میں مستقبل پر اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔''[®]

آخرت کے بارے میں قرآن کریم میں مختلف نام مذکور ہیں قرآن نے اسے حشر کا دن، بوم الحساب، بوم الدین وغیرہ قرار دیا ہے۔ ان میں و نیوی مستقبل کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں تو اس سے صرف دنیاوی مستقبل مراد لینا لوگوں کو ایسان بالآخرۃ کے سجے مفہوم ومصداق سے غافل کرنا ہے۔

مزیدلکھا: 'اصل سوالات تویہ ہیں کہ قرآن کے نزدیک حیات کے کہتے ہیں؟ موت کے کیامغنی ہیں؟ قیامت کا تصور کیا ہے؟ عذاب وثواب سے کیامغنی ہیں؟ قیامت کا تصور کیا ہے؟ عذاب وثواب سے کیامغہوم ہے؟ وَقِیشْ عَلٰی هٰذَا، مسلمان کو چونکہ اس زندگی سے کوئی رابط نہیں رہا، اس لیے اس نے ان اہم سوالات کو قیامت پرملتوی کررکھا ہے اور قیامت بھی صرف وہ جومرنے کے بعد آئے گی۔ وہ اس قیامت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جوان کی ایک ایک سائس میں یوشیدہ ہے۔' ﷺ

۔ ذراغور فرمائیں پرویز صاحب نے قیامت کا کیا معن سمجھ لیا! آخر سانس لینے کا قیامت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟



پرویز لکھتے ہیں: 'بہرحال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں، انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔' ®

شلیم کے نام اکیسوال خط: 124/2 ، بحوالہ فتنۂ انکار حدیث. ﴿ قرآنی فیصلے ، ص: 332. ﴿ لغات القرآن از پرویز: 449/1 ، بحوالہ فتنۂ انکار حدیث.

قرآن كريم ميں جنت كا نام مَقَامٌ أَمِينٌ اور مَقْعَدَ صِدْقِ بتايا كيا جَبِه جَهُم كو مَكَانًا ضَيِّقًا كا نام ديا كيا مَّر پرويز صاحب اس سے مطلق طور پر انكار كرتے ہيں۔اس طرح وہ قرآن سے انكار كرتے ہيں۔ ايك مقام پر لكھا ہے:

"دمسلمان اس جنت اور دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا جو قدم قدم پر اس کے سامنے ہے نہ وہ اس میزان کو دیکھتا ہے جس میں قوموں کے اعمال حیات ہر آن تلتے رہتے ہیں۔" "

ایک جگه لکھا ہے: ''قرآن کہتا ہے کہ اب وہ دور سرمایہ داری گزر گیا۔ اب وہ زمانہ نظام ربوبیت کا آرہا ہے۔ جس میں انصاف کی روسے میزان کھڑی کی جائے گی۔ ﴿ وَنَصَعُ الْهُوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِرِ الْقِیْمَةِ ﴾

''اورہم قیامت کے دن ایسے تراز ورکھیں گے جوعین انصاف ہوں گے۔' ® اس میزان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی مزدور کی محنت میں کوئی کمی نہیں کر سکے گا اور محنت کرنے والے کی محنت کا ذرہ ذرہ نتیجہ خیز ہوگا۔اس کا حساب زمینداریا سرمایہ دارنہیں کیا کرے گا کہ محنت کش کا حصہ کیا ہے اوراس کا حصہ کتنا۔' ، ®

قرآن کریم میں فرکور میزان اعمال کے ساتھ اس طرح استہزا کرنے پر افسوس صد افسوس! قرآن کریم میں فرکور میزان اعمال کے ساتھ اس طرح استہزا کرنے پر افسوس ہوتا افسوس! قرآن نے کس آیت میں کہا ہے کہ دورس مایہ داروں کے لیے میزان ہے تو کیا تاجروں اور پیشہ دروں یا عورتوں کا کوئی حساب اور میزان نہیں ہوگی؟ یہان قرآنی آیات سے جن میں میزان، وزن اور میزان کے ملکا اور بھاری ہونے کا تذکرہ موجود ہے، صراحنا انکار اور اپنی طرف سے بے سرویا تاویلات کا انبار لگانا ہے۔

🛈 قرآنی فیلے مس: 332. ﴿ بنی إسراَء بل:47:21. ﴿ ظَامِ ربوبيت مِس: 256.

فرشتوں پرایمان

پرویز لکھتے ہیں: 'اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات (واقعہ خلافت آ دم و بجود آ دم) میں ملائکہ سے مراد وہ نفساتی محرکات ہیں جوانسانی قلوب میں آثار مرتب کرتے ہیں۔'' $^{\odot}$ ایک جگه لکھا ہے:" سوال یہ ہے کہ ملائکہ پر ایمان کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی بیہ ہیں کہ ملائکہ کے متعلق وہ تصور رکھا جائے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور انھیں وہی پوزیش دی جائے جو قرآن نے ان کے لیے متعین کی ہے۔ ملائکہ کے متعلق قرآن میں ہے کہ انھوں نے آ وم کو سجدہ کیا، لینی وہ آ دم کے سامنے جھک گئے، جیسا کہ آ دم کے عنوان میں بتایا جا چکا ہے۔ آ دم سے مراوخود آ ومی یا نوع انسان ہے، لبذا ملائکہ کے آ دم کے سامنے جھکنے سے مرادیہ ہے کہ بیقوتیں وہ ہیں جنھیں انسان منخر کرسکتا ہے۔انھیں انسان کے سامنے جھکا ہوا رہنا جاہیے۔ کا ئنات کی جو تو تیں ابھی تک ہمارےعلم میں نہیں آئیں اخیں چھوڑیے اور جو قوتیں ہمارے علم میں آچکی ہیں ان کے متعلق صحیح ایمان یہ ہوگا کہ ان سب کوانسان کے سامنے جھکنا چاہیے۔اب ظاہر ہے کہ جس قوم کے سامنے کا کناتی قوتیں نہیں جھکتیں وہ قوم قرآن کی روسے صف آ دمیت میں شار ہونے کے قابل ہی نہیں، چہ جائیکہ اسے جماعت مومنین کہا جائے کیونکہ مومن کا مقام عام آ دمیوں کے مقام ہے کہیں اونچاہے۔''

ایک جگہ جبریل ملیا کے متعلق لکھا ہے:''انکشاف حقیقت کی روشی (ذریعہ یا واسطہ) کو جبریل سے تعبیر کیا گیا ہے۔''[®]

الجيس وآ وم، ص: 195. (في لغات القرآن: 1/244. (في الجيس وآ وم، ص: 283.

نفسانی محرکات ہیں۔ وہ اس کے متعلق ہر گز کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے۔قرآن کریم میں ملائکہ کے متعلق چندآیات ملاحظہ فرمائیں۔الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ عَلَيْهَا مَلَيْكَةً غِلَاظٌ شِكَادٌ لَآيَعُصُونَ اللهَ مَا آمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۞ ﴾

''اس (جہنم) پرایسے فرشتے متعین ہیں جو سخت مزاج اور زبردست ہیں، اللہ نے انھیں جو سخم دیا ہے وہ اس کی نافر مانی نہیں کرتے بلکہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انھیں تھم دیا جاتا ہے۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ وَجَعَلُوا الْمَلَيْكَةَ اللَّذِينَ هُمْ عِبْلُ الرَّحْلِينِ إِنَاثًا ﴿ اَشَهِلُوا خَلْقَهُمُ ﴾ " اور انھوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں،عورتیں قرار دے رکھا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟" ﴿

ذراغور فرما كيس: الله تعالى نے فرشتوں كو ﴿غِلاظٌ شِكَادٌ ﴾ ، ﴿ لَا يَعْصُونَ ﴾ اور ﴿غِبْكُ الرِّحْمُونَ ﴾ جيسى صفات سے متصف كيا ہے۔ كيا ان صفات كے ساتھ برويز كے عقيدے' نفسانی محركات يا كائناتی قو تيں جنميں انسان منخر كرسكتا ہے' كى كوئى مناسبت يا تعلق ہوسكتا ہے، نيزكيا نفسانی محركات اور جے انسان منخر و تابع كرسكتا ہے وہ مؤنث ہوسكتی بيں؟ اس طرح برويز صاحب كاعقيدہ جاہليت كے مشركوں كے قريب ہے جو ملائكہ كومؤنث كہتے تھے۔ پرويز صاحب اليمى بے سرو پا باتوں بيں قرآن كاحوالہ ديتے ہيں ليكن قرآن اللي سے وہ اپنے نظريات كے ليے كوئی جوت پيش نہيں كر سكتے۔ معلوم ہوتا ہے كہ پرويزى قرآن كوئى الگ كتاب ہے۔

⁽¹⁾ التحريم 6:66.(2) الزخرف 19:43.

عقيدهٔ تقدير ب انكار

پرویز لکھتے ہیں:''مجوی اساورہ نے بیسب کچھاس فاموثی سے کیا کہ کوئی بھانپ ہی نہ سکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پڑی پر جاپڑی۔ انھوں نے تقدیر کے مسکلے کو اتن اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں میں جزوایمان بنا دیا، چنانچہ ہمارے ایمان میں [وَالْقَدْرِ حَسُلُ اللهِ وَشُرِّهِ مِنَ اللهِ تَعَالٰی] کا چھٹا جز انھی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' ان اللهِ تَعَالٰی کا چھٹا جز انھی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' ان

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو کوئی مصیبت یا راحت پہنچی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ تکلیف و راحت اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مقرر کر کے لکھ دی ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم میں واضح طور پرموجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةً يَقُوْلُواْ هٰنِهِ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ ۚ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَكُ ۗ يَقُوْلُواْ هٰنِهِ مِنْ عِنْدِكَ لَا قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾

'' اور اگر انھیں کوئی بھلائی پیش آئے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے،ان سے کہہ دیجیے: سب اللہ کی طرف سے ہے۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ لَّنْ يُصِيْبَنَّا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا وَهُوَ مَوْلَهُ نَا ﴾

'' کہہ دیجیے کہ جو کچھ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے ہمیں وہی ملے گا۔ اللہ ہی ہمارا کارساز ہے۔'، ®

وَ رَآنَ نَصِلَهِ صُ: 190. ﴿ النّسَاء 78:4. ﴿ التوبة 51:9.

الله تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی مگاٹی ہے سے بات کہلوائی ہے کہ ہرمصیبت پہلے سے الله تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ اور لکھی ہوئی ہے، نیز فر مایا:

﴿ مَا ٓ اَصَابَ مِنْ مُّصِيبُهَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِئَ ٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِي كِتْبٍ مِّنُ قَبْلِ اَنْ تَنْبَرَاهَا ﴿ ﴾

''کوئی مصیبت نه زمین پر پینچتی ہے اور نه تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔''[©]

ریکھیں یہ آیات عقیدہ تقدیر کے اثبات اور اس کی تفصیل کے بارے میں کتنی صریح ہیں۔ ان کے علاوہ بھی قرآن کریم میں بہت کی ایک آیات فرکور ہیں جن سے بیعقیدہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے لیکن شاید بیآیات پرویز صاحب کے قرآن میں نہیں ہیں، اس لیے انھوں نے اس عقیدہ تقدیر کو مجوس کی طرف منسوب کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ پرویزی قرآن الگ۔
قرآن الگ ہے اور الہی قرآن الگ۔

نظرية ارتقا

پرویزکا بیسوال کہ دنیا میں سب سے پہلا انسان کس طرح وجود میں آگیا ذہن انسانی کے لیے وجہ ہزار جیرت واستعجاب رہا ہے، چنانچہ ان نداہب میں جن میں توہم پرتی نے حقائق کی جگہ لے رکھی ہے اس عقیدے کے حل میں عجیب وغریب افسانہ طرازیوں سے کام لیا ہے لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق جو پچھ بتایا ہے وہ بالکل وہی ہے جس کی طرف علم وبصیرت کے جدید انکشافات راہ نمائی کر رہے ہیں۔ سائنس کے انکشافات کی روسے خاک ذرے سے مختلف ارتقائی منازل طے کر کے قرن ہا قرن کے بعد انسانی صورت میں متشکل ہوگئ، یعنی سب سے پہلے کوئی ایک فرد صورت انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا

[£] الحديد 22:57.

بلکہ ایک نوع وجود پذیر ہوئی ان متنوع مراحل کی تفصیل قرآن کریم کی آیات جلیلہ میں عجیب انداز میں سمٹی ہوئی ہے۔

پرویزی عقل پر ہزار تف ہو کہ ایک نوع کا وجود تو تسلیم کرتی ہے مگر فرد کا وجود نہیں کرتی ہے مگر فرد کا وجود نہیں کرتی ہے عقل والوں ہے پوچھوتو سہی کہ کیا نوع کا وجود فرد کے بغیر ہوسکتا ہے؟ کیا انسان کا وجود بغیر افراد کے ہوسکتا ہے؟ پھر انھوں نے بینظر بیرقر آن کی طرف منسوب کر دیا! آئیں قرآن کریم پڑھیں کہ اللہ تعالی نے انسان کے وجود کے متعلق کیا کچھ ذکر فرمایا اور پھراسی انسان کو آدم کا نام دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

وَاذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَيْهِ كَةِ إِنِّى خَالِقٌ بَشَرًا قِنْ صَلْصَالِ قِنْ حَمَا مَّسَنُوْنِ ۞ "اور جب تمهارے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں ایک بشر بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بد بودار، سیاہ کیچیڑ سے ہوگی۔" فینز فر مایا:

﴿ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالِ كَالْفَخَّادِ ٥

''اسی نے انسان کو مھیکری کی طرح تھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيْسَى عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ أَدَمَ لَا خَلَقَةً مِنْ ثُوَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞﴾

'' دراصل عیسیٰ (طیلا) کی مثال بھی اللہ کے نز دیک آ دم (طیلا) کی مثال کی طرح ہےاللہ نے اےمٹی سے بنایا ، پھراہے کہا: ہوجا تو وہ ہوگیا۔''[®]

نيز فرمايا:

[🏵] الجيس وآ وم م ص: 63 -64. ﴿ الحجر 21:35. ﴿ الرحمَٰنِ 14:55. ﴿ أَلَ عَمَرُنَ 39:3.

﴿ وَبَكَا خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّرَ جَعَلَ نَسُلَهُ مِنْ سُلَلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنِ ﴾

''اور انسانوں کی پیدائش کومٹی سے شروع کیا، پھر حقیر پانی کے جوہر (نطف) سے اس کی نسل چلائی۔''[®]

ندکورہ بالا تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے انسان آ دم علیا کومٹی سے بنایا۔ آ دم ایک خاص شخص اور فرد کا نام ہے جونوع انسانی کے باپ بیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو خلیفہ بنایا، اساء کی تعلیم دی، فرشتوں سے محدہ کرایا، جنت میں بسایا اور آپ کے ساتھ کلام فر مایا۔ یہ سارے فضائل آپ (حضرت آ دم علیا) کی نبوت کے دلائل ہیں، لہذا وہ پہلے نبی ہیں۔ ان آیات میں خلق انسان پر قرن ہا قرن کے گزرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر پرویزی قرآن میں کسی جگہ ہوتو ہو، اللہ کے قرآن میں کہیں بھی نہیں۔

آدم مليا كى ذات سے انكار

پرویز صاحب لکھتے ہیں: 'جہارے ہاں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ (آدم) جس کے جنت سے نکلنے کا قصہ قرآن کریم کے مختلف مقامات پرآیا ہے، نبی تھے۔قرآن سے اس کی تصد بی نبیس ہوتی۔قرآن کریم نے مختلف مقامات پر قصہ آدم کی جو تفاصیل بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکلنے والا آدم کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا۔ بالفاظ دیگر قصہ آدم کسی خاص فرد (یا جوڑے) کا قصہ نہیں بلکہ خود (آدمی) کی داستان ہے جسے قرآن نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے۔ اس داستان کا آغازانسان کی اس حالت سے ہوتا ہے جب اس نے قدیم (Primitre)

[🗓] السجدة 8,7:32.

انفرادی زندگی کی جگه پہلے پہل تیدنی (Social Life) زندگی شروع کی۔''[®]

الله تعالی نے قرآن کریم میں آوم کا لفظ 25 مرتبہ بیان فرمایا ہے: ﴿ عَلَمَ الْاَسْمَاءَ ﴾ ، ﴿ اللّٰهُ اللّٰهُ عَلَىٰ اللّٰهُ عَنْ اللّٰهِ كَا اللّٰهُ الدُمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِبْتِ ﴾ ﴿ اللّٰهُ اللّٰهِ الدَمَ وَ نُوحًا ﴾ ، ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيلْنِي عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثُلِ الدَمَ طَفَقَهُ مِنْ تَوْلِهِ كَلِبْتِ ﴾ ﴿ وَلَقَدُ عَهِدُ نَا إِلَىٰ الدَمَ مِنْ قَبْلُ ﴾ اور بن آوم كا لفظ ان 25 مقامات كے علاوہ ہے۔ ان تمام آیات كريمہ ميں سے كوئى ایک جگدایی بتلاؤ كه اس میں لفظ مثل آیا ہو، یا ایسا كوئى لفظ ہوجس كا معنى اور مفہوم تمثیلی نمائندہ ہو یا اس میں كوئى تمثیلی انداز ہو۔ پرویز صاحب اور اس كے مقلدین پوری كوشش كے باوجود بھى ایسا كوئى لفظ قرآن كريم ميں نبيس بتا كئے۔

سیبھی ذہن نشین رہے کہ آ دم کوتمثیل اس وقت کہا جاسکتا ہے جب آ دم کی خلقت ظاہر میں موجود ہوتی یا اس کا کوئی تصور ہوتا کیونکہ مثال کے لیے کسی خارجی یا ذہنی وجود کا ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں اگر آ دم کو ایک فرد (جسیا کہ حقیقت ہے) کہاجائے تو اس سے کون سی آفت آن پڑتی ہے۔ اس کی مثال پرویز صاحب کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر اور عقیدے میں موجود ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کومٹیل مسیح کے خطاب اور صفت سے نوازا ہے اور استدلال کے لیے آخی احادیث کا سہارا لیا ہے جن میں نزول عیسیٰ علیا کا ذکر ہے۔ ان سب احادیث میں برکھا ہے:

«يَنْزِلُ فِيكُمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ»

''تم میں عیسلی بن مریم نازل ہوں گے۔''[©]

لغات القرآن، ص: 14/12.
 الله صحيح مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى الإيمان، باب نزو

مرزانے اپنی طرف سے اس میں لفظ مثیل کا اضافہ کیا اور یَنْزِلُ کا معنی یَخْلُقُ ''پیدا ہوگا۔' کر دیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہتم میں عیسی علیا کا شہبہ پیدا ہوگا۔ مرزا قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ إِنْزَال ''پیدا کرنے'' کے معنی میں بھی استعال ہوتا ہے۔ لفظ نزول (جو مجرد ہے) کسی بھی جگہ ''پیدا ہونے'' کے معنی میں نہیں آیا۔ لغت کی کتاب یا نص قرآن و حدیث اور اشعار عرب میں اس کے معنی کا کوئی ثبوت نہیں ماتا۔ لفظ مثل بھی مرزا صاحب کی طرف سے بڑھایا گیا ہے۔ اس طرح پرویز صاحب بھی آ دم علیا کے متعلق قرآنی کی طرف سے بڑھایا گیا ہے۔ اس طرح پرویز صاحب بھی آ دم علیا کے متعلق قرآنی ان کی اختراع ہے۔

معجزة معراج سانكار

پرویز لکھتے ہیں: ''سورہ بنی اسرائیل کی آیت ﴿ اَسُدٰی ﴾ میں کہا گیا ہے کہ خدا اپنے بندے کورات کے وقت مسجد حرام سے مسجد انصلی کی طرف لے گیا تا کہ وہاں اسے اپنی آیت وکھائے۔ خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا نہیں تو یہ حضور کی شب ہجرت کا بیان ہے اس طرح مسجد اقصلی سے مراد مسجد نبوی ہوگی جے آپ نے وہاں جا کر تغییر فرمایا۔'' آس تاویل بلکہ تحریف میں پرویز صاحب کی بے عقلی یا ہے دھری کا کھلا شبوت موجود ہے۔ ان کا کہنا ہے: '' خیال ہے' یعنی قرآئی مقاصد کو اپنے '' خیال' کا تابع بنا کر جرم عظیم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ پہلے تو خیال کے حوالے سے کہا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ اگر خواب ہے تو بھراس میں اتنا بڑا کمال کیا ہے جو نبی من الی کے خواب کا واقعہ ہے۔ اگر خواب ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے میانہ اللہ آن ۔ 736/4

چکرلگاتا ہے تو بھی برطانیہ کے۔خیال وہ ہوتا ہے جو ذہن کی اختراع ہواوراس کے اثبات کے لیے کوئی دلیل نہ ہو، پھر یہ کہا ہے کہ''شب ہجرت کا بیان ہے۔'' اب ملاحظہ فرما کیں قرآن کریم کی متعلقہ آیت:

آیت برغور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک رات کا ہے، یعنی ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصلی لے گیا جبکہ جمرت کے واقعے کے بارے میں تو معلوم ہے کہ وہ ایک رات کانہیں بلکہ آپ ٹاٹیٹل تقریبًا دس راتوں میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیب یہنچے تھے، لہٰذا پرویز صاحب کا پیہ خیال حقیقت سے متصادم ہے، پھر پیہ کہنا کہ''مبحداقصٰیٰ' ہے مراد''مسجد نبوی'' ہوگی انتہائی بے وتو فی کا اظہار ہے۔کیامسجد نبوی اس وقت تعمیر ہوئی تھی؟ کیاکسی زمانے میں مسجد نبوی کا نام مسجد اقصلی بھی رکھا گیا تھا؟ کیا یہ نام لغت کے لحاظ سے مسجد نبوی کے لیے موزوں ہے؟ جبکہ اس روز روئے زمین پر مسجد اقصیٰ دمثق میں موجودتھی جو جاز سے تقریبًا ایک ماہ کی مسافت برتھی۔مجد نبوی کا تو اس وقت نام ونشان بھی نہیں تھا۔مزید برآں اس سورت (بنی اسرائیل) کا تمام مضمون کمی سورتوں جیسا ہے اور ييسورت كى ہے۔اس وقت تك نبى مَنْ الله الله على من الله على الله تعالى كابيفرمان: ﴿ أَسُلاك بِعَبْدِهِ﴾ ''وه اینے بندے کو لے گیا۔'[©]فعل ماضی ہے، ینہیں فرمایا کہ''وہ لے جائے گا۔'' ہم کہتے ہیں کہ بیآ یت کریمہ معجز و معراج کے ایک جھے پر مشتل ہے جو مکہ مرمہ ہے مجداتصیٰ (دمثق) کی طرف رات کے ایک جھے میں رونما ہوا۔

[©] بنتي إسر آءيل 1:17. ۞ بنتي إسر آءيل 1:17.

مشرکین مکہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعے کا انکار بھی کیا۔ اور معراج کا دوسرا حصہ، بعنی آسانی معراج ،''سور ہُنچم'' میں واضح طور پر مذکور ہے۔ واقعہُ معراج سے انکار کرنا قرآن کریم سے انکار کرنا ہے، جو کہ کفر ہے۔

پرویزی اسلام میں صرف جار چیزیں حرام ہیں

یہ سے کر آن کریم میں کھانے کی چیزوں میں سے صرف اٹھی چار کی تخصیص کی گئی ہے۔
ہے لیکن اولا ہم الزامی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ان چار کے علاوہ انسانوں اور حیوانات کا پیشاب اور گندگی، بعض جانور بشمول سانپ، بچھواور چھکلی وغیرہ اور خود انسان کا بدن بھی حرام ہیں۔ شاید پرویزی حضرات ان تمام چیزوں کو حلال مجھ کر استعال کرتے ہوں۔ ہم یہ بوسکتا ہے دنیا یہ بوسکتا ہے دنیا میں جوآ دم خورموجود ہیں، وہ بھی پرویز صاحب کے مُقلِّد ہوں۔

جبكة تحقیق طور پر ہم یہ كہتے ہیں كہ جس آیت میں ان مذكورہ چار چیزوں كا تذكرہ ہے

علی ماہنامہ طلوع اسلام منگ 1952ء۔

اس میں تمام حرام کھانوں کا بیان مقصود نہیں بلکہ صرف بیہ مقصود ہے کہ یہ چار چیزیں بیان کی جائیں جو تمام ادبیان ساویہ میں بالا تفاق حرام ہیں۔ ان کے علاوہ ہر دین میں الگ الگ حرام چیزیں یقیناً موجود ہیں لیکن اختلاف ادبیان کی وجہ سے ان چیزوں کو مطلق حرام نہیں کہا جاتا، البتہ فدکورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ بھی بعض دیگر اشیاء اللہ تعالیٰ نے نبی مُنافیظ کی وساطت سے حرام تھہرائی ہیں جو درج ذبی آیت میں اجمالی طور پر فدکور ہیں۔

﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَيِثَ

''اور وہ (نبی تَالَیْمُ اِن اِلک چیزوں کوان کے لیے حرام تھرائے گا۔'' اُن کے خیروں کو صحیح احادیث میں جن چیزوں کو صحیح احادیث میں اس اجمال کی تفصیل موجود ہے۔ صحیح احادیث میں جن چیزوں کو کھانے ہے منع کیا گیا ہے اگر عقل سلیم ہے ان کا جائزہ لیا جائے اور ڈاکٹروں ہے بھی ان کے متعلق پوچھا جائے تو وہ بتا کیں گے کہ ان اشیاء میں فلاں فلاں خبائث اور معزات موجود ہیں، یعنی نبی تنافی نے احادیث میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، عقل سلیم بھی ان کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے تو عقل کے اندھے پرویزی الی احادیث کا کیوں کرا نکار کرتے ہیں جو عقل کے مین مطابق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عناد صرف احادیث کے ساتھ ہے، خواہ وہ عقل کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔

ارکانِ اسلام کی غلط تاویلات اورمنخرہ پن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مطالعہ

نماز کے متعلق پرویزی خیالات

سورہ نور کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اجتماعاتِ صلاۃ کے لیے کم از کم دواوقات متعین تھے (فجر وعشاء) تب ہی تو قرآن کریم نے ان کا ذکر نام لے کر کیا ہے۔''[®]

مزیدلکھا ہے:''اگر جانشینِ رسول (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تغین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے تحت کچھ ردو بدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔''[®]

اس کے جواب میں فرمان اللی ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد ہوا:

﴿ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسُطْي ﴾

''نمازوں کی حفاظت اور پابندی کروخصوصًا درمیانی نماز کی۔'[®]

کیا پرویز صاحب نے قرآن کریم میں یہ آیت نہیں دیکھی؟ ضرور دیکھی ہوگی، یہاں

«الصّلوق کا لفظ جمع کے صیغہ «الصّلوت کے ساتھ استعال کیا گیا ہے جوع بی زبان
میں حقیق معنی میں تین اور تین سے زیادہ کے لیے استعال کیا جاتا ہے۔ دوپر جمع کا اطلاق
مجاز ا ہوگا۔ یہاں پر پرویز صاحب بلاضرورت حقیقت چھوڑ کر مجاز کی طرف گئے ہیں۔ اگر
حقیقت تسلیم کرتے ہیں تو تیسری نماز کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ مزید برآس «الصّلوق انوسُنظی پونور کرنا بھی ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ ﴿الوسُنظی ﴿ کامعنی ہے''ورمیان' یعنی جس کے دوطرف برابر ہوں۔ اگر ﴿الصّلوتِ ﴿ دو بین تو پھران میں سے وسطی کس کو لیمن جس کے دوطرف برابر ہوں۔ اگر ﴿الصّلوتِ ﴿ دو بین تو پھران میں سے وسطی کس کو کہا جائے گا؟ لاہذا لازمی طور پر دو سے زیادہ ماننا پڑے گا، چنا نچہ عربی الفاظ کے تقاضے کی کہا جائے گا؟ لاہذا لازمی طور پر دو سے زیادہ ماننا پڑے گا، چنا نچہ عربی الفاظ کے تقاضے کی گھانت الفرآن: 15,14 کا فسیر آیت: 5.8 گوران فیصلے میں 15,14 گوران گور کورکوں کے تواب کے گا۔ الفرآن الفرآن الفرآن الفرآن الفرآن کے گا۔ الفرآن کیمن کورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کیا ہورکوں کے لیانہ الفرآن کی الفران کیمن کی کھورکوں کورکوں کی گورکوں کورکوں کے تواب کورکوں کے لیمنوں کورکوں کے تواب کی کا کھورکوں کے کورکوں کی کورکوں کے تواب کورکوں کی کورکوں کے تواب کی کورکوں کے کورکوں کورکوں کے کورکوں کے کورکوں کورکوں کورکوں کی کورکوں کورکوں کورکوں کے کھورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کے کھورکوں کے کھورکوں کی کورکوں کو کورکوں کورکوں کی کھورکوں کرتا ہورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کورکوں کے کورکوں کے کورکوں کورکوں کے کورکوں کے کورکوں کو

وجہ سے اس آیت کا اطلاق پانچ سے کم نمازوں پرنہیں ہوتا۔ اس موضوع پر پہلے بحث گزر چکی ہے۔ [©]

ای طرح اس آیت

اَقِيمِ الصَّالُوةَ لِلُ أُولِكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ الَّذِلِ السَّمْسِ إِلَى غَسَقِ الَّذِلِ الْ

''سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھا کرو۔''[®]

کی تشریح بھی گزر چی ہے۔ کیا ﴿ لِدُ اُلْاِ الشَّمْسِ ﴾ اور ﴿ عَسَقِ الْلَيْلِ ﴾ نماز فجر اور نماز عشاء کو کہا جاسکتا ہے؟ ہر گزنہیں! کیونکہ دلوك کا معنی ''زوال ' ہے یا ''غروب'' زوال معنی کیا جائے تو معنی کیا جائے تو اس میں نماز مغرب شامل ہوگی۔ اس میں نماز مغرب شامل ہوگی۔

ببرصورت صَلَاة كوصرف دواوقات كے ساتھ خاص كرنا اور بيعقيده ركھنا كه صرف دو نمازي (فجر اورعشاء) فرض ہيں ، بيان كى جانب سے كفر كا اختلاط ہے كيونكه ايك آيت ماننا اور دوسرى آيات سے انكار كرنا ﴿ اَفَتُوْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتْبِ وَتَكُفُّرُونَ بِبَعْضِ ﴾ كالازم مصداق بنتا ہے۔

ای طرح نماز کا طریقہ بھی صرف اور صرف رسول الله طَالِیْم سے منقول ہے اس طریقے میں کسی جانشین رسول کو بھی ردو بدل کرنے کا اختیار دینا اجرائے رسالت کا دروازہ کھولنا ہے۔عبادات میں ردو بدل مستقل تشریعی کام ہے اور تشریعی کام الله تعالی کی اجازت سے صرف رسول الله طَالِیْم کے ذمے ہوتے ہیں، کسی غیر رسول کو تشریعی اختیار دیناعین شرک ہے۔الله تعالی نے فرمایا:

﴿ اَمْرُ لَهُمْ شُرَّكُواْ شَرَعُواْ لَهُمْ صِّنَ الدِّينِينَ مَا لَمْ يَأْذَنَّ بِهِ اللَّهُ ﴾

'' کیا ان کے پچھشریک ہیں جضوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ نکالا ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تکم نہیں دیا۔''[®]

ادریہ اجرائے رسالت کا فاسد نظریہ در حقیقت مرزا غلام احمد کی موافقت اور تقلید کا اثر ہے پرویز لکھتا ہے:

'' سجدہ سے مراد ہی قانون خدادندی کی اطاعت ہے، یعنی سجدہ پر غیرخدادندی قانون کی اطاعت سے انکار، رکوع کے معنی قانون خدادندی کی عملی تصدیق اور اس کے سامنے جھک جانا ہے۔''[®]

اگر سجدہ اور رکوع کا یہی معنی ہے تو پھر ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهِ ﴾ کا کیا معنی ہے؟ جس کا ذکر بار بار قرآن کریم میں موجود ہے۔ زمین پر ایک خاص ہیئت کے ساتھ پیشانی اور ناک رکھ کر سجدہ کرنا اطاعت البی ہے اور رکوع میں گردن اور کمر خاص ہیئت میں جھکانا اطاعت البی ہے لیکن اس کے برعکس میرماد لینا بالکل غلط اور باطل ہے کہ زمین پر پیشانی رکھے اور کمر جھکائے بغیرصرف قانونِ البی کی اطاعت ہی سجدہ اور رکوع ہے، یعنی کسی انسان نے صبح کے وقت اور عشاء کے وقت اطاعت بالبی کی تو پرویز کی اسلام کے مطابق اس شخص کی مناز ہوگئ، حالانکہ سجدہ اور رکوع کا یہ معنی لغت میں ہے نہ شرع میں۔ پرویز یول سے کوئی میان ہو پوچھے کہ آپ کے نزدیک میاطاعت ِقانونِ خداوندی ہے کیا چیز؟

ز کا ق کے متعلق پرویزی خیالات

الشورى 21:42. ﴿ سليم كَ نَام قط، ص : 210,209.

متعین کرتی رہے۔ قرونِ اولی میں اگر خلافت ِراشدہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فی صد مناسب سمجھا تھاتو اس وقت یہی شرح شری تھی۔ اگر آج کوئی اسلامی حکومت کے کہ اس کی ضروریات کا تقاضا ہیں فی صد ہے تو یہی ہیں فی صد شرع شرح قراریائے گی۔'' ®

ایک شخص کے جواب میں لکھا ہے:'' زکاۃ کے متعلق قرآن میں حکومت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے زکاۃ وصول کرے فرمایا:

﴿خُنُ مِنْ آمُوالِهِمْ صَلَاقَةً ﴾

اس لیے زکا ۃ اس ٹیکس کے سوا اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لیے کہ شرح زکا ۃ کا انتھار ضرویات ملی پر ہے حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں وہ سب کچھ لے سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔

﴿ وَيَسْتَكُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ لَهُ قُلِ الْعَفْوَ ﴿

لبندا جب كسى جگه اسلامي حكومت نه موتو زكاة بھى باقى نېيى رہتى _ ®

پرویز صاحب کاس کلام سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

﴿ " قرآن نے زکاۃ کی شرح متعین نہیں کی۔ " میں کہتا ہوں یہ غلط ہے، الله تعالیٰ فضر مایا:

﴿ وَمَا الْنَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ﴾

''اور جو کچھتھیں اللہ کے رسول دیں وہ لے لو۔''®

الله عليم ك نام خطاء ص: 82-83. (103: التوبة 103: (103: (105

﴿ ''خلافتِ راشدہ نے زمانہ کی ضروت کے مطابق زکاۃ کی مقدار (اڑھائی فی صد) متعین کی تھی۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ کیا خلفائے راشدین نے نبی مُلَّاتِیْا کی مقرر کردہ مقدار سے انحراف کر کے اپنی طرف سے کوئی مقدار متعین کی تھی؟ ہر گرنہیں! انھوں نے بعینہ وہی مقداریں مقرر کی تھیں جو صحیح مرفوع احادیث میں مذکور تھیں۔ انھوں نے ان مقداروں میں کوئی رد و بدل نہیں کیا تو پھران کے بعد کسی شخص کو ان مقداروں میں رد و بدل نہیں کیا تو پھران کے بعد کسی شخص کو ان مقداروں میں رد و بدل کرنے کا اختیار دینا خلافت ِ راشدہ کے طریق سے انحراف ہوگا اور یہ انحراف قطعًا علم ہوگا۔

﴿ ''اگر آج کوئی اسلامی حکومت کیے کہ اس کی ضرورت کا تقاضا بیں فی صد ہے تو بیس فی صد ہے تو بیس فی صد شرح ہی شرق زکاۃ ہوگ۔' پرویز صاحب کے اس فاسد نظریے کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو نبی مُنظِیْم اور خلفائے راشدین کا طریقہ بدلنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نبی مُنظیْم کے بعد کوئی دوسرا شارع بن سکتا ہے اور وہ تب ہی شارع بن سکتا ہے دور منصب رسالت پر فائز ہو، لہذا پرویز صاحب نے رسالت کا دروازہ کھول دیا اور یہی مرزائیت ہے۔

﴿ ''زکاۃ کی وصولی کے لیے اسلامی حکومت لازمی ہے۔'' بہت می وجوہات کی بنا پر بیہ نظریہ بھی باطل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مکی سورتوں (مومنون، ذاریات اور معارج) میں نظریہ بھی باطل ہے۔ پہلی وجہ یہ نکاۃادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو کیا مکہ میں اسلامی حکومت موجود تھی؟ دوسری وجہ یہ ہے کہاللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ فِي آمُوالِهِمْ حَتُّ مَّعْلُومٌ ۞ لِّلسَّا بِلِ وَ الْمَحْرُومِ ۞

^{&#}x27;'اوریہ وہ لوگ ہیں جن کے مالول میں سائلین اور محروم لوگوں کے لیے متعین حق ہے۔''[®] ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

المعارج 24:70.

اس آیت میں ﴿ حَقُّ مَعْلُومُ ﴾ کالفظ استعال کیا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں معلوم وہی چیز ہے جس کاعلم وی کے ذریعے سے وہی مقداریں طے شدہ ہیں جو نبی سُلُمُنِیُّا کی احادیث میں موجود ہیں۔ اگر کوئی حکومت ان مقداروں میں تبدیلی کرتی ہے تو وہ ﴿ حَقُّ مَعْلُومُ ﴾ کو بدلتی ہے جو قرآن کریم کی صرح مخالفت ہے۔

🤄 ''اسلامی حکومت ضرورت کے تحت سب کچھ لے سکتی ہے۔''

ید نظرید قرآن کی ان آیات سے متصادم ہے جن میں لفظ ﴿مِنْ ﴾ استعال کیا گیا ہے۔ اور مین ﴿ تبعیض مال خرج کرنا، ہمض مال حرج کرنا، بعض مال صدقہ کرنا۔ جیسے فرمایا:

﴿ وَمِتَّا رَزَقُنْهُمْ يُنْفِقُونَ ۞

"اور جوہم نے انھیں رزق دیا ہے وہ اس میں سے پھوخرج کرتے ہیں۔"
اور ﴿ الْعَفُو ﴿ کا یہ مطلب نہیں کہ کل مال خرج کر دیا جائے یا سارا مال صدقے میں
لے لیا جائے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہیں: ' زائداز ضرورت' یعنی اضافی ، تو یہ لفظ کہ ' فضرورت سے زیادہ ہو' اس ضرورت سے زائد مال کی مقدار کے تعین کے لیے پرویز صاحب کے پاس کیا ولیل ہے؟ اور اگر استدلال میں لفظ مِنْ پیش کیا جائے تو ضرورت اور جعیض سے مراد وہ مقدار ہے جو شریعت نے مقرر کی ہے کیونکہ انسانوں کی ضروریات میں لازی طور پرفرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میرے پاس میری ضرورت سے زائد کی طور پرفرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میرے پاس میری ضرورت سے زائد جے شریعت نے زیادہ کہا کہا جائے گا؟ ''لیس ضرورت سے زیادہ'' سے مراد وہ زیادہ ہے شریعت نے زیادہ کہا، یعنی مقررہ نصاب سے زیادہ خرج کرنا۔

① البقرة 2:3.

روزه، جج اور قربانی کے متعلق پرویزی عقیدہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

انفراوی ملکیت ہے انکار اور پرویزی دلائل

[1] ﴿ قُلِ الْعَفْو ﴾ '' كهه و يجي كه جو زائد از ضرورت ہے۔' اس دليل كا جواب پہلے ديا جاچكا ہے، اس كے علاوہ بيآيت ذاتى ملكيت كے اثبات ميں دليل ہے كيونكه ذبن ميں بيہ سوال اٹھتا ہے كه جو چيزيں اس شخص كى ضروريات پورى كرنے كے ليے ہيں كيا وہ اس شخص كى ذاتى ملكيت نہ ہوں گى؟ كيوں نہيں! ضرور ہوں گى۔

﴿ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمُ عَلَى بَعْضِ فِى الرِّرْقِ عَ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوا بِرَادِّى رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ اَيْمَا نُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ ﴿ ﴾

'' اور اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت و بے رکھی ہے، پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی روزی انھیں نہیں ویتے جو ان کے غلام ہیں کہ وہ اس (روزی) میں برابر نہو جائیں۔''[®]

رويز صاحب نے اس كے ترجم ميں تحريف كرتے ہوئے لكھا ہے:

'' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رزق سے مراد اکتسانی استعداد ہے جس کی وجہ سے ماحصل میں فرق ہوتا ہے، پھر یہ معاشی فضیلت حاصل کرنے والے کم استعداد والوں کواپٹی زائد پیداوار نہیں لوٹاتے کیونکہ یہ لوگ معاشرہ کی برابری کے منکر ہیں۔''[©]

قبصرہ: اس آیت میں انفرادی ملکیت صراحت سے ثابت ہورہی ہے کہ معاشرے میں السے لوگ موجود ہوتی ہے کہ معاشرے میں السے لوگ بھی السے لوگ ہوتی ہوتے ہیں جن کے پاس فاضل دولت موجود ہوتی ہے اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، البتہ پرویز صاحب نے مفہوم بیان کرنے میں شکوہ ظاہر کیا ہے کہ بیامراء اپنی فاضل دولت غریبوں کو سے ہیں۔

🛈 النحل 71:16. 🏖 قانون ربوبيت، ص: 139.

نہیں دیت تا کہ طبقاتی ناہمواری ختم ہوجائے لیکن بطور جواب شکوہ ینہیں کہا گیا کہ حکومت پرلازم ہے کہ امراء سے زیادہ دولت چھین لے اور ساری دولت اپنے قبضے میں لے لے۔ وہ تو قرآن میں اس طرح ندکور ہے:

المُخُذُمِنَ آمُوالِهِمْ صَكَاقَةً

''ان کے مال میں سے صدقہ لے لیں۔''[®] پنہیں فرمایا کہ ان کا سارا مال لے لیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کا جومفہوم پرویز صاحب نے لیا ہے وہ تو سراسر تحریف ہے۔ آیت کے سیاق وسباق کا بغور مطالعہ کریں، اللہ تعالیٰ مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرما تا ہے کہ انسانی فطرت کے لحاظ سے مالک اپنے ملازم کو اپنے ساتھ سرمایہ داری میں برابر کا شریک نہیں کرتا اور ایبا کرنا ممکن بھی نہیں کیونکہ پھر مالک اور ملازم میں لفظی فرق بھی بے مقصد ہوگا۔ جب مالک اور ملازم ایک کاروبار میں برابر شریک نہیں ہو سکتے تو یہ مشرک کس طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اتنی قدرت اور افتیار دے رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی قدرت مستقلہ کی صفت میں شریک ہو جا کمیں اور وہ مخلوق کی حاجت روائی کریں۔ اگر آیت میں پرویزی خیال کے مطابق ماوات قائم کرنا مراد ہوتو پھر مشرک لوگ کیوں کرقابل غدمت قرار پائیں گے؟

حاصل کلام یہ ہے کہ جس آیت میں شرک کی تر دید مقصود ہوتی ہے تو پرویز صاحب اس آیت سے شرک کا درست ہونا ثابت کرتے ہیں۔

تیسری بات بیہ ہے کہ پرویز صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے رسول الله سَلَّاتُمْ کَی ذاتی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ حدیث میں وارد ہے:

[🗓] الته بة 103:9.

﴿إِنَّا لَا نُورَثُ نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورَثُ مَا تَرَكُنَا صَدَقَةٌ»

''ہم انبیاء کی جماعت نہ وارث بنتے ہیں نہ مورث بلکہ ہمارا متروک مال صدقہ ہے۔''[®]

تبصره: الله تعالى في قرآن كريم مين في مَاليَّا كي ذاتي مليت كا ذكر فرمايا ب:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَتَّمَا غَنِمُتُوهُ مِّن شَيْءٍ فَانَّ لِلَّهِ خُمْسَهُ وَلِلرَّسُولِ ﴾

"اور جان لو کہ جو چیز بطور غنیمت تمھارے ہاتھ آئے تو اس میں سے پانچواں حصد اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ انگ

نيز فرمايا:

﴿ مَا ٓ اَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ *

''اوران دیبهات والول سے اللہ نے اپنے رسول کو جو دلوایا ہے تو وہ الله اور رسول کے لیے ہے۔' ®

تو کیا ان دونوں آیوں میں ﴿ وَلِلزَّمُونِ ﴿ 'رسول کے لیے' سے رسول عُلَیْمُ کَ وَاتّی مَلَیت ثابت فابت ثابت ثابت ثابت ثابت کا ملکیت ثابت ہوئی اور حدیث میں ذاتی ملکیت کی نفی نہیں بلکہ وراثت کی نفی ہے اور یہ انبیاء ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ امت کے لیے قرآن کریم میں آیات میراث موجود ہیں۔

اِسی طرح باغِ فدک، جو اہلِ سنت و اہلِ تشکیع، دونوں کے نزدیک مشہور ہے، وہ بھی

() بير حديث الرجي صحيحين مين موجود بي ليكن وبال اس كه الفاظ مختمر بين اور پرويز صاحب كه الفاظ بيح مبين مل سكه (ناصر) صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4241، وصحيح مسلم، الجهاد، باب قول النبي النفال (لانورث مسلم، الجهاد، باب قول النبي النفال (لانورث حديث: 1758. (الأنفال 41:8).

نی مُنَافِیْم کے زیر تصرف تھا۔ آپ مُنَافِیْم کی وفات کے بعد فاطمہ رہا نے اسے ور شہ سمجھتے ہوئے اس میں سے وراثت کا مطالبہ کیا تھا جبکہ ابو بکر دہا نی سے صدیث کے ذریعے سے نبی مُنَافِیْم کی خصوصیت بیان کی تھی کہ انبیاء میں اللہ جو تر کہ چھوڑیں وہ ورثاء کونہیں ملے گا بلکہ وہ صدقہ ہوگا۔

انفرادی ملکیت کے اثبات میں قرآنی دلائل

۞ الله تعالىٰ نے فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيٰ جَعَلَكُمْ خَلَيْفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَغْضَكُمْ فَوْقَ بَغْضٍ دَرَجْتٍ لِيّنَبْلُوكُمْ فِي مَآ التّٰكُمُ ﴾

''الله وبی ہے جس نے شخصیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو درجوں میں بعض پر فضیلت دی تاکہ جو کچھ شخصیں دیا ہے اس میں شخصیں آزمائے۔''[®]

اس آیت میں دو جملے ہیں پہلے جملے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بسایا اور ان کی معیشت کے لیے مختلف اسباب پیدا کیے۔ دوسرے جملے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست اور مال وعزت کے لحاظ سے بعض انسانوں کو بعض پر فوقیت دی ہے اور کھر یہ چیزیں عطاکر کے اللہ تعالیٰ آخیس آزما تا ہے اور یہ آزمائش تب ہی ممکن ہے کہ یہ چیزیں انسان کی ملکیت ہوں۔

﴿ الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَكُذَٰ اِكَ فَتَنَّا بَعُضَهُمْ بِبَغْضٍ لِّيَقُولُوْٓا الْهَوُّالَآءِ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِمْ قِنَ

[⊕] الأنعام £:165.

''اوراسی طرح ہم نے بعض انسانوں کے ذریعے بعض کوآ زمائش میں ڈال رکھا ہے تا کہ بیلوگ کہیں کہ کیا ان لوگوں کو اللہ نے ہمارے درمیان میں سے فضل و احسان کے لیے چن لیا ہے۔''[©]

اس آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کا فرلوگ مال دار سے جبکہ صحابہ کرام میں سے اکثر مسکین تھے۔ کا فر کہنے لگے: یہ کیسے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسکینوں ہی پر (نعمت اسلام کا) احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آز مائش کی نسبت اپنی طرف فرمائی جو لفظ ﴿فَتَنَا﴾ ''ہم نے آز مائش کی' سے ظاہر ہے۔

﴿ الله تعالى في مايا:

﴿ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَغْضٍ فِي الرِّرْقِ ﴿

''اور اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔'[®] اس آیت کی تشریح چند صفحات پہلے گزر چکی ہے بلکہ آیت کے اندر ہی مالک اور مملوک کا تقابلی ذکر ہے، پس مملوک مالک کے لیے ایک ذاتی ملکیت ہے۔

﴿ الله تعالى في مايا:

َضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنَ اَنْفُسِكُمُ طَهَلُ لَكُمْ مِّنُ مَّامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنُ شُرَكَاءَ فِي مَا رَذَقْنَكُمُ

"اس (الله تعالى) نے تمھارے لیے (توحید کی) ایک مثال تمھی میں سے بیان کی ہے کہ کیا جن (غلاموں) کے تم مالک ہوان میں سے کوئی ہے جواس روزی میں جو ہم نے تمھیں دے رکھی ہے تمھارے برابر کا شریک ہو۔"

اس آیت میں بھی مالک اور مملوک کا بطور مثال تقابل پیش کیا ہے تو مملوک وہ ہے جو

الأنعام 3:53. (2) النحل 71:16. (3) الروم 28:30.

مالک (مولیٰ) کی ذاتی ملکیت ہو۔

﴿ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ اَهُمْ يَقْسِبُونَ رَحْتَ رَبِّكَ 'نَحُنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيْوةِ النَّ نَيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًا ﴾ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًا ﴾

'' کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کوتقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان کی روزی دنیا میں ان کے درمیان تقسیم کر رکھی ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔''[®]

آیت کے شروع میں مشرکین کے اس زعم کا رد کیا ہے کہ وہ محمد مگا ﷺ کو نبوت ملنے پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ مسکین شخص ہے، اس کے مقابلے میں طائف اور مکہ کے کسی مال دار شخص کو نبوت ملنی چاہیے تھی۔ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ نبوت اللہ تعالی کی رحمت ہے اور اللہ تعالی اپنی رحمت خود تقسیم کرتا ہے کسی کو اس کی تقسیم کا اختیار نہیں دیتا۔ یہ تو نبوت ہے اللہ تعالی نے دنیوی وسائل و اسباب کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کہ اس نے اس میں اللہ تعالی نے دی وسائل و اسباب کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کہ اس نے اس میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس فضیلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: مال دار لوگ مزدوروں سے خدمت لے سکیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال عطافر ماکر انھیں ذاتی ملکیت کا حق عطافر مایا۔

﴿ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَأَقَى الْمَالَ عَلَى حُيِّهِ ذَوِى الْقُرْبِي وَالْيَتْلَى وَالْمَسْكِينَ ﴾

''اور اس شخص نے اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں، بتیموں اور مسکینوں کو مال دیا۔''®

الله تعالی نے اس آیت میں اعمال خیر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے مال میں سے پچھ حصہ رشتہ داروں ، بتیموں اور مسکینوں کو دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جوشف جو مال دیتا ہے وہ اس مال کا ذاتی مالک ہے۔ اگر وہ مال اس کی ذاتی ملکیت میں نہ ہوتو وہ کیسے خرچ کرسکتا ہے؟ اس سے بھی واضح ہوا کہ معاشرے میں الله کی تقسیم کے مطابق بعض لوگ مال دار ہوتے ہیں اور بعض مختاج۔

﴿ الله تعالىٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِينُقُوْنَهُ فِلْ يَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾

''اورجواس کی طاقت رکیس کہ فدیہ دے سکیس تو ان کے ذمہ ایک مسکین کا کھانا کھانا کے نامہ ایک مسکین کا کھانا کھانا کے ان

اس سے معلوم ہوا کہ فدریہ دینے والا ذاتی ملکیت رکھتا ہے اور معاشرے میں مسکین بھی موجود ہے جوفد ریہ لینے کا مستحق ہے۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَكُفَّارَتُكُ ۚ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسْكِينَ ﴾

''پس اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔''[©] معاشرے میں قسم اٹھائی جاتی ہے اور بعض اوقات قسم توڑنی پڑتی ہے تو قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ مقرر کیا گیا ہے اور اس کی پہلی صورت دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر کسی کی ذاتی ملکیت ہی نہ ہوتو کچھروہ اس کفارے کی ادائیگی کیسے کرےگا؟

﴿ الله تعالى في فرمايا:

﴿ فَمَنْ لَهُمْ يَسْتَطِعُ فَاطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ﴾

''پس جواس کی استطاعت نه رکھے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔'' اس آیت میں بھی ذاتی ملکیت کا ثبوت ملتا ہے۔ ملکیت ہوگی تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا یا جائے گا اور ظہار کا کفارہ ادا ہو سکے گا۔

قرآن کریم میں زکاۃ کا تھم دیا گیا ہے اور یہ ارکان اسلام میں سے ہے اگر چہ پرویزی اسلام میں سے ہے اگر چہ پرویزی اسلام میں اس کا نام حکومتی نیکس ہے۔ زکاۃ تبھی ادا ہوگی جب کوئی شخص کسی مال کاذاتی طور پر مالک ہوگا۔ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت کا تصور نہ ہوتو پھر زکاۃ کا تھم عبث معلوم ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی تھم عبث نہیں۔ تاریخ اسلام میں فدکور ہے کہ ابوبکر ڈھٹاؤ نے مکرین زکاۃ کے ساتھ جہاد کیا تھا۔

جَحِ بھی ارکان اسلام میں سے ہاس سے اٹکار کفر ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَيِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِبُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَلِيئِينَ ۞ ﴾

''اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر جج کرنا فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص انکار کرد ہے تو اللہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔'' استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جج کا ارادہ رکھنے والے شخص کے پاس اتنا مال ہوجو اس کے زادِراہ اوراس کے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی ہوتو یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ اس مال کا ذاتی طور پر مالک ہو۔ اگر ذاتی ملکیت کا تصور ختم ہوجائے تو پھر حج کا رکن ساقط ہوجائے گا کیونکہ کوئی شخص انفرادی طور پر اتنا مال نہیں رکھ سکے گا جو اس کے زاوراہ اورائل وعیال کے لیے کافی ہو۔

اسلام میں میراث کا معاملہ بوری طرح کار فرما ہے۔ مرنے والے کے وارثوں کے

المجادلة 4:58. (2) أل عمر ن 97:3.

لیے ورثے کے جھے مقرر ہیں۔ سورۂ نساء (4 آیت 12,11 و 176) میں اس معالمے کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان ذاتی طور پر ہر مال کا مالک ہوسکتا ہے تبھی تو اس کے مرنے کے بعد اس کا مال وارثوں میں تقسیم ہوگا، نیز ریبھی ثابت ہوا کہ انفرادی ملکیت میں نظریہ مساوات غلط ہے۔

ان دلاک سے ثابت ہوا کہ انفرادی اور ذاتی ملکیت سے انکار کرنا قرآن کریم اور ارکانِ اسلام کا ممل طور پر مدمقابل ارکانِ اسلام سے انکار کرنا ہے، لہذا پرویزی اسلام یقیناً نبوی اسلام کا ممل طور پر مدمقابل اور خالف ہے۔

احادیث کا انکار اوران ہے تمسخر

چونکہ بیمسئلہ پرویزیت کی بنیاد ہے اس بارے میں غلام احمد پرویز کی بے شارتلبیسات اور عبارات ہیں ہم ان میں سے بعض نقل کرنے پراکتفا کریں گے۔

[1] کھا ہے: ''مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے جوسازش کی گئ ہے اس کی پہلی کڑی یے عقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ کو اس وقی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئ تھی جوقرآن میں محفوظ ہے ایک ملتی ہے، اس لیے روایات عین دین ہیں۔ یہ عقیدہ پیدا کیا گیا اور اس کے ساتھ روایات میں سازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہوگیا۔ اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ تعالی نے دیا تھا ایک اور دین مدون کر کے رکھ ویا اور اس کو اتباع سنت رسول اللہ قراردے کر امت کو اس میں الجھا دیا۔''

تبصرہ: اس سے پہلے ثابت کیا گیا ہے کہ وحی (غیر ملو) قرآن کریم کی آیات سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے، پس میعقیدہ کسی غیر کی سازش نہیں بلکہ اس سے انکار کرنا

[🛈] مقام حدیث: 1/421 از پرویز۔

اہلیسی سازش ہے اور یہ کہنا کہ روایات سازی کا سلسلہ شروع کیا گیا، پرویز صاحب نے اس اقتباس میں ساری احادیث کوموضوع قراردے دیا، حالانکہ انھوں نے خوداعتراف کیا ہے کہ وہ احادیث جوقر آن کے مطابق یاعقل کے موافق ہوں میں انھیں مانتا اور تسلیم کرتا ہوں۔ ایسی تضاد بیانی باطل پرستوں کا کام ہے اور ان کا یہ کہنا کہ وقی کے ذریعے سے ایک اور دین مدون کر کے رکھ دیا، یہ بھی ہرزہ سرائی ہے کیونکہ وقی غیر متلوقر آن کے مقابل نہیں بلکہ اس کی شرح اور تفصیل ہے، جیسا کہ گذشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے۔

زیم برحال جھوٹ کہا سی ارش کے تحت بولا گیا یا بعد میں ابلہانِ مسجد نے میں کا ایک ہے، یعنی یہ جھوٹ نکے کاموں کے لیے اس جھوٹ کی جاست کی، نتیمہ دونوں کا ایک ہے، یعنی یہ جھوٹ

نیک کاموں کے لیے اس جھوٹ کی حمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہے، یعنی بیر جھوٹ مسلمانوں کا مذہب بن گیا۔ وقیِ غیر متلو اس کا نام رکھ کر اسے قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل ٹھہرایا گیا۔''[®]

پرویز صاحب نے اس اقتباس میں بیت صریح کی ہے کہ سلمانوں کا مذہب (حدیث) جھوٹ ہے۔ علمائے حدیث کو اہلہان معجد کا خطاب دے دیا۔ بیہ بات باعث شرم ہے کہ دین کے علم برداروں کو اہلہان کہا جائے اور دین کے مفسدین اور منکرین حدیث کو مصلحان۔ بیصاحب تو اس آیت کریمہ کا مصدات قرار پاتے ہیں:

﴿ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوْٓا إِنَّهَا نَصُنُ مُصُلِحُونَ ۞

''اور جب انھیں کہا جاتا ہے کہتم زمین میں فسادمت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔'،®

آپویز صاحب کی کتاب مقام حدیث پڑھیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ احادیث کا کتا تمسخراڑ ایا گیا ہے۔ چندنمونے ملاحظہ فرما کیں:

⁽ مقام حديث: 2/122. (البقرة 11:2.

''اور (احادیث) جو ملاکی غلط میکی اور کوتاہ اندیثی سے ہمارے دین کا جزین رہی ہے دیکھیے کہ آخی احادیث کی رو سے وہی جنت جس کے حصول کا قرآنی طریقہ پر مذکور ہے کتنے ستے داموں ہاتھ آجاتی ہے؟ لیجے اب روایات کی رو سے جنت کے مکٹ خرید ہے ویکھیے کتنی سستی جارہی ہے۔''

"سب سے پہلے السلام علیکم سیجیے اور ہاتھ ملاسیے، جنت مل گئی۔"

ابو داود کی روایت میں ہے کہ حضور مُثَاثِیَّا نے فر مایا:'' کہ جب دومسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی انھیں بخش دیتا ہے۔''[®]

''اب متجد میں چلیے اور وضو سیجیے جنت حاضر ہے۔ مسلم کی حدیث ہے کہ وضو کرنے والے کے تمام گناہ پانی کے ساتھ ٹیکتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کوساتھ لے کر ٹیکتا ہے۔''[®]

کہے کس قدرستی رہی جنت! وضوکیا تو تمام گناہ اس کے پانی میں بہہ گئے اوراگر ساتھ دور کعتیں نفل پڑھ لیے تو خودرسول اللہ سکاٹی ہے بھی آ گے آ گے جنت میں پہنچ گئے۔

اس سے بھی آسان مسلم گ کی حدیث ہے کہ'' جو شخص مؤذن کے جواب میں اذان کے الفاظ دہراتا ہے تو یہ جنت میں جائے گا۔'' جے قانون کی اصطلاح میں جرم کہا جاتا ہے اسے فدہب کی زبان میں گناہ کہتے ہیں۔ جرم ایک مرتبہ کا بھی کم نہیں ہوتا لیکن عادی مجرم کے لیے سوسائٹی میں کوئی جگہ ہی نہیں اس کے برعکس ملا کے فدہب نے جرائم کے لیے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ جہج سے شام تک جرم پر جرم کیے جاؤلیکن ساتھ کے لیے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ جوالیس گے۔ ترفدی گ کی حدیث ہے کہ چالیس

شن أبي داود الأدب باب في المصافحة حديث:5212. أن صحيح مسلم الطهارة باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء حديث:244. أن صحيح مسلم الصلاة باب استحباب القول مثل قول المؤذن حديث:385. أن جامع الترمذي الصلاة ، باب ماجاء في فضل للها

دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے والا دوزخ اور نفاق دونوں سے بری کردیا جاتا ہے۔ لیجے ایک چلہ پورا کر لیجے اور عمر بھر کے لیے جو جی میں آئے سیجے، دوزخ میں آپ بھی نہیں جاسکتے۔

نبوی اسلام والو! ذرا دیکھو! نبی مَنْ الله کی احادیث کا کیسے مسخر اڑایا گیا ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیات کا مطالعہ کریں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ جَزَاۤ وَهُمُ جَهَنَهُ بِهَا كَفَرُواْ وَاتَّخَذُوْاَ الْبِيِّيُ وَرُسُلِيُ هُزُوَّا ۞ ﴿ ذَٰلِكَ جَزَاۤ وُهُمُ مَاكَ مِن اور رسولوں كا ﴿ يَهُمُ مِن كَا مِن اور رسولوں كا مَان كَى سزا ہے كيونكه انھوں نے كفر كيا اور جمارى آيوں اور رسولوں كا مُداق اڑايا۔ ﴾ ﴿ فَمَانَ الْهَايِ ﴾ ﴿

ان دونوں آیات پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پرویزی ان ارشادات ربانی کے مصداق ہیں۔ پہلی آیت میں رسول کا کام خوشخری سنانا اور عذاب سے ڈرانا بیان کیا

۔ ﴾ النكبيرة الأولى، حديث: 241. ﴿ ان عبارات كے ليے ديكھيے، مقام صديث: 96/2-100.

② الكهف 56:18. ۞ الكهف 106:18.

گیاہے۔ پرویز صاحب نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ سب خوشخری کے زمرے میں آتی ہیں گرانھوں نے ان احادیث کا استہزا کیا، ان کی باطل تاویلات کیں اوران کالمسخر اڑایا ہے تا کہ بیاحادیث کی ثابت نہ ہوں۔

اس آیت میں ﴿ وَمَا أُنْكِ رُوْلِ ﴾ کے الفاظ ﴿ المیتِی ﴿ کے بعد آئے ہیں، لہذا یہ الفاظ احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ﴿ المیتِی ﴿ کامعنی ہے ' میری آیات' اور ﴿ وَمَا أُنْكِ رُوْلِ ﴾ کے معنی ہیں: ''جس کے ذریعے سے وہ ڈرائے گئے' اب میری آیات تو قرآن کریم ہوا اور جس چیز کے ذریعے سے وہ ڈرائے گئے، بقینی بات ہے کہ اس سے مراد احادیث ہیں، لہذا یہ لوگ قرآن اور حدیث کا متسخر اڑاتے ہیں۔ مزید برآل پرویز صاحب سے بھی بوچھا جاسکتا ہے کہ یہ احادیث قرآن یاعقل سے بھی متصادم نہیں جبکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ جو حدیث قرآن اور عقل سے متصادم نہ ہو وہ صحیح ہوتی ہے، پھر تو خونجری والی یہ احادیث میں کیونکہ یہ آپ کے وضع کردہ اصول کے مطابق صحیح ہیں۔ قرآن کریم سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنۡ تَجُتَنِبُوا كَبَآ إِرَ مَا تُنْهَوُنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰ تِكُمْ وَنُلُخِلُكُمْ مُّلُخَلًا كَرِيْمًا ﴾ ﴾

''اگرتم ان بڑے بڑے گناہوں سے جن سے مصص منع کیاجا تا ہے باز رہوتو ہم ضرورتمھارے قصور (چھوٹے گناہ) معاف کردیں گے اور شھیں ایک باعزت جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ ﴿ ﴾

⁽¹⁾ النسآء 31:4.

''بِ شک اللہ بیر (جرم) نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کوشریک تظہرایا جائے اوراس کے سواوہ جس کے گناہ جاہے گا بخش دے گا۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ وَاقِيمِ الصَّلُوةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَقًا صِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنْتِ يُنْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ﴾

''دن کے دونوں سروں اور رات کی گھڑیوں میں نماز پڑھا سیجیے۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔'،®

الله تعالی نے بہلی آیت میں صغیرہ گناہوں کی بخشش کے لیے بمیرہ گناہوں سے اجتناب کی شرط قائم کی ہے، یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے گا تو میں اس کے صغیرہ گناہ معاف کردوں گا اور جنت میں داخل فر مادوں گا۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ شرک کے سوا میں جس کے حیابوں گناہ معاف کردوں گا جبکہ تیسری آیت میں فرمایا که نیک اعمال (نماز، وضواورمصافحه وغیره) گناہوں کا کفارہ ہیں۔ یرویز صاحب نے ان احادیث کو بطور استہزا پیش کیا ہے جن میں خوش خبری سنائی گئی ہے تو اُھیں جاہیے کہ (نعوذ باللہ) وہ متعلقہ آیات کریمہ کا بھی استہزا کریں کیونکہ جوخوش خری احادیث میں ہے وہی آیات میں ہے۔ان آیات اور احادیث کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحیح شرق ایمان اللہ تعالیٰ کو اتنا پیند ہے کہ وہ اس کی بدولت مجھی تو ویسے ہی گناہ معاف کردیتا ہے اور کبھی کسی ایک نیک عمل کے باعث گناہ معاف فرمادیتا ہے اور ستی جنت بھی عطا کردیتا ہے، البتہ جن لوگوں کے پاس صحیح شرعی ایمان نہیں، جیسے ر ویزی ہیں، ان کے لیے یہ بشارتیں سہل نہیں، لہذا وہ ستی جنت حاصل نہیں کر سکتے۔ 🛈 النسآء 4:116. ② هو د 11:114. اسی لیے وہ ایسی نصوص کے ساتھ استہزا کرتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: ''لیکن دین میں جبت کے طور پروہ (حدیث) پیش نہیں کی جاسکتی اس (حدیث) کو دین بنالینے سے بڑا نقصان ہوا ہے کہ قرآن کریم جوسراسر زندگی ہے جاب میں آگیا ہے۔''[®]

پرویز صاحب کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ علی فیل مرتب کردہ جزیکات (احادیث)

دین، شریعت اور فدہب نہیں ہیں بلکہ قرآن کے لیے جاب ہیں اور پرویز کے نظریے کے مطابق ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجتماعی نظام (امام وقت) جوقرآنی اصولوں کے مطابق جزئیات مرتب کرے، وہ شریعت اور واجب العمل ہے۔ پرویز کے اس نظریے سے یہ طابت ہوا کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ علی تی قرآنی شرح سے بنظن کرتے ہیں اور دین طب سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ وہ بادشاہ وقت کی تشریح کو دین اور فدہب قرار دیتے ہیں۔ اس نظریے کے نتیج میں دین اسلام میں ہزاروں شریعتیں ہوں گی کیونکہ ہرزمانے کا بادشاہ (امام) نئی نئی تشریحات لائے گا۔

5 ایک جگہ پر لکھتا ہے:''حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے، اس سے تاریخی فائد ہے حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن دین میں جحت کے طور پرنہیں پیش کی جاسکتی۔''[®]

^{...} ⑤ مقام حدیث : 168/1. ② مقام حدیث : 168/2.

کر سکتے ، پھران کے نزدیک ، چودہ سوسال میں مسلمانوں نے جونمازیں پڑھیں اور حج ادا کیے بیسب کے سب بے دینی کے زمرے میں آئیں گے۔ اگر کوئی سوچے کہ دین پرویز صاحب کے پاس ہے تو ''ایں خیال است ومحال است وجنون۔''

। پرویز صاحب کے استاد حافظ محمد اسلم جیراج پوری کہتے ہیں: 'نه حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔' ں اُن

پرویز صاحب نے لکھاہے:

"احادیث نبی اکرم مَنْ اللهٔ کے اقوال واعمال کے مجموعے کا نام ہے۔" اس کلام میں احادیث پر ایمان لانے سے صرح انکار ہے اور دلیل میں لکھا ہے:" ہمیں اس پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔" (()

ایمان بالرسول کے باب میں ہم نے ثابت کیا ہے کہرسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہم نے ثابت کیا ہے کہرسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ رسول و افعال (جرخصوصیات) کی اطاعت اور اتباع ہم پر لازم ہے اور ہم اس کے مکلّف ہیں۔ اگر ایمانہیں ہے تو پھر اتباع رسول ہے متعلق آیات قرآن یہ فیل اِن گُذتُد تُحجُون الله فَالَّبِعُونِیْ اللهِ مُنْفَقَد مُنْفَقَد مُنْفِون الله فَالَّبِعُونیْ اللهِ اللهِ اُسُونٌ حَسَنَهُ اللهُ اَللهُ اللهُ اللهِ اُسُونٌ حَسَنَهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اُسُونٌ حَسَنَهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اُسُونٌ حَسَنَهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ الل

🛽 پرویز صاحب نے لکھاہے:

''جہاں تک احادیث کا تعلق ہے ہم ہراس حدیث کو سی سی جو قرآن کریم کے مطابق ہویا جس سے حضور نبی اکرم عَلَیْم یا صحابہ کرام بھائیم کی سیرت داغ دارنہ ہوتی ہو۔''

طلوع اسلام، وسمبر 1950 ع، ص: 17. ﴿ مقام حديث: 44/1 ﴿ مقام حديث: 44/1 ﴾ ﴿ أَل عمرُن 3: 13. ﴿ وَاللَّهِ عَدُونَ 3: 13. ﴿ وَاللَّهِ عَدُونَ 3: 13. ﴿ وَاللَّهُ مَا اللَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى الللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّا عَلَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّا عَلَّهُ عَلَّا عَل

پرویز صاحب نے تھیج حدیث کے لیے بیرتین معیار قائم کیے ہیں اوران کے استاد عافظ اسلم نے مرویات ابو ہریرہ ڈاٹٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ان میں بہت می حدیثیں ایس ہیں کہ ان پرعلم وعقل کی رو سے گرفت کی گئی ہے یا کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ہماراضمیر قبول نہیں کر سکتا کہ اس طرح کی روایتیں انھوں (نبی سَالِیْظِ اِالو ہریرہ ڈالٹی نے بیان کی ہوں گی۔'، ®

اس عبارت میں وو معیار مزید بیان کیے گئے ہیں،علم اور عقل۔ پرویزی ان پانچ معیاروں کی وجہ ہے اکثر ذخیرۂ حدیث سے انکار کرتے ہیں۔

پرویزی معیارات پرتقیدی بحث

1 مطابقت قرآن: اگر مطابقت کا بید مطلب ہو کہ قرآن اور حدیث کے مضمون میں کوئی اختلاف نہ ہوتو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قرآن ماننے ہی سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، نیز اگر مطابقت کا مطلب بیہ ہو کہ حدیث کا مضمون قرآن کے خلاف نہ ہوتو وہ حدیث سے حج ہوگی اور یہ بات اس وقت معلوم ہوتی ہے، جب قرآن کا مفہوم معلوم ہواور مفہوم قرآن ائمہ مفسرین اور ائم ہر محدثین کے اصول سے واضح ہوتا ہے جس میں کسی سے مفہوم قرآن ائمہ مفسرین اور ائم ہر محدثین کے اصول سے واضح ہوتا ہے جس میں کسی سے حدیث کی تکذیب لازم نہیں آتی ۔لیکن طلوع اسلام کے طریقے پر مفہوم قرآن متعین نہیں موسکتا۔ وہ تو ہرآن بدلتا ہی رہتا ہے۔ اور اس طریقے پر تو کسی وقت کسی حدیث کو سے قرار دیا جائے گا اور کسی وقت کسی حدیث کو سے قرار دیا جائے گا۔

مزید برآں اگر ایک حدیث بظاہر قرآن کے مخالف ہوتو اس سے بیدلاز منہیں آتا کہ اس کا انکار کیا جائے کیونکہ اس طرح کی گئی آیات الی ہیں جو بظاہر دوسری آیات سے

① مقام حدیث، ص: 82.

مختلف نظر آتی ہیں تو اس صورت میں کیا فیصلہ کیا جائے؟ اگر آیات کو ترک کیا جائے تو یہ یہودیوں کا طریقہ ہے کہ وہ آیات الہید میں تعارض پیدا کرکے رد کردیتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آیات کے درمیان تطبیق پیدا کی جائے یا ناتخ ومنسوخ کا فیصلہ کیا جائے، لہٰذا اگر کوئی حدیث بظاہر قر آن کے خلاف نظر آئے تو وہاں بھی اس طرح تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جیسا کہ علاء، مفسرین اور محدثین کی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى ﴾

''بے شک آپ مردول کونہیں سنا سکتے۔''[®]

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مرد نے نہیں سنتے جبکہ حدیث میں ہے کہ غزوہ بدر میں جو کفار قل کیے گئے تھے آھیں قلیب بدر (کنویں) میں ڈال دیا گیا تو نبی مُلْلِیْلِ نے ان سے کلام فرمایا اور آپ مَنْلِیْلِمْ نے کسی کے پوچھنے پریہ بھی فرمایا کہ یہ سنتے ہیں۔ ③

ندکورہ آیت اور قلیب بدر کے متعلق حدیث میں بظاہر تضاد ہے۔ ان کے درمیان تطبق یوں پیدا کی جائے گی کہ آیت کا معنی عام ہے کہ مردے نہیں سنتے جبکہ قلیب بدر کے مقتولین کے سننے کو معجزے پرمحمول کیا جائے گا۔ اس طرح کئی اور مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بعض اوقات کثرت معانی کے لحاظ سے ان میں تطبیق پیدا کی جاتی ہے، یعنی آیت میں اس لفظ کا ایک معنی اور حدیث میں اس لفظ کا دوسرامعنی مراد لیا جاتا ہے۔

النمل 80:27. شحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث:1370.
 وصحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء، حديث:932.

کردیتے ہیں۔

ت نبی مَنَّالِیْمِ کی سیرت پر داغ نه آئے: اس معیار کے متعلق ایک الزامی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قر آن کی کسی آیت میں رسول الله مَنْ اللهِ اللهِ مَنْ اللهِ اللهِ مَنْ اللهِ اللهِ اللهِ مَنْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ

﴿عَبُسَ وَتُوكَّىٰ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْلَى ﴾

''اس (رسول) نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس بات پر کہ ایک نابینا اس کے پاس آیا۔'،[©]

اب اس آیت میں آپ مُلَاثِیمُ کے ایک اخلاقی رویے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتُحَّا مُّبِينَا لَى لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ ﴾

''ہم نے آپ کو فتح دی اور فتح بھی بالکل واضح، تا کہ اللہ آپ کی اگلی پیچلی تمام لغزشیں معاف کروے۔'، ®

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مُگالِیُمُ سے کوئی لغزش ہوئی جوسیرت وشان پر داغ تصور کی جاسکتی ہے۔اسی طرح فرمایا:

﴿ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتُنْكَ لَقَلُ كِنْ اللَّهِ مَرْكُنُّ إِلَيْهِمْ شَيْعًا قَلِيلًا ۞

''اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ کرتے تو آپ کچھ نہ کچھ ضرور ان کی طرف مائل ہوجاتے۔''[®]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تثبیت نہ ہونے کی صورت میں آپ مُنافِیْظ کی

عبس 2,1:80. أن الفتح 2,1:48. أن بني إسرا على 74:17.

استقامت میں کسی کمزوری کا پہلومعلوم ہوتا ہے۔

ان آیات کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انھیں اس لیے رد کیا جاسکتا ہے کہ ان کی وجہ سے نی علی اُلی کی ذات و کردار پر کوئی داغ لگتا ہے؟ نہیں، ہر گرنہیں! بلکہ ائمہ مفسرین نے ان آیات کی ایس توجیہات کی ہیں جن کی وجہ سے آپ مکلی اُلی سیرت پر کسی قتم کے داغ کا شائبہ تک باقی نہیں رہ جاتا۔ احادیث کے متعلق بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ بالفرض کسی حدیث میں نبی طالی کی سیرت پر حرف آن کا شبہ پیدا ہوا تو محد ثین نے حدیث کی ایسا تو جین رسول کا شبہ قرآن ایسی تو جید کی جس کی وجہ سے وہ شبہ کیسر زائل ہوگیا، الہذا جب تو جین رسول کا شبہ قرآن کی صحت کے لیے وہ شبہ کیوں کر معیار بین سکتا ہے؟

آ صحابۂ کرام کی سیرت پر داغ لگنا: یہاں بھی وہی کلام ہے جو پہلے معیاروں کے متعلق گزر چکا ہے۔ قرآن کریم میں الی آیات ہیں جن میں صحابۂ کرام اوراز واج مطہرات کی بعض کمزوریوں کی طرف اشارے ملتے ہیں، مثلاً:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللهِ فَقَدُ صَغَتْ قُدُوبُكُما ۗ ﴾

''اگرتم دونوں تو بہ کرلو (تو تمھارے لیے بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِنُهَا النَّبِيُّ قُلْ لِإِزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدُنَ الْحَيْوَةَ النَّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَيِّعُكُنَّ وَأُسَرِّحُكُنَّ سَرَاحًا جَبِيلًا ۞

"اپنی از واج مطہرات سے فرماد یجیے کہ اگرتم ونیا کی زندگی اوراس کے

التحريم 4:66.

ساز وسامان کی طلب گار ہوتو آؤ میں شمھیں ساز و سامان دوں اور خوش اسلوبی ہے شمھیں رخصت کر دوں۔'،'[©]

نيز فرمايا:

﴿ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعُتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنَ بَعْدِ مَا آرْلَكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ﴾

''یہاں تک کہتم نے خود ہی ہمت ہاردی اورتم معاملے میں جھکڑنے گے اور نافر مانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالی نے شمصیں دکھایا جو کہتم جا ہتے تھے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ عَلِمَ اللهُ ٱلَّكُمُ كُنْتُمُ تَخْتَانُونَ ٱنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَاعَنْكُمْ ﴾

''الله کومعلوم ہے کہتم خود اپنی ذات کے ساتھ خیانت کیا کرتے تھے، لہٰذا اس نے تمھاری طرف توجہ کی اور تنہیں معاف کردیا۔'،®

﴿ وَ إِذَا رَاوْا تِجَارَةً أَوْ لَهُوَّا انْفَضُّوٓا لِلَّهُمَا وَتَرَكُوكَ قَالِمًا ﴾

''اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو وہ اس کی طرف بھاگ گئے ۔''[®] اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔''[®]

کیا ان آیات میں صحابہ کرام اوراز واج مطهرات کو ان کی کوتا ہیوں اور غلط روش پر تنبیس کی گئ تو کیا پھر پرویزی معیار کے مطابق ان آیات کو چھوڑ دیا جائے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اوران کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ صحابۂ کرام معصوم نہیں تھے۔ اشی آیات میں ان کی تو بہ کی قبولیت کا شرف بھی فہکور ہے، چنانچہ اس طرح اگر کوئی حدیث ایسی ہوجس میں کسی صحابی کی کوئی کمزوری فہکور ہوتو ہم اس حدیث کو کیوں چھوڑ دیں؟

① الأحزاب 28:33. ② أل عمر ن 1523. ③ البقرة 187:2. ④ الجمعة 11:62.

مندرجہ بالا گفتگو سے معلوم ہوا کہ صحتِ حدیث کے لیے بیہ نتیوں معیار مقرر کرنا سراسر تلبیس ہے۔

﴿ حدیث علم کے خلاف نہ ہو: اس علم سے کیا مراد ہے؟ اگر انسان کا اپناعلم ہوتو اس نے یعلم کہاں سے حاصل کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ بسا اوقات انسان اپنے آپ کو عالم سجھتا ہے، حالانکہ وہ جابل ہوتا ہے۔ ایسے ہی ' عالموں' کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلَهُ اَ جَاءَهُمُ دَسُولٌ مِّنْ عِنْ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمُ نَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمُ لَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمُ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ اللّٰهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمْ كَانَهُونَ ﴿ كَانَعُمُونَ ﴾ اللّٰهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمْ كَانَهُونَ ﴿ كَانَعُمُونَ ﴾ اللّٰهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمْ كَانَهُونَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ اللّٰهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمْ كَانَهُونَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ اللّٰهِ مَدَانِ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهُ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهُ عَلَيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهِ مُعَانِيْ اللّٰهُ اللّٰعَانَةُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّ

"اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو ان کتابوں کی جو پہلے سے ان کے پاس تھیں تقدیق کرتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ نے جنمیں کتاب دی گئی تھی اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔"

ہی نہیں۔"

نيز فرمايا:

﴿ اَلاَّ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنَ لاَّ يَعْلَمُونَ ۞

''یا در کھووہ خود ہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔''®

یعنی ایسے لوگ جاہلِ مرکب ہیں،لہذا ان کاعلم کسی طرح بھی قبولیت حدیث کے لیے معیار نہیں بن سکتا۔

🕽 البقرة 2:101. ② البقرة 2:13.

کی عجیب می تاویلات کرتے ہیں جوعلم وعقل کے خلاف ہوتی ہیں، لہذاعلمِ مشاہدہ کے ذریعے سے احادیث سے کیوں کرا نکار کرسکتے ہیں؟

ور حدیث عقل کے خلاف نہ ہو: آیات یا احادیث کوعقل کی میزان میں جانچنے کے موضوع پر آ شویں باب میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ یہاں قار مین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ مفسرین و محدثین عقل کے استعال کے منگر نہیں۔ عقل کے استعال کے متعلق بہت ی مفسرین و محدثین عقل کے استعال کے متعلق بہت ی آیات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن محدثین کے استعالِ عقل اور منگرینِ حدیث کے استعالِ عقل میں زمین آسان کا فرق ہے۔ محدثینِ کرام عقل کو وی کے تابع رکھ کر استعال کرتے ہیں۔ وہ آیات واحادیث کو پڑھنے اوران کی اتباع کے بحد عقل اور تفکر و تدبر سے بھی کام لیتے ہیں۔ جبکہ منکرینِ حدیث عقل کو وی کا تابع نہیں بلکہ وہ عقل کو حق و باطل اور حسن و فتح کے فرق کے لیے آخری معیار جھتے ہیں۔ معتزلہ کے تمام فرقوں کا یجی طریقۂ کار تھا۔ کے فرق کے لیے آخری معیار جھتے ہیں۔ معتزلہ کے تمام فرقوں کا یجی طریقۂ کار تھا۔ کے فرق کے لیے آخری معیار جھتے ہیں۔ معتزلہ کے تمام فرقوں کا یجی طریقۂ کار تھا۔ دطلوع اسلام کا مسئلۂ شق ''میں پرویز صاحب نے بھی یہ تصریح کی ہے:

'' تنہاعقل انسانی زندگی کے مسائل کاحل دریافت نہیں کرعتی، اسے اپنی رہنمائی کے لیے وجی کی اس طرح ضرورت ہے۔'' لیے وجی کی اس طرح ضرورت ہے۔'' لیکن اس کے باوجودعملی طور پر پرویز صاحب اپنے اس قول کے پابند نہیں ہیں، بہت سی صحیح احادیث کو اپنی عقل کی میزان سے جھٹلاتے ہیں۔ انھوں نے وجی ہیں عقل کی

مداخلت ثابت کرنے کے لیے برعم خولیش قرآن سے ایک دلیل پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرُوُ الْإِلْتِ رَبِّهِمْ لَمُ يَخِدُّوْا عَلَيْهَا صُمَّا وَّعُنْيَانًا ۞ ﴿ وَالَّذِيْنَ لِوَ الْمِينَ لَوْ الْمِينَ لَوْ اللَّهِ اللَّهُ الللَّا اللَّهُ اللَّا اللللَّا اللَّالِي الللَّهُ اللَّا اللَّا اللَّهُ اللَّاللَّا اللَّا الللَّا الللّل

① افتیار کرتے ہیں۔(بیرجمہ پرویز صاحب کا ہے)

پرویز صاحب نے ﴿ ذُکِرُوْا ﴾ کا ترجمہ کیا ہے'' پیش کی جائیں'' حالانکہ اس کا ترجمہ ہے''جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے۔' اور آیت میں ﴿ لَمُهُ يَخِرُولُ ﴾ محاورہ کے معنی میں استعال ہوا ہے، یعنی جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے سمجھایا جاتا ہے تو بہیں ہے کہ دہ ان سے متاثر نہیں ہوتے یا وہ ان پرعمل نہیں کرتے بیل۔ اس کا معنی ان پرعمل نہیں کرتے بیں۔ اس کا معنی ہرگز بینیں ہے کہ وہ اس نصیحت کو عقل کی کموٹی پر پیش کرتے ہیں اگر عقل کے موافق ہوئی تو اسے قبول کرلیا اور اگر اس کے موافق نہ ہوئی تو اسے رد کردیا۔ بیطر نے فکر وکل تو کافروں کا ہے۔ مسلمانوں کو تو نصوص شرعی کے مقابلے میں عقل استعال کرنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمانا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنِ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ آمُرًا اَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ الله وَرَسُولَهُ فَقَلْ ضَلَّ ضَلَلًا شَّبِيْنَا ۞

''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اوراس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کرویں تو انھیں ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ اوراس کے رسول کی نافر مانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔'' ©

اس آیت میں ایسے لوگوں کا رو ہے جو قر آن وحدیث کی نصوص کے مقابلے میں اپنی رائے اور عقل استعال کرتے ہیں۔ اِس فکر سے بدعات شروع ہوتی ہیں اوراس کے حامل افراد سراسر گمراہ ہیں۔

یہاں تک ہم نے پرویزی اسلام کے بیس عقائد بیان کیے ہیں جو ان کے مکتوبات

· (أ) الفرقان 73:25. (2) الأحزاب 36:33. ے لیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت می الیم جزئیات ہیں جن میں قربانی سے انکار، عذاب قبر سے انکار، تعدو ازواج سے انکار اور رجم سے انکار وغیرہ شامل ہیں، حالانکہ ان تمام امور کے اثبات کے متعلق قرآن وسنت کی نصوص موجود ہیں اور چودہ سو سال سے امت کے نزدیک مسلم ہیں۔

مندرجہ بالا تمام عقائد ونظریات میں آپ نے نبوی اسلام اور پرویزی اسلام میں واضح فرق محسوس کیا ہوگا۔ اللہ تعالی نے دین اسلام کمل فرمادیا ہے۔ اب اس میں کسی ترمیم اوراضا نے کی گنجائش ہے نہ کسی کواس کا اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:
﴿ اَلْیَوْمَرَ اَکُمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتُمَدُتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَیْتَیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْإِلْسُلاَمَ دِیْنَا ﴾ دِیْنًا ﴾

'' آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اوراپی نعمت تم پر پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کوبطور دین پیند کیا۔'' ®

الله تعالی نے نبی طافیر کی زندگی میں دین اسلام ممل فرمایا اوراس دین کوتمھارے لیے پند کیا جبکہ پرویزی دین، دین محمدی سے بالکل الگ دین ہے۔ اس تضاد کے ہوتے ہوئے علام احمد پرویز کے کفر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟

نوٹ: ندکورہ عقائد اور انکارِ حدیث جیسے تقریبا 39 عقائد کی بنا پر تمام علمائے کرام نے پرویز صاحب کی زندگی میں ان کے خلاف کفر کا فتو کی صادر کیا تھا۔ کیا یہ سارے علمائے کرام دین نہیں سمجھتے ؟ ذراعقل سے بھی کام لینا چاہیے اور پرویزی گمراہیوں سے بچنا چاہیے۔

① المآئدة 3:5.

باب 10

منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات

گزشتہ ابواب میں بھی ان کے بعض شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں لیکن اس باب میں مفصل جوابات دیے جارہے ہیں تا کہ قرآن وسنت سے واقفیت ندر کھنے والے حضرات ان کی تلبیسات وتح یفات سے زیج جائیں۔منکرین حدیث کے شبہات ورج ذیل ہیں:

پہلاشہہ: کتابت حدیث کی ممانعت کے متعلق روایات کے م

منکرینِ حدیث نے اس اعتراض کو بہت اچھالا ہے اوراپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو بیان نہ کر کے علمی خیانت کی ہے جن میں رسول اللہ عُلَیْما نے احادیث کی ہے۔ جن علمی اللہ عُلیْما نے احادیث کی ہے جن میں رسول اللہ عُلیْما نے احادیث کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ حفاظت حدیث بذریعہ کتابت حدیث کی ممانعت کے سلسلے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ منکزینِ حدیث کتابت حدیث کی ممانعت کے سلسلے میں درج ذیل حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ ابوسعید خدری ڈاٹھ سے روایت ہے کہ رسول اللہ عَلیْما نے فرمانا:

﴿لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ،
 وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأُ
 مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

''قرآن کے علاوہ مجھ سے پچھ نہ کھو۔جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے پچھ کھھا

ہے تو وہ اسے مٹادے۔ اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔
(س لو) جس نے قصدً امجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپناٹھکانا جہنم میں بنالے۔''
دوسری جگہ یہ حدیث یوں ہے کہ ابوسعید خدری ڈٹٹٹؤ بیان کرتے ہیں کہ ہم بیٹے رہتے ہے اور نبی طُٹٹی ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمانے گئے ،

«مَا هٰذَا تَكْتُبُونَ؟» فَقُلْنَا: مَا نَسْمَعُ مِنْكَ، فَقَالَ: «أَكِتَابٌ مَّعَ كِتَابِ اللهِ؟ أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ»

"تم یہ کیا لکھتے ہو؟" ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے جو سنتے ہیں (وہ لکھ لیتے ہیں۔) آپ نے فرمایا: "کیا اللہ کی کتاب؟ صرف ادر صرف اللہ کی کتاب ہی کو خالص طور پر لکھو۔"

ابوسعید والٹی بیان کرتے ہیں: ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسے ایک میدان ہیں جمع کیا اور پھراسے جلادیا۔

ابو ہریرہ ڈٹاٹٹؤ بیان کرتے ہیں ہم احادیث لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ مُٹاٹیٹِ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

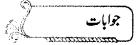
«مَا هٰذَا الَّذِي تَكْتُبُونَ قُلْنَا أَحَادِيثُ نَسْمَعُهَا مِنْكَ قَالَ: كِتَابٌ غَيْرَ كِتَابِ اللهِ، أَتَدْرُونَ مَا ضَلَّ أُمَمٌ قَبْلَكُمْ إِلَّا بِمَا اكْتَتَبُوا مِنَ الْكُتُبِ مَعَ كِتَابِ اللهِ»

'' يتم كيالكھ رہے ہو؟'' ہم نے عرض كيا: بيروہ احادیث ہيں جو ہم آپ سے سنتے

(12/3: مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث ---- حديث: 3004. ش مسند أحمد: 12/3 حديث: 11/08. ومجمع الزوائد، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 672.

میں۔آپ سُلُیْمُ نے فرمایا: "اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب؟ کیاتم جانتے ہوکہ تم سے پہلے لوگ بھی صرف اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ اور کتابیں بھی لکھ لی تھیں۔ ""

منکرین حدیث انھی روایات کو بنیاد بنا کریہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی سُلُّیُمُ نے اس لیے احادیث لکھنے سے منع کیا اور فرمایا: احادیث محفوظ نہ کی جائیں کہ کہیں لوگ احادیث کو قابل جحت نہ بیجھنے لگیں۔



- ﴿ اگر مذکورہ احادیث سے کتابتِ حدیث کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو پھر الی احادیث بھی موجود ہیں جن سے کتابتِ حدیث کے متعلق اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح کتابتِ احادیث کی اجازت اور عدمِ اجازت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا، البذا اب اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تعارض کوختم کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ اہلِ علم نے ایبا کیا ہے جس کا ذکر آ رہا ہے۔ منکرینِ حدیث صرف پہلی قتم (عدمِ اجازت) کی احادیث کا نام تک نہیں لیتے۔ بیتو سراسر علمی خانت ہے۔
- ﴿ جب منكرينِ حديث، احاديث كو جحت نہيں مانتے تو پھر احادیث كى كتابت سے ممانعت ثابت كرنے ہيں؟

قام المحدثين، ص :212.
 تقييد العلم للخطيب بغدادي:134,33/1.

روایت سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟

- بالفرض دونوں قتم کی احادیث مساوی حیثیت رکھتی ہیں تو پھر مکرینِ حدیث کے خیال
 مطابق یہ نتیجہ کیے مرتب ہوتا ہے کہ نبی ٹاٹیٹی نے کتابت حدیث ہے اس لیے منع کیا
 تھا کہ احادیث غیر محفوظ رہ کر قابل جمت نہ رہیں بلکہ کتابت سے ممانعت کی دوسری حکمتیں مرادتھیں جو بعد میں بیان کی جائیں گی۔
 - ﴿ ابوسعید خدری وافنی سے مروی حدیث کے آخریں ہے۔

«حَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ»

''مجھ سے حدیث بیان کرو،اس میں کوئی حرج نہیں ۔''[®]

آپ عُلَیْم کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی احادیث نقل کرنا اور دوسروں کک پہنچانا امت کا فریضہ ہے اگر کتابت حدیث کی ممانعت کا وہی مقصد ہوتا جومنکرین حدیث پیش کرتے ہیں تو پھر اس حدیث کے اول جھے اور آخری جھے میں تناقض اور تضاد لازم آتا ہے جبکہ تناقض کلام دیوائگی کی علامت ہے اور نبی عُلَیْمُ اس سے مبرا ہیں۔

﴿ جب سی روایت میں تعارض ہوتو محدثینِ کرام ان روایات میں جمع وتطبیق کی کوشش کرتے ہیں تا کہ کوئی نص مہمل ندر ہے۔ محدثین نے یہاں بھی تین قتم کی توجیہات پیش کی ہیں۔ کی ہیں۔ پہلی توجیہام خطابی رشائلہ نے نقل کی ہے:

«إِنَّهُ أَنَّمَا نَهٰى أَن يُكْتَبَ الْحَدِيثُ مَعَ الْقُرْآنِ فِي صَحِيفَةٍ وَاحِدَةٍ لِئَلَّا يَخْتَلِطَ بِهِ وَيُشْبِهُ عَلَى الْقَارِئَ فَأَمَّا أَنْ يَّكُونَ نَفْسُ الْكِتَابِ مَحْظُورًا وَتَقْيِيدُ الْعِلْمِ بِالْخَطِّ مَنْهِيًّا عَنْهُ فَلَا»

'' آپ مُلْکِیْم نے حدیث کوقر آن کے ساتھ ایک ہی صفح پر ایک ساتھ لکھنے سے

٤ صحيح مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث ، حديث: 3004.

منع فرمایا تا که قاری کسی اختلاط واشتباه کا شکار نه ہوجائے۔ رہا حدیث کو لکھنے اور علم کوتحریر میں لانے کی ممانعت کا تعلق تو الیی کوئی بات نہیں۔'' ®

یعنی نبی عظیمًا نے کتابت حدیث سے مطلقاً منع نہیں فرمایا بلکہ قرآن و حدیث کو ایک ساتھ ایک جگہ لکھنے سے منع فرمایا تا کہ بیدونوں آپس میں خلط ملط نہ ہوجا کمیں۔اس توجیہ کی ولیل بیر ہے کہ آپ مٹائیمًا نے فرمایا:

«أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ»

''الله تعالیٰ کی کتاب کواختلاط سے پاک خالص رکھو۔''[®]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احاویث کی کتابت سے ممانعت کی وجہ نبی مُالیّٰیُّا نے خوو بیان فرماوی۔ اس توجیہ کی تردید کرتے ہوئے پرویز صاحب نے لکھا ہے:

''اگر حضور ﷺ کا بید مقصد ہوتا کہ قرآن و حدیث مخلوط نہ ہونے پائیں تو آپ فرما سکتے تھے کہ دونوں کوالگ الگ کھو، لہذا محدثین کی توجیہ چیے نہیں۔' ®

پرویز صاحب کا بیکلام بالکل جہالت پر بنی ہے۔ محدثین نے آپ مَنَّ اللهِ کَا مُرمان کا صحیح مطلب بیان کیا ہے، اس لیے کہ «أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ» ''الله كَا تَاب كواختلاط سے خالص اور محفوظ ركھنے والا فرمان''اس كی واضح دلیل ہے۔

دوسری توجیہ: احادیث لکھنے سے ممانعت کے متعلق احادیث منسوخ ہیں کیونکہ نبی سُلُیْلُمُ فِی سُلُیْلُمُ اللہ علی مرض الموت کی حالت میں فرمایا نے حدیثِ میں مرض الموت کی حالت میں فرمایا تھا: کوئی چیز لاؤ کہ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دول، پھر صحابۂ کرام کے اختلاف کی وجہ سے

ن کھھا گیالیکن آپ مُلَّافِیْم نے جو کچھ لکھا نا تھا وہ زبان مبارک سے ارشاد فر مادیا۔ ®

أن معالم السنن للخطابي، العلم، باب كتابة العلم، تحت الحديث: 1450. ﴿ مسندأ حمد:

12/3 ، ومجمع الزوائد: 151/1 ، حديث: 672. ﴿ مقام مديث، ص : 89. ﴿ صحيح البخاري ، ◄

تیسری توجید: یه توجید بھی دوسری توجید کے قریب ہے، یعنی نبی طُلِیْل نے پہلے کتابتِ حدیث سے منع فرمایا کہ بھی آپ حدیث سے منع فرمایا کہ بھی آپ عصد وغضب کی حالت میں ہوتے ہیں اور اس حالت کی حدیث شاید آپ کے اسوہ حسنہ میں شامل نہ ہولیکن نبی طُلِیْلُم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص ڈاٹٹی کو درج ذیل ارشاوفر ماکر اس خیال کا بھی از اله فرمادیا:

﴿ أُكْتُبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقَّ ﴾ ''لكهو، اس ذات كي فتم جس كے ہاتھ ميں ميرى جان ہے! اس منہ سے صرف حق ہى نكاتا ہے۔'' [®]

طلوع اسلام کا کتابت حدیث کے متعلق اعتراف کے ا

پرویز صاحب نے لکھاہے: ''روایات سے اس بات کا پند چلتا ہے کہ قر آن کریم کے علاوہ کچھ متفرق چیزیں حضور طالقیا کے ارشاد کے مطابق قلم بند ہوئی تھیں، مثلاً: وہ تحریری معاہدات، احکام اور فرامین وغیرہ جو آں حضرت طالقیا نے قبائل یا اپنے عمال کے نام جھیج لیکن اس باب میں جو کچھ آج تک معلوم ہوسکا فقط اتنا ہے کہ حضور طالقیا کی وفات کے وقت حسب ذیل تحریری سرمایہ موجود تھا:

آ پندره سوسحاب کے نام ایک رجٹر میں (بخاری، الجهاد، باب کتابة الإمام الناس) [2] مکتوبات گرامی جو حضور مُلَّقِیْل نے سلاطین اور امراء کے نام کھے: (مخلف صحاح کتب) کچھ حدیثیں جوعبداللہ بن عمرو بن عاص والشنایا علی والشناربخاری، العلم، باب کتابة العلم) یا حضرت انس والشنائ نے اپنے طور پر قلم بند کررکی تھیں۔ (مسند أحمد) الله العلم، حدیث و العلم، حدیث و سند أبي داود، العلم، باب کتابة العلم، حدیث، حدیث و 3646. ﴿ وَهُمُ عَلَمُ مُنْ اللهِ عَلَى مُنْ اللهِ مَا مُدیث، ص: 10.

حافظ اللم کصے ہیں:''محدثین نے جواز روایت کے لیے بعض روایتوں سے بھی استدلال
کیا ہے، مثلاً: ابو ہر برہ ڈٹٹٹ کی روایت میں ہے کہ میں جو کچھ آل حضرت مٹلٹٹ ہے سنتا تھا
کھ لیا کرتا تھا، نیز عبداللہ بن عمرو بن عاص ڈٹٹٹ کے متعلق بھی ان کا بیان ہے کہ وہ
کھا کرتے تھے۔ اس طرح ایک روایت میں ہے کہ یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے
حضور مٹاٹٹ کا خطبہ کھوانے کی درخواست کی تو حضور مٹاٹٹ نے کھا دیا۔ مگر یہ چیزیں
مستشیات میں شار ہوں گی۔' اُ

دیکھیں استاد نے صرف تین چیزیں مشکیٰ کی ہیں اور یہ تعداد غلط ہے۔ ابوہر یہ ڈواٹھٔ سے بیٹا اضافہ ہے، لہذا سے بیٹا سنتیٰ کہ'' میں سنتا تھا اور لکھتا تھا'' یہ حافظ اسلم کی طرف سے اپنا اضافہ ہے، لہذا دو چیزیں مشکیٰ ہو کیں۔ جبکہ شاگرد (پرویز) نے پندرہ سوصحابہ کا اندراج، تحریری معاہدات اور فرامین وغیرہ، نیز عبداللہ بن عمرو، علی اور انس ٹکاٹٹیُ کی احادیث ثار کی ہیں۔ یہاں استاد اور شاگرد کے درمیان بھی اختلاف پیدا ہوگیا۔ یہان کی ہٹ دھرمی اور نحوستِ انکارِ حدیث کا برااثر ہے۔

رومراشه

کتابتِ حدیث کی ممانعت اور انھیں جلانے کو مختلف صحابۂ کرام کی طرف منسوب کرنا اس بارے میں ان کی

ه مقام صدیث مش :91.

مجموعہ اور کون سا ہوسکتا تھا مگر صدیق اکبر نے اس کا رکھنا بھی تقویٰ کے منافی سمجھا کہ شاید کوئی غلط روایت اس میں شامل ہوگئ ہو۔''[®]

جواب: ﴿ اس واقع كى سند صحيح نهيں ہے كيونكه اس ميں على بن صالح مجهول الحال ہے، ﴿ وَمِنْ مِنْ مُونُ غِيرِ ثَقَة ہے۔ ﴿ اورمویٰ بن عبدالله كے بارے ميں امام بخارى نے ' فيه نظر بيكل نظر ہے' ﴾ كالفاظ ہے جرح كى ہے۔

﴿ بالفرض اگریدواقعہ ثابت بھی ہو، پھراحادیث نہ لکھنایا لکھنے ہے منع کرنا جیتِ حدیث کے منافی نہیں کیونکہ احادیث کی حفاظت یاد رکھنے کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور ابو بکر واٹنٹو بھی یاد کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتبِ احادیث میں ابو بکر واٹنٹو کی سینکڑوں روایات موجود ہیں۔

ورسری دلیل: پرویز صاحب کا دعوی ہے کہ عمر تالٹواستخارہ کرکے کتابتِ حدیث سے باز رہے۔ لکھتا ہے: عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں، عمر تالٹونے ایک بارخواہش ظاہر کی کہ اسوہ رسول کو لکھوالیں، صحابہ سے مشورہ بھی کر لیا، پھر ایک مہینے تک اللہ تعالی سے دعا اور استخارہ کرتے رہے۔ بالآخر اس ارادے سے باز رہے اور کہا کہ پہلی قومیں ای وجہ سے بلاک ہوئیں کہ انھوں نے اپنے پیغیروں کی حدیثیں لکھیں، پھر انھی پر جھک پڑیں اور اللہ تعالی کی کتاب کو چھوڑ دیا۔' ق

تواس کا جواب سیہ ہے کہ

ال بیردوایت بے سند ہے، اس کی سند ثابت کرنا پرویز صاحب کے ذیعے ہے۔ جب
 تک سند ثابت نہ ہوتو استدلال کیما؟

[﴿] مَقَامَ صَدِيثَ مَنَا . 91. ﴿ تَقَرِيبَ التَهَذَيبِ : 696/1. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/5. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 160/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَمُنْ اللَّهِ لَمْ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ اللّهُ اللَّهُ اللَّاللَّهُ اللَّهُ اللَّا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّالِمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّا اللَّهُ اللَّهُ

2 اس کے باوجود عمر والفؤانے کتابت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

«قَيُّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ»

' 'علم (قرآن وحدیث) کولکھ کرمحفوظ کرلیا کرو۔''[®]

اگر عمر ٹھ اٹھ کے واقعے کو بالفرض درست مان بھی لیا جائے تو پھراس کی توجید ہہ ہے کہ مکن ہے شروع میں عمر ٹھ ٹھ کو ان کے ساتھیوں نے مشورہ نہ دیا ہواورانھوں نے اپنے اجتہاد سے احادیث نہ کھی ہوں اور پھر انھوں نے احادیث کھنے کی اجازت کے متعلق احادیث من کی ہوں یا ان کے ساتھیوں نے انھیں احادیث کھنے کا مشورہ دیا ہوتو انھوں نے اپنے اجتباد سے رجوع کرلیا ہواوراحادیث کھنے کا حکم دیا ہو۔

احادیث لکھنے کی ممانعت جیت حدیث کی نفی نہیں کرتی ۔محدثین نے عمر وہاشئے ۔ 539
 احادیث نقل کی ہیں۔

تنیسری دلیل: پرویز نے لکھا ہے: ''فاروق اعظم جس طرح روایت حدیث کو روکئے میں سخت سے اس طرح کے عہد میں جب حدیث میں سخت سے ان کے عہد میں جب حدیثیں فریادہ ہو گئیں تو اعلان کر دیا کہ لوگ اپنی کسی ہوئی حدیثیں ان کے پاس لا کمیں، پھر انھوں نے ان سب حدیثوں کو لے کر جلادیا اور فر مایا کہ اہل کتاب کی طرح ''مثنا ۃ نبانی'' چاہتے ہو۔ (یہود نے اپنے انبیاء کی روایتیں جمع کر کے اس کا نام''مثنا ۃ نبانی'' رکھا)

جواب: ﴿ سِير وايت ثابت نہيں ، منقطع ہے، متصل نہيں ۔ سير وايت ان روايات كا مقابله نہيں كرسكتى جوعمر خلائش ہے كتابت حديث كے متعلق منقول ہيں۔

﴿ عمر رُثِاثِیُّ نے حدیث کی ایک کتاب کھوائی تھی جوان کی اولا دمیں منتقل ہوتی رہی۔ ﴿ اَمَامُ مَا لِکَ رَبِّنَ اللّٰهِ نِهِ لِنَافِی مِنْ اِللّٰهِ نِهِ لِکھا ہے کہ عمر بن امام مالک رِمُنظِیْ نے لکھا ہے کہ عمر بن

امام ما لک رشکتھ نے وہ کہا ہے حود پڑھی تھی۔امام دار مسکی رشکتھ نے میں مصد م

(ع) جامع بيان العلم: 72/1.
 (ع) الموطأ عن 109.

عبدالعزيز بڑلٹے نے اس کتاب کی نقل کروا کراس پڑمل کروایا تھا۔

﴿ مزید برآں اگر بالفرض عمر ولائن سے جلانا ثابت بھی ہو، پھر بھی لکھی ہوئی احادیث کو جلانا اس کی عدم جیت کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ عمر ولائن نے سینکٹروں احادیث روایت کی ہیں اور یہ جمیت کی دلیل ہے۔

[2] حفاظتِ حدیث کے باب میں ہم نے لکھا تھا کہ علی بھا تھا نے عہد نبوی میں خود احادیث کا ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں دیت، قصاص اور زکاۃ وصدقات کے بے شار مسائل تھے۔ وہ صحیفہ ان کی زندگی کے آخری کمحات تک ان کے پاس رہا اوران کی وفات کے بعد ان کے بیٹر محمہ بن حنفیہ کی تحویل میں چلا گیا۔

٠٠٠ سنن الدار قطني ، ص: 210. ﴿ مَقَامَ مِدِيثُ، ص: 92.

علاوہ ازیں محدثین نے اپنی مند کتابوں میں علی دائشۂ کہ 586 روایات بیان کی ہیں۔

خرید کر لے آئے تاکہ میں شمصیں احادیث لکھوا دوں۔ حارث اعور جلدی سے کاغذ لے

آئے تو آپ نے احادیث لکھ دیں۔

یا نچویں دلیل: پرویز صاحب نے لکھا ہے کہ ابونظرہ نے ابوسعید خدری ٹاٹٹ سے پوچھا کہ جواحادیث ہم آپ کی زبان سے سنتے ہیں لکھ لیا کریں؟ فرمایا: تم ان کو مصحف بنانا جائے ہو؟ ®

جواب: یہ بات درست ہے کہ ابوسعید خدری واٹھ جن سے امام مسلم الطائی نے حدیث نہ کھنے والی روایت نقل کی ہے ، حدیث نہ کھنے کے قائل تھے لیکن اس کا بیمطلب نہیں کہ ان کے نزد یک حدیث جمت نہیں کیونکہ ابوسعید خدری واٹھ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ جیسے ہم نے زبانی احادیث یاد کی ہیں تم بھی ایسے ہی یاد کرو، چنا نچہ انھوں نے اس کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے:

«خُذُوا عَنَّا كَمَا أَخَذْنَا عَنْ رَّسُولِ اللهِ»

''لکین ہم سے احادیث ویسے ہی حاصل کرو، جیسے ہم نے رسول الله مُلاَلِیُّا سے حاصل کی ہیں۔'' ق

یعنی وہ احادیث یاد کرنے کی ترغیب دلاتے تھے اور محدثین نے ان سے 1170 احادیث نقل کی ہیں۔

کے چھٹی دلیل: پرویز نے لکھاہے: ''سنن ابوداود، کتاب العلم، حدیث: 3647 میں ہے

الطبقات الكبرى لابن سعد: 6/168. (أ) مقام صديث، ش: 93. (أ) المستدرك للحاكم:
 564/3.

کہ ایک بار زید بن ثابت ٹائٹ کا تب وی امیر معاویہ ٹائٹ کے پاس گئے۔ امیر موصوف نے ان سے ایک حدیث پوچھی۔ زید ٹائٹ نے بیان کی تو انھوں نے ایک شخص کو لکھنے کا تکم دیا۔ زید ٹائٹ نے نے اس کو لے کر مٹادیا اور کہا کہ رسول اللہ ٹائٹ کے نے تکم دیا ہے کہ آپ کی حدیثیں نہ کھی جا کیں۔'' ق

مزید لکھا ہے: ''زید بن ثابت رہا گئی روایت ہے کہ اس کو خلیفہ مروان نے بلایا وہاں انھوں نے بلایا وہاں انھوں نے کہ روایت جس انھوں نے کھے لوگوں کو حدیثیں لکھتے ہوئے ویکھا، ان سے فرمایا جمکن ہے کہ روایت جس طرح تم سے بیان کی گئی ہواس طرح نہ ہو۔' ﴿ ﴾

اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے دیا گیا ہے کہ زید رہ النظام صحابہ میں سے تھے جو حدیث نہ لکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بلکہ زبانی یاد کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بیابتدائی دور کا واقعہ ہے اس کے بعد کتابتِ حدیث کے جواز واستخباب پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہوگیا تھا۔

مزید برآں محدثین نے زید بن ثابت ڈلٹٹو کی 92 احادیث متفرق کتابوں میں با سند بیان کی ہیں، چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ بھی حدیث کو ججت تسلیم کرتے تھے لیکن وہ حفظ حدیث کو کتاب حدیث برتر جیح دیتے تھے۔

اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے گزر چکا ہے، نیز اس کے باوجود عبداللہ بن مسعود ڈاٹٹۂ سے848 اور ابن عباس ٹاٹٹۂاسے2660 احادیث منقول ہیں۔

(تيسراشبه

حدیث گراہی کا سبب ہے۔

اس شیم کے اثبات کے لیے حافظ اسلم کہتے ہیں: تمھارے قرآن میں کتاب اللہ کے سواحدیث پرایمان لانے کا حکم نہیں ہے بلکہ ممانعت نکلتی ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهُوَ الْحَدِيثِ لِيُضِكَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمِ لَهُ وَالْحَدِيثِ لِيُضِكَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ عِنْدِ عَلْمِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ ا

"اوربعض آدمی ایسے ہیں جو حدیث کے مشغلہ کے خریدار بغتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بلاعلم (یقین کے) بھٹکا دیں اور اس کو نداق بنالیں۔" (بیرتر جمہ بھی آخی کا ہے)

حافظ اسكم نے كہا ہے:

اس آیت میں مدیث کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں:

- ﴿ اس ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔
 - اس کی بنیادعلم، یعنی یقین پرنہیں ہے۔
- ③ اس سے لوگ اللہ کی راہ، یعنی دین کو مذاق بناتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں ﴿ لَهُو الْحَوِيْثِ ﴾ ' فضول باتیں' کے نقصانات بتائے گئے ہیں، مدیث کے نہیں۔ ﴿ لَهُو الْحَوِیْثِ ﴾ اور حدیث میں تو کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ لفظِ حدیث کا اطلاق تو قرآن پر بھی کیا گیا ہے۔ الله تعالی نے فرمایا:

﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّتْلِهَ إِنْ كَانُواْ صَدِقِينَ

''اگروہ سچے ہیں تو وہ بھی اس جیسی حدیث (قرآن) لے آئیں۔''®

نيز فرمايا:

اكنين هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۞

'' کیائم اس حدیث(قرآن) پر تعجب کرتے ہواور ہنتے ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَبِاكِيّ حَدِيثٍ بَعُدَةُ يُؤْمِنُونَ ۞

''اور پھراس کے بعد وہ کس حدیث (قر آن) پرایمان لا ئیں گے۔''[®]

نيز فرمايا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاحِعٌ تَفْسَكَ عَلَى اثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهِٰذَا الْحَدِيثِ ٱسَفًا ۞ ﴿

'' کہیں بینہ ہوکہ اگر بیاس حدیث، لینی قرآن پر ایمان نہ لا کیں تو آپ ان کے پیچھے افسوس کرتے کرتے اینے تئی ہلاک کرڈ الیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ اَفَيِهٰذَا الْحَدِيثِ اَنْتُمُ مُّلْهِنُونَ ۞

'' کیاتم اس حدیث (قر آن) ہے منکر ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَنَدُرُنِي وَمَنْ يُتَكَدِّبُ بِهِٰنَا الْحَدِيثِ ﴾

''پس مجھےاس حدیث (قرآن) کو جھٹلانے والے سے نبٹ لینے رو۔''[®]

مندرجہ بالا تمام آیات میں حدیث ہے مرادقر آن کریم ہے جبکہ ایک جگہ نبی مالیم کی

بات کو بھی حدیث قرار دیا گیا ہے۔ارشاد ہوا:

(ع) الواقعة 81:56. (أ) القلم 44:68.

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّابِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزُواجِهِ حَدِيثُنَّا ﴾

''اور جب نبی نے اپنی ایک زوجهٔ محتر مه سے ایک خفیه حدیث (بات) کہی۔''[®] الله تعالیٰ نے اس آیت میں نبی مُثَاثِیْم کی بات کو حدیث قرار دیا ہے۔

ہم حافظ اسلم سے بوچھ سکتے ہیں کہ ﴿ لَهُوَ الْحَدِیثِ ﴿ ''فضول باتوں'' اور لفظِ حدیث میں اگر کوئی فرق نہیں تو پھر نعوذ باللہ تھاری بیان کردہ حدیث کی تین صفتیں قرآن کریم میں بھی مانی پڑیں گی۔اور بیصفتیں قرآن کے متعلق ماننے سے تھارے کفر میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مفسرین نے ﴿ لَهُو الْحَدِيْثِ ﴾ کامفہوم راگ، گانے اور رقص جوبیان کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہیں کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی راہ سے رو کئے کا سبب اور گراہی کا فرایعہ ہیں، نیز راگ گانے کا فی الواقع علم ویقین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن رسول اللہ مُنَاقِیْمُ کی حدیث کا علم ویقین کے ساتھ کا مل تعلق ہے۔ ہم اس تعلق کو ان شاء اللہ ثابت کریں گے۔ اگر تمام احاویث، لہو الحدیث ہیں جیبا کہ حافظ اسلم نے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تو پھر پرویز صاحب جن بعض احادیث کو مانتے ہیں وہ بھی اس زمرے میں شامل ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ منکرین حدیث میں سے حافظ اسلم کے سواکس نے بھی یہ تفسیر نہیں کی کہ رسول اللہ تُناقِیْمُ کی احادیث لہو الحدیث اور گرائی کا سبب ہیں۔ یہ تفرید کلمہ حافظ اسلم کی امتیازی خصوصیت ہے۔

(چوتا شب

احاویثِ رسول کو حجت ماننا اوراس میں مصروف رہنا قرآن کریم سے حجاب ہے۔ منگرینِ حدیث کا نظریہ ہے: ''اس حدیث کو دین بنانے سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ

٠٤ التحريم 66:3.

قرآن جوسراسر زندگی ہے جاب ہیں آگیا ہے، چنا نچہ محدثین ہیں آج تک جو اہم اور معرکہ آرا موضوع زیر بحث رہے ہیں بالعموم اس قسم کے ہیں جن کا ملت کی صلاح و فلاح اور اجتاعی زندگی ہے کوئی تعلق نہیں، مثلاً: ابو بکر افضل ہیں یا علی جائے، قرآن گلوق ہے یا غیر گلوق، رات کے پیچھلے پہر اللہ تعالیٰ آسان دنیا پر کس طرح نزول فرما تا ہے؟ قیام نماز میں ہاتھوں کو ہاندھنا چاہیے یا نہیں؟ کیا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے؟ آمین زور ہے کہی جائے یا آہتہ وغیرہ بخلاف اس کے اگر قرآن پر مدار ہوتا تو اس ترتیب کے ممائل پیشِ نظر رہے کہ مرکز کوقوی اور صالح العمل کیوں کر رکھا جائے۔قرآنی ہدایت عام کرنے اور جملہ انسانی برادری کو اس نجات اور سعادت کے راشتے پر لانے کے کیا وسائل ہیں؟ کا نئات فطرت جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ انسان کے لیے مسخر کیے وسائل ہیں؟ کا نئات فطرت جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ انسان کے لیے مسخر کیے ایکان اور عمل صالح کو کن قرائع سے ایسا فروغ دیا جائے کہ ملت کا ہر فرد خلیفہ فی الارض ایکان اور عمل صالح کو کن قرائع سے ایسا فروغ دیا جائے کہ ملت کا ہر فرد خلیفہ فی الارض ہوسکے جس کے لیے اس کی تکوین ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ وغیرہ ۔"

جواب: اس عبارت میں حافظ اسلم نے محدثین کی دینی وملی خدمات کو بالائے طاق رکھ کر ان کی مساعی جمیلہ کومختلف انداز میں پیش کرکے تین چیزیں بیان کی ہیں۔

1 فضيلت الوبكر وعلى الطنبا

الله تعالى كا آسان دنيا پرنزول فرمانا اور طلق قرآن

🗓 فروعی اختلافات

حقیقت میہ ہے کہ بیانفرادی مسائل نہیں بلکہ ملت کا اجتماعی مفاد سیحے عقیدے پرمبنی ہے اور بدعی عقائد سے ملت میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ محدثین نے بدعی عقائد کے سامنے سینہ سپر ہوکر ملت کو انتشار سے بچانے کی کوشش کی۔ آئے! اب تر تیب وار تینوں متذکرہ

مسائل كا جائزه ليتے ہيں۔

پہلا مسئلہ: جب ابن سبا یہودی نے نسلی اور نسبی قرابت کو امات اور وصایت کے سبب کا عقیدہ رائج کرنے کی کوشش کی تو اس سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ کون افضل ہے۔ ابو بکر ڈاٹٹؤیا علی ڈاٹٹؤ؟ اگر نسبی ونسلی قرابت کو اصل دین سمجھ لیا جاتا تو اس کا بتیجہ یہ ہوتا کہ تینوں خلفاء ابو بکر عمر اور عثمان ڈاٹٹؤ کی خلافت ناجائز اور ظلم بن جاتی۔ یہ سیاسی اور اجتماعی نوعیت کا مسئلہ تھا، چنانچہ محدثین کرام نے اس مسئلے کو زیر بحث لا کر اس بدی عقیدے کے خلاف حق کا دفاع کر کے امت پر عظیم احسان کیا ہے۔

🙈 ووسرا مسئله: خلق قرآن اور الله تعالى كا آسان دنيا ير نزول فرمانا صفات الهيه ك اعتقادی مسائل ہیں۔منکرین حدیث معتزله اور جمیہ نے بید مسائل امت میں انتشار پیدا کرنے کے لیے چھیڑے۔ مامون الرشید نے، جو پکا معتزلی تھا،خلقِ قرآن کے مسئلے پر بیشتر علائے حق کے خون سے اینے ہاتھ رنگین کیے۔ غیرمعتزلہ کوسرکاری ملازمتوں سے برطرف کیا۔ان کی گواہیوں کوغیر معتبر قرار دیا۔محدثین نے اس انتشار سے امت کو بھانے اور حق کے دفاع کے لیے ایسی شاندار جدو جہد کی کہ اسلامی تاریخ کا روشن باب رقم ہوگیا۔ 🌸 تیسرا مسکلہ: فروعی اختلافات ہیں۔اس مسکلے میں تو تمام اہل نظر کے نزدیک اختلاف كى تنوائش بـ محدثين نے ان مسائل براس ليے مباحث كيے كه عامة الناس بلكه بعض اہل علم بھی فتنہ تقلید شخص کا شکار ہور ہے تھے جس سے ملت کا اجھاعی مقام منتشر ہور ہا تھا۔ محدثین نے اس فتنے سے ملت کو بچانے کے لیے ان مسائل کے متعلق احادیث کی طرف توجہ دلا کر تقلید شخص کے التزام سے محفوظ رہنے اور مذہبی تعصب ختم کرنے کی جدوجہدگی۔ حافظ اسلم كاكبنا ب: "أكر قرآن ير مدار بوتا تواس نوعيت ك مسائل پيش نظر رجت كەمركز كوقوي اور صالح لعمل كيوں كر ركھا جائے '' حافظ صاحب كاپيركلام حديث ومثمني

ربینی اور حدیث کو قرآن کا مدمقابل بنانے کی کوشش ہے۔ حدیث نے کسی وقت اور کسی مسئلے میں قرآن کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کی تفصیل اور تشریح کی ہے۔

حافظ اسلم مزید کہتے ہیں: ''قرآنی ہدایت کو عام کرنے اور جملہ انسانی برادری کواس نجات اور سعاوت کے راستے پر لانے کے کیا وسائل ہیں؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین نے اس کام کے لیے تین وسائل بنائے ہیں:

- ﴿ قُرآن وحدیث کی مدریس
 - ﴿ خطا بات ومحاضرات
- قرآن و حدیث کی تشریح اور وضاحت کے لیے تفاسیر، شروح، اصولِ تفسیر اور اصولِ
 حدیث کی نشر و اشاعت۔

منکرینِ حدیث بتادیں کہ اس کے علاوہ اورکون سے وسائل ہیں کہ محدثین ان سے غافل رہے ہوں اورمنکرینِ حدیث نے وہ وسائل استعال کیے ہوں؟

حافظ صاحب نے مزید کہا:'' کا ئنات فطرت، جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ وہ انسان کے لیے مسخر کیے گئے ہیں، کی مخفی قو توں کو کن تدابیر میں لا کر انسانی خدمت میں لگایا جاسکتا ہے؟''

ہم کہتے ہیں: ایک تسخیر کونی ہے کہ اللہ تعالی نے آسان ، زمین، پہاڑ، درخت، آگ اور پانی وغیرہ انسانی خدمت میں لگار کھے ہیں، اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں، البتہ ان نعمتوں کو قائم راکھنے کا ذریعہ اللہ تعالی کے ساتھ شرعی تعلق قائم رکھنا ہے کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے۔ اس کی ناراضی نعمتوں کے چھن جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس بارے میں محدثین اور علمائے امت نے قرآن اور حدیث کے ذریعے سے تزکیۂ فس کی طرف توجہ دلائی۔

دوسری تنجیر عملی (اختیاری) ہے جے علم ہیئت، ریاضی، علم الحوانات، کیمیا، طب، ہندسہ اور علم النباتات وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میدان ہیں بھی ایسے لوگوں نے قابل فخر کارنامے سرانجام دیے ہیں، جن ہیں بعض بڑے جید علماء تھے جو حدیث کو دین اور جست سجھتے تھے۔ اہل مغرب بھی ان کے کارناموں کے معترف ہیں بلکہ اہل مغرب نے ان کی تصنیفات کے تراجم کرکے سائنس اور ان علوم کوتر تی دی۔ تاریخ کی روشنی میں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

ماهرعكم ببيئت	£770	متوفى	ابراہیم بن حبیب فزاری
ما ہر علم کیمیا	£817	11	جابر بن حیان
ماهرعكم الحيو انات	£821	//	عبدالملك
ما ہرعلم نجوم، جغرا فیہ اور جبرو مقابلہ	· e844	//	محمر بن موسی خوارزی
ما ہر فلسفہ، حساب،علم الأعداد،	¢850	//	يعقوب بن اسحاق كندي
هندسه اورعلم ببيئت			
ماہر ہندسہ،طب اور کیمیا	_f 925	//	ابوبكر بن زكريا رازي
ماهر فلسفه منطق، رياضيات اور كيميا	_* 951	//	ابونصر فارابي
ماهرطب يونانى اورمنطق	۶1037	//	ابن سینا
ما ہرریاضی ،طبیعیات اور طب	۶1039	//	ابوالهيثم
ماہر سیاح ، فلسفہ،ریاضی ، ہندسہ	£ 10 48	//	ابور یحان بیرونی
اورطب			
· ما ہر فلسفہ، طب اور ہیئت	_F 1198	//	ابن رشد
ماهر ریاضی ، ہندسہ، طب اور ہیئت	£ 1210	//	فخرالدين رازي
ماہرعلم نبا تات	_F 1248	//	ابن بيطار

ان کے علاوہ اور بھی کئی ایسے علماء ہیں جنھوں نے تسخیرِ کا ئنات کے علوم میں تفوق حاصل کیا ہے۔ پرویزیوں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ بتا کیں کہ انھوں نے حدیث سے انکار کرکے ملت وامت کے اندرانتشار پیدا کرنے کے سوا اور کیا کیا ہے؟

پانچوال شبه

مدیث فرقه بندی کا سبب ہے۔اس سلسلے میں پرویز صاحب نے لکھا ہے:

"ان احادیث کو دین مان لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں سینکڑوں فرقے بن گئے اور ملت کا شیرازہ بھر گیا۔ سنیوں کی حدیثیں الگ ہیں اور شیعوں کی الگ۔ ہر فرقے نے اپنے ندہب کی تعمیر اپنے حسب منشا روایات سے کی۔ وہ صرف اپنی ہی حدیثوں کو صحیح سمجھتا ہے اور دوسروں کی حدیثوں کو غلط، جبکہ فرقہ بندی قرآن کریم کی روسے شرک ہے۔ "

صدیث کو دین ماننے کا نتیجہ پرویز صاحب نے بیاکھا کہ سینکڑوں فرقے بن گئے، لیمی سوسے زائد فرقے بن گئے جبکہ وہ شیعہ اور سی کے علاوہ تیسرے فرقے کا نام نہ لے سکے۔ ان سے بوچھا جا سکتا ہے کہ باقی فرقے کون سے ہیں؟

شیعہ اور سنی فرقہ بندی کا اصل سبب احادیث کا الگ الگ ہونانہیں بلکہ شیعہ حضرات کے بدعت پر بنی عقائد ہیں جو ابن سبانے مسلمانوں میں داخل کردیے۔ان عقائد ہی کے اختلاف کی وجہ سے شیعوں نے صحت حدیث کے لیے اپنی طرف سے بیشرط اضافی طور پر عائد کردی کہ وہ حدیث ان کے کسی نہ کسی امام سے مروی ہو جبکہ اہل سنت والجماعت نے صحت حدیث کے لیے دومشہور شرطوں کے علاوہ بیشرط رکھی کہ وہ روایت کسی بدعت کی مؤید نہ ہو، خواہ وہ حدیث کسی امام سے منقول ہویا کسی اور سے۔جیتِ حدیث کے بارے مؤید نہ ہو، خواہ وہ حدیث کے بارے

① مقام حدیث،ص: 14.

میں شیعہ وئی دونوں منفق ہیں تو اختلاف و تفرق کا سبب احادیث نہیں بلکہ بدعی عقائد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع میں سب سے زیادہ فرقے بن گئے۔ ابتدا میں اہلِ تشیع کے تین فرقے ہے۔ ﴿ اُ عَالِيهِ ﴿ وَيدِيهِ ﴿ رَافضيهِ

پھر غالیہ کے بارہ، زید ہیہ کے چھ اور رافضیہ کے چودہ فرقے بن گئے اور اس طرح شیعہ کل بتیں فرقوں میں تقسیم ہوگئے ۔

ای طرح بدعی عقائد کی وجہ سے معتزلہ (مکرین حدیث) بھی چھ بڑے فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر حدیث کو ججت مان لینا اختلاف و تفرق کا سبب ہے تو پھر معتزلہ جو مکرین حدیث ہیں ؟ حقیقت میں انکار حدیث تفرق کا سب ہے۔ موجودہ دور میں مکرین حدیث کے مختلف فرقے حدیث تفرق کا سب سے بڑا سبب ہے۔ موجودہ دور میں مکرین حدیث کے مختلف فرقے چکڑالوی کا فرقہ ، علامہ مشرقی کا فرقہ ، ڈاکٹر جیلانی برق کا فرقہ ، سر سید احمد خان کے معتقدین اور پرویز صاحب کی جماعت موجود ہے اور ان کے آپس میں اختلافات ہیں اگر چہانکار حدیث میں سے سبت منفق ہیں۔

اگرکوئی پرویزی اپنے شہر کی تائید کے لیے مقلدین کے باہمی اختلاف کی مثال دیتا ہے تو اس کا بھی تحقیقی جواب ہے ہے کہ بیاختلاف حدیث کو جہت ماننے سے پیدائہیں ہوا بلکہ وہ ایک بدعت پر بنی عقیدے سے پیدا ہوا ہے اور وہ ہے تقلیر شخصی کا التزام، یعنی کسی نہ کسی امام کی تقلید کو واجب سمجھ کر دوسرے کو گمراہ سمجھنا، چنانچہ فرقہ بندی کا اصل سبب بدئ عقائد ہیں اور انکارِ حدیث بھی ایک بدئی عقیدہ ہے، اس وجہ سے منکرینِ حدیث اور فہم قرآن کے لیے اپنی عقل کو معیار سمجھنے والوں میں اختلاف عقل کی وجہ سے بشار اختلافات ہیں اور مزید اموتے رہیں گے۔

⁽⁾ ويكيي: كتاب الملل والنحل ازشهرستاني.

چھٹاشبہ آیات قرآنیہ سے استدلال

منکرینِ حدیث جیتِ حدیث سے انکار میں نمایاں اور''پرکشش'' انداز میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ قرآن کریم کی درج ذیل آیات ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيُكَ الْكِتْبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴿

''ہم نے آپ پرائی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَ تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

''ہر بات کی تفصیل (اس کتاب میں) ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ قُهُوَ الَّذِي آنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتْبَ مُفَصَّلًا ﴾

''وہ ذات جس نے تمھاری طرف کتاب نازل فرمائی جو کہ واضح ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كِتْبُ فُصِّلَتُ الْمُتُهُ قُرْانًا عَرَبِيًّا لِقَوْمِ يَعْلَمُونَ ۞

"ایک کتاب ہے کہ اس کی آیات کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، قرآن عربی زبان میں اس قوم کے لیے جو جانتے ہیں۔ "

لغت کے اعتبار سے ظاہری معنی کیہ ہے کہ قر آن کریم بذات خود ایک جامع ، مفصل اور مکمل کتاب ہے جس میں ہرچیز کا بیان ہے۔اس بات میں تو کسی مسلمان کا اختلاف نہیں لیکن منکرینِ حدیث اس سے یہ مقصد لیتے ہیں کہ قر آن کریم کو سمجھنے اوراس پرعمل کرنے

النحل 89:16. ② يوسف 11:12. ③ الأنعام 114:6. ④ حمّ السجدة 3:41.

کے لیے ہمیں رسول اللہ مگائی مہدایت کی اتباع اوراس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔
نبی سگائی نے اپنی زندگی میں قرآن کریم پر عمل کر کے ایک صحیح معاشرہ قائم کردیا جو اس
وقت کے تقاضے کے مطابق تھا۔ اب ہم اپنے زمانے میں صاحب وہی کی طرح قرآن
کریم پر عمل کرنے سے حدیث کے بغیر ہی مناسب معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ ﴿ کُلِّ شُکی ﷺ ﴿
دُم پر چیز'' کے الفاظ میں تمام اصول ، فروع ، کلیات اور جزئیات شامل ہیں۔ ہر مسکد قرآن
کریم میں موجود ہے۔

جواب: آعقل اور محاورے کے لحاظ سے بیاستدلال بالکل غلط ہے، جزئیات اور فروع لامحدود ہیں، احادیث اور تفسیر و فقہ کی بہت ہی کتابیں ہیں لیکن اب بھی ایسی جزئیات اور فروع سامنے آتی ہیں کہ ان کاحل صراحت کے ساتھ ان بہت ہی کتابوں میں بھی نہیں۔ لفظ ﴿ کُلِّ شَکْ ﷺ کَا بُور اسے استغراق حقیقی کہا افظ ﴿ کُلِّ شَکْ ﷺ کَا بُور اسے استغراق حقیقی کہا جاتا ہے، جیسے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞

یعن کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کے علم سے خارج نہیں لیکن یہ لفظ محاورے کے لحاظ سے عموماً استغراق عرفی کے لیے استعال ہوتا ہے۔ جبیہا کہ قرآن کریم میں تورات کے متعلق فرمایا:

﴿ وَكُتَبُنَا لَهُ فِي الْاَ لُواجِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَقْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ﴾ "اور ہم نے اس (موی اللہ) کے لیے تختوں پر ہر طرح کی نصیحت اور ہر چیز کی "تفصیل لکھ دی۔"

^{① الأعراف 7:145.}

نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن اس سے مرادیہ ہے کہ موی طیا کے دین میں جو ضروری اصول و کلیات تھے۔ اسی طرح امراجیم طیا کے خاص مجزے کے متعلق فرمایا:

﴿ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينُكَ سَعْيًا ﴾

'' پھران میں سے ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیں، پھر اضیں بلا کمیں تو وہ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گئے۔''[©]

اگریہاں ﴿ کُلِّ جَبَلِ ﴾ ''ہر پہاڑ' سے دنیا کے تمام پہاڑ مراد لیے جا کیں تو یہ عادت اور عقل کے خلاف ہے۔ کسی انسان کے اختیار ہی میں نہیں کہ وہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر پہنچ سکے۔ یہاں بھی وہ بعض پہاڑ مراد ہیں جوابراہیم مُلیُّا کے نزدیک تھے۔

شعیب ملیظ نے اپی قوم کومنع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ ﴾

''اور ہر رائتے پر نہ بیٹھو۔''[©]

شعیب طبیلا کی قوم کے لوگ تمام راستوں میں بیٹھتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے، لہذا اس آیت میں بھی کل سے بعض مراد ہے، لینی وہاں کے نزدیک والے راہتے۔

فرعون نے مولی مُلِیَّا کے مقابلے میں ساحر جمع کرنے کے لیے ان الفاظ کے ساتھ تھم دیا: ﴿ الْمُتُونِیۡ بِحُلِّی سُمِرِ عَلِیْمِہِ ۞

''تمام ماہر جادوگروں کومیرے پاس لے آؤ۔'[®]

اس آیت میں بھی تمام جادوگروں سے مراد دنیا کے تمام جادوگرنہیں تھے بلکہ صرف مصرمیں رہنے والے جادوگر ہی مراد تھے۔اسی طرح قر آن کریم میں استغراق عرفی کی عبد سے اند سے سے اند

البقرة 260:2. (2) الأعراف 86:7. (2) يونس 79:10.

بہت ی مثالیں موجود ہیں تو ﴿ وَ تَفْصِیلًا لِكُلِّ شَیْ ﴾ ﴿ اور ﴿ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْ ﴾ سے بہ مراد نہیں کہ تمام اصول وکلیات اور فروع و جزئیات قرآن کریم میں موجود ہیں بلکہ اس سے مراد دین اسلام کے ضروری اصول وکلیات، علوم و معارف اور جزئیات میں سے بعض صراحت کے ساتھ، بعض اشار تا ، بعض دلالٹا ، بعض مجمل ، بعض مفسر اور بعض متشابہ کے طور پرموجود ہیں ، پھر ان میں سے جس کی ضرورت اور اہمیت زیادہ تھی ، اس کی شرح احادیث میں بیان کردی اور حدیث کے احکام بھی درحقیقت قرآن کے احکام ہیں جیسا کہ پہلے میں بیات کیا گیا ہے۔

2 پرویز صاحب خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہیں سب پھے نہیں ہے۔ چاہیں ہے، چنانچہ کھتے ہیں: ''ہمارا ایمان ہے کہ قرآن تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اوراس کی ہدایت قیامت تک نافذ العمل رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اس فتم کے ضابطہ حیات میں ہرفتم کے مسائل و معاملات کے لیے جزئی اور فروی احکام نہیں دیے جاسکتے تھے۔' ، ⁽¹⁾

نیز لکھاہے:''دوسری قابل غور حقیقت ہے ہے کہ قرآن میں کچھ احکام دیے گئے ہیں لکھا ہے: لیکن بیشتر امور میں اصولی ہدایت دی گئی ہے۔ نظام خداوندی کا فریضہ ہیہ ہے کہ وہ ان اصولوں کے احکام نہیں بلکہ اصولوں کی جزئیات حالات کے نقاضے کے مطابق جماعت مومنین کے مشورہ سے خود مرتب کرے۔''(2)

حاصل کلام یہ ہے کہ پرویزی فکر کے مطابق قرآن میں سارے احکام نہیں ہیں۔ جزئیات فروع کی تفصیل جماعت مومنین (بھی اے مرکز ملت کا نام دیا جاتا ہے) کے مشورے سے کی جائے گی۔ کیا اس طرح قرآن'نہر چیز کی تفصیل'' ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ

[🛈] مقام حدیث، ص : 242. 🍪 مقام حدیث، ص : 65.

قرآن کریم میں سارے احکام نہیں ہیں اور جزئیات و فروع کی تفصیل محمد سَالَیْمُ نے کی ہے، لہذا اہل اسلام غور فرمائیں کہ مرکز ملت اور جماعت مونین کا مشورہ مفید اور سیح ہوگا یا محمد سَالَیْمُ کی شرح اور الفصیل سیح ہوگا جو ہر زمانے کے مطابق بھی ہے۔ اور ﴿ وَ تَفْصِیلًا لِیکُلِ اللّٰهُ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰلَٰ اللّٰمِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰلّٰ اللّٰمِ اللّٰمِ اللّٰ اللّٰلِ اللّٰلِمِ اللّٰلِ اللّٰلَٰ اللّٰلِمِ اللّٰلِمِ اللّٰلِمُ اللّٰلَٰ اللّٰلِمِ

ساتوان شبه: بذریعه قرآن تیمیل دین

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ ٱلْيَوْمَ ٱكُملَتُ لَكُمْ دِينَّكُمْ ﴾

'' آج کے دن میں نے تھارے لیے دین کامل کردیا۔'[®] حافظ اسلم مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جب دین کمل ہوگیا تو پھر احادیث کی ضرورت ہی کیا باقی رہ گئی۔ احادیث کی حیثیت بس تاریخی اور ظنی ہے جو بہت عرصہ بعد لکھی گئی ہیں۔ اگر احادیث بھی دین کا حصہ تھیں تو یہ آدھا یا آدھے سے زیادہ دین جو احادیث میں مندرج ہے اس کے بغیر دورصحابہ میں دین کیے مکمل ہوگیا تھا۔"

جواب: ﴿ اس آیت میں دین کے کمل ہونے کا وہی مطلب ہے جو پہلے قرآن میں
﴿ قَ تَفْصِیلًا لِنَّکُلِ شَکُء ﴿ " " ہر چیزی تفصیل" کی وضاحت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔
﴿ اس آیت کا زمانہ نزول ججۃ الوداع سن 10 ہجری، مقام عرفات، عرفہ کا روز ہے۔
نبی سُکُافِیْ نے اس وقت تک قرآن کریم کی صرف تلاوت ہی نہیں کی تھی بلکہ آپ سُکُافِیْ نے قولی اور عملی طور پر اس کی شرح اور تفصیل بھی بیان کی تھی جس کا نام احادیث ہے۔

(f) المآئدة 3:5.

الله تعالیٰ نے اس آیت میں ان سب کو دین قرار دیا ہے۔ جس دین کو کمل کیا گیا احادیث بھی اس کا حصہ ہیں۔

حافظ اسلم کی تفسیر کا آخری جملہ ہے:

'' بیآ دھایا آ دھے سے زیادہ دین جواحادیث میں مندرج ہے، اس کے بغیر دور صحابہ میں دین کیسے کمل ہوگیا تھا۔''

اس جملے میں بہت تلبیس سے کام لیا گیا ہے۔اور اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ طاقی کی احادیث تو صحابہ کرام کی وساطت سے موسول ہوئی ہیں، للذا جو دین احادیث میں مندرج ہے وہ صحابہ کرام کے وقت مکمل تھااور یہ کمیل ججة الوداع کے دن ہوچکی تھی۔ باقی احادیث کی تاریخی یا ظنی حیثیت پران شاء اللہ اس کے بعد تفصیلی بحث آئے گی۔

آ محوال شبه: حديثِ قرطاس

منکرینِ حدیث بھی اپنے مقصد کی احادیث سے استدلال کر کے احادیث کو دینی جیت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حدیث قرطاس میں عمر والنی نے نبی سالنے ہما اور دیگر اور دیگر صحابہ کے سامنے کہا تھا:''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔'' الیعنی حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

 كتاب الله كے متعلق برویز صاحب نے لکھا ہے:

'' یہ کتاب قرآن ساتھ کے ساتھ ہی محفوظ ہوتی چلی گئی اور جب نبی ٹاٹیٹی اس ونیا ہے تشریف لے گئے ہیں تو یہ بعینہ ای شکل اور ای ترتیب میں جس میں بیاس وقت ہمارے پاس ہے لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود اور ہزاروں کے سینوں میں محفوظ تھی، اس کی ا کیستند (ماسٹر) کا بی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ پیہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی مَالَيْنِ اسب سے پہلے وحی تکھوایا کرتے تھے، اے ام یا امام کہتے تھے۔اوراس ستون کو جس کے قریب بیانسخد رہتا تھا استوانۂ مصحف کہا جاتا تھا۔اس ستون کے پاس بیٹھ کرصحابہ کرام نبی مُناتِیْم کی زیر نگرانی اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت اس قدر عام ہوگئ تھی کہ جب نبی مُلْاثِیَا نے اپنے آخری حج (ججة الواداع) كے خطبه ميں لا كھوں نفوس كو مخاطب كر كے يو جھا: كياميں نے تم تك خدا كا پيغام پنجا ديا ہے؟ تو حارول طرف سے بيآواز گونج أتمى: بال! آپ نے اسے پہنچا دیا ہے، یہی تھی وہ کتاب جس کے متعلق حضرت عمر ڈاٹٹؤنے نبی اکرم مُٹاٹیز کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں دیگر صحابہ کرام ٹھائی کی موجود گی میں فرمایا تھا کہ حسنبناً كِتَابُ الله "جارے ليے الله كى كتاب كافى ہے۔"

اس اقتباس میں چندامور زیر بحث ہیں:

- ﷺ عرب کے نزدیک کتاب کھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جو مدون شکل میں سلی ہوئی صورت میں ہو۔ میں ہو۔
- ﷺ جس شکل اور ترتیب میں اب موجود ہے اس صورت میں نبی مُلَیُّما کے زمانے میں موجود تھی۔ موجودتھی۔
 - اللہ مجد نبوی میں نبی مُنَافِیاً کے زمانے میں ماسٹر کا بی موجودتھی، اے امام کہتے تھے۔

- صحابہ کرام اس سے اینے مصاحف نقل کرتے تھے۔
- ا نبی مَنْ اللَّهِ أَنْ فرمایا: کیا میں نے خدا کا پیغام شمصیں پہنچادیا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس میں مذکورہ امور محل نظر ہیں لیکن جواب سے پہلے ہم پرویزیوں سے پوچے ہیں کہ یہ سارا قصہ کس حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں، البتہ اس قصے میں دو حدیثوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (ججۃ الوداع اور مرض موت) اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ججت ہے۔ اگر ججت نہیں تو آپ نے کیوں یہ حوالے پیش کیے ہیں؟

اب ہم تفصیل کے ساتھ جواب پیش کرتے ہیں۔ ہم کتاب کے معانی کا تعین کرنے میں۔ ہم کتاب کے معانی کا تعین کرنے کے لیے صرف عرب پر انحصار نہیں کرسکتے۔ خود قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں۔ لفظ کتاب قرآن کریم میں 230 مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کا مادہ (ک، ت، ب) 319 مرتبہ مذکور ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں مختلف معانی میں استعال ہوا ہے۔

- 🗈 فرض شدہ چیز کے معنی میں، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا:
- ﴿ إِنَّ الصَّالَوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتْبًا مَّوْقُونًّا ۞
- ''بے شک نماز مومنوں پر ہمیشہ سے وقت مقررہ پر فرض کر دی گئی ہے۔''[®]
 - 2 جمت معنی میں، جیسے فرمایا:
 - ﴿ فَأَتُوا بِكِيثِهُ كُمْ إِنْ كُنْتُمْ طِيدِقِينَ
 - ''پستم اپنی کوئی ججت و دلیل پیش کرواگرتم سے ہو۔''®
 - اجل کے معنی میں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 - عد عد (3) السّاَّء 4: 103. (2) الصَّفْت 157:37.

﴿ وَمَا آهُلَكُنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعُلُومٌ ۞

"اورجم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگریہ کہاس کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔"

فلام کومکا تب بنانا، یعنی مال کے عوض اسے آزاد کرنا۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتْبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمُ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾

[5] لكھنے كے معنى ميں، جيسے فرمايا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَهُ كِتْبًا ۞

''اور ہم نے ہر چیز لکھنے کے ذریعے سے ثار کرر کھی ہے۔''[®]

اعمال نامے کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِلْمَةِ كِتْبًا يَّلُقُمْهُ مَنْشُورًا ۞

''ہم روز قیامت اس کے واسطے اعمال نامہ نکال کرسامنے کردیں گے (اور) وہ اے کھلا ہوایائے گا۔''[®]

🗇 اوح محفوظ کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَقُرْانٌ كُونِيمٌ ﴿ فِي كِتْبٍ مَّكُنُونٍ ﴿ ﴾

''بے شک بیقر آن بڑی قدر ومنزلت والا ہے جولوح محفوظ میں ہے۔''®

🛭 خط کے معنی میں، جیسے فر مایا:

﴿ إِنِّنَ ٱلْقِيَ إِنَّ كِتْبٌ كَرِيْعُ ۞

"بے شک میری طرف ایک عزت والا خط پھینکا گیا ہے۔" او تقدیر میں لکھی ہوئی چز، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُولِيكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتْبِ ﴾

''ان لوگوں کے نصیب میں جو لکھا ہے وہ انھیں مل جائے گا۔''[®]

الا عدت کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاجِ حَتَّى يَبُكُعُ الْكِتْبُ آجَلَهُ ﴾

''جب تک عدت پوری نه ہوجائے عقد نکاح کا قصد نہ کرو۔''[®]

🖽 تحکم شرعی کے معنی میں، جیسے فر مایا:

﴿ وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَغْضُهُمْ أَوْلَى بِبَغْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ ﴾

''اور رشیتے دارتھم شرعی (کتاب اللہ، سنت) کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔'،®

12 تدوین شدہ مجموعے کے معنی میں جوعجم کے عرف میں مشہور ہے، جیسے فرمایا:

﴿ وَهٰذَا كِتُبُّ ٱنْزَلْنَٰهُ ﴾

''اور بیر کتاب ہم نے نازل کی ہے۔''[®]

اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کا جومعنی پرویز صاحب نے عربوں کی طرف منسوب کیا ہے کتاب کا حرف منسوب کیا ہے کتاب کا صرف وہ معنی نہیں ہے، یہ معنی عجم کے ہاں مشہور ہے اور ان کی اصطلاح ہے جبکہ عرب میں تو لفظ کتاب کے متعدد اور مختلف معانی ہیں۔ پھر ﴿ ذٰلِكَ الْكِتْبُ الْكِتْبُ الْكِتَابُ اللّٰ اللّٰ

النمل 29:27. (أ) الأعراف 37:7. (أ) البقرة 235:2. (أ) الأحزاب 6:33. (أ) الأنعام 155:6.

لَادَیْبَ ﷺ فِیْدِ میں کتاب سے مدون شکل میں سلی ہوئی کتاب مراد لینا بڑا عجیب ہے کونکہ یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے اور سورہ بقرہ مدینہ طیبہ میں پہلی نازل شدہ سورت ہے۔ اس وقت قرآن کریم کی می سورتوں کی تعداد 86 تھی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ انھیں کس نے مدون کرکے ان کے اوراق کی سلائی کی؟

یرویزصاحب مزید کہتے ہیں کہ یہ جیسے ہمارے پاس موجود ہے بعینہ ای شکل اور اسی ترتیب میں لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجودتھی۔ یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ کاغذ 134 جمری بمطابق 751ء میں ایجاد ہوا۔ اس کا موجدایک چینی شخص تھا جس نے کتان اور س کے ریشوں سے کاغذ بنانے کی صنعت شروع کی۔اس سے پہلے اہل مشرق کے پاس صرف قرطاس موجود تھا۔ پیکاغذی ابتدائی رف می شکل تھی جو قدیم مصرمیں رائج تھی۔ وہ بھی اتنا عام نہیں تھا کہ قر آن جیسی بڑی کتاب کے لیے میسر ہوتا جبکہ دور نبوی میں لکھنے کے لیے دو چیزیں دستیاب تھیں، قرطاس جو بہت کم یاب تھا اور ورق جس کا طلوع اسلام میں بھی ذکر ہے کہ ایسے اور اق جو باریک کھال سے بنائے گئے ہوں۔ یہ بھی دور نبوت میں عام نہیں تھا۔ ان دنوں بھر کی سلیں، باریک کھالیں، اور تھجور کی چھال کتابت کے لیے بطور ورق استعال کی جاتی تھی۔ ان پر قرآن کریم مدون کرنا اورسلا ہوا بناناعقل ہے بعید ہے، البتہ قرآن کریم کو کتاب کہنا اس معنی پر صادق آتا ہے کہ قر آن لوح محفوظ میں ،صحف ِ ملائکہ میں ،صحابہ کرام کے سینوں میں ، پھر پھروں اور ہڈیوں وغیرہ پرجمع تھا۔ پہ کہنا کہ پیرمجموعہ لاکھوں صحابۂ کرام کے پاس موجود تھا، سراسر جھوٹ ہے۔ اس وقت کوئی چھایہ خانہ موجود نہ تھا۔ سارے صحابۂ کرام لکھنا نہیں جانتے تھے اورضرورت کے مطابق اوراق وقر طاس بھی میسرنہیں تھے تو قرآن کریم کانسخہ لاکھوں صحابۂ کرام کے ہاتھوں میں کس طرح آیا؟ مزید برآں ہیے کہنا بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ اسطوان مصحف کے پاس قرآن کی ماسٹر کا پی موجود تھی ادر اسے کتاب اور امام کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عثمان وٹاٹٹو کے دور میں ایسے ہوا تھا کہ ان کے پاس جونسخہ تھا اسے امام کہا جاتا تھا اور اس سے دوسرے نسخ نقل کیے گئے تھے۔

"اَلرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللهِ حَقِّ عَلَى مَنْ زَنِى إِذَا أُحْصِنَ"
"شادى شده فض جب زناكر كو الت رجم كرناكاب الله مين فو اجب ہے۔"
"كتاب الله" يهال كتاب الله سے مرادعم شرى ہے، خواہ وہ حديث ميں ہو۔ عرائ الله عنيال كتاب الله على كا في ہے تو ان كى مراديمى شرى ہے، خواہ وہ حديث ميں ہو۔ عرائ الله في نالياكہ مميں كتاب الله كافى ہے تو ان كى مراديمى شى كه نبى فاليا أس وقت شدت مرض ميں فر مايا كر مميں كتاب الله كافى ہے تو ان كى مراديمى شى كه نبى فاليا أس وقت شدت مرض ميں موجود ہيں، لهذا أصي كليف كى تكليف نهيں وي جا ہے بلكہ قرآن و احاديث ميں جو احكام موجود ہيں وہ ہمارے ليے كافى ہيں ايك اور روايت ميں نبى اكرم فاليا في فر مايا:
"وَالَّذِي نَفْسِي بِيدِهِ! لَا قَضِينَ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ الْمِافَةُ شَاةٍ وَّالْخَادِمُ رَدُّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِافَةٍ وَتَعْرِيْبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةٍ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ وَتَعْرِيْبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةٍ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ وَتَعْرَفَتْ وَتَعْرُونِ بُنِ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةٍ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ

⁽ صحيح البخاري الحدود ، باب رجم الحبلي في الزنا ، حديث: 6830.

فَارْجُمْهَا»

''اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اللہ جل ذکرہ کی کتاب کے مطابق تمھارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور خادم تحقیے واپس کیا جائے گا اور تیرے بیٹے کی سزایہ ہے کہ اسے سوکوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کردیا جائے۔ اے انیں! صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردینا۔'' ®

اس صدیث میں بھی کتاب اللہ سے مراد وہ تھم شری ہے جو تیجے صدیث میں موجود ہے۔

نوٹ: کتاب اللہ اور کلام اللہ میں فرق ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے اور اللہ

تعالیٰ کی کتاب بھی ہے جبکہ احادیث شری تھم کی وجہ سے کتاب اللہ بیں، کلام اللہ نہیں۔

کلام اللہ کے لیے شرط ہے کہ اس کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ موں

جبکہ کتاب اللہ کے لیے میشر طنہیں۔

مزید برآں نبی اکرم ٹاٹیا جو چیز لکھوانا چاہتے تھے وہ آپ نے بیان بھی فرما دی تھی، حبیبا کہ حدیث سے واضح ہے، لہذا ہم اصل حقیقت سامنے لانے کے لیے وہ متن پیش کرتے ہیں:

سحيح البخاري، الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حديث: 6828.

حالت پرچھوڑ دو۔ میری بیدحالت اس چیز سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔'' پھر آپ نے مین باتوں کی وصیت فر مائی: ﴿ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے زکال دو۔ ﴿ وفد کوعطیہ دیا کر وجیسا کہ میں ویتا ہوں جبکہ تیسری چیز کے بارے میں راوی بھول گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی مُظافِرُم جولکھوانا چاہتے تھے وہ زبانی طور پر بیان کردیا اور دین میں کوئی نقص اور کی نہیں چھوڑی۔ ﴿

نوال شبه: ني اكرم ظَافِينًا كاصرف ايك مجلد كتاب كالحجمورُ نا

پرویز لکھتے ہیں:

چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ نے صرف یہ ایک مجلد کتاب چھوڑی ہے۔ ' ' آک طرح محمد بن حفیہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ ' اس کا جواب واضح ہے کہ موجودہ صورت میں جو قرآن ہے وہ تو ابو بکر ڈاٹٹؤ، پھر عثان ڈاٹٹؤ نے جمع کیا تھا۔ ابن عباس ڈاٹٹؤ اور محمد بن حفیہ نے جو اشارہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت وہ دو گوں کے درمیان جمع شدہ تھا اور اس وقت وا تعنا قرآن مجلد شکل میں موجود تھا۔ ابن عباس ڈاٹٹؤ نے جو فرمایا: ماتر کے ' دنہیں چھوڑا' تو اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے سواجمع شدہ کوئی چیز نہیں چھوڑی کیونکہ نبی طافی کے دور میں مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے سواجمع شدہ کوئی چیز نہیں چھوڑی کیونکہ نبی طافی کے دور میں ساری احادیث ایک مجموعے کی صورت میں ساری احادیث ایک مجموعے کی صورت میں

"ابن عباس والنفيات شداد بن معقل نے بوچھا: نبی منافیا نے امت کے لیے کیا

⁽¹⁾ صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 114، ثير بير مديث امام بخارى في متعدو مقامات برنقل كى به ال متعدو مقامات برنقل كى به اور ان سب كا خلاصه يهال فدكور ب، اس لي مزيد ديكسي: حديث نمبر: 3053 و 4431 و 4431 و 6669 و 7366. (2) صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب من قال: لم يترك النبي، حديث: 5019.

موجود نه ہونے کا پیمطلب نہیں کہ احادیث محفوظ نہیں تھیں یا وہ حجت نہیں۔

وسوال شبه: احادیث ظنی میں

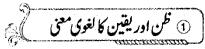
طلوع اسلام نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ دین یقینی چیز ہوتی ہے اور یقینی چیز صرف قرآن ہے جبکہ احادیث ظنی ہیں، لہذا ظن دین نہیں ہوسکتا۔ پرویز صاحب کی متعدد تحریروں میں سے ایک درج ذیل ہے:

'' دین کے متعلق ایک چیز سے متعلق تو یقیناً آپ متفق ہوں گے، لینی کہ دین وہی ہوسکتا ہے جو یقینی ہونظنی اور قیاسی خد ہو۔''[®]

طلوع اسلام والے لفظ ظن کو صرف وہم اور شک کے معنی میں استعال کرکے عام مسلمانوں کو مغالطہ ویتے ہیں کہ احادیث ظن ہیں اور ظن دین نہیں ہوسکتا، لہذا احادیث جمت نہیں۔اس میں چند ضروری امور توجہ طلب ہیں:

- 🗘 خلن اور یقین کا لغوی معنی
- قرآن میں لفظ طن کا استعال
 - ③ نظن غالب پر دین کی بنیاد

ہم ان تینوں امور پرالگ الگ مخضر بات کریں گے جس سے پیشبہ دور ہوجائے گا۔



الله يقين: يه وه عقيده ج جو استدلال ك ذريع سے شك زائل ہوجانے ك بعد حاصل ہو۔ اى ليے يه الله تعالىٰ كى صفات ميں مستعمل نہيں ہوتا۔ امام راغب فرماتے ہيں:
الفين علم كى صفت ہے جو معرفت و درايت سے بڑھ كر ہے۔ اور كها: سُكُونُ الْفَهُم مَعَ

الله مقام مديث، ص: 3.

ثُبَاتِ الْمُحُكِّمِ '' حَكَم كى مضبوطى اور پَخْتَكَى كے ساتھ فہم كا سكون' [®] قرآن كريم ميں عقيدے كے حوالے سے'' يقين' كا ايجاباً اور سلباً ذكر كيا گيا ہے اور ظن كے مقابلے ميں بيدومرتبه مذكور ہے۔ ارشاد بارى تعالى ہے:

﴿ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمِ إِلاَّ اتِّبَاعَ الظَّنَّ وَمَا قَتَلُونُ كَيَقِينًّا ۞

''ان کے پاس اس معاملے میں ظن کی پیروی کے سوا کوئی بقینی علم نہیں اور انھوں نے بقیناً اسے (عیسیٰ کو) قتل نہیں کیا۔''®

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنْ نَنْظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَنْقِنِيْنَ ۞

" ہم تو اسے صرف معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہمیں اس پر ہرگز یقین نہیں۔ "
فضن: امام راغب رُطِّنَّهُ نے ظن کے متعلق لکھا ہے: " ظن اس چیز کا نام ہے جو علامات سے حاصل ہواور جب بی علامات قوی ہوں تو اس سے علم (یقین) حاصل ہوتا ہے اور جب بی علامات بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے تجاوز نہیں کرتا، لینی اس صورت میں ظن، وہم کے معنی میں ہوتا ہے اور جب ظن قوی ہو یا قوی کی طرح مصور ہوتو اس کے بعد أَنَّ یا أَنْ مُحَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقِّلَةِ استعال ہوتا ہے اور جب وہ کمزور ہوتو اس کے بعد أَنَّ استعال ہوتا ہے جو معدوم چیزوں کے ساتھ خاص ہے، خواہ قول ہو یا فعل۔ " المام راغب رائے ہے اس کے بعد معدوم چیزوں کے ساتھ خاص ہے، خواہ قول ہو یا فعل۔ " المام راغب رائے ہوتا کہ وہ کہ کے معنی میں اور محدثین دیا ہوتا ہے کہ احادیث ظنی ہیں تو اس سے بھی یقین مراد ہے، وہم نہیں۔ نے جوفر مایا ہے کہ احادیث ظنی ہیں تو اس سے بھی یقین مراد ہے، وہم نہیں۔

[﴾] مفردات القرآنُ : 1180/2 وتفسير الخازن : 4/3. ﴿ النسآء 157:4. ﴿ الجاثية 32:45.

شهر دات القرآن:657/2.

قرآن کریم میں لفظ ظن کا استعمال

لفظ ظن، قرآن کریم میں مختلف معانی میں اور مختلف صیغوں کے ساتھ 69 مرتبہ مذکور ہے۔ چند معانی اور ان کا استعال درج ذیل ہے:

🐞 ظن جمعنی یقین: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُّلْقُوا رَبِّهِمْ وَانَّهُمْ اللَّهُ عِلْوَنَ ۞

''وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور بلاشبہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس کے حضور لوٹ کر جانے والے ہیں۔''[®]

﴿ إِنِّي ظَنَنْتُ آنِّي مُالِقٍ حِسَابِيهُ ۞

'' مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔''®

اور اسی طرح وہ ساری آیات جن میں طن کے مادے کے بعد أنَّ مشدوہ یاأَنْ مخففة من المشددة استعال ہوا ہے، کیونکہ أَنَّ تاکید کے لیے آتا ہے۔ تو بید دلیل ہے کہ ظن، یقین کے معنی میں استعال ہوا ہے۔

ا خن بمعنی گمان: جب سی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکتا ہوتو اس کوشک کا مرتبہ کہا جاتا ہے اور جب دل میں الی کیفیت پیدا ہوجائے کہ ایک جانب کو ترجیح دیتو اس صورت میں رائح جانب کوظن اور مرجوح جانب کو وہم کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں اسے غالب گمان کہا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنْ ظُنَّا آنُ يُقِيبُنَّا حُدُودَ اللَّهِ ﴾

''اگر وہ دونوں (میاں بیوی) گمان کریں کہ وہ اللہ کی حدود قائم کریں گے۔''[®]

البقرة 2:46. (2) الحاقة 20:69. (3) البقرة 230:2.

یہاں طن یقین کے معنی میں نہیں کیونکہ انسان اپنے مستقبل کے بارے میں یقینی علم نہیں رکھتا اوراس غالب گمان پر علم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ کے بھائیوں کا کلام نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمَا شَهِدُ نَآ إِلَّا بِهِمَا عَلِمُنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حُفِظِيْنَ ۞ ﴾

"ہم نے تو اپنے علم کے مطابق گواہی دی تھی اور ہمیں غیب کی پچھ خبر نہیں تھی۔"

یعنی علامات کے ذریعے سے ہمیں علم حاصل ہوا اور علامات کے ذریعے سے حقیقت
میں ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے علم (ظن غالب)
کے مطابق گواہی دی تھی جبکہ اصل حقیقت سے ہم واقف نہیں تھے۔

، ظن جمعنی غیراختیاری خیال: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ فَظَنَّ آنُ ثَنْ نَّقُهُ إِدَ عَلَيْهِ ﴾

''پس انھوں (یونس ٹایٹا) نے (غیرا فتیاری طور پر) خیال کیا کہ ہم اس پر قادر نہیں۔''[®] اللہ تعالیٰ نے فر ماہا:

﴿ وَظُنُّواً آ لَّهُمْ قَلُ كُنِ بُوا

''اورانھوں نے (غیراختیاری طور پر) خیال کیا کہان کی تکذیب کی گئی ہے۔''[®] ان وونوں آیتوں کا بیم عنی ایک تو جیہ کے لحاظ سے ہے جبکہان دونوں آیتوں کی اور بھی توجیهات ہیں۔

کن جمعنی جھوٹ: ظن، جھوٹ بولنے کے معنی میں اس وقت استعال ہوتا ہے جب وہ حق کے مقابلے میں ہوتا ہے جب وہ حق کے مقابلے میں ہوجیسا کہ قرطبی السلائے نے الانباری سے نقل کیا ہے کہ عرب لفظ خن کو یقین، شک اور جھوٹ کی مثال اللہ تعالی کا

-(\$\tilde{\theta} يوسف 81:12. \$\tilde{\theta} الأنبياء 87:21. \$\tilde{\theta} يوسف 110:12.

بەفرمان ہے:

﴿ وَإِنْ هُمُ إِلَّا يَظُنُّونَ ۞

''اوروہ محض انگل بچو باتیں (حجوٹ) بنایا کرتے ہیں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْبِعُ ٱكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنَّا ﴿ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۗ

''اوران میں سے اکثر تو ظن (جھوٹی دلیل) کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ظن (جھوٹ) حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔'، ®

ان آیات میں ظن سے مرادان کی حجوثی دلیلیں اور خود ساختہ نظریات ہیں۔

🕾 طن جمعنی اجتهاد:الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَظُنَّ دَاؤِدُ أَنَّهَا فَتَتَّلُّهُ ﴿

''اور داود (عَلِيلًا) نے ظن (اجتہاد) کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے۔''[®]

🛞 ظن جمعنی شہت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا يَنُهُمَا الَّذِينَ الْمَنُوا اجْتَذِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ لَإِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمَّ ﴾ "اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے اجتناب کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔"

مفسرقر آن امام قرطبی الله نے یہال طن ہے کسی پر تہمت لگانا مرادلیا ہے۔

کن غالب پردین کی بنیاد

اکثر دینی مسائل طن کی بنیاد پر ہیں اس دعویٰ کے اثبات کے لیے ہم چند نقلی اور عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے احکام کی بنیاد گواہی پر رکھی ہے، جیسا کہ

الله تعالی نے فرمایا:

﴿ فَأَسْتَشْهِ لُوا عَلَيْهِنَّ ٱرْبَعَةً مِّنْكُمْ ﴾

''پس ان پراپنے آ دمیوں میں سے جار کو گواہ بنالو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاسْتَشْهِلُ وَا شَهِيْكَ يُنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ﴾

''اوراپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالیا کرو۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَلَا تَكُنُّمُوا الشُّهَادَةَ لَا وَمَنْ يَكُنُّمُهَا فَإِنَّهُ الرُّمُّ قَلْبُهُ ﴾

''اورگواہی کو نہ چھپاؤاور جو گواہی کو چھپا تا ہے تو اس کا دل گناہ گار ہے۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ وَآشُهِدُ وَا ذَوَىٰ عَدُلِ مِّنْكُمُ وَ ٱقِينُمُوا الشَّهَادَةَ لِللهِ

''اوراپ میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ بنالواوراللہ کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔'' کی مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے اثبات، مالی معاملات اور نکاح وطلاق کے بارے میں گواہ مقرر کرنے اور گواہی لینے کا حکم دیا ہے۔ بیشہادت ظن کا فائدہ دیتی ہے اور بیظنِ غالب ہوتا ہے کہ گواہ نے سیح گواہی دی ہے کیکن اس ظنِ غالب کو بھی شرعی حکم کی حیثیت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَجَزَاءٌ قِشُلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدُلِ مِّنْكُمْ هَدُيُّ الْكَعْبَةِ
"(جو خُص حرم میں جان بوجھ كرشكاركرے) تواس كى سزايہ ہے كه اس نے جس طرح كا جانور شكار ميں مارا ہے۔ اس كے معاوضے ميں چوپايوں ميں سے اس

> . ۞ النسآء 15:4. ۞ البقرة 282:2. ۞ البقرة 283:2. ۞ الطلاق 2:65.

ہے ملتا جاتا جانور، جس کے متعلق تم میں سے دومنصف فیصلہ کردیں، بطور قربانی کعبہ تک پہنچایا جائے۔، ان

یہاں شہادت نہیں بلکہ کسی جانور کے متعلق فیصلہ کرنا ہے کہ یہ جانوراس شکار میں مارے گئے جانور کے مماثل ہے۔ یہ بھی فلطی ہوسکتی ہے کین ان کے فیصلے کو تسلیم فلطی مسلہ ہے جس میں عاول آ دمیوں سے بھی غلطی ہوسکتی ہے لیکن ان کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

رسول الله مَا لِينِم كي سنت سے استدلال

1) رسول الله متافية في فرمايا:

"إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ»

''تم تنازعات ومقدمات لے کر میرے پاس آتے ہو، ممکن ہے کہتم میں سے کوئی اپنا موقف پیش کرنے میں زیادہ فصاحت رکھتا ہواور میں اس کی سی ہوئی گفتگو کے مطابق فیصلہ کردوں (اور وہ فیصلہ مطابق حقیقت نہ ہو) تو میں جس شخص کواس کے سی بھائی کا کوئی حق دے دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں تو اس کے لیے صرف آگ کا ایک مگڑا کاٹ رہا ہوں۔'' ﷺ

اس مدیث کا حاصل بیہ ہے کہ گواہوں کے بیانات میں جھوٹ کا امکان ہوتا ہے

⁽⁾ المآئدة 95:5. () صحيح البخاري، الأحكام، باب موعظة الإمام للخصوم، حديث:7169.

اوراس وجہ سے قاضی کے فیصلے میں غلطی ممکن ہے۔ ان امکانات کے باوجود عدالت کسی شخص کے حق میں غلط فیصلہ بھی دے دیتی ہے اور وہ فیصلہ نافذ بھی ہوجاتا ہے اور بیسارا عمل شرعی قضا کی اطاعت کا مسئلہ ہے۔ بیاعین دین ہے اور بیظن پر بنی ہے۔ پرویزی بھی بیہ حدیث مانتے ہیں کیونکہ وہ بھی عدالتوں اور ججوں کے فیصلوں کو اس بنیاد پر مانتے ہیں اگر چہ وہ بھی ظلیات ہیں۔

2 قبلہ کے متعلق شرکی حکم یہ ہے کہ جب کسی شخص پر قبلہ رخ کا تعین کرنا مشتبہ ہوجائے اوراس کی راہنمائی کرنے والا بھی کوئی نہ ہوتو پھراسے اختیار حاصل ہے کہ وہ خان غالب کی بنا پر کسی طرف قبلے کا تعین کرلے اوراس طرف رخ کرکے نماز پڑھ لے۔ اگر بعد میں اسے پتا چلے کہ اس نے قبلے کے علاوہ کسی اور سمت رخ کرکے نماز پڑھ لی ہے تواب اس پرلازم نہیں کہ وہ نماز دہرائے، حالانکہ بی حکم اور بیٹل بھی ظن کی بنیاد پر ہوا تھا۔ "

پر مرای کردہ مارد ہوئے ہو جائے کہ آیا اس نے دور کعتیں پڑھی ہیں یا تمین تو نمازی کو دوران نماز شک واقع ہوجائے کہ آیا اس نے دور کعتیں پڑھی ہیں یا تمین تو پھروہ ظن غالب کی بنیاد پر رکعتوں کا تعین کرے اور پھر اسی تعین کی بنا پر نماز مکمل کرے اورآخر پر مجدہ سہوکر لے۔ بیر بھی ظن کا مسکلہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان تمام معاملات یا عبادات میں اطاعت اللی اوراخلاص نیت مقصود ہے۔ اگر اس میں اجتہاد یا نسیان کی وجہ سے کوئی غلطی بھی ہوجائے تواس سے دین میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ احادیث اگر ظنی ہیں اور محدثین نے اس پرظن کا اطلاق کیا ہے تو اس ظن سے مراد نقیقی علم یا ظن غالب ہے اوراس در ہے میں ظن دین کی بنیاد بنتا ہے۔ اساء الرجال میں اصحاب نقد و جرح سے غلطی یا بشری کمزوری کا احتال ہوسکتا ہے لیکن ان امکانات کے باوجود ان احادیث کی دین میں جیت

 [﴿] جامع الترمذي الصلاة ، باب ماجاء في الرجل يصلي لغير القبلة ، حديث : 345.

پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

گیار ہواں شبہ: منافقین کی عدم معرفت

اگر چہا حادیث صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن اس وقت مدینہ اور گردونواح میں منافق لوگ بھی تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ فلال شخص مخلص ہے یا منافق تو اس بنا پر احادیث کی دینی جیت مشکوک بن جاتی ہے۔

جواب: قرآن کریم کی بہت می سورتوں میں مومنوں اور منافقوں کی صفات کا ذکر ہے جن کے مطالع سے پتا چاتا ہے کہ مومن کون ہیں۔



الله تعالی نے فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلُوةَ وَمِثَا رَرَقَنْهُمُ يُنُفِقُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلِيُكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْالِحِرَةِ هُمُ

''جوغیب پرایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو پچھ انھیں دے رکھا ہے۔ وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ آپ پرنازل کی گئی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور جوآپ سے پہلے کتابیں نازل کی گئیں ان پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ آخرت پریقین رکھتے ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْاِخِدِ وَالْمَلْلِيكَةِ وَالْكِتْبِ وَالنَّبِيتِنَ ۖ وَأَنَّى

⁽أ) البقرة 4.3:2.

الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِى الْقُرْبِي وَالْيَتْلَى وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآلِيلِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآلِيلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَ وَاقَامَر الصَّلُوةَ وَأَنَّ الرَّكُوةَ وَ وَالْمُوْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَمَّدُوا وَ السِّيرِيْنَ فِي الْبَالْسَاءِ وَالصَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَالْسِ الْوَلْبِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا الْمَالِيَ وَحِيْنَ الْبَالْسِ الْوَلْبِكَ الْمَالَيْنَ صَدَقُوا الْمَالِيَ وَلَيْكَ الْبَالِينَ الْمُلْتَقُونَ ﴾ وَمَدَقُوا اللَّهُ الْمُوالْمُ الْعُلِيْلُولُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ الللللّه

"دلیکن نیکی تویہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایکان لائے اور اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں، بتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے مال دے اور نماز کی پابندی کرتا رہے اور زکاۃ دیتا رہے اور ایسے لوگ عہد کرکے اسے پورا کرنے والے ہیں، ننگ دیتی، تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، بہی لوگ حق میں۔" ش

نيز فرمايا:

﴿ اَلتَّا إِبْبُونَ الْعَبِدُونَ الْحَبِدُونَ السَّا إِحُونَ الرَّكِعُونَ السَّجِدُونَ السَّجِدُونَ السَّجِدُونَ اللهِ الْمُونَ عِنِ الْمُنْكَرِ وَالْخَفِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ الل

"توبہ کرنے والے، عباوت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، برائی سے والے، رکوع کرنے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (ایسے)مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔"

نيز فرمايا:

 عَنِ اللَّغُوِ مُغْرِضُونَ ﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكُوةِ فَعِلُونَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ خَفْوُنَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكُوةِ فَعِلُونَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ فَفُونَ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ فَكُونَ فَكُن اللَّهُ مُ فَائْتُهُمْ فَكُونَ هُمْ لِاَمْلَتِهِمْ وَعَهْدِهِمُ الْعُلُونَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمْلَتِهِمْ وَعَهْدِهِمُ لِعُونَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمْلَتِهِمْ وَعَهْدِهِمُ لِعُونَ ﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَوتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴾

''بلاشبہ مومنوں نے فلاح پائی، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، وہ به وہ به وہ باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں، جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے نہیں کیونکہ (ان سے مباشرت کرنے میں) ان پرکوئی ملامت نہیں، پس جو شخص اس کے علاوہ (برائی کا) خواہاں ہوتو ایسے لوگ حدسے نکل جانے والے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی پابندی و حفاظت کرتے ہیں۔' ق

نيز فرمايا:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اتَّذِيْنَ يَمُشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَهِلُونَ قَالُوا سَلْمًا ﴾

''اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو آہنگی کے ساتھ زمین پر جلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہددیتے ہیں۔'

نيز فرمايا:

﴿ مُحَتَّدُ ۚ رَّسُولُ اللّٰهِ ﴿ وَالَّذِيْنَ مَعَةَ آشِدَّاۤ اَءُ عَلَى الْكُفَّادِ رُحَمَّآ ۚ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ زُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضَلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضُوانًا لِسِيْبَاهُمُ فِى وُجُوْهِهِمْ مِّنَ آثَةِ السُّجُوْدِ ﴾

المؤمنون 1:23-9. (2) الفرقان 63:25.

''محمد (سَلَیْمُ الله کا رسول ہے اور جولوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کافروں پرسخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کافضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہوں میں موجود ہے، سجدے کرنے کے اثر ہے۔'' شنز فرمایا:

﴿ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمُ دَآيِمُونَ ۞

'' مگرنماز بڑھنے والے جواپی نمازوں پر بیشگی کرنے والے ہیں۔''[®]

ان آیات کریمہ کا پہلا مصداق صحابۂ کرام ٹھائی تھے۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہون میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، ان آیات پرغور وفکر کرنے سے مخلص مومن اور کامل مسلمان کا بتا چل جاتا ہے اوران صفات کو پہچان کر انسان فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلال شخص مومن ہے۔



قرآن کریم نے منافقوں کی علامتیں بھی بیان کی ہیں جن کے مطالعے سے منافقوں کا پتا چل جاتا ہے اوران علامتوں کی وجہ سے بید کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے۔

- (16-8:2) البقرة: (2:8-16)
- 🥏 آل عمران:(3:118-120و153و 168)
- ﴿ ﴾ النسآء: (4:4 و 60-66 و 78,77 و 82-91 و 107-114 و 137-143)
 - التوبة: (38:9 و 101 و 107و 126,125).

﴿ اَى طُرح سورهٔ نور اَحزاب محمد فتح مجادله حشر منافقون اور ماعون میں بھی منافقوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ تقریبًا 203 آیات کریمہ ہیں، ان آیات پرغور کرنے سے منافی شخص کا پتا چل سکتا ہے۔

قرآن کریم نے مومنوں کی جوصفات بیان کی ہیں وہ صحابہ کرام بھائی ہیں موجود تھیں۔ ان اور منافقین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اس وقت کے منافقوں میں موجود تھیں۔ ان صفات کی روشیٰ میں ایک عام شخص بھی مومن اور منافق میں فرق کرسکتا ہے۔ اب صحابہ کرام بھائی اور تابعین جوفہم وفراست کے اعلی درج پر فائز تھ، وہ تو مومن اور منافق میں واضح فرق سجھتے تھے۔ انھوں نے مومنوں سے روایات کی ہیں اور جہاں تک منافقوں کا تعلق ہے، انھوں نے ان سے دنیوی معاملات کرنے سے بھی اجتناب کیا ہے، لہذا یہ کیسے مکن ہوسکتا ہے کہ وہ دنیوی معاملات میں تو ان سے اجتناب کریں اور دین کے معاملے میں ان سے روایات نقل کریں۔

الله تعالی نے زمانہ نبوت میں صحابہ کرام بھائی کو مختلف مصائب اور پریشانیوں کے درمیان فرق واضح درمیان فرق واضح درمیان فرق واضح ہوگیا۔جبیبا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَلَادَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا آنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيْزَ الْخَيِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾

''الله مومنوں کو اس حالت میں ہر گز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت ہو، یہاں تک کہ وہ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے۔'،﴿

الله تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے سوال کا جواب دیا ہے جواعتراض کیا

ال عمران 3:179.

کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے غزوہ احد میں مومنوں کو اس پریشانی سے کیوں دوچار کیا کہ 70 صحابۂ کرام ڈیکڈئٹ شہید کردیے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے حتی کہ رسول اللہ مُنکٹٹ کے دندان مبارک بھی شہید کردیے گئے۔ اس سارے واقعے میں اللہ تعالی کی یہی حکمت تھی کہ وہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق ظاہر کردے۔ جب اللہ تعالی نے اس آز مائش کے ذریعے سے مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق کردیا تو پھر کیے ممکن ہے کہ کوئی صحابی یا کوئی تابعی منافق شخص سے روایت کرے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَا آصًا بَكُدُ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعُنِ فَبِاذُنِ اللهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ وَلِيَعْلَمَ اللهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَا فَقُوْا ﴾ الّذِينَ نَا فَقُوْا ﴾

''اوراحد کے دن جب دونول لشکر باہم نکرائے تو شمصیں جو (نقصان) پہنچا وہ اللہ کے عظم سے تھا اوراس لیے تھا کہ اللہ جان لے کہ مومن کون ہیں اور بیبھی جان لے کہ منافق کون ہیں۔'' ﷺ

نى مَالِيْكِم بھى منافقول كونبيس جانتے تھے، چنانچەاللەنے فرمايا:

''تم انھیں نہیں جانتے ، اللہ انھیں جانتا ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

'' نبی (ﷺ) آپ ان (منافقوں) کونہیں جانتے ، ہم انھیں جانتے ہیں۔''

أل عمران 66:367,166. (أ) الأنفال 60:8. (أ) التوبة 101:9.

عوب الله تعالی نے نبی مُنَالِیم کے لیے منافقین کے متعلق ایسے علم کا اثبات فرمایا ہے جس کا تعلق علامتوں کے ساتھ ہے، جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ﴾

''آپ ان كے طرز كلام سے أخيس بہان ليس كے۔''[®]

پس منافقوں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں ان کے ذریعے سے نبی سَالِیَا ہمی انھیں بیان کی گئی ہیں ان کے ذریعے سے نبی سَالِیَا ہمی انھیں بیچان سکتے ہیں اور صحابہ کرام شکلی ہمی، جبکہ سورہ انفال اور سورہ تو بہ میں جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ علم بیٹینی اور علم تفصیلی ہے۔ جبکہ سورہ محمد کی آیت میں جو اثبات کا ذکر ہے وہ علامتوں کے ذریعے سے حاصل ہونے والاعلم اجمالی ہے، لہذا ان دونوں قتم کی آیات میں کوئی تعارض نہیں۔

بارهوال شبه: احادیث کا اخبار آحاد مونا

پرویزیوں کے نزدیک تمام احادیث اخبار آحاد ہیں۔ وہ انھیں متواتر اور مشہور نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اخبار آحاد پریقین نہیں ہوتا، للبذا وہ کیسے جمت بن گئیں؟ جواب یہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طرح ہے، صرف تعبیر میں فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جوخبر واحدسے ثابت ہوئے ہیں۔

قرآن سے خبر واحد کی جمیت کا ثبوت

ارشادالی ہے:

﴿ لَقَنُ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَنْدُوهُ

''بے شک ہم نے نوح (علیلا) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو انھوں نے کہا:اے میری قوم!اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھارا کوئی معبودنہیں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَإِلَىٰ عَـَادٍ آخَاهُمُ هُوْدًا ﴿ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ غَدُرُهُ

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (طینا) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھارا کوئی معبود نہیں ۔'' ®

نيز فرمايا:

﴿ وَإِلَىٰ ثَنُودَ آخَاهُمُ صٰلِحًامِ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَيْرُهُ ﴾

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (مَلِیُّا) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللّٰہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھا را کوئی معبود نہیں ۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهَ ﴾

''اور جب لوط (مَلِيُلاً) نے اپنی قوم سے کہا۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ آخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَيْدُهُ ﴾

''اور مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیلاً) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھارا کوئی معبود نہیں ۔''[®]

© الأعراف5:75. ﴿ الأعراف65:7 ﴿ الأعراف73:7. ﴿ الأعراف85:7 ﴿ الأعراف85:7 ﴾ الأعراف85:7 .

فدکورہ بالا آیات سے نابت ہوا کہ ان انبیاء فیظ نے اکیلے ہی اپنی اپنی قوم کو توحید کی دعوت بیش کی اور جب قوم نے انھیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ بیہ آیات خبر واحد کی جیت کے لیے بقی ثبوت ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد کو جھٹلانا عذاب الہی کا سبب بنا ہے۔ یہاں کوئی بیاعتراض نہیں کرسکتا کہ بیخبر واحد نبی کی نبوت اور رسول کی رسالت کی وجہ سے ججت ہے، اصولی طور پر ججت نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ایسے نہیں فرمایا کہ اس نبی اور رسول کی خبر نبوت یا رسالت کی وجہ سے مان لوبلکہ انبیاء کو ایسے نہیں فرمایا کہ اس نبی اور رسول کی خبر نبوت یا رسالت کی وجہ سے مان لوبلکہ انبیاء کو تابی قبر اور جبت ہے۔ لانا امانت دار اور مخلص ہے، لہذا اس کی خبر قابل قبول اور جبت ہے۔

قرآن کریم میں نبی کے علاوہ عام شخص کی خبر واحد کا بھی تذکرہ کیا ہے اوراسے قوم کے لیے ججت قرار دیا ہے۔

1 جبيها كەفرمايا:

﴿ وَجَاءَمِنْ اَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلُ لِيَسْعَى قَالَ لِقَوْمِ اتَّبِعُواالْمُوسَلِينَ

''اور شہر کے دور کے مقام سے ایک آ دی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی بات مانو۔''[®]

پس جب قوم نے اس شخص کی بات نہ مانی اورائے تل کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا:

﴿ إِنْ كَانَتُ اِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خِيدُ وُنَ ۞

''وہ عذاب تو بس ایک سخت آ واز تھی کہ وہ بچھ کررہ گئے ۔''®

2 اور فرمایا:

[🛈] يٰسَ 36:20. 🏖 يٰسَ 36:29.

﴿ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ اَقْصاً الْمَوِينَاةِ يَسْعَى فَالَ يَلُولْنَى إِنَّ الْمَلاَ يَالْتِدُونَ بِكَ لِيقْتُلُوكَ فَاخْرُخُ إِنِّى لَكَ مِنَ النِّصِحِيْنَ ۞ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآبِها يَّالْتُوفَى بِكَ لِيقْتُلُوكَ فَأَخُرُخُ إِنِّى لَكَ مِنَ النِّصِحِيْنَ ۞ فَخَرَجَ مِنْها خَآبِها يَّالَّوَقَبُ ﴾

"اورشهر كى دوسرى جانب سے ايك شخص دوڑتا ہوا آيا، اس نے كہا: اے موى! سردارانِ قوم تمهارے متعلق مشورہ كررہے ہيں كة تمهيں بلاك كرؤاليس، للبذاتم يہاں سے نكل جاؤ! بے شك ميں تيرے خيرخواہوں ميں سے مول، چنا خچہ وہ يہاں سے نكل جاؤ! بے شك ميں تيرے خيرخواہوں ميں سے مول، چنا خچہ وہ

(موی علیقه) و ہاں سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے لکل کھڑے ہوئے۔''[®]

یہاں بھی صرف ایک شخص نے موی الیاں کو خبر دی تو انھوں نے اس کی بات کوسچاسمجھ کراس بیمل کیا اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے ،اس طرح وہ ظالم قوم سے نکے گئے۔

🗓 اور فرمایا:

﴿ إِنَّ إِنِّي يَدُعُوٰكَ لِيَجْزِيكَ ٱجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ﴾

''میرے والد شمصیں بلاتے ہیں کہتم نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کا معاوضہ ادا کریں۔'، ®

موسیٰ طلِیْلاً اس لڑکی کی بات سن کر اس کے والد کے پاس گئے۔ اس میں بیدا شارہ ہے کہ مرد تو در کنار عورت کی خبر واحد بھی قبول ومنظور ہے۔

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَقَالَ الَّذِي ٓ أَمَنَ لِفَوْمِ الَّبِعُونِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۞

''اوراس مومن شخص نے کہا: اے میری قوم! میر نقش قدم پر چلو! میں شمصیں م ہدایت کی راہ بتلاتا ہول۔''®

اس آیت میں اس شخص کا ذکر ہے جوموی علیا پر ایمان لے آیا تو اس نے قوم کو بہت

القصص 21,20:28. (2) القصص 25:28. (3) المؤمن 38:40.

حکیمانه انداز میں دعوت دی۔ اس دعوت کی تفصیل سورۂ مومن کی آیت: 38 تا45 میں موجود ہے۔اورآخر میں اس نے فرمایا:

﴿ فَسَتُنْ كُرُونَ مَا آقُولُ لَكُمْ اللهِ

''تم عنقریب میری بات کو یاد کرو گے۔''[©]

اس میں اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جوحق حجٹلانے کی پاداش میں ملتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص اور قوم کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَوَقُلَّهُ اللَّهُ سَيِّاتِ مَا مَكُرُوا وَحَاقَ بِأَلِ فِرْعَوْنَ سُوَّءُ الْعَذَابِ ۞

''پس اللہ نے اس کو ان کی تدبیر کی مفرتوں سے بچا لیا اور آلِ فرعون کو بہت بڑے عذاب نے آگھیرا۔''®

اس سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخص کو بچالیا اور قوم نے اس کی بات نہ مانی تو وہ عذاب کا شکار ہوگئی۔

آقا الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُواْ كَافَةً الْهَ فَكُوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْفَهُمْ طَإِفَةٌ لِيَنْفَوُونَ كَالَّهُ اللَّهِ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْفَهُمْ طَإِفَةٌ لِيَنْفَقَهُواْ فِي اللَّهِ فِي وَلَيْنُورُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْ آلِيُهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحُن رُونَ فَنَ نَالَا اللَّهِ مِن وَلَيْنُورُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْ آلِيُهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحُل وَنَ مِي اللَّهُ مِن اللَّهُ مِي اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِي الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ اللْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ اللِّهُ الْمُؤْم

کی بات مان کر بے دینی سے فی جائے۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک عادل عالم کی بات جت ہے۔

6 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ لِيَا يُهُمَّا الَّذِينَ امَّنُوٓا إِنْ جَاءَكُمُ فَاسِقًى بِنَبَإِ فَتَبَيَّنُوٓا ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاس شخص تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے شخص تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے شخص ترکیا کرو۔''

اس آیت میں لفظ فاسق کامفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر ایک عادل شخص کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اسے مان لیا کرو اور مفہوم موافق یہ ہے کہ فاسق کی خبر بھی تحقیق کرنے کے بعد قابلِ اعتبار ہے۔ دونوں مفہوم خبر واحد کے جمت ہونے پر دلالت کررہے ہیں۔

احادیث ہے خبر واحد کی جمیت کا ثبوت

تویل قبلہ کا تھم نازل ہونے سے پہلے لوگ معجد قباء میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز نجر ادا کررہے تھے۔ استے میں ایک صحابی نے آکر انھیں تحویلِ قبلہ کی خبر دی تو انھوں نے دورانِ نماز میں ہی اپنارخ بیت اللہ کی طرف کرلیا۔

یہ بھی ایک آدمی ہی کی خبر تھی جس پر اہل قباء نے عمل کیا اور نبی سُلِیُمُ نے ان پر کوئی سُلِیمُ نے ان پر کوئی سے تقید نہیں فرمائی ، لہذا خبر واحد جمت ہے۔

﴿ انس وَلِنَوْ بِیان کرتے ہیں کہ میں شراب کی حرمت سے پہلے ابوعبیدہ، ابوطلحہ اور ابی بن کعب وائٹ کو شراب بلار ہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے خبر دی کہ شراب حرام ہوگئ ہے۔ یہ من کر ابوطلحہ والشؤنے فر مایا: انس! اٹھواور شراب کو انڈیل دو، چنانچہ میں نے اسے

الحجرات 6:49. أن صحيح البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة ومن لم، حديث:403.

انڈیل دیا۔

﴿ نِي مَنَالِيَّا ہِ جَ کے موقع پر میدان عرفات میں مربع انصاری والنی کو کھم دیا تو انھوں نے لوگوں کو کہا کہ میں رسول الله مَنَافِیْ کا ایکی ہوں۔ آپ کا فرمان ہے کہ میدان عرفات سارا موقت (کھبرنے کی جگہ) ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ وقوف کرے۔ صحابہ کرام وی ایکی اس ایک شخص کے اعلان کو ججت تسلیم کیا۔ ﴿

ہم اضی واقعات پراکتفا کرتے ہیں ورنہ احادیث میں بے شار واقعات مذکور ہیں جن میں خبر واحد پراکتفا کیا گیا ہے اوراس پراحکام شرعیہ مرتب کیے گئے ہیں۔

عهد صحابه مین خبر واحد کی جمیت

عہد صحابہ میں بہت سے واقعات پیش آئے جن میں ایک صحابی کی خبر پر تمام صحابہ کرام ٹھائی ہے۔ پچھ واقعات بطور مثال پیش کے خبر واحد ججت تھی۔ پچھ واقعات بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

نی سَالینیم کی تدفین کے وقت مسئلہ پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں وفن کیا جائے تو ابو بکر ڑھائیا۔
 نے انھیں ایک حدیث سائی:

«مَاقَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنُ يُّدْفَنَ فِيهِ»
"الله تعالى نبى كى روح اس جَكَة فِن مونا پيند
"رالله تعالى نبى كى روح اس جَكَة فِن مونا پيند

شحيح البخاري، الأشربة، باب نزل تحريم الخمر وهي، حديث: 5582. (2) سنن أبي داود، المناسك، باب موضع الوقوف بعرفة، حديث: 1919، وجامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في الوقوف بعرفات، حديث: 883.

عائشہ ٹانٹا کے حجرے میں فن کیا کیونکہ آپ ٹاٹٹٹا نے وہیں وفات پائی تھی۔

عاشہ تھا علی ہے برے یں ون میا میوندہ آپ میوندہ کے وہیں وفات پان ک۔

2 نبی مُنْ اللّٰهِ کی وفات کے وقت خلافت کے متعلق اختلاف واقع ہوا تو ابو بکر اور عمر ڈھا ٹھنا دونوں سقیفۂ بنی ساعدہ تشریف لے گئے جہاں انصار جمع تھے۔ بحث سننے کے بعد ابو بکر ڈھا ٹھنا نے نبی مُناٹی کی ایک حدیث سائی کہ

«اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ»

''امام (خلیفہ) قریش کے خاندان سے ہوگا۔''[©]

چنانچہ اس حدیث پر تمام صحابہ مہاجرین اورانصار نے اتفاق کرکے ابو ہکر رہائٹۂ کوخلیفہ مقرر کردیا۔

उ نی مَنْ اللَّهُ کی وفات کے بعد سیدنا عباس اور فاطمہ رہا ہ وراثت کا مطالبہ کرنے ابو کم رہا ہ کی اللہ کرنے ابو کم رہا ہ کی ابو کم رہا ہ کی اللہ کی حدیث سنائی:

«لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ»

''ہم وارث نہیں بناتے بلکہ ہم جوتر کہ جیموڑیں وہ صدقہ ہے۔''[®]

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام خبر واحد کو جمت مانتے تھے۔ان روایات میں خبر واحد اس کے جہ اس کی وجہ ایک عادل خبر واحد اس کی وجہ ایک عادل متی شخص کی روایت ہویا کوئی اور۔

﴿ جامع الترمذي الجنائز ، باب أين تدفن الأنبياء ، حديث: 1018 ، وسنن ابن ماجه ، الجنائز ، باب ذكر وفاته ودفنه ، حديث: 1628. ﴿ فَتَعَ الباري شرح صحيح البخاري : 30/7 - 32 ، تحت حديث: 3668. ﴿ صحيح البخاري ، المغازي ، باب غزوة خيبر ، حديث: 4241 ، وصحيح مسلم ، الجهاد ، باب قول النبي ﴿ لا نورت ﴿ حديث : 1758 .

حاصل بحث میہ ہے کہ قرآن و حدیث اور عمل سلف سے میہ واضح ہوتا ہے کہ خبر واحد دین میں ججت ہے۔

بعض صحابہ نے حدیث کے لیے شہادت کا مطالبہ کیا ہے، مثلاً: ابوبکر والنُوئے میراث کے متعلق مغیرہ بن شعبہ والنوئوئی کی روایت کے ساتھ شہادت طلب کی تو محمد بن سلمہ والنوئوئے نائند کی۔ **
تائند کی۔ **

اسی طرح عمر ولائٹوئے اجازت لینے کے متعلق ابو مولیٰ اشعری ولاٹوؤ کی روایت کے متعلق شہادت طلب کی توابو سعید خدری ولائٹوؤنے ان کی تائید کی۔

تو ایسے واقعات میں شہادت طلب کرنے کا بیرمطلب نہیں کہ وہ خبرواحد نہیں مانتے تھے بلکہ انھوں نے زیادہ تائید و تاکید کے لیے ایسے کیا اور بیرایک احتیاطی پہلوہے۔

تیرهوال شبه کثرت احادیث

التجارة حديث:2062.

کثرت احادیث کے متعلق منگرین حدیث اپنے زعم میں یہ اعتراض نہایت شدومد کے ساتھ کرتے ہیں کہ محدثین نے احادیث کا اتنابڑا ذخیرہ کہاں سے حاصل کیا، پھر کہتے ہیں کہ محدثین نے اس ذخیرہ احادیث کا 50 فی صدموضوع قراردے کررد کردیا اور باقی پانچ فی صد میں اتنا اختلاط ہے کہ اس کا الگ الگ کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں۔ پانچ فی صد میں اتنا اختلاط ہے کہ اس کا الگ الگ کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں۔ جواب: ان لوگوں کا پہلا تجب کثرت احادیث پر ہے جسے وہ انکارِ حدیث کا سبب بنا رہے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے خود ساختہ دعویٰ کیا ہے کہ ان میں سے 95 فی صد موضوع روایات ہیں۔ پہلی بات کا جواب یہاں عرض کیا جا تا ہے جبکہ دوسری بات کا جواب یہاں عرض کیا جا تا ہے جبکہ دوسری بات کا شوائض، الفرائض، باب فی الجدّة، حدیث:2894، وجامع الترمذی، الفرائض، الفرائض، الفرائض، العردود، الفرائض، باب فی الجدّة، حدیث:2894، وجامع الترمذی، الفرائض،

باب ماجاء في ميراث الجدة؛ حديث:2100. ﴿2) صحيح البخاري؛ البيوع؛ باب الخروج في

جواب ان شاء الله چودھویں شبہ کے جواب میں دیا جائے گا۔

کثرت احادیث عقل کے لحاظ سے کوئی تعجب کی بات نہیں، علامہ فضل احمہ غزنوی نے لکھا ہے کہ ماہرین لسانیات تسلیم کرتے ہیں کہ ایک شخص روز انہ اوسطاً 36 ہزار کلمات بولٹا ہے۔ 🖰 پرویزی اور دیگرمنکرین حدیث سائنس دانوں کی بات کوقر آن و حدیث ہے بھی زیادہ توی سجھتے ہیں۔ رسول الله تَالِیُنَا نے اپنی نبوت کی 23 سالہ زندگی کے شب و روز دعوت وتبلیغ میں صرف کیے تو آپ ٹاٹیٹا کے36 ہزار روزانہ کلمات کے حساب سے 23 سال کے کلمات کا اندازہ لگائیں تو ہیو 29 کروڑ،80 لاکھ اور 80 ہزار کلمات بنتے ہیں۔ صحابهٔ کرام ٹٹائٹی نے آپ ٹاٹیٹی کے اقوال واحوال کو حفظ کیا اور کتابت وروایت کے ذریعے سے انھیں محفوظ رکھا تو اس میں کون ہی حیرت کی بات ہے۔منکرین حدیث نے ا بنی تحریک کے تھوڑے سے عرصے میں کتنی کتابیں اور رسالے شائع کیے ہیں۔اور پرویز صاحب کے مقلدین ان کے اقوال ونظریات کوئس طرح یاد کرتے اور انھیں نقل کرتے میں۔ کیا خیال ہے کہ اللہ تعالی نے اسے الصادق المصدوق نبی مَنْ اللَّهُ کے ارشادات مبارکہ کی کوئی حفاظت نہیں گی؟ للبذا کثرتِ احادیث سے انکار کرنا ہے دینی کے علاوہ بے عقلی کی بھی انتہا ہے۔

کشرت احادیث کے اسباب

﴿ کشتِ احادیث کے اسباب میں سے بنیادی سبب ایک ہی متن کے لیے کئی سندول کا ہونا ہے۔ متن حدیث ایک ہوتا ہے لیکن مختلف راویوں کے بیان کرنے اور سندوں کی کشرت سے وہ ایک ہی حدیث محدثین کی اصطلاح میں کئی حدیثیں شار ہوتی ہیں گئی مقام مدیث۔

علاوه ازیں محدثین کے نزدیک حدیث کا مفہوم عام ہے۔ وہ رسول الله ﷺ کی مرفوع احادیث اور صحابہ کرام ڈی گئے کے موقوف آٹار کو بھی حدیث کہتے ہیں بلکہ بعض تو تابعین کی مقطوع روایات کو بھی حدیث کہتے ہیں، اس طرح احادیث کی کثرت کی انتہائہیں ہو سکتی۔ خاص طور پر بعض مسانید اور مصنفات، جیسے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں تو مرفوع، موقوف اور مقطوع سب روایات جمع کی گئی ہیں۔

﴿ جب صحابہ کرام نبی مَنْ اللَّهِ عَلَيْهِ کَلَ مرفوع روایات کوعمل میں لائے اوروہ ان روایات کی کیفیات و تفصیلات لکھنے گئے تو ان تھوڑ نے تھوڑ نے ارشادات سے بڑے بڑے دفاتر بن گئے۔ یہا حادیث موقوف عملی ہیں۔

﴿ محدثین نے موضوع احادیث کی اساد اور طرق یا در کھے اور انھیں اپنی کتابوں میں جمع کیا تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ احادیث موضوع ہیں اور وہ ان پرعمل کرنے سے اجتناب کریں تو الیمی روایات بھی جمع کرنے سے احادیث کی کثرت ہوگئ۔ اگر چہ وہ موضوع روایات فی نفسہ احادیث نہیں۔

چودهوال شبه: موضوع احادیث کی عدم معرفت

منکرینِ حدیث کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ موضوع روایات اقوالِ رسول منگائی کے ساتھ یوں خلط ملط ہو چکی تھیں کہ حق کو باطل سے الگ کرنا ناممکنات میں سے تھا۔ حافظ اسلم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وضاعین اشخاص نے نافدینِ حدیث اور ماہرینِ اساء الرجال کی گرفت سے بہتے کے لیے ایسا بھی کیا کہ سند میں مشہور ثقہ راویوں کے نام درج کردیے تھے۔ اس طریقہ سے وہ وضعی روایات بھی قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی تھیں۔ ش

[🛈] مقام صديث، ص: 155.

جواب: اس میں تین مباحث ہیں:

- ① وضع حدیث کی حکمت
- شع حدیث کی ابتدا اور اس کے اسباب
- آی موضوع روایات کی حصان بین میں علمائے امت کی محنت

٠ وضع حديث كي حكمت

وضعِ حدیث کی ایک بڑی حکمت ہے ہے کہ یہ جیتِ حدیث کے لیے بہت بڑی دلیل ہے کونکہ حدیث کے لیے حدیث وضع ہے کونکہ حدیث جمت نہ ہوتی تو حدیث گھڑنے والاشخص کس مقصد کے لیے حدیث وضع کرتا۔ اس کی مثال ہے ہے کہ ملک میں رائج الوقت کرنی کی اہمیت ہوتی ہے تو جعلی کرنی بنانے والا اس کے مقابلے میں اپنی جعلی کرنی لاتا ہے۔ رائج الوقت کرنی کی ضرورت و اہمیت نہ ہوتو پھر جعلی کرنی بنانے والا بیز جمت کیوں اٹھائے۔ معلوم ہوا کہ جب سے وضع حدیث جت جلی حدیث جت جلی مسلمانوں کے نزد کیک حدیث جت جلی آرہی ہے۔ آج بھی بعض ناوان قتم کے لوگ جھوٹ کے طور پر کسی قول یا فعل کو رسول اللہ منافیظ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کے نزد کیک حدیث جمت ہے۔ حدیث جب ہے۔ میں جب کے اس شخص کے نزد کیک حدیث جب ہے۔ مدیث جب ہے۔ میں جب ہے۔ آج بھی بعض ناوان قتم کے لوگ جھوٹ کے طور پر کسی قول یا فعل کو رسول صدیث جب ہے۔

اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ جب وضع حدیث شروع ہوئی اس وقت تفیدِ حدیث کی جدوجہد شروع ہوئی اس وقت تفیدِ حدیث کی جدوجہد شروع ہوئی اور جیسے وضع حدیث میں تیزی آتی گئی ویسے ہی نفلِ حدیث میں شدت پیدا ہوگئ علم اساء الرجال اور راویوں کے متعلق جرح و تعدیل کی بحثیں شروع ہوئیں اور موضوع احادیث کو الگ کیا گیا اور جضول نے یہ محنت کی ان کے لیے بیمحنت اجرعظیم کا باعث بن گئی۔

شع حدیث کی ابتدا اوراس کے اسباب

وضع حدیث کا ایک واقعہ تو نبی تالیقی کی زندگی میں رونما ہوا تھا۔ بریدہ ڈاٹیؤے سے روایت ہے کہ مدینے سے دومیل کے فاصلے پر بنولیٹ کا ایک ذیلی قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلے کے ایک شخص نے دورِ جاہلیت میں کسی شخص کو اس کی بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھیجا تو قبیل والوں نے انکار کردیا، پھر وہ شخص نبی منالیقی کے لباس جیسا لباس پہن کر ان کے پاس آیا وارافیس کہا: رسول اللہ منالیقی نے بطور نشانی بیلباس پہنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمھارے مالوں اور جانوں کے متعلق فیصلہ کرول، پھر وہ شخص اس عورت کے پاس گیا جے تمھارے مالوں اور جانوں کے متعلق فیصلہ کرول، پھر وہ شخص اس عورت کے پاس گیا جے پیغام نکاح بھیجا تھا تا کہ زبر دستی اس سے نکاح کرلے۔ اس قبیلے والوں نے رسول اللہ منالیقی کے پاس قاصد بھیجا اور اس نے پورا واقعہ آپ منالیقی کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کے باس قاصد بھیجا اور اس فرمایا: ''اللہ کے اس شخص کو زندہ پاؤ تو اسے قبل کردینا اور اگر مردہ پاؤ تو اسے جلادیا۔'' جب وہ شخص وہاں اس شخص کو زندہ پاؤ تو اسے قبل کردینا اور اگر مردہ پاؤ تو اسے جلادیا۔'' جب وہ شخص وہاں بہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک بڑے اثر دہانے اسے ڈس لیا تھا جس سے وہ ہلاک ہوچکا تھا، جنانے اس قاصد نے اسے جلادیا اس وجہ سے رسول اللہ منالیقی نے فرمایا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأُ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

'' جو محض عمدًا مجھ پر جھوٹ باندھے تو وہ اپناٹھکانا جہنم میں بنالے۔''[®]

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ وضع احادیث کی ابتدا نبی ٹاٹیٹا کے زمانے سے ہوئی تھی لیکن اس سے تقریبًا ہیں سال بعد عثان ڈاٹٹئا کے دور خلافت کے آخر میں یہ فتنہ اجماعی

(اس واقع ك بغير يه حديث صحيح بخارى من موجود ب-صحيح البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي الله عن 110 اوربيواقعه الموضوعات الكبرى لملاعلي قاري، ص: 4 من كذب على النبي الله عديث المعجم الأوسط للطبراني: 568/1 حديث: 2091 من بحى ب

صورت میں نمودار ہوا۔اس فتنے کا سرغنہ عبداللہ بن سبایہودی تھا جس نے اسلام کا دعویٰ کیالیکن اس نے اپنی طرف سے پچھ غلط عقیدے وضع کیے اور اپنے عقائد پھیلانے کے لیےاس نے کوفہ، بصرہ، شام اور مصر کارخ کیا کیونکہ وہاں کے باشندے نئے منے مسلمان ہوئے تھے۔مصر میں بالخصوص عبداللہ بن سبا کی تحریک کامیاب ہوئی۔اس نے علی ڈلٹٹڈ کے متعلق کہا کہ خلافت کے حقیقی حق دار تو علی دھائٹۂ ہیں۔ اسی فتنے کی وجہ سے عثمان ڈھائٹۂ کو شہید کر دیا گیا۔ای ٹولے کی سازشوں کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں اور مسلمان دوفرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ هیعانِ علی اورخوارج _بعض هیعانِ علی نے علی ٹٹاٹٹؤ کو خدا کا درجہ دے ویا۔حضرت علی وہائٹھ نے ان زندیقوں کوآگ میں جلا دیا تو انھوں نے کہا: ہم سیح کہتے تھے کہ علی ڈاٹھ؛ خدا ہیں کیونکہ خدا اپنے بندوں کوآگ میں جلانے کا اختیار رکھتا ہے۔خوارج نے علی ڈاٹٹؤ کی تنقیص کی یہاں تک کہ وہ اُٹھیں کا فرسمجھنے لگے، پھران دونوں فریقوں نے اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لیے احادیث بنانا شروع کردیں پہلے فریق نے علی والثیّا کی تعریف میں غلو سے کام لے کر احادیث وضع کر کے علی والثیّا کی طرف منسوب کیں۔اس طرح انھوں نے ابوبکر اور عمر ڈانٹھا کی تنقیص اوران کوغاصب ثابت کرنے کے متعلق احادیث، علی والٹیک کی طرف منسوب کرکے وضع کیں ، البتہ خوارج نے وضع حدیث میں بہت کم حصہ لیا۔ وضع حدیث کا یہ پہلاسب تھا۔اس کے بعد جتنے مبتدعین پیدا ہوئے انھوں نے اینے بدعی عقائد واعمال کے اثبات اور برجار کے لیے اپنی طرف سے احادیث ضع کیں۔

آھوضوع روایات کی چھان بین کے بارے بیں علمائے امت کی محنت

سب سے پہلے علی والمئون نے سبائیوں کی تکذیب میں واضح الفاظ میں فرمایا:

"مَالِي وَلِهٰذَا الْخَبِيثِ الْأَسْوَدِ مَعَاذَ اللهَ أَنْ أُضْعِرَ لَهُمَا إِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيلَ"

'' مجھے اس کالے خبیث (ابن سبا) سے کیا سروکار۔ اللہ کی پناہ! کہ میں ان دونوں (ابو بکر وعمر ولٹھ) کے حق میں اچھی بات کے سوا کچھے کہوں۔''

آپ بیفر ما کرمنبر پرتشریف لائے حتی کہ لوگ اکٹھے ہوگئے، پھرانھوں نے ان دونوں کی مدح میں ایک لمبا واقعہ بیان کیا۔ [©]

نیزآپ نے سائی فرقے کے متعلق مندرجہ ذیل سخت کلمات فرمائے:

«قَاتَلَهُمُ اللهُ أَيَّ عِصَابَةٍ بَيْضَاءَ سَوَّدُوا وَأَيَّ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَفْسَدُوا»

''الله تعالی ان (سبائیوں) کو غارت کرے انھوں نے کتنی روثن جماعت (امت مسلمہ) کوسیاہ کردیا۔''[©] مسلمہ) کوسیاہ کردیا۔''[©]

اس طرح کے واقعات کے بعد آپ نے موضوع احادیث کے مقابلے میں صحیح احادیث کی عام تشہیر کا پختہ عزم کیا۔ آپ کی تلوار کی نیام میں زکاۃ، دیت اور فرائض کے احکام پر مشمل جو صحیفہ پڑا ہوتا تھا اس کی اشاعت کی اوراپنے ساتھیوں کو اس کے لکھنے کی ترغیب دی تاکہ لوگ اس میں مشغول ہوکر موضوع احادیث سے توجہ ہٹالیں۔

مزید برآ ل علماء نے موضوع احادیث پہچاننے کے لیے ایک ایسا معیار بتایا ہے جس کے پہچاننے سے حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہوجاتا ہے، علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:
﴿ كُلُّ حَدِيثٍ يُخَالِفُ الْعُقُولَ وَيُنَاقِضُ الْأُصُولَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ مَوْضُوعٌ ﴾
مَوْضُوعٌ ﴾

السان الميزان: 344/3. ② تذكرة الحفاظ: 15/1.

''ہروہ حدیث جوعقل کی مخالفت کرتی ہواور اصول شرعیہ کی متناقض ہوتو جان لو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔''

أَوْ يَكُونُ مِمَّا يَدْفَعُهُ الْحِسُّ وَالْمُشَاهَدَةُ أَوْ مُبَايَنَا لِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ حَيْثُ لَا يَقْبَلْ شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ التَّاوِيلِ ذَٰلِكَ التَّاوِيلِ

''یا وہ (موضوع حدیث) الی ہو کہ حس و مشاہدہ اسے قبول نہ کرتا ہو، یا وہ قرآن کریم کے کسی جھے اور سنت متواتر ہیا قطعی اجماع، جس کی تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو، کی مخالف ہو۔' (توسمجھو کہ وہ روایت موضوع ہے) ^①

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان خود بھی محدث تھے، انھوں نے کہا:''ہم پرمشرق (عراق، کوفیہ بصرہ وغیرہ) کی طرف سے احادیث کا سلاب آ گیا جنھیں ہم پہچانتے نہیں۔''[®]

نیز انھوں نے موضوع احادیث کے سیلاب کورو کئے کے لیے مشہور وضاع حارث بن سعید کذاب کو تختہ دار پر لئکا دیا۔ ان کے بیٹے ہشام بن عبدالملک نے اسی جرم کی وجہ سے غیلان دشقی کوقل کردیا۔ اس کے بعد بنوامیہ کے مشہور گورنر خالد بن عبداللہ القسر کی نے ایک شخص کو وضع حدیث کے جرم میں قتل کیا۔

اس کے بعد عباسی خلفاء کے دور میں وضعِ حدیث کے خلاف بھر پور طریقے سے جہاد شروع کیا گیا۔ ابوجعفر منصور عباسی نے اسی جرم کی پاداش میں محمد بن سعید کوسولی پر چڑھایا۔ [©] محمد بن سلیمان عباسی نے مشہور وضاع ابن ابی العوجاء کوفل کیا۔

قاضی اساعیل بن اسحاق نے بیٹم بن سہل کو اس وجہ سے خوب مارا کہ وہ موضوع

عبر المنطقة : 43/1. ﴿ الطبقات الكبرى لابن سعد: 233/5. ﴿ يَرَمُهُمْ وَاقْعَاتُ آ يُمِنْهُ يُرويزيت، ص: 594 مِمْ مُوجُود بِينِ۔

روایات بیان کرر ما تھا۔

بعد کے ادوار میں جب موضوع روایات کابازار گرم ہوتا رہا تو علائے حق نے اس کے مقابلے کے لیے مقابلے کے اس کے مقابلے کے لیے اس کے مقابلے کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جن کے سامنے وضع حدیث کارگر ثابت نہ ہوسکی۔ وہ دوقتم کے طریقے ہیں: ① نظری طریقہ ② عملی طریقہ

ا نظری طریقہ: نظری طریقے میں ایک قتم کا تعلق متن حدیث کے ساتھ متعلق ہے جس کے لیے انھوں کے ساتھ متعلق ہے جس کے لیے انھوں نے گیارہ اصول مقرر کیے ہیں جن سے موضوع روایات پہچانی جاسمتی ہیں۔

- 🛽 عقل کے خلاف ہو۔
- 2 مشاہدے کے خلاف ہو۔
- 🛭 قرآن کی قطعی دلالت والی نص یا متواتر حدیث یا اجماع کےخلاف ہو۔
 - [4] عذاب وثواب میں بے حد مبالغہ ہو۔
- 5 ایبا تاریخی واقعہ جو بڑے مجمع میں ہوا ہولیکن اسے صرف ایک ہی رادی نقل کرے جبکہ دوسرے لوگ اس سے بے خبر ہوں۔
 - آق نسلی اور قومی تعصّبات کے متعلق احادیث۔
 - <u>ک</u> فرقه وارانه روایات_
 - 🔞 متند تاریخ کے خلاف ہو۔
 - 🖻 راوی کا غیر طبعی طویل عمر کا دعویٰ ہو۔
 - 10 کشف اورخواب برمبنی روایات۔
 - 🔟 الفاظ یا معانی کی رکاکت ورو الت _

یہ وہ اصول ہیں جو وضع حدیث ہر دلالت کرتے ہیں۔ ان اصولوں میں خلاف عقل

ہے مرادیہ ہے کہ وہ تمام اہل عقل کی عقل کے خلاف ہو۔ بینہیں کہ منکرینِ حدیث کے چند افراد کی عقل کے خلاف ہو کیونکہ وہ توضیح احادیث کو بھی اپنی ناقص عقل کی بنا پر رد کردیتے ہیں۔

مندرجہ بالا گیارہ اصول مولانا عبدالرحلٰ کیلانی اٹسٹنے نے مثالوں کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اُل نظری طریق کی دوسری فتم اساد کے متعلق ہے۔ اس کے لیے علائے سلف نے چار برے علوم میں جدو جہد کر کے اسانید کی چھان بین کرنے کے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔

- علم الجرح والتعديل _
 - علم التّاريخ والرواة _
 - ﴿ معرفة الصحابه ثَمَالُتُهُمُهُ
 - ﴿ علم الأساء والكنل _

اورعلائے سلف نے ان علوم میں بری بری کتابیں تالیف کی ہیں۔

الله عملی طریقہ: محدثین نے وضاعین کے ناموں کی فہرشیں تیار کی ہیں اور موضوعات کے لیے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن جوزی، سیوطی، ملاعلی قاری اور شوکانی بیشے ایسے علماء ہیں جضول نے موضوع روایات کے متعلق مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ موجودہ دور میں فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رشائلہ نے اس موضوع پر تاریخی خدمت سرانجام دی ہے۔ اکثر محدثین نے اپنی کتابوں میں حدیث کے ساتھ اس کی اسادی حیثیت جیسے سیحے، حسن بضعیف اور موضوع وغیرہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان راویوں کا بھی ذکر کیا ہے جن پر کوئی کلام ہویا وہ کذاب یا وضاع ہوں۔

اس تفصیل کے بعد منکرین حدیث کا بہ شبہ، بلکہ بہانہ بالکل باطل قرار پاتاہے جوبہ

آ ئينهُ پرويزيت، ش:597-599.

کہتے ہیں کہ موضوع احادیث ملیجے احادیث کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہوئی ہیں کہ ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوگیا ہے، یا کسی راوی نے اپنی موضوع روایت کے لیے ثقتہ راوی کی سند بیان کی ہو۔سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کے اس طرح کے بہانے اب مسلمانوں کے ہاں نہیں چل سکتے۔

پندرهوال شبه: تمام راویان حدیث کامطعون ہونا

سوال منکرین حدیث کا ایک اعتراض میہ ہے کہ جمیتِ حدیث جوت حدیث پر بنی ہے اور جُوتِ حدیث کی بنیاد سند کے راویوں پر ہے جبکہ راوی تو سارے متکلم فیہم ہیں، یعنی کسی نہ کسی نے ہرایک پر اعتراض کیا ہے تی کہ ائمہ کہ رجال نے بھی ایک دوسرے پر طعن کیا ہے۔ حوال پہلی بات تو یہ کہنا کہ تمام راوی متکلم فیہم ہیں، میہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں کیونکہ ایسے راوی بھی ہیں جو کہ متکلم فیہم نہیں ہیں، دوسری بات میہ ہے کہ بعض راویوں کے بارے میں ائمہ کرام سے منقول جرح سنڈا ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں ائمہ کہ حدیث نے بارے میں ائمہ کرام سے منقول جرح سنڈا ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں ائمہ کہ حدیث نے دلائل کی بنیاد پر جرح و تعدیل کے قواعد وضوابط وضع کیے ہیں جن میں ایک قاعدہ میہ بھی جہ کہ جرح تب قبول ہے جب وہ مفسّر ہو، یعنی اس کا سبب واضح کیا گیا ہو۔ جرح مبہم قبول نہیں۔اس کی تفصیل کتاب کے آخر میں آرہی ہے۔

سوال اصولِ حدیث میں مشہور قاعدہ ہے کہ اَلْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَی التَّعْدِیل جرح تعدیل پر مقدم ہے ' تو پھر جس راوی پر جرح اور تعدیل کی گئی ہواس کی روایت کیسے مقبول ہوگی؟
جوب اس کا جواب تاج الدین بکی نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"معدثین کے قاعدے"جرح، تعدیل پر مقدم ہے" کو مطلق سمجھ لینے سے ممل طور پر احتیاط برتی جاہیے کیونکہ درست بات سے ہے کہ جس شخص کی امامت و

عدالت ثابت ہو،اس کی مدح کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے نادر ہوں اور وہاں یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ مذہبی تعصب وغیرہ اس جرح کا سبب ہے تو پھراس صورت میں جرح کی طرف النفات نہیں کیا جائے گا۔''[®] پھر لکھتے ہیں:''ہم نے آپ کو ہتایا ہے کہ جرح کرنے والے کی ایسے محض کے متعلق جرح قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ جرح مفسر ہو،جس کی نیکیاں اس کے معاصی ہے، اس کی مدح کرنے والے اس کی مذمت کرنے والوں اور اس کی صفائی پیش کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں جبکہ وہاں اس بات کا قرینہ بھی ہوکہ جرح کرنے کا سبب مذہبی تعصب یا کوئی و نیوی مقابلہ ہے جبیبا کہ ہم عصروں میں ہوتا ہے، ا ما لک بٹرلشنہ کے متعلق ابن ابی ذئب بٹرلشنہ ، امام ہثافعی بٹرلشنہ کے متعلق ابن معین اورامام احمد الشن کے متعلق نسائی السین کے کلام کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہم اس قاعدے'' جرح تعدیل پرمقدم ہے'' کامطلق طور پراطلاق کردیں تو پھرکوئی بھی امام نہیں بچتا کیونکہ کوئی بھی ایباا مام نہیں جس کے متعلق طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو۔'[©] اس عبارت سے بیہ واضح ہوا کہ کسی راوی کے متعلق صرف کلام اور جرح کی وجہ سے فی الفور فیصلنہیں کیا جاسکتا کہ اس راوی کی وجہ سے بدروایت ضعیف یا موضوع ہے اور بیہ قانون بھی مطلق طوریر نافذنہیں کیا جا سکتا کہ''جرح تعدیل پرمقدم ہے۔'' تیسری بات یہ ہے کہ مجھی کسی حدیث کی اساد ضعیف ہوتی ہیں لیکن راوی پر جھوٹ یا وضع (احادیث گھڑنے) کی تہت نہیں ہوتی بلکہ ضعف کا کوئی خفیف سبب ہوتا ہے تو یہاں کثرت اسانید میں سے بعض دوسری اسناد حدیث کوتقویت پہنچاتی ہیں جس کی وجہ سے حدیث صحیح () طبقات السبكي بحواله ظفرالأماني في مصطلح الحديث از عبدالحي لكهنوي ، ص :

496. ② ضوابط الجرح والتعديل؛ تدريب الراوي.

لغيره ياحسن لغيره موكر قابل عمل بن جاتى ہے۔

امام ابن صلاح فرماتے ہیں: ' حدیث میں ضعف کی دوسمیں ہیں۔ان میں سے ایک ضعف وہ ہے جوسند کے بہت زیادہ طرق ہونے کی وجہ سے زائل ہوجا تا ہے اور بہت ہے کہ اس کا ضعف اس کے سوء حفظ کی وجہ سے ہو جبکہ راوی اہل صدق و دیانت میں سے ہو۔ جب ہم اس سے مروی حدیث کو دیکھیں کہ اسے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے تو ہم جان لیس کے کہ اس نے اسے حفظ کیا اوراس میں اس کے ضبط میں کوئی کی واقع نہیں ہوئی۔اوراسی طرح جب ضعف ارسال کے باعث ہوتو یہ بھی زائل ہوجا تا ہے۔اور ایک ضعف وہ ہے جو زائل نہیں ہوتا کیونکہ یہ ضعف بہت قوی ہوتا ہے جے زائل کرنے والا کوئی سبب نہیں پایا جاتا۔اور یہ وہ ضعف ہے جو راوی کے جھوٹ سے مطعون ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔' اُ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ راوی کا مطلق ضعف، حدیث کے ضعیف ہونے کا باعث نہیں بنمآ بلکہ اس میں مراتب و درجات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اثباتِ حدیث صرف سند پر موقوف نہیں اور سند میں صرف مطلق ضعف سے جیتِ احادیث کا صرف مطلق ضعف سے حدیث ضعیف نہیں بنتی، للذا اس بہانے سے جیتِ احادیث کا انکار کرنا کہ حدیث کا دارو مدار راویوں پر ہے اور راوی سارے متکلم فیہم (مطعون) ہیں، غلط اور باطل ہے۔

سولہواں شبہ: حدیث کوقر آن پر پیش کرنے کے متعلق حدیث

منکرین حدیث نے حدیث رد کرنے کے لیے اس روایت پراعتماد کیا ہے جسے علمائے

صفدمة ابن الصلاح بحواله ظفر الأماني في مصطلح الحديث ص: 171.

اصولِ فقہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہرسول الله عَلَيْظِ نے فرمایا:

﴿إِذَا رُوِيَ عَنِّي حَدِيثٌ فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللهِ فَإِنْ وَافَقَهُ فَاقْتِلُوهُ وَإِنْ خَالَفَهُ فَرُدُّوهُ»

''جب مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، پس اگر وہ اس کے موافق ہوتو اسے قبول کرلواورا گراس کے مخالف ہوتو اسے رو کردو۔'' اس سے ثابت ہوا کہ جب حدیث قر آن کریم کے مطابق ہوتب قابل قبول ہے۔

جواب اس حوالے سے ورج ذیل نکات ذہن تقین رہیں:

آ کسی حدیث سے استدلال کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حدیث ٹابت ہو جبکہ مذکورہ حدیث ٹابت ہو جبکہ مذکورہ حدیث ٹابت ہی نہیں ہے۔ اس حدیث کے متعلق امام خطابی نے معالم اسنن میں نقل کیا ہے:

''اس حدیث کو زند لقوں نے وضع کیا ہے۔'' اور نور الانوار کے حاشیے میں بھی اسی طرح لکھا ہے، نیز فیروز آبادی اور صنعانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث ٹابت نہیں۔

اور مولانا عبدالحی تکھنوی نے اس قتم کی تفصیل نقل کی ہے۔ شام سیوطی نے بھی اس روایت کی تر دید کی ہے۔ ش

مطابقت کے دومصداق ہیں۔ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے مضمون میں کوئی فرق نہ
 ہو، الی صورت ہوتو پھر حدیث کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟

دوسری صورت میر ہے کہ حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو، اس صورت میں ہمارا موقف یہی ہے کہ سیج و مقبول حدیث بھی جھی قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ قرآن و حدیث کے درمیان بظاہر جو اختلاف و تعارض نظر آتا ہے علمائے محققین نے اس کا حل

٠ تذكرة المحتاج إلى أحاديث المنهاج: 27/1، حديث: 22. ﴿ ظَفُرِ الأَمَانِي، ص: 462.

⁽³⁾ مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة ، ص: 21,10.

پیش کیا ہوتا ہے، لہذا قرآن اور ثابت احادیث کے درمیان کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔

سترهوال شبه: عذاب قبر

منكرين عذاب قبرك تين نظريات يا تين فريق بين جوكه مندرجه ذيل بين:

- پہلا فریق: ایک فرقے کے نزدیک دنیوی اور اخروی حیات کے درمیان کوئی اور حیات ہے درمیان کوئی اور حیات ہے درمیان کوئی اور حیات ہے نہ کوئی عذاب و تعیم ۔ بیا کثر معتزلہ کا قول ہے۔ ان کی مشہور دلیل بیہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو زندگیوں کا ذکر فرمایا ہے، ایک دنیوی اور دوسری اخروی جبکہ تیسری حیات کا کوئی ذکر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 - ﴿ كَيْفَ تَكُفُرُونَ بِاللهِ وَكُنْتُمْ امْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُخِينِكُمْ ثُمَّ ا الَيْهِ تُرْجَعُونَ ۞ ۚ
 - ''تم لوگ الله کا کیونکر انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے اس نے شخصیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھرتم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''[®] نیز فرمایا:
 - ﴿ قِالُوْا رَبَّنَآ آَمَتُنَا اثْنَتَيُنِ وَٱخْمَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِنُانُوْبِنَا

''وہ کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَالَّهُمُ مَّيِّتُونَ ۞ ثُمَّ إِنَّكُمُ يَوْمَ الْقِيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْكَثْمُ الْقِيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْقَيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْقَيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ النَّفِيمَةُ نَنَ ۞

''بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں، پھر بے شک عمصہ میں بورسے میں

① البقرة 28:2. ② المؤمن 11:40.

تم سباپنج جھگڑے روز قیامت اپنے رب کے حضور پیش کرو گے۔''[©] نیز فرمایا:

'' پھراس کے بعدتم نے ضرور مرنا ہے، پھر شخصیں روز قیامت اٹھایا جائے گا۔' ندکورہ بالا آیات میں صرف دو زندگیوں کا تذکرہ ہے، حیات دنیوی جو ماں کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے اور حیات اخروی جس کی تعبیر بعث بعد الموت ہے اور وہ آخرت ہے تو جب تیسری حیات نہیں تو پھر شعیم وعذاب کا سوال پیدائہیں ہوتا۔

ورسرا فرلق: منکر حدیث حافظ اسلم نے کہا ہے کہ ''متعدد آیات سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد سے لیا جات ہے کہ مرنے کے بعد سے لیا رہے کہ مرنے کے بعد سے لیا رہا ہوتا جسم تو ویسے ہی مٹی میں گل سر جاتا ہے اور روح پر بھی بید زمانہ بس ایک گھڑی کے مانند گزرتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب کوئی مرتا ہے اس وقت ہی اس کی قیامت قائم ہوتی ہے، لہذا برزخ کا زمانہ یا برزخ کی زندگی ناممکن سی با تیں ہیں۔ قبر میں پڑے مردوں کا کسی بات کا سننا در کنارشعورواحیاس تک نہیں ہوتا۔' ®

ان کی متضا د تحریریں ملاحظہ فر مائیں۔ پہلے تو برزخ سے اٹکار کیا، پھر کہا برزخ کی مدت مرنے والوں کی موت سے لے کرحشر تک ہے۔ ®

> ایک جگہ لکھاہے: موت اور حشر میں مردوں کے لیے فصل زمانی نہیں ہے۔ ® اس فریق کی مشہور دلیل ہیآ یت کریمہ ہے:

> > ﴿ قَالُوا لِيَوْيُلِنَا مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مِّرْقَلِ نَا ٣٠٠ هـ ذَا ﴾

® الزمر 31,30:39. ® المؤمنون 16,15:23. ® بحواله آئينهٔ پرويزيت، ص: 374. ® قرآنی فيلے من: 312. ® قرآنی فيلے من: 318. '' ہائے افسوس! کس نے ہمیں ہاری خواب گاہوں سے جگا دیا۔''' اور کہتے ہیں کہ رُفّاد کامعن' سونا'' ہے۔الله تعالی نے فرمایا: ﴿ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْفَاظًا وَهُمْ رُفُودٌ ﴾

''اورتم انھیں جاگتے ہوئے خیال کرتے ہو، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔''[©] اس فریق نے برزخ اورفصل زمانی کا انکار اس وجہ سے کیا کہ عذاب قبر اور احوال قبر سے انکار کر سکے۔

تیسرا فریق: یفریق عذاب قبر کا قائل ہے اور قبر سے برزخ مراد لیتا ہے۔ وہ صرف روح کے لیے عذاب و تعیم کا قائل ہے۔ بدن کے متعلق کسی قتم کی حیات اور عذاب و تعیم کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ اور دنیاوی قبر میں عذاب سے بالکل منکر ہے، لیعنی عذاب قبر اور عذاب فی القبر میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ یہ نظام معتزلی کا قول ہے اور موجودہ زمانہ میں بعض معیان تو حید ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

یسارے فرقے اس مسلے میں انکار حدیث کے مرتکب ہیں، جبکہ ان کے بالمقابل اہلی سنت والجماعت کاعقیدہ ہے کہ قبر مجروف (مدفن) میں جو بدن ہے یا بدن کے ذرات جہاں بھی بکھرے ہوئے ہیں اللہ تعالی اپنی قدرت عظیمہ ہے ان کو (اگر عذاب کے مستحق ہوں) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اوراسے عذاب فی القیم (دنیاوی قبر میں عذاب) کہا جاتا ہے۔ اورروح کو بھی عذاب ہوتا ہے، لیکن روح کے لیے الگ مستقر ہے۔ ﴿
وَاتا ہے۔ اور روح کو بھی عذاب ہوتا ہے، لیکن روح کے لیے الگ مستقر ہے۔ ﴿
اور اس مستقر میں اللہ تعالی ارواح کو بعض مشکلہ جسم دیتا ہے اور اس کے ذریعے سے انھیں عذاب و تعظیم کا تعلق بدن

أس 52:36. (2) الكهف 18:18. (3) مسئله مستقر أرواح ، شرح عقيدة طحاوية اور مجموعة الفتاوى مولانا عبدالحي لكهنوي اورويكركتب مين بالتقصيل موجود ہے۔

اورروح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن قبر میں سوال وجواب کے علاوہ اوقات میں روح ایدن میں نہیں ہوتی۔اس کو برزخی حیات کہتے ہیں۔

اس مسلے میں آیات اوراحادیث پیش کی جاتی ہیں جوعذابِ قبراورعذاب فی القمر کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں اوران سے تینوں فریقوں کے شبہات کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

ا حوال قبرے متعلق آمات

الله تعالى نے فرمایا:

﴾ اَلْهَاكُورُ التَّكَاثُوُ لِ حَتَّى زُرْتُهُمُ الْمَقَالِدِ لَّ كَلَّا سَوْفَ تَعُلَمُونَ لَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَنُونَ ﴾

''بہتات کی حرص نے شخصیں غفلت میں رکھائے یہاں تک کہتم نے قبریں جادیکھیں۔ ہاں ہال شخصیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا، پھرس رکھوشخصیں عنقریب معلوم ہوجائے گا۔''[©]

آخری دوآیات میں عذاب قبر کا ڈراوا دیا گیا ہے، کیونکہ اخروی عذاب تو اس کے بعد والی آیات میں فرکور ہے۔ اس سے عذاب فی القیم اور عذاب قبر دونوں ثابت ہوتے ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفِّمُهُمُ الْمَلَلِمِكَةُ ظَالِمِنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُواْ فِيْمَ كُنْتُمُ ﴿ قَالُواْ كُنَّامُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴿ قَالُواۤ اللَّهِ تَكُنُ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيْهَا ﴿ وَلَا اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيهُا ﴿ وَلَا اللّٰهِ وَالسِعَةَ فَتُهَا جِرُواْ فِيهُا ﴿ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۞ ﴾

''جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ کر

التكاثر 1:102-4.

کافرول میں رہ کر) اپنی جانوں پرظلم کرتے رہے ہوں، پوچھتے ہیں کہتم کس حال میں سے؟ وہ کہتے ہیں: ہم دنیا میں بے بس اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللّٰہ کی زمین وسیع وفراخ نہ تھی کہتم اس میں ہجرت کرکے چلے جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اُٹ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وفات کے وقت یا اس کے بعد قبر ہی میں فرشتے ایسے لوگوں کو ڈانٹ ڈیٹ کرتے ہیں جھول نے فریضہ ہجرت ترک کردیا تھا تو یہ حالت قبریا حالت برزخ ہے جس میں ان پر بیعذاب مقرر کیا گیا۔

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكُوْ تَزَى إِذِ الظّٰلِبُوْنَ فِى غَمَارِتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَلِكَةُ بَاسِطُوْاَ آيَدِيفِهِمْ ۚ اَخْدِجُوْا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَر تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ الْيَتِهِ تَشْتَكُمْ بِرُوْنَ ﴾

"اوراگرآپ اس وقت دیکھیں جبکہ وہ ظالم موت کی تکلیفوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں کہ اپنی جانیں نکالو، آج مسل دلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ کے ذمے ناحق باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔"

یہ آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وفات کے وفت اور وفات کے بعد فرشت ظالم لوگوں کو ملامت کے ساتھ ذلت کے عذاب کا ڈراوا دیتے ہیں۔ اور لفظ ﴿ ٱلْیَوْمَ ﴾ '' آج'' واضح دلیل ہے کہ بیاعذاب موت کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ بیا عذاب قبر اور عذاب برزخ کے لیے بالکل صرح دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل کرتے عذاب ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل کرتے عداب ہے۔ سے ہے۔

 ⁽ع) النسآء 97:4.
 (ع) الأنعام 93:6.

ہوئے کہتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کا معاملہ ہے تو بہتاویل لفظ ﴿ ٱلْیَوْمَ ﴾ ''آج'' کے بالکل خلاف ہے۔

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَوْ تَزَى إِذْ يَتَوَقَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا الْمَلَيِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ وَ الْمَلَيِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ وَ الْمَالِيكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ

"کاش کہ آپ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کا فروں کی روحیں قبض کرتے ہیں، وہ ان کے چروں پر اوران کی پشت پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں!) جلانے والی آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔" [©]

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا تَوَقَّتُهُمُ الْمَلَيْكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۞

''پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کریں گے اور وہ ان کے چروں اور پشت پر مارتے جا کیں گے۔''®

ان دونوں آیات میں تصریح ہے کہ وفات کے بعد فرشتے کا فروں اور منافقوں کے چروں اور منافقوں کے چروں اور پشت پر مار مار کر کہیں گے کہ اس عذاب کا مزہ چکھو۔ اگر یہ عذابِ قبر اور

عذابِ برزخ نہیں تو پھراور کیا ہے؟

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلُ اَرَءَيْتُمْ إِنْ اَتَٰكُمْ عَنَا اَبُهُ بَيَاتًا اَوْنَهَارًا مَّاذَا يَسْتَغْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۞ اللَّهُ الْمُخْرِمُونَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ الْمُنْتُمْ بِهِ تَسْتَغْجِلُونَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لِلْمُرْيُنَ ظَلَبُواْ ذُوْتُواْ عَنَابَ الْخُلُبُ ۚ هَلْ تُجُزُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ ﴿ لِلَّذِيْنَ ظَلْمُواْ ذُوْتُواْ عَنَابَ الْخُلُبُ هَلَ تُجُزُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ ﴿ لِلَّذِيْنَ ظَلْمُواْ ذُوْتُواْ عَنَابَ الْخُلُبُ هَلَ تُجُزُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ ﴾

(1) الأنفال 8:50. (2) محمد 27:47.

''فرماد یجیے: بھلا دیکھوتو سہی، اگرتم پراس کا عذاب رات کو یا دن کو آجائے (تو تم کیا بچاؤ کر لو گے؟ آخر)ان مجرموں کو کس بات کی جلدی ہے ، کیا پھر جب (عذاب) آ پڑے گا (تب) اس پر ایمان لاؤ گے؟ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب ایمان لاتے ہو؟ اوراس سے پہلے تو تم نے اس کے متعلق جلدی مچا رکھی تھی، پھر ان لوگوں سے جضوں نے ظلم کیا کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو، تم اضی اعمال کا بدلہ یاؤ گے جوتم کرتے رہے ہو۔'' ®

ان آیات میں رات یا دن میں عذاب آنا مرنے کا مفہوم رکھتا ہے، یعنی مرنے کے وقت ایمان لائیں گے جبکہ وہ ایمان قبول نہیں ہوگا بلکہ کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو اور اس عذاب سے مراد عذابِ قبر اور عذابِ برزخ ہے جو مرنے کے بعد متصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَخَابَ كُلُّ جَبَّادٍ عَنِيْدٍ لَ مِّنْ وَّرَآلٍهِ جَهَنَّمُ ﴾

'' ہرسرکش ومتکبر نامراد ہوا اوراس کے آگے جہنم ہے۔''[®]

لفظ ﴿ وَخَابَ ﴾ اس بات پر دلالت كرتا ہے كه قبر اور برزخ ميں اسے نا اميدى ظاہر ہوگئ ہے كيونكه وہ عذاب ميں گرفتار ہو چكا ہے جبكه ﴿ مِّنْ قَدْاَيْهِ ﴾ ''اس كے آگے'' سے معلوم ہوا كہ جہنم كاعذاب اس كے بعد ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفَّنُهُمُ الْمَلْمِكُةُ ظَالِئِنَ انْفُسِهِمُ فَٱلْقَوَّا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ طَ بَلَى إِنَّ اللهَ عَلِيْمًّا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ فَادْخُلُوَّا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيهَا﴾

يونس 50:10-52. (2) إبراهيم 16,15:14.

''وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے قبض کی تھیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنی جان پر ظلم کررہے تھے، تو وہ (یہ کہتے ہوئے) سرتسلیم خم کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی برا کام نہیں کیا تھا، کیوں نہیں، اللہ کوتمھارے سب اعمال کی خبر ہے، لہذا تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ اسی میں رہو گے۔'' شنیز فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلْمِكَةُ كَلِيِّدِيْنَ ﴿ يَقُولُونَ سَلْمٌ عَلَيْكُمُ ﴿ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِ

''جب فرشتے پاک بازلوگوں کی رومیں قبض کرتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہتم پر سلامتی ہو، اینے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہوجاؤ۔'،®

ان آیات میں مشرکین اور موحدین کی وفات اور وفات کے بعد کے احوال کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ پہلی آیات میں مشرکین کی وفات اور بعد الوفات (قبر وبرزخ) کا بیان ہے جس میں فرشتوں کے ساتھ مکالمہ، سلام اور شرک سے انکار کا مسللہ ہے، پھر آنھیں کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہوجاؤ، یعنی ان کی رومیں جہنم میں داخل کی جا کیں گی کیونکہ آخرت کی رسوائی کا بیان اس سے قبل آیت: 27 میں ہوچکا ہے جبکہ آیت: 32 میں موحدین کی نعمتوں کا بیان ہے کہ ان کی رومیں جنت میں جا کیں گی۔

نيز فرمايا:

﴿ يُحَيِّتُ اللهُ الَّذِينَ أَمَنُوا بِالْقَوْلِ القَّابِتِ فِى الْحَيْوةِ اللَّهُ نَيَا وَفِى الْاَخِرَةِ ﴾ " الله ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ " ق

[🛈] النحل 29,28:16. ② النحل 32:16. ③ إبراهيم 27:14.

امام بخاری الطفاور دوسرے علاء نے یہ آیت عذاب قبر کے اثبات کے لیے بیان کی ہے۔ اور اس کی تفسیر میں ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جس میں صراحت ہے کہ ﴿ وَ فِی الْاَحْدُو وَ ﴾ ۔ '' قبر' مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کے لیے دنیوی اور برزخی حیات میں ثابت قدمی ضروری ہے کیونکہ ان دونوں جگہوں میں انسان پر آزمائش آتی میں اور ثابت قدمی کی ضرورت آزمائشوں کے وقت ہی ہوتی ہے تو اس آیت کی تفسیر میں جوحدیث ہے، اس میں قبر میں مومن کے ساتھ سوال وجواب کا تذکرہ ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيلِمَةِ الْقِيلِمَةِ ا

''اورجس نے میری یاد سے منہ موڑا تو بلاشبہاس کی زندگی تنگ ہوگئ۔اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھا کمیں گے۔''[©]

اس آیت کی تفییر میں مفسرین نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ﴿ مَعِیْشَةً طَنْنَگا﴾
سے مراد''عذابِ قبر' ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ کافروں اور قرآن سے منہ موڑنے والوں کی دنیوی زندگی اکثر لذتوں اور فراوانی میں گزر جاتی ہے۔ اور قیامت کی حالت ﴿ نَحْشُونُو ﴾ میں بیان کی گئی ہے تو پھر ﴿ مَعِیْشَةً طَنْگا ﴾ سے قبر کی حالت مراد ہے۔ بیز فرمایا:

﴿ وَحَاقَ بِأَلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَنَالِ ﴿ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوَّا وَّعَشِيًّا ۚ وَكَالُمُ الْعَنَالِ ۞ ﴿ وَكَالُمُ الْعَنَالِ ۞ ﴾ وَيَوْمَرُ لَشَكَّ الْعَنَالِ ۞ ﴾

٠124:20 كان

کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔'،®

ان آیات میں فرعون اوراس کی قوم پرتین قتم کے عذاب آنے کا ذکر ہے۔ آ د نیوی عذاب: آل فرعون کو بہت برے عذاب نے آگھیرا۔

2 برزخی عذاب:وہ صبح وشام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

[3] اخروی عذاب: جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آل فرعون کوسخت ترین عذاب میں ڈال دو۔

دوسری قتم کا عذاب یقیناً برزخی حالت میں ہے کیونکہ قیامت کاذکر مستقل طور پرالگ کیا ہے۔ اوران دونوں کو اخروی عذاب سمجھنا جبیبا کہ حافظ اسلم نے لکھاہے، ^{© محض} جہالت ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ سَنُعَانِّ بُهُمْ مَّرَّتَايْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَنَابٍ عَظِيْمٍ ۞

''اورعنقریب ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھرانھیں عذابعظیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔''[®]

اس آیت میں ﴿ مُحَوَّلَیْنِ ﴾ ''دو مرتبہ'' میں ہے، پہلی مرتبہ سے دنیوی عذاب اور دوسری مرتبہ سے دنیوی عذاب اور دوسری مرتبہ سے دان پر تمام مفسرین نے انفاق کیا ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ مِتَّا خَطِيِّاتِهِمُ أُغْرِقُواْ فَأُدُخِلُواْ نَارًا﴾

المؤمن 46,45:40.

قرآنى فيلح، ص:326.
 التوبة 101:9.

"ان کی خطاؤں کی وجہ سے انھیں غرق کردیا گیا، پھر انھیں آگ میں ڈال دیا گیا۔"
آیت میں ﴿ فَاُدُخِلُواْ نَارًا ﴿ سے جَہْم مراو ہے۔ یہاں آگ سے جہْم مراو نہیں کیونکہ ﴿ فَاُدُخِلُواْ نَارًا ﴾ میں ' فا'' تعقیب مع الوسل پر دلالت کرتا ہے، یعنی انھیں غرق کرنے کے بعد متصل طور پر آگ میں داخل کردیا گیا تو یہ قبر اور برزخ کا عذاب ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ وَلاَ تَقُوْلُوا لِمِنَ يُقَتِّلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمُواتٌ ﴿ بَلْ آَحْيآ ﴾ وَلَكِنَ لاَ تَشْعُرُونَ ﴾ ''اور جولوگ الله کی راه میں مارے جائیں تو انھیں مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔'' ''

نيز فرمايا:

"اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ بیں، انھیں اپنے رب کی طرف سے روزی مل رہی ہے۔ اللہ نے اپنے نفنل سے جو پچھانھیں دیا ہے اس پرخوش ہیں اوران (مومن) لوگوں کی نبیت خوش ہور ہے ہیں جو ابھی ان سے ملے نہیں ، ان کے پیچھے رہ گئے ہیں کہ نہ تو ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کاغم کھا کیں گے۔وہ اللہ کی نعمت اوراس کا فضل عطا ہونے پر خوشی محسوں کرتے ہیں اور بے شک اللہ مومنوں کا اجرضا کع نہیں کرتا۔"

٠ نوح 25:71. ﴿ البقرة 25:41. ﴿ أَلَ عَمَرُكَ 3:169-171.

ان آیات کریمہ میں الله کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے برزخی زندگی اور اس میں رزق، خوشیوں اور اللہ تعالی کی تعتوں اور فضل کی بشارت کا تذکرہ ہے۔ اس سے د نیوی زندگی مراد لیناعقل و فقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ وہ شہید کردیے گئے ہیں۔ان کے بدن سے روح نکل چکی ہے۔ان پر اموات کے احکام شرعیہ نافذ کردیے گئے، لہذا ان پر حیات دنیوی کااطلاق کرناعقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس سے حیات اخروی بھی مرادنہیں کی جاسکتی (جبیہا کہ معتزلہ کا مسلک ہے) کیونکہ اخروی زندگی تو سب انسانوں کے لیے حق اور یقینی ہے جسے بعث بعد الموت کہا جاتا ہے تو پھر شہداء کے لیے کون سی خصوصیت ہوئی۔ اس آیت میں الله تعالی نے فرمایا: 'لیکن تم نہیں سمجھتے۔'' جبکه مومن تو حیات اخروی کو ماننے اور سمجھتے ہیں، البذا معلوم ہوا کہ اس سے برزخی زندگی مراد ہے لیکن اس کا حساس وشعور زندہ لوگوں کے علم ہے باہر ہے۔اس حیات کا احساس نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ اس حیات کے آثار بدن اور روح دونوں پر ہوتے ہیں لیکن یہ حیات تفصیل کے لحاظ سے متشابہات میں سے ہے اور اس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُورُونَ ۞ " (لَكِينِ ثَمْ نَهِيسَ مِحْصَةٍ ـ ''

البتہ اس قتم کی حیات عام ایمان والول کے لیے بھی میچی حدیث سے ثابت ہے جے ابن کثیر رشاللہ اور دیگر مفسرین نے روایت کیا ہے اگر چہ اس زندگی کے درجات میں تفاوت ہے۔ انبیاء میہ اللہ سب سے اعلیٰ درجے پر ہیں، پھر شہداء اور پھر عام مومنوں کا درجہ ہوگا۔

خلاصة بحث بيہ ہے كہ مندرجہ بالا اكثر آيات الي بيں كہ وہ اپنے عموم كى دلالت كى وجہ سے قبر كے عذاب ،اس كى نعموں اور قبر كے علاوہ اس حالت كو بھى شامل ہيں جوموت سے لے كر قيامت تك ہے اور انھى عموى حالات برقر آن كريم نے برزخ كا اطلاق كيا

ہ، جبیہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ قُرْاً إِنهِمْ بَرْزَحْ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۞

''اوران کے پیچھے قیامت کے روز تک ایک برزخ (یردہ) ہے۔''[®]

یعنی انسان مرنے کے بعد قبر میں دفن ہویا اس کے بدن کے ذرات دنیا کے کسی جھے
میں بھی ہوں اور روح جس متعقر میں بھی ہوتو وہ برزخ ہے اور برزخ کسی مکان کا نام
نہیں بلکہ زمانے اور وقت کا نام ہے۔ للنذا ثابت ہوا کہ ان آیات میں ان تینوں عقیدوں
کی تردید ہے جوعذابِ قبراورعذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کا کسی طریقے سے
بھی انکار کرتے ہیں۔ ان تمام ندکورہ آیات کے مقابلے میں صرف ایک آیت:

﴿ لِوَيُلِنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مِّرْقَلِنَا ﴾

'' ہائے افسوں! ہمیں کس نے ہماری خواب گا ہوں سے جگا دیا۔''[®]

سے استدلال کرنا کہ قبر میں کوئی عذاب نہیں بلکہ وہاں سونا اور آ رام کرنا ہے، غلط ہے کیونکہ یہی لوگ جب حشر کی ہولنا کیاں دیکھیں گے تو وہ قبر انھیں حشر کے مقابلے میں خواب گاہ معلوم ہوگی۔ انسانی فطرت ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے اور پھر اس کے بعد کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے تو وہ پہلی مصیبت کو بھی نعمت سمجھتا ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اٹھائے جا کیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا اور قبر میں کتی مدت گزاری تو وہ اپنے احساسات کے تفاوت کی وجہ سے مختلف جواب دیں گے، چنانچہان کے جواب کے متعلق ارشاوفر مایا گیا:

﴿ يَتَخَافَتُونَ بَيُنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۞ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ اَمْثَلُهُمْ طِرِيْقَةً إِنْ لَبَثْتُمُ إِلاَّ يَوْمًا۞﴾

"وہ آپس میں چیکے چیکے باتیں کرتے ہوں گے کہتم محض دس دن (دنیا میں) رہے ہو۔ جو پچھ وہ کہتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں جبکدان کا بہترین رائے والا کے گانتم تو محض ایک ون وہاں رہے ہو۔"

نيز فرمايا:

﴿ وَتَظُنُّونَ إِنْ لَّبِثُتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۞

''اورتم خیال کرو گے کہتم دنیا میں بہت ہی کم عرصہ تھہرے ہو۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ قُلَ إِنْ لَبِثُتُمُ إِلَّا قَلِيلًا ﴾

'' کہے گا:تم نے بہت تھوڑی مدت قیام کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ لَا مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ﴾

'' گناہ گارفتمیں کھا ئیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے۔''[®] نیز فریابا:

﴿ وَيَوْمَرَ يَحْشُرُهُمْ مَكُانَ لَكُمْ يَلْبَثُوْ آلِالْ سَاعَةُ هِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾ "داور جس دن وه (الله تعالى) ان كوجمع كرے گا (تو وه مجميل كے كه) گويا وه (دنيا ميس) دن كى ايك گھڑى سے زيادہ نه رہے تھے اور وہ وہاں ايك دوسرے كو بہا نيل گئرى ہے زيادہ نه رہے تھے اور وہ وہاں ايك دوسرے كو بہا نيل گئرى ہے نيادہ نه رہے تھے اور عالى ايك دوسرے كو بہانى گئرى ہے نيادہ نه رہے تھے اور عالى ايك دوسرے كو بہانى گئرى ہے نيادہ نه رہے تھے اور عالى ايك دوسرے كو بہانى گئرى ہے نيادہ نه رہے ہے اور عالى ايك دوسرے كو بہانى ايك كو بہانى كو بہانى ايك كو بہانى كو بہانى ايك كو بہانى ايك كو بہانى كو ب

نيز فرمايا:

🧐 يونس 45:10.

﴿ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لِلهُ يَلْبَثُوْاَ اللّهِ سَاعَةً مِّنْ لَهَادٍ ﴾
د گویا که وه (کافر) جس دن اس (عذاب) کو دیکسیں گے جس کا ان سے
وعدہ کیا جاتا ہے (توسمجھیں گے کہ) وہ تو (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی جربی
رہے تھے۔'' ®

نيز فرمايا:

﴿ كَانَهُمُ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمُ يَلْبُثُوْآ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْضُحُهَا۞

'' جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے توسمجھیں گے کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح ہی رہے ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ لَقُنْ لَبِثْتُمْ فِي كِتْبِ اللهِ إلى يَوْمِ الْبَعْثِ

''متم الله کی کتاب کی رویسے روز قیامت تک تھرے ہو۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ قَالُوا لَبِثُنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمِ ﴾

'' وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہیں۔''®

گناہ گاروں کے بیرمختلف گمان روز حشر کی ہولنا کی کی وجہ سے ہوں گے۔جس پر زیادہ خوف ہوگا اس کے نزدیک میرختم ہا اور قیام بہت کم ہوگا اورجس کو سمجھ کم ہے اس کے نزدیک میہ قیام دس دن رات ہے، پھران کے اندر بھی مختلف درجات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہے:

﴿ لَقَدُ لَبِثَتُمُ فِي كِتْبِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴾

الأحقاف 35:46. (أ) النازعات 46:79. (أ) الروم 56:30. (أ) المؤمنون 113:23.

''تم الله کی کتاب کی رو سے روز قیامت تک تُطهرے ہو۔''[©]

اور ریظهرنا حشر کی نسبت تھوڑا ہے، اس کیے فرمایا:

﴿ قُلَ إِنْ لَيَنْتُمُ لِلاَّ قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۞

"الله فرمائے گا: واقعی تم نے (وہاں) بہت کم مدت قیام کیا ہے، کاش! تم (ونیا میں یہ بات) جانتے ہوتے۔" شمیں یہ بات) جانتے ہوتے۔" شمیں یہ بات) جانتے ہوتے۔"

یہ قیام د نیوی زندگی اور برزخی حالات دونوں کوشامل ہے جو قیامت کی نسبت بہت کم ہے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسان کو بڑی مصیبت آنے پر چھوٹی مصیبت محسوس نہیں ہوتی ، اس لیے گناہ گار قیامت کی ہولنا کیاں دیکھ کر قبر کی حالت کو مرقد (خواب گاہ) کہیں گے اور قبر کو مرقد کہنے کے متعلق مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔

اثبات عذاب قبرادراحوال برزخ

منکرینِ حدیث کے اس سوال کا جواب پیش خدمت ہے جس میں انھوں نے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

'' تم لوگ اللہ کا کیونکر انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمصیں زندہ کیا، پھرتم ہی کی طرف لوٹائے کیا، پھر تر دندہ کرے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' ®

نيز فرمايا:

''وہ کہیں گے: ہمارے پروردگار! تونے ہمیں دود فعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، ہم منصل کے سرور میں ناھ

نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔''[®]

@ الروم 56:30. ﴿ المؤمنون 23:11. ﴿ البقرة 28:2. ﴿ المؤمن 11:40.

ﷺ مفصل جواب: الله تعالى نے تین دفعہ حیات حقیقی عطا فرمائی۔سورہَ بقرہ میں اس قتم کے پانچے واقعات مذکور ہیں۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَكُمْ مِّنُ بَعْنِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۞

'' پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد تمھیں زندہ کیا تا کہتم شکر بجالاؤ۔'' اس واقعے میں ان پرعقو بتی موت نازل ہوئی، پھر نبی (موی ُعلیلاً) کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کردیا، پھر اس کے بعد انھوں نے موت مؤجل سے وفات پائی۔ نیز فرمایا:

﴿ فَقُلْنَا اصْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ﴿ كَالِكَ يُعْيَى اللَّهُ الْمَوْثَى ﴿ وَيُرِيِّكُمُ البَّهِ لَعَلَّكُمْ ا تَغْقِلُونَ ۞﴾

''پس ہم نے کہا: اس (مقتول) کو اس کا ایک نکڑا مارو، اس طرح الله مردوں کو زندہ کرتا ہے اور شخصیں اپنی نشانیاں دکھا تا ہے تا کہتم سمجھو۔''®

اس واقعے میں مقتول اپنی موت مؤجل سے فوت ہوا تھالیکن اللہ تعالیٰ نے اسے پچھے وفت کے لیے زندہ کیا، اس نے اپنے قاتل کے بارے میں بتاویا اور پھر مرگیا۔

نيز فرمايا:

﴿ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ﴿ ثُمَّ اَحْيَاهُمُ

''پس اللہ نے انھیں حکم دیا کہ مرجاؤ۔(وہ مرگئے تو) پھرانھیں زندہ کیا۔''[®] اس واقعے میں وہ قوم عقوبتی (سزا والی) موت مری تھی، پھران کے نبی نے دعا کی تو اللہ نے انھیں زندہ کردیا۔

نيز فرمايا:

البقرة 26:2.

 البقرة 23:2.

 البقرة 26:2.

﴿ فَاَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامِر ثُمَّ بَعَثَهُ ﴿ قَالَ كُمْ لَبِثُتَ ﴿ قَالَ لَمِثُتُ يَوْمًا اللَّهُ مَا لَهُ ثَمَّ اللَّهُ عَامِر ﴾ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ تَبِثْتَ مِائَةً عَامِر ﴾

''پس اللہ نے اسے سوسال تک مردہ رکھا، پھراسے زندہ کیا اور بوچھا کہتم اس حالت میں کتنا عرصہ، فرمایا جہیں، حالت میں کتنا عرصہ ، فرمایا جہیں، بلکہتم سوسال تک رہے ہو۔'، اُ

اس قصے میں اس خص کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جے اکثر روایات میں عزیر علیا کہا گیا ہے۔ وہ خرق عادت فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سوسال تک اسے محفوظ رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کردیا لیکن اسے اس مدت کا علم نہیں تھا۔ اس نے اپنے علم کے مطابق کہا کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ تھہرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بتایا کہ تم سوسال تک اس حالت میں تھہرے ہواورای طرح اس واقع میں گدھے کے مرنے اوراس کے دوبارہ زندہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

اورایک جگدارشاد ہے:

قَالَ فَخُنْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّنْدِ فَصُرْهُنَّ اِلنَّكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ
 قِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ﴾

'' فرمایا: کوئی سے چار پرندے لے لواور انھیں اپنے آپ سے مانوس کرلواور پھر ان میں سے ایک ایک ٹکڑا پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ تو وہ تمھاری طرف بھا گتے چلے آئیں گے۔''®

اس واقعے میں بھی چار پرندوں کو ذہ کرنا، ان کے فکڑوں کو پہاڑوں پر رکھنا، ابراہیم ملیلیا کی پکار پران کا زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے ان کی طرف آنا مذکور ہے۔

٠ البقرة 2:259. ١ البقرة 2:060-

اسی طرح عیسیٰ علیاً کے معجزات ہیں۔

فرمایا:

﴿ وَأَنْمِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتا ہوں۔''[®] نیز فر ماہا:

﴿ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِيْ

''اور جب میرے علم سے تم مردوں کو (قبروں سے) نکال کھڑا کرتے تھے۔''[®]
ان تمام آیات سے صراحناً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے استثنائی صورت میں بعض لوگوں
اور بعض حیوانوں کو دنیا میں فوت کردینے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ ان آیات کی دوراز کار
تاویل کرنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ منکرینِ حدیث
نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔

ایک واقعہ: ایک دفعہ شکی مردان میں میرا درس قرآن رکھا گیا۔ وہاں کسی شخص نے سوال کیا کہ قانون الہی کے مطابق ایک مرتبہ موت اور پھر بعث بعد الموت حق ہے تو یہ فہ کورہ بالا واقعات کیسے مان لیے جا کیں جو اس قانون الہی کے خلاف ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بعث بعد الموت کو قرآن کریم کی آیات سے تسلیم کرتے ہیں یا کسی اور چیز سے؟ اس نے کہا: میں بیعقیدہ (بعث بعد الموت) قرآن کریم سے مانتا ہوں تو میں نے کہا: یہ قصے بھی تو قرآن کریم کی آیات ہیں، اضیں کیوں نہیں مانتے، تو بیس کر وہ خاموش ہوگیا۔

ندکورہ بالامنکرینِ عذابِ قبر میں سے تیسرا فریق عذابِ قبر کوعذابِ برزخ کی تعبیر کرکے همان کا 49:3 ﷺ سالت تا 10:5 اُل عبد کا 49:3 ﷺ المائدۃ 10:5. مانتا ہے جبکہ وہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کو بالکل نہیں مانتا۔ وہ اپنے موقف میں کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتا۔ اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ آیات پرغور وفکر کرے وہ عذاب فی القبر اور عذابِ قبر (بمعنی برزخ) دونوں کوشامل ہیں جبکہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کے بارے میں صحیح احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ابن عباس ڈاٹٹی بیان کرتے ہیں: نبی طابع میں میان کی قبر میں مازے کے پاس سے گزرے تو آپ طابع کے دوانسانوں کی آواز سی جنمیں ان کی قبر میں عذاب دیا جارہا تھا، تو نبی طابع نے فرمایا:

«يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرِ»

''ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اورانھیں کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔''[©]

براء بن عازب الله في مَاليَّا إسع روايت كرت بين كه آپ فرمايا:

﴿إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ»

'' جب مومن کواس کی قبر میں بٹھایا جا تا ہے۔''[®]

ابوابوب والنفظ بيان كرتے بين:

«خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا»

"نبی مَنْ اللَّهُ اللَّهِ اللّ فرمایا: "بیبودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔"

شعيح البخاري، الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، حديث: 216. (أن صحيح البخاري، الجنائز، البخاري، الجنائز، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1369. (أن صحيح البخاري، الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، حديث: 1375.

اس قتم کی اور بھی احادیث سیحے موجود ہیں اوران احادیث میں لفظ فِي قُبُودِهِ مَا ، فِي قَبُوهِ اَلَّ اِللَّهِ مَ قَبْرِهِ اور فِي قُبُودِهَا اَس بات کی صرح ولیل ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہور ہاہے۔ جولوگ عذاب فی القبر کا انکار کرتے ہیں ، وہ ان احادیث کی بلاضرورت تاویل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاں فِي الْقَبْرِسے فِي الْبَرْزَخِ مراد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی ایک حدیث میں'' فِي الْبَرْذَخِ'' کے الفاظ ہوتے تو پھر باقی اصادیث میں لفظ فی القبر کی تاویل کرنے کی گنجائش تھی۔

اٹھار ہواں شبہ: تعدد از واج

پرویز صاحب نے کہا ہے: قرآن عام حالات میں صرف ایک بیوی کی اجازت ویتا ہے۔ اگر بیوی سے نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو مرد طلاق کے بعد دوسری شادی کرسکتا ہے، اس کی موجودگی میں نہیں، دلیل:

﴿ وَإِنْ آدَدْ تُكُمُ اسْتِبْكَ الَ زَوْجِ مُكَانَ زَوْجٍ وَ اتَيْتُمُ إِخْلُ مُهُنَّ قِنْطَارًا ﴿ وَالْمَالَ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

ایک کو دولت کا ڈھیر بھی دے دیا ہو۔''(صحیح تر جمہ)[®]

پرویزی ترجمه:

''اگرتم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرناچاہتے ہوتو پہلی بیوی کا مہر پورا پورا ادا کرواور پھراس کی جگہ دوسری بیوی لاؤ۔''

اس سے بالکل واضح ہے کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری آسکتی ہے اس کی موجودگی میں نہیں ©

[🛈] النسآء 20:4. @ طاہرہ كے نام خطوط، ص: 313-318 ، وقر آئى فیصلے، ص: 147.

دوسرا استدلال

الله تعالی نے فرمایا:

اس آیت کے پہلے جھے کے متعلق لکھا ہے:

''مطلب صاف ہے کہ اگر کسی ہنگامی حالت، مثلاً: جنگ کے بعد جب جوان مرد بڑی تعداد میں ضائع ہو چکے ہوں، الی صورت پیدا ہوجائے کہ معاشرہ میں بتیم نیچ اور لاوارث جوان عور تیں بغیر شوہروں کے رہ جائیں اس کا کیا علاج کیا جائے، اس ہنگامی صورت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی اجازت دی جاتی ہے کہ تعدد از واج، یعنی ایک بیوی کے قانون میں عارضی طور پر لچک پیدا کرلی جائے۔' ®

ان تحریروں سے یہ نتیجہ نکلا کہ نتیموں کی عدم مو جودگی میں ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں۔

بہلی آیت سے ایک بیوی کے ساتھ نکاح پر انحصار کرنے کے لیے پرویز صاحب کی تفسیر سراسر جہالت پر بنی ہے کیونکہ آیت میں لفظ ﴿ اِخْلُ بَعُنَّ ﴾ میں ضمیر جمع مؤنث سے

النسآء 3:4. ۞ طاہرہ کے نام خطوط عص: 315.

صاف واضح ہوتا ہے کہ اس محض کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہیں لیکن وہ ان میں سے کی ایک کو بدلنا چاہتا ہے۔ اگر آیت میں ایک بیوی کی بات ہوتی تو وہاں واحد مؤنث کی ضمیر ہوتی اور بیلفظ ہوتا وَأَنَیْتُم إِیَّاهَا اور تم نے اس ایک بیوی کوخزانہ دیا ہوتو اس آیت سے تو تعدد از واج کا جواز معلوم ہوتا ہے نہ کہ ممانعت۔

نوٹ: اس آیت میں استبدال (بیوی تبدیل کرنے) کی قیداس وجہ سے بڑھائی کہ جب کوئی شخص اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کواس لیے طلاق دینا چاہتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے اور وہ دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو دیا ہوا مہر والیس لینا چاہتا ہے تواس صورت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ مہر والیس کرنے کی شدید ممانعت کی وجہ سے استبدال کا لفظ استعال فرمایا، اس لیے نہیں کہ پہلی بیوی کی موجودگ میں دوسری بیوی لانا جائز نہیں۔ پرویز صاحب کی بیتفیر سراسر تحریف معنوی ہے۔

دوسری آیت سے استدلال بھی درست نہیں ہے کیونکہ:

ک مذکورہ آیت سے پہلی آیت میں بیبموں کے مال حرام طریقے سے حاصل کرنے سے منع فرمایا تاکہ وہ ظلم سے نی جا کیں۔ اب اس آیت میں نکاح کے ذریعے سے بیبم الرکیوں پرظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر تہمیں بیبم لڑکیوں سے نکاح کرکے ان پرظلم کرنے کا اندیشہ ہوتو پھر ان کے بجائے دوسری عورتوں سے نکاح کرلو کیونکہ ان عورتوں کے والدین اور سرپرست ہیں، اس لیے تم ان پرظلم کرنے سے ؤرت ہوجبکہ بیبم بچیاں بے سہارا ہیں، اس لیے تہمیں ان کے سرپرستوں کی طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہیں، لہذا احتیاط کے طور پر ان سے نکاح کرنے سے بچو، بیتغیر امام بخاری راست نکاح کرنے میائٹ شائل کی ہے اور اس کی دلیل میر ہے کہ اگر یہاں بیبم لڑکیوں سے نکاح کرنا مراد ہوتا تو ﴿النِّسَامِ ﴾ کی جا اور اس کی دلیل میر ہے کہ اگر یہاں بیبم لڑکیوں سے نکاح کرنا مراد ہوتا تو ﴿النِّسَامِ ﴾ کی جگہ آلگیتامی یا اس کی ضمیر ہِنہیں جونی چا ہے تھی لیکن

﴿اللِّسَاءِ﴾ كى صراحت ہے معلوم ہوتا ہے كداس سے غيريتيم لؤكياں مراد ہيں۔

- پرویز صاحب نے ایک سے زائد ہوی کے لیے تیموں کی کثرت کوشرط قراردیا ہے اور اسے ہنگامی حالت کا نام دیا ہے بیان کی خود ساختہ شرائط ہیں۔ آیت میں تیموں کی کثرت کا ذکر ہے نہ ہنگامی حالت کا۔
- ﴿ ہم کہتے ہیں کہ قرآن نے بیموں کی کثرت کی شرط عائد نہیں کی ہے بلکہ بیموں کے بارے میں ﴿وَإِنْ خِفْتُهُ ﴾ کے ساتھ انصاف نہ کرنے کے خوف کی شرط عائد کی ہے اور پیشرط بھی شرط لازم نہیں ہوتی، مثلاً: فرمان الہی ہے:
 پیشرط بھی شرطِ لازم نہیں کیونکہ ہر جگہ شرط لازم نہیں ہوتی، مثلاً: فرمان الہی ہے:
 - ﴿ وَلَا تُكْدِهُوا فَتَالِتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنا ﴾

''اورا پی لونڈیوں کوزنا کاری پر مجبور نہ کرواگروہ پاک باز رہنا چاہتی ہیں۔''[®] اس آیت میں''اگروہ پاک باز رہنا چاہتی ہیں۔''بالا تفاق شرط لازم نہیں کیونکہ اگروہ لونڈیاں پاک بازی کا ارادہ نہ بھی رکھتی ہوں تب بھی آھیں زنا پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فربایا:

﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ آحَتُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْاَ إِصْلَاحًا ﴾

''اوراگر وہ اس دوران میں صلح صفائی کرنا چاہیں تو ان کے شوہرول کو اُسیں زوجیت میں واپس لینے کا زیادہ حق ہے۔'، ®

اس آیت میں اصلاح کی شرط لازم نہیں کیونکہ خاوند رجوع کرنے کا ہر وفت حق دار ہے،خواہ وہ اصلاح کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔

⁽¹⁾ النور 23:24. (2) البقرة 228:2.

ایک آدمی کویتیم لڑکیوں کے بارے بے انصافی کا خوف نہ ہوتو اس کے لیے یتیم اور غیریتیم عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت بطریق اولیٰ ہے۔

تعددازواج کے اثبات پر قرآنی دلائل

نبی طُلِیْم کا تعدد از واج قرآن کریم کی بیشتر آیات سے ثابت ہے۔ الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ٱلنَّبِيُّ ٱوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ ٱنْفُسِهِمْ وَٱزْوَاجُهَ ٱمَّهٰتُهُمْ ﴾

''مومنوں پر نبی (سَکُلُیُوُمُ) ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے، اوراس کی بیویاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤُذُواْ رَسُولَ اللهِ وَلاَ أَنْ تَنْكِحُوٓاْ أَذُواَجَهُ مِنْ بَعُلِهٖ آبَداً ﴿ وَمَا كَانَ لَكُو الْمَارِدِ اللهِ عَلَىهِ آبَداً ﴾ "اورتمهارے لیے جائز نہیں کہتم اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ بیرجائز ہے کہ اس کے اور جہ کہ اس کی از واج مطہرات سے نکاح کرو۔' "

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِيُّهَا النَّبِيُّ قُلُ لِإِزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُودُنَ الْحَيْوةَ اللَّهُ نُيَا وَزِيْنَتَهَا ﴾ ''اے نبی! اپنی از واح مطهرات سے کہہ دیجیے کہ اگرتم دنیا کی زندگی اوراس کے ساز وسامان کی طلب گار ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِتُهَا النَّبِيُّ إِنَّآ اَحُلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجِكَ اللَّتِي التَّيْتَ اجْوُرَهُنَّ ﴿

"اے نی! ہم نے آپ کے لیے وہ ہویاں طلال کردی ہیں جن کے مہرآپ نے

** * الأحزاب 6:33. (\$ الأحزاب 53:33. (\$ الأحزاب 28:33.

ادا کردیے ہیں۔

نيز فرمايا:

﴿ يَايَتُهَا النَّبِيُّ قُلُ لِآزُوَاجِكَ وَبَنْتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدُنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِنْيهِنَّ ﴾

''اے نبی! اپنی ہیویوں ، اپنی بیٹیوں اورمسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں۔''[©]

الله تعالی نے فرمایا:

﴿ يَا يَثُهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَوِّمُ مَّا اَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبُتَغِي مَرُضَاتَ اَذُوَاجِكَ ﴾ ''اے نبی! اللہ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے آپ اسے حرام کیوں تھراتے ہیں، آپ اپنی ہویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔'،'®

نيز فرمايا:

﴿ عَلَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبُولِكَ أَزُواجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾

''اگروہ(نبی) تنہمیں طلاق دے دے تو امید ہے کہاس کا رب اسے تم سے بہتر ہویاں بدلے میں دے ۔'،®

ان تمام آیات سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی مُنگائی کی ایک وقت میں ایک سے زیادہ از واج مطہرات تھیں۔ جمع کا صیغہ تین اوراس سے زائد پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات احادیث کی نہیں کہ پرویز صاحب اسے تاریخ اور ظن و گمان کا نام دے کر انکار کرسکیں، یہ قرآن کریم کی آیات ہیں۔

⊕ الأحزاب 50:33. ﴿ الأحزاب 59:33. ﴿ التحريم 1:66. ﴿ التحريم 5:66.

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزُواجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنُّ لَّهُنَّ وَلَكَّ ﴾

''اور جو بھی تھاری بیویاں ترکہ میں چھوڑ جائیں اس میں سے نصف کے تم حق دار ہو، بشر طیکہ ان سے اولاد نہ ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَالَّذِينَ يُتُوَفُّونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزُواجًا ا

''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجا کیں اور بیویاں چھوڑ جا کیں _''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِلَّا عَلَى أَزُواجِهِمُ أَوْمَامَلُكُتُ أَيْمَانُهُمُ

''گراپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ ٱهْلِهِنَّ ﴾

'' توتم ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ إِذَانَكُ حُتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْ هُنَّ ﴾

'' جب تم مومن عورتوں کو نکاح میں لاؤ اور پھر اضیں طلاق دے دو۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَمَنْ لَكُمْ يَسْتَطِعُ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنْتِ الْمُؤْمِنْتِ قَمِنْ مَّا مَلَكَتُ المُ

''اورتم میں ہے جو شخص آزادمومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو،

النسآء 12:4. البقرة 234:2. أالمؤمنون 6:23. فالنسآء 25:4. الأحزاب 49:33.

وہ تمھاری ملکیت مومن لونڈیوں میں ہے سی لونڈی سے نکاح کر لے۔ "

ندکورہ بالا آیات میں اگر چہ جمع بمقابلہ جمع ہے لیکن اس کے باو جود عموم کی وجہ سے ان سے تعدد از واج کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس تعدد از واج کے عموم کی شخصیص سور ہو نساء کی آیت نمبر 3 کے مطابق چار تک ہوگی۔

تبصرہ: پرویز صاحب کی قرآنی بصیرت دراصل اس مغربی تخیل کی پیدا وار ہے جس میں ایک سے زائد یو یوں سے نکاح کو ندموم سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے ایک سے چار تک بیویوں سے نکاح کی اجازت دی ہے لیکن ایک سے زائد کی اجازت عدل کے ساتھ مشروط ہے۔ اگرکوئی شخص عدل کے تقاضے پورے کرسکتا ہے تو وہ ایک سے زائد، لیعنی چار تک شادیاں کرسکتا ہے اور یہ اجازت ہے تھم نہیں۔ قرآن کریم کی ہر اجازت کسی خاص زمان ومکان کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے عام ہے۔

اگر حقیقی طور پر اندازہ لگایا جائے تو ایک شادی کی پابندی اور تعد د از واج کو براسمجھنا بدکاری کاذر بعیہ بنتا ہے یہاں تک کہ لوگ جنسی آ وارگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ مغربی تہذیب میں بیہ بالکل واضح اور عام ہے جبکہ اسلام عفت و پاک دامنی اور نسب کی حفاظت کا درس دیتا ہے اور ہرقتم کی بدکاری و فحاشی سے اجتناب کی ترغیب دیتا ہے۔ تعدد از واج اس کا اصل وسیلہ اور ذر بعہ ہے۔

انیسوال شبہ: من بلوغ سے پہلے نکاح

 بچے بیتیم رہ جائیں توتم معاملات کے ذریعے سے ان کا امتحان لو۔

﴿ حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ﴿

" حتى كەوە نكاح كى عمر كوپېنچىيں ـ "[©]

قرآن کریم نے نکاح کومعاہدہ قرار دیا ہے اور معاہدے میں فریقین کی رضامندی اور بالغ ہونا شرط ہے۔ نکاح کی رضامندی کے لیے پرویز صاحب نے (قرآنی فیصلے، ص: 134 میں) یہ دلیل پیش کی ہے۔

﴿ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كُرُها ﴾

''تمھارے لیے حلال نہیں کہتم عورتوں کومیراث سمجھ کران پر زبر دسی قبضہ کرلو۔''[®]

السی نقط کھاہ سے بھی نابالغ بچی قابل مجامعت نہیں۔ اس سے مجامعت ضرر انگیز ہے اور کئی جسمانی عوارض کا بیش خیمہ ہو سکتی ہے۔

جواب سن بلوغ سے پہلے نکاح کے جواز کوہم قرآن کریم سے ثابت کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَعُوا بِإَمُوالِكُمْ مُّحْصِنِينَ ﴾

''اور ان کے علاوہ جوعور میں ہیں، وہ تمھارے لیے طلال کردی گئی ہیں (شرط سیہ ہے) کہتم اپنے مال (مهر) کے بدلے انھیں حاصل کر کے پاک دامنی کے لیے ان سے نکاح کرو۔'' ®

﴿ مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ ﴾ '' جواس کے علاوہ ہے۔''اس لفظ کے عموم کے تحت نابالغ لڑکی بھی شامل ہے،اس کی تخصیص کے لیے کوئی صحیح اور صریح دلیل موجود نہیں۔

نيز فرمايا:

⁽أ) النسآء 4:6. (2) النسآء 4:4. (3) النسآء 4:42.

﴿ وَٱنْكِحُوا الْآيَّا لَى مِنْكُمْ

''تم اپنے میں ہے جو بے نکاح ہیں ان کے نکاح کرو۔''[®] اَیَامٰی جَمْع ہے اَّ یِّمْ کی اور أَ یِّمْ ہراس مرد کو کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہواور اسی طرح ہراس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہواور ہی بھی عام ہے،اس میں بالغ و نابالغ کی کوئی شخصیص نہیں۔

نيز فرمايا:

﴿ وَالَّئِي يَهِسَنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَمَا إِلَكُمْ إِنِ ارْتَبُتُمْ فَعِدَّ تُهُنَّ ثَلْقَةُ اَشْهُرٍ لا وَّالِّيْ لَمْ يَحِضْنَ ﴾

''اورتمھاری عورتوں میں سے جوحیض سے ناامید ہو پیکیں۔ اگرتم کوشک ہوتو ان کی عدت تین ماہ ہے اوراسی طرح وہ عورتیں بھی جنھیں حیض نہیں آتا۔''[®]

اس آیت میں عدت کی ایک قسم بیان کی ہے جو تین ماہ گزارنا ہے اور یہ دوقتم کی بیویوں کے لیے ہے۔ ایک وہ جو بوڑھی ہوجائے اور بڑھاپ کی وجہ سے اس کا حیض منقطع ہوجائے اسے عربی میں ''آیسَة'' کہتے ہیں۔ دوسری وہ بیوی جے عدم بلوغت کی وجہ سے ابھی تک حیض شروع نہیں ہوا۔ نہ کورہ آیت میں عدت طلاق کا مسلہ ہے، یعنی نکاح کے بعد طلاق دی گئی ہے اور طلاق کے بعد اب عدت گزارنی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ طلاق کے جواذ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے نکاح ہوا ہو، لہذا اس آیت سے سن بلوغت سے پہلے نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

بعض متجابل قتم کے لوگوں نے ﴿ لَمَدُ يَحِضُنَ ﴾ کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے وہ عور تیں مراد ہیں جو بالغ ہوں لیکن کسی عارضے کی وجہ سے انھیں چیف نہیں آتا تو اس سے

النور 32:24. (2) الطلاق 4:65.

نابالغ بچی کے نکاح کے جواز پر استدلال کرنا سیح نہیں۔

جوب ﴿ يَحْرَفَ لَمْ جَبِ فَعَلَ مَعْنُوى ہِ ، عَرَبِي گرامر کے بالکل خلاف ہے۔ عربیت کا قانون یہ ہے کہ حرف لَمْ جب فعل مضارع میں داخل ہو جائے تو وہ اس فعل مضارع کو فعل ماضی کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ تو پھر ﴿ لَمْ يَحِضُنَ ﴿ كَامْعَنی یہ ہے کہ'' اُنھیں چیض نہیں آیا'' اور وہ جو کہ حاکف اردومفسرین نے اس فتم کا معنی کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین نے فرمایا:''اور وہ جو کہ حاکف نہیں ہوئی۔'' فتح الحمید میں ہے:''جن کو ابھی چیض نہیں آنے لگا۔'' اور تفہیم القرآن میں ہے:''اور یہی علم ان کا ہے جنھیں ابھی چیض نہ آیا ہو۔'' اس مفہوم کے اور بھی شواہد ہیں جب اس عتراض میں جس ترجے کا ذکر ہے، اس کے لیے اردوتراجم میں کوئی شہادت نہیں ملتی، چنانچہ'' حیض نہیں آیا'' کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ نابالغ ہے۔

- ﴿ اگر وہی معنی تسلیم کرلیا جائے جو سوال میں مذکور ہے تو پھر آیت کا پیکٹڑا ﴿ لَمَهُ يَحِضُنَ ﴿ تَبِن قَسَمَ كَاعُورَتُونَ كُورَتُونَ كُومَامِ ہے۔ تین قسم کی عورتوں کو عام ہے۔
 - ا بالغ ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو
 - 🟶 کسی بہاری کی وجہ سے کافی عرصہ حیض نہ آنا

توعموم کی وجہ سے پہلی قتم کو بھی محیط ہے تو پھر بھی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ قرآن سے استدلال کے تذکرے کے بعد ہم ان کے شہات کے جوابات کی طرف آتے ہیں۔ ان کے شہات مع جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

[آ] ان کا پہلا استدلال ﴿ حَتَّى إِذَا بِكَعُوا اللّهِ كَا حَ ﴾ "حتی کہ وہ نکاح کی عمر (بلوغت) کو پہنچ جائیں۔' سے ہے۔

اس استدلال كا جواب يه ب كداس آيت سے يه قانون ثابت نہيں موتا كه فكاح ك

لیے بلوغت شرط ہے بلکہ آیت کا مقصد ہے ہے کہ جب انسان بالغ ہوکر اپنی مرض سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس وقت اس کے لیے مال کی ضرورت پڑتی ہے تو دانش مندی معلوم کرنے کے بعد اس کا مال اس کے حوالے کردو، یعنی ﴿النِّکَاحُ ﴾ میں الف لام عہدی ہے۔ اس نکاح سے مراد وہ ہے جو سور ہ نساء کی آیت: 3 میں امر کے صیغے سے فدکور ہے، لیعنی اس سے مراد اپنی مرضی سے نکاح کرنا ہے۔

اس کا یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم بعض اوقات جو شرط لگاتا ہے وہ لازی خہیں ہوتی بلکہ کسی خاص فائدے کے لیے بیان کی جاتی ہے۔ یہاں بھی فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بالغ ہوجائے تو اسے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کی صلاحیت کا ضرورت ہوتی ہے تو اس کی صلاحیت کا امتحان لینے کے بعد اس کا مال اسے دے دیا جاتا ہے۔

گ یہاں لفظ نکاح سے لغوی معنی مراد ہے، لیعنی جماع کرنا، اوراس قید کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان میں قوت شہوانیہ پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان میں قوت شہوانیہ پیدا ہوتی ہے تواس میں قوت حفاظتِ مال ضرور آ جاتی ہے۔ 2 نکاح معاہدہ ہے اور معاہدے میں فریقین کی رضامندی شرط ہے اور رضا کے لیے بلوغت ضروری ہے۔ بلوغت ضروری ہے۔

یقیح ہے کہ انعقاد نکاح کے لیے عاقدین کی رضامندی ضروری ہے لیکن رضامندی کی دوشمیں ہیں۔ ﴿ کَبُواسِطِهِ وَکِیلَ، متولی و نائب وغیرہ لیوری دنیا میں عقود، خرید و فروخت، ملازمت اور نوکری وغیرہ کے انعقاد کے لیے دونوں طریقے جاری ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا أَوْ ضَعِيْفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُتُمِلَّ هُوَ فَلْيُمُلِلُ وَلِيُّكَ بِالْعَدُلِ ﴾ ''اگر وہ شخص کہ جس کے ذمے حق ہے، نادان یا کمزور ہویا خود کھوانے کی طاقت ندر کھتا ہوتو جا ہے کہ اس کا ولی انصاف ہے کھوا تا جائے۔'' کا مختار بنایا ہے۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں میں صورتوں میں ولی کو معاہدہ کرنے کا مختار بنایا ہے۔ کانادان ہو۔ کی ضعیف ہو، اس میں نابالغ بچ بھی داخل ہیں کیونکہ صفت ضعف قرآن کریم نے بچ کے لیے بیان کی ہے، فرمایا: ﴿ وَلَكُ ذُرِّیاتَةٌ صُعَفَاتُهُ ''اس کے لیے چھوٹے کمزور بچ ہوں۔' کی کھوانے کی اہلیت نہیں رکھتا، یعنی لغت نہیں ہجھتا یا زبان سے گونگا ہوجبکہ نابالغ میں یہ تینوں صفات بیک وقت موجود ہیں۔بالغ کے نکاح کے لیے ولی کی رضامندی شرط ہے، جس کے ذریعے سے عقد نکاح اور دوسرے عقود صحیح ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں عورت کی رضامندی کی شرط کے لیے پرویز صاحب نے

﴿ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِنُوا النِّسَآءَ كُرْهًا ﴾

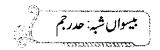
"اورتمهارے لیے جائز نہیں ہے کہتم زبردتی عورتوں کو وراثت میں لے لو۔"
ہے جو استدلال کیا ہے وہ ناقص ہے۔ اس میں بالغہ عورت کے نکاح کا تذکرہ ہے۔
آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص وفات پا گیا اوراس کی منکوحہ ہے تو وارث اس کی بیوہ
کے ساتھ اس کی رضامندی کے بغیر خود نکاح کر سکتے ہیں نہ اس کا نکاح کسی دوسر فے خص
ہے کر سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ منکوحہ بالغہ ہے۔ اور اگر بالغہ نہیں تو پھر ﴿ کُرُهُا ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتے۔

[3] طبی نقط نظر سے نابالغہ سے مجامعت مصر ہے۔ یہ اعتراض تب بنتا ہے کہ نکاح کے ساتھ ساتھ رخصتی بھی بجین میں ہوجائے۔ عربوں کا معمول تھا کہ وہ نکاح تو بجین میں کردیتے جبکہ رخصتی بلوغت کے بعد کرتے تھے جبیبا کہ ہمارے ہاں بھی بعض لوگ اس طرح

البقرة 282:2 (أ) البقرة 266:2 (أ) النسآء 19:4.

کر لیتے ہیں۔ ای طرح عائشہ بھی کا نکاح بحیان میں ہوا اور زھتی نوسال کی عمر میں (بلوغت کے بعد) ہوئی۔ عائشہ بھی کے نکاح کو چیسال کی عمر میں ہونے کو پرویز نے بھی مشروط طور پر تشلیم کیا ہے۔ آئیکن پھراس نے اسے منسوخ قرار دیا ہے آگر چہ پینظر بیغلط ہے۔ مزید برآں طبی نقط کنظر سے نابالغہ سے مجامعت کے متعلق بید خیال غلط ہے کہ بیمضر ہے۔ بیا اوقات بلوغت سے قبل زمانہ ''مراہقت'' میں جماع کیا جاسکتا ہے اور اس برکوئی بدنی ضرر مرتب نہیں ہوتا۔

نوت: عائشہ بھی کے چیسال کی عمر میں نکاح اورنوسال کی عمر میں رخصتی کے متعلق حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم بھلٹ نے صحیح اسانید کے ساتھ اسے نقل کیا ہے، [©]البتہ دور حاضر کے بعض خود ساختہ ناقدین نے اس حدیث کی سند پر جرح کی ہے جو قابل اعتاد نہیں۔



اس سلیلے میں منکرین حدیث کے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

- ﴿ قرآن كريم ہے اس كا ثبوت نہيں ملتا۔
 - ہوشم کے زانی کی سزاسوکوڑے ہے۔
 - ﴿ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَإِذَا ٱخْصِنَ فَإِنْ اَتَايْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَلْتِ مِنَ

الْعَذَابِ﴾

 ''پس جب بیعورتیں نکاح میں آجائیں اور پھر اگر ان سے بے حیائی کا کام ہوجائے تو انھیں آزادعورتوں سے نصف سزا دی جائے گی۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے کیونکہ رجم تو نصف نہیں ہوسکتا۔

- ﴿ عمر خِالْتُوْكَ خطبے ہے معلوم ہوتا ہے كہ آیت رجم قر آن كريم میں تھی تو پھروہ كہاں گئ؟
- ﴿ ہوسکتا ہے کہ رسول الله طَالِيَّا نے حدرجم سورة النور نازل ہونے سے پہلے نافذکی ہواور پھراس سورت کے نزول کے بعدرجم کا حکم منسوخ ہوگیا ہو۔
- جواب جہاں تک پہلے شہرے کا تذکرہ ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ قر آن کریم میں زنا کے سلسلے میں مختلف سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے۔
- 1 اگر کوئی شخص کسی پر زنا کی تہت لگائے،خواہ وہ مرد ہویا عورت اور پھر وہ چارچشم دید گواہ چیش نہ کر سکے تو اس کی (سزا،حدفذف) اس کوڑے ہے۔ اوراس کی گواہی بھی قابل اعتبار نہیں ہوگی۔
- [2] شوہرا پنی بیوی پرزنا کی تہمت لگائے اور پھر گواہ پیش نہ کر سکے تو ان کے درمیان لعان کرایا جائے گا۔
- جس کسی عورت سے زنا ہوجائے، چارگواہ گواہی بھی دے دیں تو پھراس کی سزایہ ہے
 کہاسے گھر میں محبوں کیا جائے اور تفصیلی سزا کا انتظار کیا جائے۔

یاد رہے کہ سورۂ نساء غزوۂ احد کے بعد سے لے کرمن 4 ہجری کے آخر تک مختلف اوقات میں نازل ہوتی رہی ہے۔

* النسآء 25:4- ﴿ وَكُلِي: سورة النور 4:24. ﴿ وَلَكِي: سورة النور 6:24-8. ﴿ وَلَكِي: سورة النسآء 5:4.

ا غلام اور لونڈی سے زنا ہوجائے اور وہ شادی شدہ ہول تو ان کی سزا پچاس کوڑے ہے۔ آف آ زاد مرد اور آزاد عورت غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب کرلیں تو ان کی سزا سوکوڑے ہے۔ آ

یہ پانچ قشمیں قرآن کریم کی مختلف آیات میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

آ آزادمرداورآزادعورت سے شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب ہوجائے تو ان کی سزارجم ہے اور بیقرآن کریم میں اشاراتا موجود ہے، یعنی تورات میں فدکور ہے۔ نبی سطائی اللہ استحد کو جاری فرمایا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی سطائی ہے اس حدکو جاری فرمایا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی سطائی ہے اس مدکو جاری فرمایا تو اللہ تعالی سے درج ذیل آیت بھی اضی آیات میں سے ہے: سورۃ المائدة: (41:5) میں فدکور ہے۔ درج ذیل آیت بھی اضی آیات میں سے ہے:

﴿ إِنْ أُوْتِينُتُمْ هَٰ فَا فَخُنُاوُهُ وَ إِنْ لَّهُ تُؤْتُوهُ فَاحْذَارُوا ﴾

" اگر شمصیں یہی تھم دیا جائے تو لے لواورا گریہ نہ دیا جائے تو اس سے بچو۔ "
هلک ان بیاس تھم کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے اپنی طرف ہے تحریف کرکے جاری کیا تھا کہ شادی شدہ زانی کی سزایہ ہے کہ اس کا منہ کالا کرکے الٹے رخ گدھے پر سوار کیا جائے لیکن عبداللہ بن سلام ڈاٹئو نے ، جو پہلے یہود کے بڑے عالم تھے، عرض کیا:
اے اللہ کے رسول! ان سے تورات منگوا کیں۔ جب تورات لائی گئ تو ایک یہودی عالم نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اوراس ہے اگلی اور پچھلی عبارت پڑھنے لگا تو عبداللہ بن سلام ڈاٹئو نے اسے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ کہ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم نہ کورتھی ، پس نبی منگر نے ان دونوں کورجم کرنے کا تھم فرمایا۔ ابن عمر ڈاٹٹو بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ آجب قرآنی آیت کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ آجب قرآنی آیت کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ آجہ قرآنی آیت کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ آجہ قرآنی آیت کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ آب جب قرآنی آب سے شدید تا ہورہ کی المائدہ کورتی المائدہ کھا کہ کہ صحبح کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگھے : سورہ النور 2:24 ۔ آب المائدہ کان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگھے : سورہ النور 2:24 ۔ آب المائدہ کان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگھے : سورہ النور 2:24 ۔ آب المائدہ کان دونوں کو بیورہ النور 2:24 ۔ آب المائدہ کورتا گیا۔ آب صحبح کی دیورہ النور 2:24 ۔ آب المائدہ کورتا گیا۔ آب صحبح کی اس میں دورہ النور کورتا گیا۔ آب سورہ النور 2:25 ۔ آب المائدہ کان کہ دورہ النور 2:25 ۔ آب المائدہ کورتا گیا۔ آب صوبال کی دورہ کیا گیا۔ آب سورہ النور 2:25 ۔ آب المائدہ کورتا گیا۔ آب میانہ کان کورٹیا گیا۔ آب میں کی کی کورٹیا گیا۔ آب میانہ کورٹیا گیا۔ آب میں کی کورٹیا گیا۔ آب میانہ کورٹیا گیا۔ آب میں کورٹیا گیا۔ آب میں کورٹیا گیا۔ آب کورٹیا گیا۔ آب میانہ کورٹیا گیا۔ آب کورٹیا

ويلي : سورة النسآء 25:4. (2) والله : سورة النور 2:24. (2) المائدة 41:5. (3) صحيح البخاري، المحاربين، باب الرجم في البلاط، حديث: 6819، وصحيح مسلم، الحدود، باب رجم اليهود، أهل الذمة، في الزنى، حديث: 1699.

میں اس واقعے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور اللہ تعالی نے اس عکم کے متعلق نبی مَالَیْجُ کی عبی ہے، پرکوئی عتاب نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپ مَالَیْجُ کا بی عکم بحوالہ تورات قرآن کا بھی ہے، لہذا بی کہنا درست ہے کہ حدرجم قرآن کریم کی آخی آیات (الممآئدة 41:5 - 43) سے ثابت ہے اور پھر رسول اللہ مُالِیْجُ اور خلفائے راشدین نے ہر دور میں اس عکم پڑمل کیا ہے۔ فائدہ: امام بخاری رَشِلْ نے اس حدیث کو کتاب المحاربین میں اس لیے بیان کیا ہے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب کرنے والے، عمار بین کی فرست میں شامل ہیں جبکہ محاربین کی مزامیں ہی جمی شامل ہے کہ آخیں قتل کیا جائے، لہذا زانیوں کو رجم کرنا قرآن کریم کے اس اشارے سے بھی شامل ہے کہ آخیں قتل کیا جائے، لہذا زانیوں کو رجم کرنا قرآن کریم کے اس اشارے سے بھی شامل ہے۔ شہر مُنہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں رجم نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بیآیت شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کوشامل ہے۔

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْمَةٍ ﴾

''زنا کرنے والی عورت اورزنا کرنے والا مرد، دونوں میں سے ہر ایک کوسوسو کوڑے مارو۔''[®]

جواب آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس کا قرینہ بیہ ہے کہ اس آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس کا قرینہ بیہ ہے کہ زانیوں کے نکاح کا ذکر اس کے بعد آیت: 3 میں کیا گیا ہے۔ مقصد بیہ ہے کہ بیر غیر شادی شدہ بیں اوروہ زنا کے بعد نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے آیت: 3 میں قانون بیان کیا گیا ہے۔

[🛈] النور 2:24.

بھی پہلے کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے جیسا کہ بعض احادیث سے بہ ثابت ہے۔ اس بنا پر اس آیت میں صرف ایک سزابیان کی گئی جبکہ دوسری سزا (رجم) قرآنی اشارات اوراحادیث سے ثابت ہے جس کا قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور تضاد نہیں۔ شبہ نمبر ﴿ : اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَلْتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴿ الْعَذَابِ ﴾

''پس جب بیعورتیں نکاح میں آجا کیں تو اگران سے بے حیائی کا کام سرز دہوتو انھیں آزادعورتوں سے نصف سزادی جائے گی۔''[©]

وہ اس آیت سے بیر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حد زنا میں رجم نہیں کیونکہ رجم نصف نہیں وسکتا۔

جواب بیا پی جگہ درست ہے کہ یہاں نصف سزا بچاس کوڑے ہی مراد ہے اور رجم کی تنصیف نہیں ہوسکتی لیکن اس آیت کے آغاز پرغور وفکر کرنا چاہیے۔

﴿ وَ مَنْ لَّهُ يَسْتَطِعُ مِنْكُدُ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُعْصَلْتِ ﴾

''تم میں سے جو شخص اس بات کی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ وہ آ زادمومن عورتوں کو نکاح میں لا سکے۔'،®

(2) النسآء 25:4. (2) النسآء 25:4.

سزا ہے تو پھر لونڈی اگر چہ شادی شدہ ہواس کی سزا پچاس کوڑے ہے، یعنی آیت کارجم کے ثبوت اور عدم ثبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہاں ﴿الْمُحْصَلْتِ ﴿ میں شادی شدہ عورت مرادنہیں۔

شبہ نمبر ﴿ عَمر وَلِنُوْ نَ اینِ خطبہ میں فرمایا: کتاب اللہ میں رجم کے متعلق آیت تھی جس کو ہم پڑھتے تھے اور ہم نے اس پر عمل بھی کیا اوراس خطبے میں ہے: کتاب اللہ میں رجم کا حکم اس شخص کے بارے میں حق ہے جو شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کرے۔اس پر پرویزی اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ آیت موجود تھی تو کہاں گئی؟ [®]

جواب اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئ اور حکم باقی ہے اور ننخ قر آن کریم سے ثابت ہے۔ ﴿ مَا نَنْسَخُ مِنْ اٰ اِیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِحَدُيرٍ قِبْنُهَاۤ اَوْ مِثْلِهاۤ ﴾

''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلوا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نازل فرمادیتے ہیں۔''[©]

ناسخ ومنسوخ کی تفصیل کی یہال گنجائش نہیں،اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿ سَنُقُونُكَ فَلَا تَنْسَلَى ﴿ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ طَاللَّهُ عَلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ﴿

"هم عنقريب آپ كواس طرح پڑھائيں كے كہ اسے بھوليں كے نہيں، مگر جو
اللّٰه جا ہے۔ بے شك وہ ظاہر اور يوشيدہ كو جانتا ہے۔ "

"

اس آیت میں ﴿ مَا شَاءَ ﴾ سے شخ کی ایک فتم مراد ہے۔ ہاں آیت رجم جب منسوخ اللوق ہوئی تو اثبات رجم کے اشارات سورہ مائدہ اوراحادیث متواترہ میں موجود ہیں جس سے لفظی اور عملی تواتر ثابت ہے۔

(قُرْ آ في فيطيم ص : 182. (البقرة 106:2 (الأعلى 7,6:87.

شبہ نمبر ﴿ بعض لوگ اس اشتباہ میں ہیں کہ شاید سورہ نور میں مذکورہ سزا بعد میں اور رجم کا اثبات اس سے پہلے کا ہے، لہذا رجم کا تھم منسوخ ہوگیا۔ اس کا جواب سے ہے کہ سورہ نور سن 6 ہجری میں نازل ہوئی اور ترتیب نزولی کے لحاظ سے اس کا نمبر 102 ہے جبکہ سورہ کا ندہ سلح حدیبیے کے بعد نازل ہوئی، یعنی سن 7 ہجری میں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر 112 ہے۔ اس طرح رجم کے بعض واقعات سورہ نور کے نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر 112 ہے۔ اس طرح رجم کے بعض واقعات سورہ نور کے نزول کے بعد کے بین، مثلاً:

ان عامد بیہ کو رجم کرنے میں خالد بن ولید ڈھاٹھ شامل تھے اور وہ صلح حدیبیاور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے اور بید دونوں واقعات سورہ نور کے بعد کے ہیں۔

ایک گھریلو مزدور لڑے نے شادی شدہ عورت سے زنا کیا، پھرعورت کے شوہراور لڑے کے باپ نے مالی عوض کے بدلے آپس میں صلح کر لی۔ لیکن نبی منافظ نے اس صلح کو مستر دکر دیا اور لڑے کو کوڑے مارنے اور عورت کو رجم کرنے کا فرمایا۔ اس واقعے میں ابو ہریرہ ڈٹائٹ خود حاضر تھے جوغز وہ خیبر کے وقت من 7 ہجری میں اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے، لہذا یہ دافعہ بھی سورہ نور کے بعد کا ہے۔ ﴿

نوٹ : منکرین حدیث سے سوال ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزایا تو غیر شادی شدہ کے مساوی ہوگا یا معمولی تعزیر ہوگی یا رجم ہوگا۔ پہلی دونوں صورتوں میں تو بالکل نانصافی ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کو مساوی سزادی جائے کیونکہ شادی شدہ کا جرم زیادہ مگین ہے۔ اس لیے اسلام نے غیر شادی شدہ کے لیے سوکوڑے اور شادی شدہ کے لیے سوکوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے لیکن مغربی کفار فحاشی اور بدکاری کے لیے ہر طریقے سے

(صحيح مسلم الحدود باب من اعترف على نفسه بالزلى على حديث: 1695. (صحيح البخاري الصلح باب إذا اصطلحوا على صلح جور سلم على على على مسلم الحدود باب من اعترف على نفسه بالزلى حديث: 1698,1697.

رامیں ہموار کررہے ہیں اوروہ ان سزاؤں کو جو فحاثی روکنے کا ذریعہ ہیں، وحشانہ سزائیں کہتے ہیں۔مکرینِ حدیث جواصل میں مغرب کے آلہ کار ہیں وہ بھی ای قتم کے شہات کو ہوا دیتے ہیں تا کہ مسلمانوں میں فحاثی عام ہوجائے۔

اکیسوال شید: پنیم پوتے کی دراشت

اس شہے کا تجزیہ مندرجہ ذیل ہے:

1 پوتے کو چپا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے حصہ نہ دینا ناانصافی اورظلم ہے۔

ق فقہاء کی غلطی ہے کہ دادا کو پوتے کا دارث بناتے ہیں جبکہ پوتے کو دادا کا دارث نہیں بناتے ، حالانکہ نسبت ایک ہی ہے۔

آ پوتا اپنے باپ کا قائم مقام ہے۔ اس کا چھا واسطہ نہیں، اس کا باپ واسطہ تھا اور وہ
 فوت ہو چکا ہے تو چاہیے کہ پوتا اپنے باپ کی طرح دادے کا وارث بن جائے۔

جوابات: شبه نمبر (): اس شبه کا جواب دینے سے قبل منکرینِ حدیث سے ایک اہم سوال ہے کہ قرآن کریم میں ایس کوئی آیت بتا کیں جس میں چپا کی موجود گی میں میتم پوتے کا وراثت میں حصہ بیان کیا گیا ہو۔ یہ مسلم صراحناً یا اشارتاً ضرور قرآن کریم میں ہونا چاہیے تھا لیکن کسی طریقے سے بھی بیان نہیں کیا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کورو کئے کی طرف توجہ نہیں فرمائی ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے:

﴿ وَمَا اللهُ يُرِينُهُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۞

''اوراللّٰداپنے بندوں پرظلم نہیں کرناچا ہتا۔''[©]

ہاں! الله تعالى نے ينتم كے ساتھ مدردى كرنے كے ديگر بہت سے طريقے بتائے ہيں۔

(1) المؤمن 31:40.

1 الله تعالى نے مرآیت میراث میں حصص میراث بیان کرنے کے ساتھ بی بھی فرمایا:

﴿ قِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا آوُ دَيْنٍ ﴾

''تمھاری اس وصیت کی بھیل کے بعد جوتم وصیت کرتے ہواور قرضے کی ادائیگی کے بعد۔''[®]

العنی اللہ تعالی نے وصیت کا بیان فرمایا تو دادا کو چاہیے کہ یتیم پوتے کے لیے وصیت کردے اور ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر دادا پوتے کے لیے ایک تہائی کی وصیت کرجائے تو پھریتیم پوتے کو دو چچ ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ برابر حصہ مل جائے گا اور اگر چچ زیادہ ہوں تو پھرایک تہائی وصیت کی صورت میں اس کا حصہ ان سے بڑھ جائے گا۔

آگردادا نے وصیت نہیں کی تو چیااس کواپنے مال میں شریک کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنا سارا مال ہیں اس کے درسکتا ہے بلکہ وہ اپنا سارا مال ہیں اسے دے سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں بتیموں کو مال دینے کی ترغیب فدکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِى الْقُرْلِي وَالْيَتْلَى ﴾

''اور جس مخص نے اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں اور نتیموں کو مال دیا۔''[®] نیز فر ماہا:

﴿ قُلُ مَا ٓ انْفَقْتُمُ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْا قُرْبِيْنَ وَالْيَتْلَى ﴾

'' کہہ دیجیے: جو کچھتم اپنے مال سے خرچ کروتو وہ والدین ، رشتہ داروں اور تیموں کودو۔'، ®

٠ النسآء 12:4. ١ البقرة 2:77. ١ البقرة 2:215.

آگر چھایتیم بھینیج کو پچھ نہ دے تو دوسرے رشتہ دار اس کے ساتھ ہمدردی کر سکتے ہیں۔
 درج ذیل آیت مبار کہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿ وَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْنِي وَالْيَتْلِي وَالْمَسْكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ

''جب تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ دار ، یتیم اور مساکین موجود ہوں تو اس میں ہے اخصی بھی کچھ دو۔''®

اسلام نے یہ مذکورہ نین طریقے اس لیے مقرر کیے ہیں کہ اگر کہیں پوتا بیتم ہوتو اسے ان میں سے کسی طریقے کے ذریعے سے مدد پہنچائی جاسکتی ہے۔

شبہ نمبر۞: دادےکو یتیم پوتے کا وارث بنایا جاتا ہے۔لیکن یتیم پوتے کودادے کا وارث نہیں بنایا جاتا۔

جواب الله تعالى نے قانون وراثت كى بنياد قرب پر ركھى ہے، يعنى جو شخص رشتے ميں ميت كے زيادہ نزديك ہوگاوہ ميراث كا پہلے حق دار بنے گا۔ الله تعالى نے فرمايا:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِلَانِ وَالْاَ قُرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِلْنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ﴾

''جو پچھ والدین اور قرابت والے ترکہ چھوڑ جائیں ، اس میں مردوں کا حصہ ہے، اور (اسی طرح) عورتوں کے اللہ بین اور (اسی طرح) عورتوں کے لیے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جوان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں۔''®

آیت کامفہوم یہ ہے کہ تو الد کے رابطے اور اقربیت کی نسبت کے لحاظ سے میراث ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح میراث کی نتیوں آیات میں الأقرب فالأقرب (پہلے قریب تر ہوں) کا قانون رکھا ہے، چنانچہ وراثت کے متعلق سور ہوناء

① النسآء 8:4.
 ② النسآء 7:4.

کی آیت نمبر 11 میں پہلے اولاد کا ذکر ہے، پھر والدین کا اور یہ الأقرب فالأقرب پر بنی ہے۔ آیت نمبر 12 میں خاوند اور بیوی کی میراث کا ذکر فرمایا جو توالد کے بعد أقرب نسبت ہے جبکہ آیت نمبر 176 میں اخیافی اور علاقی بھائیوں کی میراث کا تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی اخیافی، علاقی پر مقدم ہے۔ یہ بھی الأقرب فالأ قرب کی بنیاد پر ہے۔

ای اصول کی بنا پر میتیم لڑ کے کا بچیا، اس کے دادے کے زیادہ قریب ہے کوئکہ دہ اس کا بیٹا ہے اور میتیم لڑکا ایک داسطے (باپ) کی وجہ سے بچپا کی نسبت دادے سے دور ہے ادر باپ کے وفات پاجانے پر بوتا بیٹے کے مقام پرنہیں آجاتا، وہ بوتا ہی رہتا ہے۔ اس طرح بچپا کی موجودگی میں بھتیجا وارث نہیں بن سکتا۔ اگر ایک صورت میں میتیم بوتے کو میراث میں حصہ دار بناویا جائے (جبکہ اس کے لیے کوئی شرعی دلیل بھی نہیں) تو یہ دادے کی طرف سے اپنے بیٹے کی حق تلفی ہوگے۔ اور دادے کو بوتے کا اس لیے دارث بنایا جاتا ہے کہ وہ بوتے کے لیے اگر آخرب "ہے جبکہ بچپا" أبعد "ہے کوئکہ بچپا، دادے کی وساطت سے بچپا بنا ہے۔ شہر نہ بر ﴿ يُوتَ الْسِ اللّٰ عَلَى مقام ہوتا ہے۔

جواب یہ قائم مقامی کا اصول حافظ اسلم اور پرویز صاحب کے خود ساختہ اصول میں سے ہے۔ اس کے لیے وہ قرآن کریم میں سے کوئی ماخذ پیش نہیں کر سکتے بلکہ بیاتو عقلی تقاضے کے بھی خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ پوتا اپنے باپ کی وساطت سے دادے کے قریب تھا جبکہ باپ اس کے دادے سے پہلے وفات پا گیا، اب اس کو داسط نہیں کہا جاسکتا۔ یہ حقیقت سے چہم بوثی کے مترادف ہے۔ اگر کوئی شخص اعتراض میں بیہ مثال پیش کرے کہ کسی کا باپ فوت ہوجائے اور اس کا واوا زندہ ہوتو دادا باپ کی جگہ پر قائم مقام ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دادا اقربیت کی وجہ سے دارث بنتا ہے نہ کہ قائم مقامی کی وجہ سے جبکہ بیتم بوتے کے مسئلے میں " اقرب" (چیا) موجود ہے تو یہاں قائم مقامی وجہ سے جبکہ بیتم بوتے کے مسئلے میں " اقرب" (چیا) موجود ہے تو یہاں قائم مقامی ک

كااصول لا گُۈنېيں ہوتا۔

بائیسوال شبه: میچ بخاری کی قابل اعتراض احادیث

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے طلوع اسلام میں جالیس احادیث کا صرف اردو ترجم نقل کرکے آخیں قابل اعتراض گردانا ہے اور عقل و سائنس کی روسے ان احادیث پر اعتراض کیا ہے گان کی وجہ سے رسول اللہ عنظیم اور صحابہ کرام کی سیرت داغ دار ہوتی ہے یا بیا احادیث قرآن کے خلاف ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی سیرت داغ دار ہوتی ہے یا بیا احادیث قرآن کے خلاف ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر حرف آتا ہے، پھر انھوں نے لکھا ہے کہ اس قتم کی اور بھی بہت می احادیث ہیں جو رسول اللہ عالیہ عدیث مسلم کی ہے رسول اللہ عالی کی ہیں۔ ان احادیث میں سے صرف ایک حدیث مسلم کی ہے اور باقی 39 صحیح بخاری کی ہیں۔

اس الزام کا جواب میہ ہے کہ سیحے بخاری کی 7275 احادیث میں سے صرف 39 پر اعتراض ہے تو پھر ان کے علاوہ دوسری ہزاروں احادیث کو کیوں نہیں مانتے۔ صرف چند احادیث کی وجہ سے سارے ذخیرہ احادیث کے ساتھ استہزا کسی مسلمان کا تو گجا کسی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے شخص کا کام بھی نہیں ہوسکتا۔ تقیقت میہ ہے کہ انھیں ان چالیس احادیث کی سمجھ نہیں آئی ورندان میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

تفصیلی جوابات مسمم

صدیث 1: پھر کا مویٰ علیا کے کپڑے لے کر بھا گنا

موی الیٹانے عنسل کرتے وقت کپڑے پھر پر رکھ دیے تو پھر وہ کپڑے لے بھا گا۔ موی طیٹا بھی اس کے چیچے دوڑے، بن اسرائیل نے انھیں برہنہ حالت میں دکیے لیا تو انھیں معلوم ہوگیا کہ ان کے بدن میں کوئی بیاری نہیں۔ $^{\odot}$

جواب بی اسرائیل میں یہ عادت تھی کہ وہ اکھے عسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو برہنہ دیکھنے میں کوئی عارفہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے، اس لیے موسیٰ عَلِیْهَ کا ان کے سامنے برہنہ حالت میں آنا کوئی عارفہیں تھا۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وہ لوگ موسیٰ عَلِیْهَ کی طرف جو بیاری منسوب کررہے تھے اس سے موسیٰ عَلِیْهَ کی براءت ظاہر ہوگئی۔

حديث 2: موى عليه كا ملك الموت كوطماني مارنا ®

جواب اس حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ ملک الموت انسانی شکل میں آیا اور انھیں (موئی سے) کہا کہ میں تمعیں مارنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ موئی ملیہ انھیں (ملک الموت کو) نہ بہچانا اور اسے طمانچہ مار دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تھے مارنے آیا ہوں تو اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ دوسری مرتبہ آیا تو موئی مایٹیا نے اسے بہچان لیا اور سرتسلیم خم کردیا۔

صدیث 3: سلیمان علیق کا ایک رات میں سو بیویوں کے پاس جانا[©]

نوٹ: حدیث میں نوے ہو یوں کا ذکر ہے۔

طلوع اسلام کی طرف ہے اس حدیث پر دواعتراض ہیں۔

انانوے یا سو بیویوں کا ایک وقت میں نکاح میں جمع ہونا، روایات میں تعداد کے

شصحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث: 3404. (أن صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب وفاة موسى السنة عديث: 3407. (أن صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي الله عديث: 6639.

حوالے سے اضطراب ہے۔

- 2 ایک رات میں سب کے ساتھ الیا جماع کرنا کہ انزال بھی ہوتا کہ ہر ایک بیوی ہے بچہ پیدا ہو۔
- جوب ﴿ سلیمان علیا کے لیے ہوا اور جنات مخر سے، آپ انھیں قید کرتے اور سزا دیتے سے، اعلی قسم کے گھوڑے سے، شاہی شان و شوکت تھی اور دنیا کے اکثر ممالک پر حکومت تھی۔ ان باتوں کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے تو ایسے شخص کے لیے سویا ننانو سے بیویاں ہوناعقل سے بعید نہیں۔
- ﴿ بِائبِل مِيں سليمان مُلِيناً كے ليے سات سومملوكات اور تين سوبيو يوں كا ثبوت ملتا ہے۔ ﴿ وَهِي مِينَ مِينَ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ عِلَيْهِ عَلَيْهِ عِلَى عَلَيْهِ عَلِي عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ
- تعداد (سویا ننانوے) کے نفاوت سے حدیث میں اضطراب پیدانہیں ہوتا، اس کی دو
 وجوہ ہیں:

اون: عدد کے مفہوم مخالف کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ معتبر نہیں، یعنی تھوڑے عدد کے ذکر سے زیادہ عدد کی نفی لازم نہیں آتی۔

دوم: بیبھی ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے بیویوں اورلونڈیوں کو اکٹھا شار کیا ہو اور کسی نے صرف بیویوں کوشار کیا ہو اور کسی نے صرف ان کوشار کیا ہو جو حالت طہر میں تھیں تو اس طرح اضطراب ختم ہوسکتا ہے۔

٠٠٠ سلاطين: 1، باب: 11، آيت 1-5.

مردوں کی طاقت عطا کی گئی ہے۔ آبن جمر رشان نے نقل کیا ہے: انس ٹھاٹھ نے فرمایا: ہم یہ بات کہا کرتے ہے کہ نبی طاقی کو تمیں مردوں اور دوسری روایت کے مطابق چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ ابوقیم نے باب صفة الدجنة میں مجاہد کی سند سے ایسے قل کیا ہے، اور آخر میں فرمایا: اس سے جنتی مردمراد ہیں۔ اور مندا حمد اور سنن نسائی کی روایت جے امام حاکم نے صبح قرار دیا ہے، زید بن ارقم ڈھاٹھ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ جنتی مردکوسو آدمیوں کے کھانے پینے اور جماع کرنے کی قوت دی جائے گی تو اس حساب سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی طاقی کو تین چار ہزار مردوں کی قوت دی جائے گی تو اس حساب سے معلوم شخص مراد ہے جس کی قوت سو آدمیوں کی ہوگ تو نبی جس میں تین ہزار یا چار ہزار مردوں کی طاقت ہوتو اس کے لیے ایک رات میں سو بیویوں سے ہم بستری کرنا عقل سے بعید نہیں۔ طاقت ہوتو اس کے لیے ایک رات میں سو بیویوں سے ہم بستری کرنا عقل سے بعید نہیں۔

حدیث 4: ابراہیم مَلِیّا کا اس (80) سال کی عمر میں اپنا ختنه کرنا[®]

جواب اس میں اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ انبیاء عَیْنَ کو احکام شریعت کے متعلق وقیاً وی آتی تھی اور جیسے وی آتی وہ اس پڑمل کرتے تھے۔ ابراہیم علیظا کو ختنے کے متعلق اسی (80) سال کی عمر میں تھم ہوا تو انھوں نے اسی عمر میں اللہ کے حکم کی تغییل کرتے ہوئے اپنا ختنہ کیا، نیز اس وقت طبعی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، لہذا اسی (80) سال کی عمر میں وہ کمزور اور ضعیف نہیں تھے۔

حديث 5: ابراجيم عَلِيْلًا كا تنين جموك بولنا

''ابراہیم ملیٹا کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے تھے جبکہ جھوٹ

[﴾] السنن الكبرى للبيهقي: 54/7. ۞ فتح الباري: 324/6. ۞ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَا**تَّحَفَلُ اللهُ اِبْرُهِيْمَ خَلِيْلًا**۞ ، حديث: 3356.

بولنا انبیاء نیظ کے شایان شان نہیں۔'[®]

- پہلا جھوٹ: ابراہیم علیہ نے بتوں کوتوڑا تو ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:
 ﴿ بَكُ فَعَلَهُ ﴾ كَبِيرُوهُ مُن
 - "بلکہان کے بڑے نے بیکیا ہے۔"
- ﷺ دوسرا جھوٹ: قوم نے ابراہیم علیلہ کو اپنے تہوار میں شرکت کی دعوت دی توانھوں نے فرمایا: ﴿ اِنِّی سَقِیْقُر ﴾ '' میں بیار ہوں۔' ®
 - تیسرا جھوٹ: انھوں نے اپنی اہلیہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔
- جواب ان میں سے دو کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے، منکرینِ حدیث صرف حدیث پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ وہ قرآن کریم میں مذکور دو کا جو جواب دیتے ہیں وہی جواب تیسری بات کے متعلق ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔
- ﴿ عربی محاورے میں کذب کا اطلاق کبھی توریہ کرنے پر بھی ہوتا ہے اور توریہ یہ ہے کہ بات کرنے والا الیے الفاظ میں بات کرتا ہے جس کے دومفہوم ہوسکتے ہیں، سننے والا اس کے ظاہری مفہوم کو لے لیتا ہے جبکہ بات کرنے والے کے ذبن میں اس بات کا دوسرا مفہوم مراد ہوتا ہے تو لیک لذبات اس توریہ کے معنی پر محمول ہیں، اور ان کو کذبات پھر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سامع کے مراد کردہ مفہوم کے خلاف ہیں، یعنی سامع کے مفہوم کے لخاظ سے جھوٹ ہیں۔ یعنی سامع کے مفہوم کے لخاظ سے جھوٹ ہیں۔ علاوہ ازیں جھوٹ کی دوشمیس ہیں ایک مذموم، دوسری قتم وہ جو کہ مستحن ہے اور بعض اوقات اس کا بولنا واجب ہے تو ابراہیم علیا کے جھوٹ مذموم جھوٹ نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ مذمت بیان فرماتے یہ ستحن جھوٹ ہیں ان میں سے پہلے دو تو نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ مذمت بیان فرماتے یہ ستحن جھوٹ ہیں ان میں سے پہلے دو تو
 - شحيح البخاري ، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿ وَاتَّخَذَ اللهُ إِبْرِهِيْمَ خَلِيْلُانَ › ،
 حديث:3358. (١) الأنبياء 63:21. (١) الصّفّة 89:37.

ایے جھوٹ ہیں جومشرکین پر جمت قائم کرنے اور کلمہ حق کوسر بلند کرنے کے لیے آپ نے بولے ہیں جبکہ تیسرا وہ ہے جو آپ نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بولا ہے اور سے کوئی ندموم جھوٹ نہیں بلکہ سخسن اور واجب ہے۔

حدیث 6: گرگٹ مارنے کے متعلق کی

جواب اسے قل کرنے کا اصل سب یہ ہے کہ یہ موذی ہے اور موذی جانور جہاں بھی مل جائے، اسے قل کرنے کا اصل سب یہ ہے کہ یہ موذی ہے اور موذی جانور جہاں بھی ملیا گا ۔ اسے قبل کرنے کا حکم ہے تا کہ لوگ اس کی ایذا سے نج جائیں۔ اور ابراہیم ملیا گا کہ ریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی کمبی زبان سے دور سے تھو کتا ہے۔ اس کے منہ کا لعاب زہر یلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کیڑے موکر اس کی خوراک بنتے ہیں۔ اس کی چار المیازی خصوصیات کی وجہ سے کیڑے موکر وں میں نہیں پائی جائیں۔ اس کی چار المیازی خصوصیات اور بھی ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائی جائیں۔

اعول کے مطابق فور ارنگ بدل سکتی ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ فلال شخص گر گٹ
 کی طرح رنگ بدلتا ہے۔

اس کی آنکھیں پوٹوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں جن میں چھوٹے سے سوراخ ہوتے ہیں
 جن سے وہ دیکھا ہے۔

🖫 وہ چاروں طرف اور اوپر پنچے دیکھ سکتا ہے۔

آگر اس کے جسم کا پچھلا حصہ کٹ جائے تو بھی وہ بہت دیر تک متحرک اور زندہ رہتا

ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا زہر بلا لعاب دہن آگ کے شعلوں کو بھی تیز کرسکتا ہو۔ 🗈

حدیث 7: قد آ دم اورنسل درنسل اس کائم ہونا

آدم عليها كا قدسامه ذراع تها پراب تك يدقدكم موتا جار إب__

عوری میں لفظ ذراع ہے جس کا معنی گزیا میٹر نہیں بلکہ اس کا معنی ہاتھ ہے جو تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہے۔ منکرین صدیث نے کتاب ''مقام صدیث' میں یہ دھوکا دیا ہے کہ ذراع کا معنی گز ہے۔ اس کے باوجود یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ذراع کا معنی گز ہے۔ اس کے باوجود یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نوح طلا نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسوسال تبلیغ کی اور ان کی کل عمر ایک ہزارسال تھی ان کے بعد یہ عمر بتدر ہے درمیان ہوگی۔'' شاذ و نادر ہی اس سے زیادہ عمر کی مثالیں ہول گی۔ اس امت کی عمر ہزارسال کی نبیت پندرھواں حصہ بنتی ہے اس لحاظ سے لوگوں کا اوسط قد بھی اب تقریباً چھوف کے قریب ہی ہے بلکہ بعض علاقوں میں اس سے لوگوں کا اوسط قد بھی اب تقریباً چھوف کے قریب ہی ہے بلکہ بعض علاقوں میں اس سے کھی کم ہور ہا ہے۔

اور ساعتراض اس لیے بھی باطل ہے کہ قرآن میں بعد میں آنے والی قوم عاد کاذکر ہے۔ کہ جب ان پر عذاب آیا تو وہ ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجور کے تنے ، یعنی ان کا قد کھجور کے تنوں کی طرح تھا، حالانکہ بیآ دم علیا گا کے بعد آئے ہیں اوران کے قد اتنے لمبے تھے تو آدم علیا کا قد ساٹھ ہاتھ مان لینے سے کون می دین خرابی لازم آتی ہے۔ عادیوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كَانَّهُمُ ٱعُجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۞

افوذ الركتاب فتشر پرويزيت. ﴿ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته، حديث: 3336.
 الزهد، باب ماجاء في فناء أعمار، حديث: 2331.

''گویا وہ تھجور کے کھو کھلے تنے ہوں۔''[©]

حدیث 8: فرضیت نماز کیسے ہوئی!

نمازیں کیے فرض ہوئیں،اس کے متعلق حدیث معراج مشہور ہے۔®

منكرين حديث كى طرف سے اس حديث پر عام طور پر تين اعتراض كيے جاتے ہيں:

اس میں موسیٰ ملیا کی شان جمارے رسول عَلَیْم سے بلند بتائی گئی ہے کیونکہ ہمارے اس میں موسیٰ ملیا کی شان جمارے اس

رسول سکا این نے نمازیں کم کرنے کے بارے میں ان سے استفادہ کیا۔ آپ ان کے

مشورے پڑمل کرتے رہے جبیبا کہ اس صدیث سے معلوم ہوتا ہے، اس سے پیتہ چاتا ہے کہ ۔

کسی یہودی نے اپنے نبی موئی علیظا کی شان بلند کرنے کے لیے بی حدیث وضع کی ہے۔

﴿ الله تعالى نے پہلے پچاس نمازی فرض کیں، کیا الله تعالی اور رسول الله ظَالَيْمُ کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ آخری امت اس بوجھ کی متحمل نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ موک علیا نے توجہ دلائی۔

3 جب آخر میں پانچ نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالی نے فرمایا:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَى

'' میرے ہاں بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔''

جبکہ یہاں بات کو کئی بار بدلنا پڑا ہے۔

جوب اعتراض اول: کسی سے مشورہ لینا یا کسی کومشورہ دینا اس میں کسی قشم کا نقص اور

عیب لازم نہیں آتا۔ الله تعالی نے قرآن مجید میں اپنے رسول مُلَّلِيَّمْ کو حکم دیا ہے:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾

آلحاقة 7:69. (2) صحيح البخاري، الصلاة ، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء ،
 حديث:349.

"اوراہم بات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔" $^{\odot}$

ای طرح رسول الله منظیم نے بدر کے قید یوں کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور الو کر چھٹھ کے مشورے پر عمل بھی کیا۔ عائشہ چھٹ پر تبہت کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور اسامہ، بریرہ اور زینب ٹو گھٹھ کے مشورے پر عمل کیا تو جب موی علیم نے رسول اللہ منطقیم کو مشورہ دیا اور آپ نے ان کے مشورے پر عمل کیا، اس سے بہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی منطق فرمایا:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعُضَهُمُ عَلَى بَعْضٍ

'' بيار سول ہيں جن ميں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضيلت دی۔''®

یہ بعض کو بعض پر جزوی فضیلت ہے جبکہ کلی فضیلت نبی ٹائیٹی کو حاصل ہے لیکن اس کا پیمطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کو جزوی فضیلت نہیں دی۔

یں بنداخل دوم: جب الله تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے اور پھراس میں تخفیف فرمادیتا ہے

تو اس میں اس کی بہت سی حکمتیں ہیں:

🗓 انسان الله تعالی کے حضور تخفیف کے لیے التجا اور تضرع کرے۔

2 الله تعالی کی کرم نوازی کا اظہار ہے۔

🗵 الله تعالیٰ کے تصرف اور اختیار کلی کا مظاہرہ ہے۔

احکام ننخ میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی حکمتیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ ننخ کو بے علمی پر محمول کرنا یہودیوں کا اعتراض تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت ننخ میں اس کا حمل میں اس کا عمل کرنا یہودیوں کا اعتراض تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت ننخ میں اس کا حمل میں ا

جواب دیا ہے۔ عدست میں

٠ أل عمران 3:159. ١ البقرة 253:2

جواب اعتراض سوم: لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ به جمله اس حدیث کے آخر میں درج ہے۔ توالقول سے پچاس نمازوں کا حکم مرادنہیں بلکہ ایک عمل صالح پر دس گنا ثواب دینا مراد ہے، چنانچ ارشاد ہوا:

﴿ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشُرُ ٱمْثَالِهَا ﴾

''جو شخص نیک عمل کرے گا، اس کواسی طرح کی دس نیکیاں ملیں گی۔'' یا قول سے مراد حدیث میں ندکور بیرالفاظ ہیں: «هُنَّ خَمْسٌ وَّهُنَّ خَمْسُونَ» ''وہ اداکرنے میں یانچ ہیں جبکہ اجر وثو اب میں وہ پچاس ہیں جبکہ سب سے واضح بات

سے کہ لاینگالُ الْفَوْلَ لَدَیَّ ہے مراد سے باخی نمازیں ہیں، لینی پانچ مقرر ہونے کے بعداس میں مزید تبدیلی نہیں ہوگی۔' ® بعداس میں مزید تبدیلی نہیں ہوگی۔' ®

حدیث 9: نبی مُلَّاثِمٌ پر جادوکرنے کی حدیث

ﷺ منکرین حدیث کے اعتراضات: ﴿ جادو کفروشرک ہے، یہ کسی صالح انسان پر خصوصًا نبی پراثر انداز نہیں ہوتا۔

﴾ اگرنی پر جادو کا اثرنشلیم کر لیا جائے تو اس سے شریعت قابل اعتاد نہیں رہتی۔ اس طرح پیة نہیں چلتا کہ نمی نے فلاں کام وحی کی روشنی میں کیا ہے یا جادو کے اثر کی وجہ سے کیا ہے۔

﴿ قَرْ آن كُرِيمِ نِے كفار مكه كا قول نقل كيا ہے كہ وہ رسول الله مُلَاثِيَّا كُومْسُور كَها كُرتے تھے:

﴿ إِنْ تَكَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسُحُورًا ۞

''تم ایک ایسے آوی کی پیروی کرتے ہوجس پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔''[®]

 لہذا نبی مُنافِیْم پر جادو کا اثر تسلیم کرنا کفار کے قول کی تائید کرنا ہے۔

جواب اعتراض اول: کسی چیز کا حرام ہونا اس بات کو مستزم نہیں کہ اس میں تا ثیر نہیں ہوتی، مثلاً: کسی نے روٹی چوری کی، یہ روٹی کھانے سے بھوک ختم ہو جائے گی اگر چہ وہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں میں تا ثیر رکھی ہے۔ حرام میں بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے تا ثیر ہوتی ہے۔

سحری تا غیرکا اثبات قرآن کریم کی بہت ی آیات میں فرکور ہے۔فرمایا:

﴿ وَمَا هُمْ بِضَارِيْنَ بِهِ مِنْ اَحَدٍ إلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾

'' وہ اللہ کے حکم کے سواکسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ مَا يُفَرِّ قُونَ بِهِ بَيْنَ الْبَرْءِ وَ زَوْجِهِ ﴾

'' جس سے زن وشوہر میں جدائی ڈالتے تھے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَلَيَّآ ٱلْقَوْاسَحُرُوٓا آعُيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ﴾

'' پھر جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی آئھوں کومتحور کر دیا اور انھیں خوف زدہ کردیا۔' [®]

نيز فرمايا:

﴿يُخَيِّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمُ اَنَّهَا تَسْعَى ﴾

''ان کے جادو کی وجہ سے موئیٰ علیا ہا کو (وہ رسیاں) ایسے نظر آنے لگیں جیسے وہ دوڑ رہی ہوں۔''®

٠ البقرة 2:102. ﴿ البقرة 2:102. ﴿ الأعراف 7:116. ﴿ طُهُ 66:20.

نيز فرمايا:

﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفَتْتِ فِي الْعُقَدِ ٥

'' اور جادو کرنے والی عورتوں کے شرسے (میں تیری پناہ مانگتا ہوں) جو گر ہوں پر چھونکیس مارتی ہیں۔''[®]

ان آیات سے ثابت ہوا کہ سحر اور جادو کے لیے اثر ہے اور انبیائے کرام بھی من جملہ بشر ہیں، ان پر بھی جادو اثر انداز ہوسکتا ہے، اس شرکا مقصد سحر آفرین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سحر کے آثار عام بندوں پر اور انبیاء میالئ پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ موسی علیا کے متعلق جوسورہ طا میں ﴿ یُخَیّلُ اِکْیْدِ ﴾ آیا ہے '' اور سحیح بخاری کی روایت میں نبی علی ای متعلق ﴿ یُخَیّلُ ﴾ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ انبیاء میالئ پر سحر صرف ان کی قوت خیالیہ پر پڑتا ہے، اس سے زیادہ اثر نبیں ہوتا۔ اللہ تعالی انھیں محفوظ رکھتا ہے جبکہ خیال کی تبدیلی تو ایک بیاری کی طرح ہے جیسا کہ انبیاء میلئ پڑتی طاری ہوسکتی ہے۔

جواب اعتراض دوم: جب معلوم ہوا کہ انبیاء ﷺ پرسحر کی تاثیر وقتی طور پر خیالی ہوتی ہے، لبندا اس سے شریعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ، نیز نبی تالیہ اُس سے شریعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ، نیز نبی تالیہ اُس سرحر کا واقعہ صرف ایک مرتبہ ہوا، جس کا اللہ تعالیٰ نے دوفر شتوں کے بتانے کے ذریعے سے ازالہ کر دیا اور اس مدت میں نزول وجی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر کوئی وجی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اسے نقل کرتے یا دشمن ہی اس بات کا پرا پیگنڈہ کرتے لیکن اس میں سے پھے بھی نہیں ہوا۔

جواب اعتراض سوم: مشرکین نے نبی تالیق کو متحور کہالیکن اس کا عدیث سحر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جس کی درج ویل وجوہ ہیں:

اولاً ہم اس کا الزامی جواب دیتے ہیں کہ مشرکین نے نبی منافظ کے بارے میں کہا

① الفلق 4:113.

کہ آپ بشر ہیں، کھاتے پیتے ہیں بازاروں میں چلتے ہیں۔ یہ کفار کے دعوے تھے، کیا ہم ان باتوں سے صرف اس لیے انکار کردیں کہ اس سے مشرکین کی تصدیق ہوتی ہے؟
اگرایک بات ثابت ہواور مشرکین اسے کہتے ہوں تو اس سے انکار کرنا کیسے درست ہے؟

محور سے مراد وہ شخص ہے کہ حرکی وجہ سے اس کا اس قدر دماغ خراب ہو کہ وہ مجنون ہو جائے جبکہ نبی منافیظ سحرکی وجہ سے مجنون نہیں ہوئے تھے اگر چہ مشرکین نے انبیاء عیالہ کو صاحراور مجنون کہا تھا۔
کوساحراور مجنون کہا تھا۔

ا کفار کا نبی طالیم کا محور کہنا تکی سورتوں میں مذکور ہے جبکہ سحر کا واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ مکی زندگی میں آپ پر کوئی سحر نہیں کیا گیا۔ مشرکین جھوٹ کی بنا پر آپ کومسور کہتے تھے، البتہ مدینہ طیبہ میں آپ پر سحر کیا گیا جس کا آپ پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا اور وہ جلد ہی زائل ہو گیا۔

حدیث 10: "نوازواج مطبرات کے ساتھ ایک ہی رات میں ہم بستری کرنا" ®

اس حدیث پرمنکرین کی طرف سے دواعتراض ہیں:

- ﴿ ایک رات میں ایک مرداتی بیوبوں کے ساتھ ہم بستری نہیں کرسکتا۔

حوال اعتراض اول: ای حدیث میں وارد ہے کہ نبی طاقت کو تمیں مردوں کی طاقت دلی گئی تھی، پھر دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جنت میں ایک مرد کی طاقت سومردوں کے برابر ہوگی۔سلیمان طابقا کے متعلق حدیث میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے، نیز انبیاء عیالاً

صحیح البخاري، النكاح، باب كثرة النساء، حدیث: 5068.

کواپنے اوپر قیاس نہیں کیا جاسکتا، لہذااس پر تعجب اور انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

بعض احباب نے یہاں نمی سُٹاٹیڈ کے ازواج مطہرات کے پاس جانے کا مطلب
مزاج پری پر محمول کیا ہے اور قوت سے شجاعت مرادلیا ہے۔ یہ قول بھی انکار حدیث کے
مترادف ہے کیونکہ روایت میں ہے، نمی سُٹاٹیڈ نے تمام بیویوں کے ساتھ مجامعت کرنے
کے بعد ایک عسل پراکتفا کیا۔ **

محدثین نے لکھا ہے کہ بید واقعات اس سفر کے ساتھ متعلق ہیں جس میں آپ کی تمام از واج مطہرات آپ کے ساتھ تھیں، اور بیہ ججۃ الوداع کا سفر تھا۔ آپ نے طواف زیارت کے بعد احرام اتارا اور اپنی تمام از واج مطہرات کے ساتھ تعلق قائم کیا اگر چہ عام حالات حضر میں آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی، حالا تک حضر میں آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی، حالا تک میں باری مقرر کرنا نبی مظافی کے بیں تھا۔

اس ماقبل بیان کے ساتھ ان کے دوسرے اعتراض کا جواب بھی سامنے آیا کہ باری مقرر کرنے کے متعلق روایت اور ایک رات میں مجامعت کرنے کے درمیان کوئی تعارض نہیں جبکہ بیہ بالا تفاق معلوم ہے کہ سفر میں عام مردوں پر بھی باری کی تقسیم واجب نہیں۔

مديث 11: حالت عض مين مباشرت [®]

عائشہ ڈٹا ٹیان کرتی ہیں: میں اور رسول اللہ مُٹاٹیا گیا ایک برتن سے عسل کرتے تھے جبکہ ہم حالت جنابت میں ہوتے تھے اور حالت حیض میں آپ جمھے حکم دیتے تو میں ازار پہن لیتی اور آپ مجھے سے اختلاط کرتے تھے۔ اور بحالت اعتکاف آپ اپنا سرمسجد سے میری طرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھودیتی، حالا تکہ میں حاکضہ ہوتی تھی۔

قطرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھودیتی، حالا تکہ میں حاکضہ ہوتی تھی۔

ق

صحيح مسلم الحيض باب جواز نوم الجنب واستحباب حديث: 309. (2) صحيح البخاري الحيض باب مباشرة الحائض حديث: 301,300,299. (3) مقام مديث م 220.

اس حدیث پرسب سے بڑا اعتراض ہیہ ہے کہ حالتِ حیض میں مباشرت قر آن کی رو سے منع ہے جبکہ حدیث میں اس کا اثبات ہور ہاہے۔

جواب یہ حدیث سے جہالین اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ میاں ہوی اپنے گھر میں اکشے خسل کریں۔ حالت حیض میں ازار کے اوپر مباشرت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن مباشرت کا معنی اختلاط (جماع فی الفرج) کرنا تلبیس ہے۔ مباشرت کا معنی ہے:
''بدن کے ساتھ بدن ملانا'' یہ معنی احادیث میں اکثر استعال ہوتا ہے۔ قرآن میں مباشرت کا معنی مجامعت ہے لیکن ہرآیت میں یہی معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ ہوتا ہے۔ مباشرت کا معنی مجامعت مراد نہیں۔ معتلف مباشرت کا معنی عالی ہوتا ہے۔ کہ اس سے مجامعت مراد نہیں۔ معتلف کا معبد سے سر نکالنا اور حائضہ کا اسے دھودینا جائز ہے کیونکہ حائضہ کے ہاتھ اور پاؤل وغیرہ یاک ہوتے ہیں۔

حدیث 12: حالت استحاضه میں اعتکاف کرنا[®]

عائشہ ﷺ سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی اہلیہ نے اعتکاف کیا جبکہ وہ خون اور زردی کو دیکھتی تھیں اور نماز پڑھنے کی حالت میں طشت اس کے پنچے رکھا رہتا تھا۔

جواب حدیث می ہے لیکن طلوع اسلام والوں نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے صرف خون اور زردی کے ذکر سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حالت حیض تھی جبکہ حدیث میں واضح ہے کہ وہ عورت متحاضہ تھی اور امام بخاری رشائلہ نے بیحدیث باب الاستحاضہ میں بیان کی ہے۔ حالت استحاضہ میں متجد میں واضل ہونا ، اعتکاف کرنا اور نماز پڑھنا بالکل بیات کی ہے۔ حالت استحاضہ میں متجد میں واضل ہونا ، اعتکاف کرنا اور نماز پڑھنا بالکل

عب البخاري؛ الحيض؛ باب اعتكاف المستحاضة؛ حديث: 309. ﴿ مقام حديث، ص: 321.

مکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات

395

جائز ہے۔اور وہ طشت اس لیے رکھتی تھیں کہ سجد گندی نہ ہو۔

حدیث 13: دوران روزه بیوی کا بوسه لینا®

"عائشہ والله بیان کرتی ہیں رسول الله طالیم روزے کی حالت میں اپنی ازواج مطہرات کا بوسه لیا کرتے تھے اور مباشرت بھی کیا کرتے تھے مگر وہ اپنی خواہش پرتم سب سے زیادہ قابور کھنے والے تھے۔"

جواب یہ صدیث بھی صحیح ہے، یہاں بھی مکرینِ صدیث نے مباشرت کو جماع پر محمول کرکے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ مباشرت کے لغوی معنی ہیں: ''بدن کے ساتھ بدن ملانا'' حدیث کا آخری جملہ اس کی صریح دلیل ہے کہ آپ اپنی خواہش پر زیادہ ضبط رکھتے سے، یعنی جماع نہیں کرتے تھے۔ اس میں یہ سبق بھی مضمر ہے کہ امتی اس مسلط میں آپ کی اتباع نہ کریں کیونکہ آھیں اپنی خواہش پر ضبط و قابور کھنے کی طاقت نہیں۔

حدیث 14: رمضان میں جنابت سے خسل کیے بغیرروزہ رکھنا 🕯

پرویز نے عائشہ رہا ہے مروی حدیث نقل کی ہے، انھوں نے کہا: میں یقین کے ساتھ بیان کرتی ہول کہ رسول اللہ ساتھ احتلام کے بغیر جماع کی وجہ سے بحالت جنابت صبح کرتے اور پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ ام سلمہ رہا ہے بھی اس بات کی تا تید کی، پھر ابوجعفر کی روایت بیان کی کہ میں نے ابوعبداللہ سے بوچھا کہ اگر کوئی شخص قصدًا کھا پی کر روزہ تو کیا وہ جماع کرنے والے کی طرح کفارہ دے گا۔ انھوں نے کہا: نہیں، کیاتم دیکھتے نہیں کہ حدیث میں بیالفاظ صاف موجود ہیں:

⁽ صحيح البخاري الصوم باب المباشرة للصائم عديث: 1927. (مقام صعيف عن 321.

٤ صحيح البخاري، الصوم، باب اغتسال الصائم، حديث: 1931.

«لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ»

''ساری عمر کے روز ہے بھی اس کی قضانہیں دے سکتے۔''[®]

جواب صدیث اول صحیح ہے۔ یہاں دو روایات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث میں منکرین کو کون سی قباحت محسوس ہوتی ہے کہ انھوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔ اگر انسان پر غسل جنابت فرض ہولیکن وہ وقت کی کی وجہ سے پہلے سحری کھا کر روزہ رکھ لے اور پھر بعد میں غسل کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مزید برآ سیجامعت کی وجہ سے روزہ توڑنا اور کچھ کھا پی کر روزہ توڑنے میں طبعی فرق ہے، شہوت کے غلبہ سے انسان بھی مغلوب الحال ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کفارہ دینے سے تلافی ہوسکتی ہے لیکن کھانے پینے کی حالت میں انسان اتنا مغلوب الحال نہیں ہوتا کہ اسے معذور سمجھ کریے رخصت دی جائے، لہذا کھانے پینے سے روزہ توڑنا زیادہ بڑا جرم ہے، یادر ہے کہ کَمْ یَقْضِ والی حدیث ثابت نہیں ہے، لہذا اس کے ساتھ اعتراض کرنا درست نہیں ہے تہ یہ بات حدیث میں ثابت ہے وہی قبول ہے۔

حدیث 15: صحابه کا نبی منافظ کے تھوک مبارک کواپنے چیروں اور بدن پر ملنا۔' ®

طلوع اسلام والوں کے نز دیک بیدنفاست کے خلاف ہے۔ صلح حدیبیدی حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ عروہ بن مسعود تقفی نے ، جو مشرکین کی طرف سے سفیر مصالحت تھا، واپس جا کر صحابہ کرام کے بارے میں پاپنے ایسی با تیں بیان کیس جن سے صحابہ کرام دیاؤٹٹر کے دلوں میں نبی منافیٹر کی بے بناہ محبت اور احترام ظاہر ہوتا تھا اور مشرکین پر دباؤ

[﴾] سنن أبي داود٬ الصيام، باب التغليظ فيمن أفطر عمدا، حديث: 2396، ومقام *حديث، ص:* 322. ﴿ صحيح البخاري، الشروط ، باب الشروط في الجهاد والمصالحة … حديث : 2732.2731.

پڙتا تھا، وہ پانچ ہاتيں بير ہيں:

1 جب نی منافظ تھو کتے ہیں تو صحابہ کرام مخالتہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر منہ اور بدن پرمل لیتے ہیں۔

2] جب نبي مَا الله كالم كوئي حكم ويت بين تووه اس ربعيل مين ليكته بين-

جب آپ مَالَيْمًا وضوكرتے ميں تو صحابۂ كرام رُئالَثُةُ وضوكا پانی لينے كے ليے لا پڑنے
 حقريب ہوجاتے ميں۔

جب آپ ملائظ بات کرتے ہیں تو وہ خاموثی کے ساتھ سنتے ہیں۔

5 ادب اور تعظیم کی وجہ سے نظر جرکر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔

جواب مدیث بالکل صحیح ہے لیکن افسوس منکرین حدیث کی حالت پر، ایک کافر مخص جن افعال کو نبی تالیق کے تعظیم اور احترام سمجھتا ہے، یہ اضیں نفاست کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ مقام محبت کونبیں سمجھتے، والہانہ محبت میں، محبت کرنے والے پر اس سے بھی زیادہ جذباتی حالت غالب آ جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکار حدیث نبی تالیق کے ساتھ صرح دشنی کے علاوہ اور بچھ نبیں، انھیں محبت رسول سے کیا تعلق۔

مديث 16: عزل كرنا[®]

معلوم نہیں کہ عکرینِ حدیث اس حدیث عزل پر کیا اعتراض کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس حدیث کو بھی اُنھی احادیث میں شار کیا ہے جن پر اُنھیں اعتراض ہے۔ حدیث کے الفاظ «لَا عَلَیْکُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا ذٰلِکُمْ»

"اگرتم په نه کروتو تم پرکوئی حرج نہیں۔"

© صحيح البخاري، النكاح، باب العزل ، حديث: 5207-5210. © صحيح البخاري، ₩

کے متعلق محدثین نے دو توجیہات کی ہیں۔ اول یہ کہ اگرتم یہ نہیں کرتے تو تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، دوم یہ کہ مت کروتم پر نہ کرنا لازم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی سُلِیُّا اللہ نفس نہیں، اس میں اختیار ہے کہ کوئی عزل کرنا ناپند فرمایا ہے، البتہ منع کرنا صریح الفاظ میں نہیں، اس میں اختیار ہے کہ کوئی عزل کرنے یا نہ کر لے لیکن عزل کرنے سے بیعقیدہ نہ رکھے کہ ایسا کرنے سے بچہ پیدائییں ہوگا کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

حدیث 17: بعض مسلمانوں کے ارتداد کی پیشین گوئی

روز قیامت چند آدی لائے جائیں گے اور فرشتے انھیں جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت میں کہوں گا: اے رب! یہ میرے صحابی ہیں۔ جواب ملے گا: یہ لوگ تیرے مرنے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اس حدیث کو درج کرنے کے بعد پرویز صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کچھ صحابہ کبارے متعلق کہا جارہا ہے۔ (معاذ اللہ) کیا آپ بھی تصور کرسکتے ہیں کدرسول اللہ ظافیا نے ایسے فرمایا ہوگا۔ ا

جوب حدیث بالکل صحیح ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ بی سی کوئی شک نہیں جانے تھ، جیسا کہ عیسیٰ علیا کو بھی علم غیب نہیں تھا۔ مزید برآل اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ نبی طافیۃ کی طافیۃ کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے لیکن وہ کبار صحابہ نہیں تھے بلکہ وہ چند نومسلم لوگ تھے جن کے ساتھ الو کر دیا تھا۔ ان کو شرعی اصطلاح میں صحابہ بیں کہا جا سکتا کیونکہ اصطلاح شریعت میں صحابی وہ ہے جس نے نبی طافیۃ کو ویکھا، ان پر ایمان لایا اور پھر موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان کی بیا ہو کہ انعوال میں مسلم، النکاح، باب حکم العول، حدیث: 1438۔ ﴿ صحیح مسلم، النکاح، باب حکم العول، حدیث: ۵ معدیث، عمدیث، عمدی

کرنے سے انکار کیا تھا جس ہے ان پرار تداد حقیقی کا حکم لا گوہوجاتا ہے۔

حدیث 18: جواز لواطت کے بارے میں منکرین حدیث کا جھوٹ

جواب اس مسئلے میں بہت تفصیل ہے لیکن حاصل کلام یہ ہے کہ نبی مُنافیظ کی کسی صحیح ثابت مرفوع حدیث میں اپنی بیوی کے ساتھ وَطِی فی الدُبُر (لواطت) کا جواز نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس حرمت ہی ثابت ہوتی ہے امام بخاری رشائل نے ابن عمر شائلی کا ایک مجمل قول نقل کیا ہے کہ بیوی سے فرج میں جماع قول نقل کیا ہے کہ بیوی سے فرج میں جماع کیا جائے۔ دیکھیے السنن الکبری للنسانی، حدیث: 8978 علاوہ ازیں ابن عباس شائی سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ مُنافیظ نے فرمایا:

«لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى رَجُلٍ أَنَّى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ» "الله تعالى الشخص كى طرف نهيں و يكمنا جس نے سى مرويا عورت سے وہر ميں جماع كيا۔" **

امام ترندی نے اسے روایت کیا ہے اور لواطت سے ممانعت کی روایات مسند احمہ،
نمائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے بیان کی ہیں، ابن حبان نے اس حدیث کو شیخ قرار دیا
ہے، لہذا جمت احادیث مرفوعہ ہیں، ابن عمر طاقی سے اس مہم اجمالی قول کے بالمقابل
نہایت صراحت کے ساتھ اس فتیج عمل کی ممانعت ثابت ہے، جیسا کہ نسائی کے حوالے
کے زرالیکن اہلِ طلوع اسلام نے خواہ مخواہ حدیث سے انکار کے لیے راستہ ہموار کرنے
کے لیے لکھا ہے:

"اس کے بعد فیصلہ آپ خود کر کیجے کہ اس تفسیر کورسول اللہ مُلَالِّيْم کی طرف منسوب کیا

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ نِسَآ وُكُو حَرْثُ لَكُو ۖ فَأَتُوا حَرُفَكُمُ اَفَى شِغْتُو ۗ ﴾، حديث: 26-4528. ② جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في كراهية إنيان....، حديث: 1165.

جاسکتا ہے اور قر آن کواس قتم کی حدیثوں کی رو سے سمجھا جاسکتا ہے۔' $^{\odot}$

مدیث 19: متعه کرنا[©]

طلوع اسلام والے نے متعد کے متعلق روایات جمع کرکے ہرایک کے ساتھ بریک میں معاذ اللہ، نعوذ باللہ اور استغفراللہ کے الفاظ استعال کیے ہیں۔ اسی طرح متعد کی اصادیث کو باطل بتا کر تمام احادیث سے انکار کرنے کا دروازہ کھولنا چاہا ہے۔ ان کے نزدیک روایات متعد پر چنر غلط نتائج مرتب ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

- ﴿ متعه كى اجازت عهد نبوى ميں صرف دوران جنگ كے زمانے سے مخصوص نہ تھى۔
 - 🥏 صحابة كرام دئائلةُ اور تا بعين ميں متعه كا عام رواج تھا۔
- ﴿ رسول الله طَالِيْظِ نَهِ صَحابِهُ كُرام وَاللَّيْمُ كُو بار بار منع كرك آخر مين ابدى حرمت كا اعلان كياليكن پُعربهي آپ كے عبد، دورصد اقتى اور عبد فاروقى ميں تعلم كھلا بيكام ہوتا رہا۔ ﴿ يه كام صحابة كرام كى شان وشوكت كے خلاف ہے، للبذا (بخارى، مسلم كى) يه تمام روايات متعدموضوع بن ۔
 - ﴿ ابن عباس ﴿ اللَّهُ كَا اس كے جواز پرِ استدلال میں
 - ﴿ فَهَا اسْتَهْتَعُتُمُ بِهِ مِنْهُنَّ ﴾

''جوتم اس نکاح کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرتے ہو۔''[®] بیش کرنا موضوعیت کے ساتھ ساتھ عجمی سازش کا متیجہ ہے۔

جواب اس بات سے جارا انفاق ہے کہ نبی مُنافِیْ نے آخر میں اس سے صراحناً منع فرمایا لیکن جو نتائج طلوع اسلام نے مرتب کیے ہیں، وہ غلط ہیں۔ پہلے نتیجے میں یہ نقص ہے عصصیع البخاری، النکاح، باب نہی النبی ﷺ عن نکاح المنعة أخباً؛ حدیث: ق: 5115. ﴿ النسآء 24:4. که رسول الله عَلَیْمِ کے زمانے میں اسلامی فوج کورخصت متعد صرف جنگ کی حالت میں ضرورت کی بنا پر دی گئی تھی۔اس کے متعلق امام بخاری اٹسٹین نے چندا حادیث بیان کی ہیں: 1 حضرت علی دلیٹوئے نے ابن عباس دلیٹھاسے فرمایا:

﴿إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لَحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لَلْحُمُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنْ لَلْحُمُومِ الْحُمُرِ اللَّهُ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ اللللْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللللْمُ اللَّهُ الللللْمُ اللَّهُ اللللْمُ اللَّ

"بِ شك نبى سَالَتُنَا نِي سَالَتُنَا نِي مَالَتَنَا نِي سَالَتَا لَهُ فَي رَحْدُ مُوقِع پر متعد اور پالتو گدهول ك گوشت سيمنع فربايا_"

آ ''ابوجمرہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے ابن عباس وہ انہا سے سنا، ان سے عورتوں سے مععے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے رخصت دی۔ ان کے آزاد کردہ غلام نے ان سے کہا: بہتھم تو اس وقت ہے جب حالات سخت ہوں اورعورتوں کی قلت ہو، یا ایس کوئی بات کہی تو ابن عباس وہ انہاں نے فرمایا: ہاں۔''®

[4] سلمہ بن اکوع والفی رسول الله مالین سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ وَّامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلْثُ لَيَالٍ فَإِنْ

شعب البخاري، النكاح ، باب نهي النبي على عن نكاح المتعة أخيرًا ، حديث : 5115.

[﴿] صحيح البخاري النكاح، باب نهي النبي ﷺ عن نكاح المتعة أخيرًا ، حديث : 5116.

^() صحيح البخاري، النكاح، باب نهي النبي عن نكاح المتعة أخيرًا، حديث: 5118,5117.

أَحَبَّا أَنْ يَّتَزَايَدَا أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ وَقَدْ بَيَّنَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ يَّيِّ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ»

"جوکوئی مرد اور عورت باہم موافقت کر لیں تو ان کے درمیان تین دن اور تین رات کی معاشرت ہوگی، پھر اگر وہ دونوں مدت بڑھانا چاہیں تو بڑھا لیس یا چھوڑ دیں۔" میں نہیں جانتا کہ یہ چیز ہمارے لیے خاص تھی یا تمام لوگوں کے لیے عام۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رابطین) نے کہا: علی رابطین نے نبی مظاہر کا سے بیان کیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ "

ان احادیث میں سے حدیث دوم سے صراحناً معلوم ہوا کہ ابن عباس بھائیا کے نزدیک متعد کا جواز ضرورت کے ساتھ خاص تھا، عام نہیں تھا۔ حدیث سوم سے معلوم ہوا کہ بیا لشکر، یعنی حالت جنگ کے ساتھ خاص تھا اور اس حدیث سوم کو امام بیہی پڑلائیے نے روایت کیا ہے جس میں شخصیص کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ ہمیں (لشکر والوں کو) صرف تمین دن کی رخصت دی گئی، پھررسول اللہ مَائِیْجَمْ نے منع فرمادیا۔

حدیث اول میں مٰدکور ہے کہ علی ڈٹاٹیڈ نے ابن عباس ڈٹاٹٹا کو بتایا کہ رسول اللہ مُٹاٹیڈلم نے خیبر کے دن اس سے منع فرما دیا تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعے کی رخصت نبی مُلَاثِیْم کے زمانے میں جالت جنگ کے ساتھ خاص تھی اس کی عام اجازت نہیں دی گئی۔

امام نووی ٹرانشے اور دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ مصعے کی تحریم اور اجازت دو مرتبہ ہوئی نے برسے پہلے حلال تھا تو خیبر میں حرام کیا گیا، پھر یوم اوطاس (فتح مکہ کے قریب)

٠٠٠ البخاري، النكاح، باب نهي النبي على عن نكاح المتعة أخيرًا، حديث: 5119.

صرف تین دن کے لیے اجازت دی گئی اور پھر قیامت تک کے لیے حرام قراردے دیا گیا۔ ابو داود کی روایت میں جو ہے کہ نبی مُثَاثِیْنَا نے ججۃ الوداع کے موقع پر اس سے منع فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرمت پہلے اوطاس کے روز سے تھی لیکن اس حرمت کا عام اعلان خطبۂ ججۃ الوداع میں کیا گیا۔

نوٹ: میرے نزدیک نکاح متعہ کی حرمت مکہ کرمہ میں مکی سورتوں میں نازل ہوئی تھی جیہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ خَفِظُونَ أَنَ إِلَّا عَلَى اَزُواجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتُ آيَمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ أَفَيْنِ ابْتَغَى وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُولِيكَ هُمُ الْعَدُونَ ۞

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علی وہ ان سے معلوم ہوا کہ نکاح متعہ غزوہ خیبر تک طال تھا اور خیبر میں منع کیا گیا، اس کی مثال میہ ہے کہ مردارخون، خزر اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جائے، بیتو ابتدا ہی سے حرام تھیں لیکن سورہ انعام، نحل، بقرہ اور مائدہ میں اس کے متعلق خصوص اعلان کیا گیا کہ خصوصا جو

المؤمنون 5:23-7.

چیز غیراللہ کے نام پرمشہور کی جائے وہ شرک ہے۔ مزید برآ س بخاری شریف کی روایت سے خابت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور نبی مظافیا نبوت سے پہلے بھی غیراللہ کے نام کا ذبیحہ نبیل کھایا کرتے سے کیونکہ بیشرک ہے۔ اس طرح متعہ پہلے حرام تھا لیکن ہوسکتا ہے کہ خیبر میں کسی نے متعہ کرنے کا ارادہ کیا ہوتو نبی مظافیا نے صراحنا اس سے منع کر دیا ہو۔ ہوانگ کی ممانعت کی روایت نہیں پیچی تھی اس فافلہ: ابن عباس، ابن مسعود اور جابر ش کا گئے کو دائی ممانعت کی روایت نہیں پیچی تھی اس لیے وہ متعے کے جواز کے قائل تھے۔ جب ان کو بیروایت پہنچ گئی تو انھوں نے اپنے تول سے رجوع کرلیا جیسا کہ امام تر فدی نے اسے بیان فرمایا ہے۔

سوا عبداللہ بن مسعود طاقط بیان کرتے ہیں، ہم رسول الله طاقط کے ساتھ غزوہ میں شریک تھے اور ہارے لیے کوئی چیز نہیں تھی تو ہم نے عرض کیا:

(فقُلْنَا: أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ فَنُوْا لَا تُعَرِّمُوْا الله فَا الله فَ

باب قوله تعالى: ﴿ يَا يَيُّهَا الَّذِيْنَ امْنُوا لَا تُحَرِّمُوا ﴾ المآندة 87:5 ، حديث:4615.

ہے اجازت طلب کی کہ وہ اینے آپ کوضی کر لیتے ہیں۔آپ مالیا ان کی سید اضطراری حالت و کیم کر انھیں خصی ہونے کے بارے میں اجازت نہ دی بلکہ متعے کی اجازت مرحمت فرمائی کیکن بیاسلام کے آغاز کا واقعہ ہے، پھرمنسوخ ہوگیا جیسا کہ امام محمہ نے کتاب الآثار میں متعے کی رخصت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود والفؤسے مردی روایت پیش کی ہے کہ صحابہ کرام کو ایک غزوہ میں متعے کی اجازت دی گئی تھی جب انھوں نے ازواج نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔اس کے بعد آیت نکاح، میراث اور مہر کے متعلق آیات نازل ہوکیں تو متعے کومنسوخ کر دیا گیا۔ ہوسکتا ہے اس آیت کا مصداق زمانهٔ رخصت متعه ہواوراس وقت اسے حرام کہنامنع تھا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ طلوع اسلام کے وہ نتائج اخذ کرنا کہ احادیث میں متعے کی اجازت عام ہے، صحابہ کرام میں اس كا عام رواج تھا اور دور صدیقی اور عہد فاروقی میں تھلم كھلا چل رہا تھا، بیرنتائج سب کے سب باطل ہیں۔ پیراحادیث سے انکار کرنے کا راستہ کھولنے کی بے ہودہ کوشش ہے اوراس سے روافض کا جوازِ متعہ کے لیے استدلال بھی غلط ہے۔

مدیث 20: بورج کا عرثی کے نیچ بجدہ کرنا ہے۔

ابو ذر دلالٹنا بیان کرتے ہیں کہ غروب آفتاب کے وقت میں نبی مُلالیا کے ساتھ مسجد میں تھا تو آپ نے فرمایا:''ابوذر! کیائم جانتے ہوکہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض كيا: الله اوراس كارسول بهتر جانة ميں -آپ فرمايا:

«فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْش فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا وَيُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَأْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا ... ① مقام حدیث، ص: 228.

يُقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذَٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى:

"وہ جاکر عرش کے بینچ سجدہ کرتا ہے اور پھر طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت وللب کرتا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور وہ قبول نہ ہواور وہ اجازت وللب کرے اور اسے اجازت نہ ملے اور اسے کہہ دیا جائے کہ جہال سے آئے ہووالیں لوٹ جاؤ، پس وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔"

اَس آیت کریمہ ﴿ وَالشَّهُسُ تَجُرِی لِنُسْتَقَرِّلُهَا ﴿ ذَٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْهِ ۞ ﴿ كَا يَهِمُ مَلْبِ ہِے ۔ ﴿ يَكُونُ مُلْكِ مِنْ الْعَلَيْمِ ﴾ ﴿ كَا يَكُونُ مُلْكِ بِهِ ﴾ يمي مطلب ہے۔ ﴿

اس حدیث کے متعلق منکرینِ حدیث پوری دلچپی رکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ حدیث جدید نظریۂ سائنس کے مطابق سورج اپنی جگہ حدیث جدید نظریۂ سائنس کے مطابق سورج اپنی جگہ پر قائم ہاس میں طلوع وغروب کی صفت نہیں بلکہ زمین اس کے گردگھوتی ہے۔ اس طرح اس حدیث میں حرکت شمس کے ساتھ ساتھ اس کا تحت العرش سکون بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ متضاد صفات ہیں۔ سورج میں بیصفت ٹابت نہیں کہ وہ کسی وقت کسی خاص جگہ حرکت بند کردیتا ہے۔

جواب : سورج كاطلوع وغروب قرآن كريم سے ثابت ہے، الله تعالى نے فرمايا: ﴿ فَإِنَّ اللهَ يَاٰتِنَ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْدِبِ فَبُهِتَ الَّذِنِ مُى كَفَرَ ﴾

"بے شک اللہ تو سورج کومشرق کی طرف سے نکالتا ہے، تو مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا تو (یہ بات من کر) وہ کا فر لاجواب ہوگیا۔"

لَس 38:36.

 صحيح البخاري ، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر، حديث: 3199.

٤ البقرة 2:258.

نيز فرمايا:

﴿ حَتَى إِذَا بَكَعُ مَغُورِ بَ الشَّهُسِ وَجَلَهَا تَغُونُ فِي عَيْنٍ حَمِثَاتٍ ﴾ " يهال تك كه جب وه سورج كغروب هونے كى جَلُه تك بَنْ حَمَّا تو اسے ايك دلدل كے چشمے ميں ڈو بتا ہوا پايا۔" **

اس طرح قرآن کریم میں مشرق ومغرب، مشرقین ومغربین اور مشارق ومغارب کے الفاظ بھی اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔ بیطلوع وغروب الله تعالی نے سورج کی صفات میں بیان کیا ہے، لہذا ہم سائنس کے اس نظر ہے کو مانے کے لیے تیار نہیں جوقر آن کریم کے خلاف ہو کیونکہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ سورج اور زمین کی حرکت کے متعلق اب تک چارنظریات بدل چکے ہیں۔ بھی زمین ساکن اور سورج متحرک کی حرکت کے متعلق اب تک چارنظریات بدل چکے ہیں۔ بھی زمین ساکن اور سورج متحرک اور بھی اس کے برعکس تو سورج کے متعلق اس حدیث میں جوصفت بیان کی گئ ہے کہ وہ کہاں جارہ ہے اور بید کہ وہ عرش کے نیچ بجدہ کرنے جاتا ہے تو اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ مزید برآں سورج کے بجدہ کرنے سے اس کا کسی خاص جگہ برساکن ہونا لازم نہیں آتا۔ مختلف چیزوں کا سجدہ ان کی اپنی حیثیت کے مطابق ہی ہوتا ہے، لہذا سورج سجدہ کرتا ہے جس طرح اس کے مناسب حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَّالنَّجُمُ وَالشَّجَرُ يَسُجُلِنِ ۞

'' اور بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ يَسُجُلُ لَهُ مَنْ فِي السَّبَاوِتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّبْسُ وَ الشَّبْسُ وَ الشَّبْسُ وَ الشَّبُسُ وَ الشَّبُسُ وَ الشَّبُسُ وَ الشَّبُسُ ﴿ وَالسَّاوَاتُ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴾

الكهف 86:18. ② الرحمٰن 6:55.

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ کے حضور آسان و زمین کی کل کا نئات ،سورج،

ھاند،ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سےلوگ بجدہ بجالاتے ہیں۔''[®]

اس آیت میں ہر چیز کا سجدہ اس کی شان کے مطابق مراد ہے۔ سورج کا تحت العرش سجدہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کہیں رک جاتا ہے۔ وہ تو ہر وقت رب العرش کے حکم کے مطابق چاتا ہے، لہذا قرآن کریم میں جو متعقر ندکور ہے اس حدیث کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہے کہ سورج کے اپنے متعقر کی طرف جانے سے مراد تحت العرش سجدہ کرنا ہے۔

صدیث 21: جہنم کے سانس لینے سے سردی اور گری کا موسم بدلنا اللہ

نبی کریم طالیط نے فرمایا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے ایک جھے نے دوسرے جھے کو کھالیا ہے تو اللہ تعالی نے اسے دد مرتبہ سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس جاڑے میں اور دوسرا گرمی میں، پس تم جو سخت گرمی اور سردی دیکھتے ہوتو یہ جہنم کا سانس ہے۔ ﴿

اس میں منکرین حدیث کی طرف سے دواعتراض سامنے آئے ہیں:

- ک گرمی اور سر دی دونوں موسم زمین کے سارے حصوں میں نہیں ہوتے ، بعض میں ہمیشہ گرمی ، بعض میں ہمیشہ سر دی اور بعض جگہ موسم معتدل رہتا ہے۔
- ک گری اور سردی کے موسم بدلنے کا تعلق تو سورج کے ساتھ ہوتا ہے جو حصہ زمین سورج کے ساتھ ہوتا ہے جو حصہ زمین سورج کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہاں گری ہے اور جو دور ہے وہاں سردی ہے۔ موسم کی تبدیلی کا جہنم کے ساتھ کیا تعلق ہے؟
- الحج 18:22. شي صحيح البخاري ، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر،
 حديث: 537، ومقام صريث، ص: 329.

جواب قرآن وسنت میں وارد جہنم کے ذکر اور اس کی تمام تر کیفیات اور حالات کا ماننا ایمان بالغیب میں داخل ہے جو ایمان والوں کی پہلی صفت ہے، فرمایا:

﴿ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

'' پیوه لوگ بین جوغیب پرایمان رکھتے ہیں۔''[®]

لہذااس حدیث میں جس حالت کا ذکر ہے اس پر ایمان لانا مومن پر فرض ہے، خواہ اس کی حقیقت سمجھ وعقل میں آئے یا ند آئے ، تو جہنم کا سانس لینا اوراس کی تا ثیر سے دنیا میں گری اور سردی پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اذن کے تحت ماننا ضروری ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اسباب پیدا کیے ہیں۔ ان کی تا ثیر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے تحت موجود ہوتی ہے تو نطر ارضی پر گری اور سردی پیدا ہونے کے لیے دو اسباب ہیں ایک باطنی، یعنی جہنم کا سانس لینا اور دوسرا ظاہری، یعنی سورج کا قریب اور دور ہونا۔ سی جواب سے کہ حرارت سورج سے ہاور سورج آگ، یعنی جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے کہ موسم گرما کی حرارت سورج سے اور سورج سے اور جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے کہ موسم گرما کی حرارت سورج سے اگر کہا جائے کہ حرارت جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے اور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہاور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہاور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہاکہ حرارت جہنم سے ہوگو کوئی حرج نہیں۔

عدیث 22: تین چیزول: گھر ،عورت ادر گھوڑے میں نحست ہے گئی۔ مستندہ میں میں ایک میں ایک کا می

ان تینوں چیز دں کی نحوست کے بارے میں حضرت ابن عمر ڈٹاٹھی سے دو روایات مروی ہیں پہلی حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم مُثاثِیم نے فرمایا:

«اَلشُّؤْمُ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ»

آلبقرة 2:3.

''گوڑے،عورت اور گھر میں نحوست ہے۔''[®]

دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے نبی اکرم تُلَقِیْم کے پاس تحوست کا تذکرہ کیا تو آب نے فرمایا:

"إِنْ كَانَ الشَّوْمُ فِي شَيْءٌ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ»
"أَرْنُوسَتُ كَى چِيْزِمِين ہو عَتى ہے تو وہ گھر ، عورت اور گھوڑے میں ہو عَتی ہے۔ "
ای طرح حضرت مہل بن سعد ساعدی ﴿ اللّٰهُ اللّٰهِ عَلَى مَروى ہے كہ نِي اَكْرَم عَلَيْمَ فِي الْفَرَسِ ، وَالْمَرْأَةِ ، وَالْمَسْكَن »
"إِنْ كَانَ فِي شَيْءٌ فَفِي الْفَرَسِ ، وَالْمَرْأَةِ ، وَالْمَسْكَن »

''اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔''®

معلوم ہوتا ہے کہ طلوع اسلام نے ان احادیث کو صرف اس لیے قابل اعتراض بنایا ہے کہ ان کی زد میں عورت آتی ہے اور ان کا تمام تر رجحان عورت کی طرف ہے تو اسے بچانے کے لیے انھوں نے اعتراض کیا کہ ان احادیث کے درمیان تعارض ہے کہ ایک حدیث میں مطلقاً تین چیزوں میں نحوست کا اثبات ہور ہاہے جبکہ دوسری حدیث میں تعلیق و شرط کے طور پر اس کا ذکر ہور ہاہے۔

جواب ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں بلکہ اصول حدیث میں ہے کہ جب کسی حدیث میں لفظ زیادہ ہواورراوی ثقہ اور معتمد ہوتو بیدزیادت قبول ہوتی ہے۔

شعد البخاري، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة، حديث:5093. ((ع) صحيح البخاري، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة ، حديث:5094. ((() صحيح البخاري ، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة ، حديث:5095.

پہلی حدیث کی تفسیر ہیں، یعنی نحوست کسی چیز میں معتبر ہوگی تو ان تین چیزوں میں معتبر ہوگی تو ان تین چیزوں میں معتبر ہوگی جبکہ شرعاً ان تین چیزوں میں معتبر نہیں تو معلوم ہوا کہ نحوست کسی چیز میں بھی نہیں، نیز نحوست کا معنی عربی میں ' نطَعَیْر'' ہے ، لینی بدفال لینا، دور جاہلیت میں ان تین چیزوں سے فال بدلی جاتی تھی ۔

امام بخاری رشش نے بیاحادیث درج ذیل آیت کی تفسیر میں بیان کی ہیں:
﴿ یَاکَیُّهَا الَّذِیْنَ اَمَنُوْ اَلِنَّ مِنْ اَذُواجِکُمْ وَ اَوْلاَ دِکُمْ عَدُوَّا اَکُمْ فَاحْلَادُوهُمْ ﴿
دُانِ ایمان والو! بلاشبہ تمھاری ہویوں میں سے اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دہمن ہیں، پس ان سے مخاطرہو۔'' ق

لینی انسان فطری طور پر اولا د اور بیوی سے محبت رکھتا ہے۔ بھی بیر محبت صد سے بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ ، اس کے دین اوراس کے ذکر سے غافل کردیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا يَنْهَا الَّذِينَ الْمَنُوالِا تُلْهِكُمْ اَمُوالْكُمْ وَلَا آوُلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّهِ ﴾

دا ایمان والوا تمهارے مال اور تمهاری اولا تشمیں اللّه کی یاد سے غافل نه کرنے پائے۔ " جب مال و اولا د اوراز واج کی محبت اس حد تک پہنچ جائے تو وہ شامت اور بدفالی کا سبب بن سکتی ہے۔ ای طرح (حدیث میں فہکور) ان تین چیزوں کی محبت اوران میں مشخولیت بھی انسان کے لیے تحوست کا سبب بن جاتی ہے۔

مدیث 23: بیل اور بھیڑ یے کا باتیں کرنا مدیث 23: بیل اور بھیڑ یے کا باتیں کرنا

ابو ہریرہ ڈاٹٹو بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ طافیم نے فرمایا:''گزشتہ اقوام میں ایک فخص عصصی اللہ علیم نے المنافقون 14:64. ﴿ المنافقون 9:63. بیل پرسوار تھا بیل نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: ہم سواری کے لیے نہیں پیدا کیے گئے بلکہ ہم محیق باڑی کے لیے بلکہ ہم محیق باڑی کے لیے بیدا کیے گئے ہیں۔'' آپ مٹائٹی نے فرمایا:

''میں ، ابو بکر اور عمر (والنظم) اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔' اور ایک بھیڑیے نے بکری پکڑیل کے منہ سے چھڑا لیا تو بکری پکڑیل ۔ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور بکری کو اس کے منہ سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا: یوم السبع میں بکریوں کا محافظ کون ہوگا؟

آپ عُلَیْم نے فرمایا: میں، ابو بمر اور عمر (والیم) اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔' آ اس حدیث میں طلوع اسلام والول کے لیے باعث اعتراض بات یہ ہے کہ اس میں بیل اور بھیڑ ہے کا بات کرنا ثابت ہوتا ہے جوخلاف عقل ہے، لہذا وہ حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ جواب قرآن کریم سے ثابت ہے کہ پرندے اور دیگر حیوانات با تیں کرتے ہیں، سلیمان علیم اس علیمان علیم کے واقعے میں چیونی اور بد ہد کا با تیں کرنا ثابت ہے ۔سلیمان علیم کو اللہ تعالیٰ نے یہ مجمزہ

یہ واقعہ جو حدیث میں ندکور ہے اس میں غالب احمال یہ ہے کہ یہ سوار شخص اور چرواہا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں اور یہ ان کی کرامت ہوجو ہمیشہ نہیں ہوتی اور کس کے اختیار میں بھی نہیں ہوتی، صرف اللہ تعالیٰ ایسے خرق عادت امور کا اظہار اس لیے کرتا ہے کہ بندۂ مومن اس واقعے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے لیے مستقل دلیل بن جائے۔

مدیث 24: شیطان کا اذان س کر ہوا فارج کرتے ہوئے بھا گنا کے است

رسول الله مَنْ لِثَيْمُ نِے فر مایا:

عطا کیا تھا کہ وہ ان کی با میں سمجھتے تھے۔

صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب استعمال البقر للحراثة، حديث:2324.

"جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹے پھیر کرری خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور اتنی دور چلا جاتا ہے جہاں سے اسے اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی، پھر جب مؤذن خاموش ہوجاتا ہے تو وہ سامنے آجاتا ہے، پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹے پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ جب اقامت ہوجاتی ہے تو وہ پھر سامنے آجاتا ہے۔ جب اقامت ہوجاتی ہے تو پھر سامنے آجاتا ہے اور وہ نمازی اور اس کے دل کے درمیان موجاتی ہوجاتا ہے اور اسے کہتا ہے، فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، اور اسے اسی باتیں یاد کر، اور اسے کہتا ہے جو اسے یاد نہیں تھیں، یہاں تک کہ وہ نمازی بھول جاتا ہے کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی۔ " ®

حدیث صحیح ہے اور حدیث کی تمام کتابوں میں ندکور ہے۔ طلوع اسلام والے منکرین حدیث اس حدیث پر اس لیے اعتراض کرتے اوراس کا استہزا کرتے ہیں کہ وہ شیطان کے ذاتی تشخص کے قائل نہیں۔ وہ اسے انسان کی اندرونی سرکش قو تیں قرار دیتے ہیں۔ جب کوئی شخص شیطان کے وجود ہی کا منکر ہووہ بھلا سے کیے تصور کرسکتا ہے کہ شیطان ریح خارج کرتا اور آتا جاتا ہے۔

قرآن کریم سے ٹابت ہے کہ شیطان کا ذاتی تشخص ہے، اس کی اولا و اور قبیلہ ہے اوراس کے دیگراعمال اور اوصاف بھی ٹابت ہیں۔ارشاد ہوا:

﴿ خَلَقْتَنِي مِنْ ثَادٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ۞

'' تونے مجھے آگ ہے پیدا کیا اور اسے مٹی ہے پیدا کیا۔''[®]

اس آیت میں شیطان اور انسان کے الگ الگ مادہ تخلیق بیان کرنے سے شیطان کا تشخیص علیہ میں میں ایمان کا الگ الگ مادہ تخلیق بیان کرنے سے شیطان کا

ذاتی تشخص ثابت ہوتا ہے۔مزیدارشاد ہوا: **

⁽ صحيح البخاري ، الأذان، باب فضل التأذين، حديث: 608. (الأعراف 12:7.

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ ﴿ اَفَتَتَّخِذُ وَنَهُ وَذُرِّيَّتَهُ ۚ اَوْلِيَّاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُـُم لَكُمْ عَدُوُنِ

''وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے تھم کی نافر مانی کی تو کیا تم میرے سوااس کو اور اس کی اولا د کو دوست قرار دیتے ہو، حالانکہ وہ تم حارے ویٹن ہیں۔''

اس آیت میں شیطان کا سلسلۂ نسب بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا اور بیبھی ثابت ہوا کہ اس کی اولا دبھی ہے۔مزید فرمایا:

قَالَ فَاخُرُجُ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الرِّيْنِ ۞

'' فرمایا: تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور تھھ پر قیامت تک کے لیے لعنت ہے۔ ان ا

ان آیات میں آ دم ملیکا اور اہلیس کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان نے آ دم ملیکا کو سجدہ کرنے سے افکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مردود قرار دیا اور اس پر لعنت کی ، اس سے ثابت ہوا کہ اہلیس کا ذاتی تشخیص ہے۔مزید ارشاد ہوا:

﴿ إِنَّهُ يَالِكُمْ هُوَ وَقَلِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوُنَهُمْ ﴾

"بے شک وہ (اہلیس) اوراس کا قبیل شمصیں اس جانب سے دیکھ رہا ہے کہتم ان کنہیں دیکھتے ہو۔ "

① الكهف 50:18. ② الحجر 35,34:15. ③ الأعراف 27:7.

ہیں کہ جن سے کو ہتانی انسان مراد ہے تو اس نظریے کی اس آیت کریمہ میں صرح کر دید موجود ہے۔ جب قرآن کریم سے شیطان کا ذاتی تشخص صرح طور پر ثابت ہوتا ہے تو پھر اس کا کھانا بینا، دھوکا دینا، وسوسہ ڈالنا، دینی دعوت سے مرعوب ہونا اور ہیبت کی وجہ سے رسح خارج کرناعقل سے بعید نہیں۔ منکرینِ حدیث کا سرسید احمد کی تقلید میں قصہ کر و اہلیس اور اہلیس کے متعلق صرح آیات کی غیر معقول تاویلیں کرنا کسی عقل مند کے و اہلیس اور اہلیس کے متعلق صرح آیات کی غیر معقول تاویلیں کرنا کسی عقل مند کے زدیک قابل تسلیم نہیں ہیں۔

مدیث 25: قبر پرسزشاخ لگانے سے عذاب قبر میں تخفیف

ایک مرتبہ نبی منافظ مدینہ کے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دوآ دمیوں کی آواز منی جو
اپنی قبروں میں عذاب میں بتلا سے آپ تا لیٹی نے فر مایا: ''ان دونوں کوان کی قبروں میں
عذاب دیا جارہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جارہا۔ ان میں سے
ایک پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا جبکہ دومرا چینل خور تھا، پھر آپ تا لیٹی کارا گاڑ دیا۔
ایک سبز شاخ منگوائی، اس کے دو کلاے کے اور دونوں قبروں پر ایک ایک کلاا گاڑ دیا۔
آپ سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسے کیوں کیا؟ آپ منافی نے نہوں ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے ۔'' فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے ۔'' فرمایا: ''امید ہے کہ برشاخ کی وجہ سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا۔
انکار، دومرا اعتراض یہ ہے کہ سبز شاخ کی وجہ سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا۔
عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحث گز ربچی ہے۔ جہاں تک سبز شاخ کی وجہ سے تخفیف عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحواب قرآن کریم سے ثابت ہے، مثلاً عندی عذاب قبر کے بارے میں الکبائو ان لا یستر من بولہ ، حدیث: 20، ومقام حدیث، عدیدی۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ اللَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ﴾

''اورکوئی چیز ایمینمیں جوتعریف کے ساتھ اس کی تبییح نہ کرتی ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يُسَيِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّلَوْتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾

''جو چیز آسانوں میں ہے اور جو زمین میں ہےسب اللہ کی سیج بیان کرتی ہے۔''® نيز فرمايا:

﴿ سَبَّحَ بِلَّهِ مَا فِي السَّلُوتِ وَمَا فِي الْإِرْضِ ﴾

''آسان وزمین کی سب مخلوق نے اللہ کی شبیح بیان کی۔''®

فرکورہ بالا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی شبیج بیان کر رہی ہے، خواہ جان دار ہویا بے جان، حجر ہویا شجر، ہر ایک کی شبیع اس کی شان کے مطابق ہے۔ پیشبیج زبانِ حال سے بھی ہوتی ہے اور زبان قال سے بھی اور یہ قانون البی ہے۔ کہ جہاں اخلاص سے ذکر الہی اور شبیع وتحمید کی جائے وہاں رحت نازل ہوتی ہے، ماحول معصیت سے یاک ہوجاتا ہے اور جہاں الله تعالی کی شبیع و تحمید سے غفلت ہوتو وہاں عذاب اللی نازل ہوتا ہے۔ باغ والوں کے قصے میں ہے کہ جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ان میں ہے بہتر شخص نے کہا:

﴿ اَلَمُ اَقُلْ ثَكُمُ لَوُ لَا تُسَيِّحُونَ ۞ قَالُواسُبُحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظِلِمِيْنَ ۞ "كيامين فينبين كها قعاكمة اس كي تنبيح كيون نبين كرتے، تب كينے لك كه مارا

رب پاک ہے، بے شک ہم ہی طالم تھے۔''[®]

﴾ بني إسر آء يل 17: 44. ۞ الجمعة 1:62. ۞ الصف 1:61. ۞ القلم 29,28:68.

چنانچہ جب نبی عُلَیْم نے محسوں کیا کہ ان دونوں قبروالوں کو عذاب ہور ہا ہے تو آپ نے سبز شاخ کو تخفیفِ عذاب کا ذریعہ بنایا اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبی عَلَیْم ہرکام اللہ تعالی کے اذن سے کرتے ہیں اور یہاں اذنِ اللی شاخ کے خشک ہونے تک معلق معلوم ہوتا ہے۔ لفظ لَعَلَّ 'شک کے معنی میں نہیں بلکہ یقین کے معنی میں ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے کلام میں بھی لفظ لَعَلَّ یقین کے معنی میں آتا ہے اور نبی مُؤلِیْم نے حسن شائی کے متعلق سے جملے فرمایا تھا:

﴿لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ ''اميد ہے که الله تعالی اس (حسن والفی) کے ذریعے سے مسلمانوں کی دوعظیم ماعتوں کے مابین صلح کرادے۔''

ادر نبی ٹاٹیٹی کا بیمل معجزہ اور آپ کی خصوصیت تھی۔ اگر چیبعض علماء نے اسے عام ہی رکھا ہے۔

حدیث 26: گناو کیرہ، مثلاً: زنا، چوری دخول جنت ہے مانع نہیں

اس بارے میں بکٹرت احادیث وارد ہیں لیکن طلوع اسلام والوں نے بطور اعتراض ابوذر ڈاٹنؤ سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ عُلِیْم نے فرمایا:''میرے پاس میرے رب کی طرف سے جریل علیا آئے تو انھوں نے مجھے بشارت وی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتو وہ جنت میں واخل ہوگا۔'' میں (ابوذر) نے عرض کیا، اگر چہ اس نے زنا کیا ہویا چوری کی ہوتو آپ نے فرمایا:''(ہاں!) اگر چہ اس نے زنا کیا ہویا چوری کی ہوت

(1) صحيح البخاري ، الصلح، باب قول النبي الله للحسن عديث: 2704. (2) صحيح البخاري، الجنائز، باب: ومن كان آخر كلامه عديث: 1237 ، ومقام صديث، ص: 331.

پرویز صاحب کو جواب دینے سے پہلے دو با تیں بطور تمہید عرض کرتا ہوں: ۱۱ زمانۂ قدیم سے بیرمسئلہ اختلافی رہا ہے۔معتز لہ کہتے ہیں: جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا(اور شیح تو بہ نہ کی) تو وہ دائی جہنمی ہے اگر چہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے اسے کافرنہیں کہتے۔

خوارج کہتے ہیں: گناہ کیرہ کا مرتکب کا فرہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔
اہل السنہ والجماعہ کہتے ہیں:ایبا شخص کا فرہے نہ دائی جہنمی، دنیا میں اسے فاسق مومن
کہا جائے گا اور آخرت میں اگر اللہ تعالی چاہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر کے اسے
جنت میں داخل فرمادے اوروہ جہنم سے پچ جائے اوراگر اللہ تعالی چاہے تو ان گناہوں
کی وجہ سے اسے بچھ مدت کے لیے جہنم میں عذاب سے دوچار کرے اور پھراسے ہمیشہ
کی وجہ سے اسے بچھ مدت کے لیے جہنم میں عذاب سے دوچار کرے اور پھراسے ہمیشہ

2 جس حدیث میں ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا یا جس نے ''لا إلله إلاّ الله ''کا اقرار کیا وہ جنت میں ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا یا جس نے ''لا الله بالله نکا اقرار کیا وہ جنت میں جائے گا تو اس سے تمام ایمانیات پر ایمان لانا اور ہرفتم کے گفر و شرک سے اجتناب کرنا مراد ہے۔ اس تمہید کے بعد مفصل جواب درج ذمیل ہے: اہل سنت والجماعت اپنے عقیدے کے لیے درج ذمیل آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ

'' بے شک اللہ یہ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کوشریک مھہرایا جائے اور اس کے سوا جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے بخش دے گا۔''[®]

نيز فرمايا:

قُلْ يَعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُواْ عَلَى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ

⁽¹⁾ النسآء 48:4.

النُّ نُوْبَ جَبِيْعًا

''کہہ دیجے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحت سے مایوں نہ ہونا، ہے شک اللہ تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔' گلی آیت میں صاف ذکر ہے کہ اللہ تعالی شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ بخش دیتا ہے، لین آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی مثیت کے تحت بندہ مومن کے تمام گناہ بخش دیتا ہے، اس میں کبیرہ اورصغیرہ دونوں قتم کے گناہ شامل ہیں، خواہ اس نے تو ہجمی نہ کی ہوکیونکہ تو ہہ کرنے سے تو کافر کا کفر اور مشرک کا شرک بھی قابل معافی جرم قرار پاتا ہے۔ دوسری آیت میں ﴿ یعبادِی ﴿ الله تمام گناہ بخش دیتا ہے ، ایمان والوں کے لیے ہوادر آتھیں بیفر مایا: ' بے شک اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔' یہاں بھی تو ہو کا ذر کنہیں۔ ہو اور آتھیں بیفر مایا: ' بے شک اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔' یہاں بھی تو ہو کا ذر کنہیں۔ باس صورت میں مفہوم آیت ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن مقہوم آیت ہے ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن مقہوم آیت ہے ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن مقہوم آیت ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن مفہوم آیت ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن دیتا ہے۔ نیمن مفہوم آیت ہے کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیمن دیتا ہے۔ کہ تو ہر کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ کو تعالی دیتا ہے۔ نیمن دیتا

سَابِقُوْ الله مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
وَالْاَرْضِ الْمُعِنَّتُ لِلَّذِينَ امَنُوْ ابِاللهِ وَرُسُلِهِ الْلهِ فَضُلُ اللهِ يُؤْتِيلُهِ
مَنْ يَّشَآءُ اللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞

''اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے، بیان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائمیں، بیاللہ کافضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔' ﷺ

٠٤ الزمر 53:39. (ق) الحديد 21:57.

سوال اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات بشارت میں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر کیا ہے جس عمل صالح نہ ہوتا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے ایمان کے ساتھ عمل صالح شرط ہے تو جب عمل صالح نہ ہو بلکہ انسان کبیرہ وصغیرہ گناہ کا مرتکب ہوتو کیا اس کے لیے جنت نہیں؟
جواب ایمان کے دو مرتبے ہیں: ایمان کامل، یعنی عمل صالح کے ساتھ اورایمان ناتص، یعنی عمل صالح کے بغیر اور حصول جنت کے بھی دو در ہے ہیں: درجہ کاملہ، وہ یہ کہ شروع ہی ہی ہونو کا ملہ، وہ یہ کہ شروع ہیں تارہ درجہ کاملہ، وہ یہ کہ شروع ہی سے براہ راست جنت مل جائے اور جہم سے نجات مل جائے۔ دوسرا درجہ اس طرح ہے کہ شروع میں تو جنت نہ ملے لیکن کچھ زمانہ جہم میں سزا بھگننے کے بعد مل جائے تو جہاں ایمان کا دوسرا درجہ، یعنی عمل صالح کے ساتھ ہے، وہاں حصول جنت کا بھی اول درجہ ہے اور جہاں ایمان کا دوسرا درجہ، یعنی عمل صالح کے بغیر ناتھ ایمان تو وہاں حصول جنت کا بھی دوسرا درجہ ہے۔ اس دوسرے درجے میں بھی دخول جنت کی بشارت تو ہے لیکن کا بھی دوسرا درجہ ہے۔ اس دوسرے درجے میں بھی دخول جنت کی بشارت تو ہے لیکن اول درجے کا ذکر نہیں۔ یہ حدیث بھی اپنی آیات کے ضمون کے ساتھ موافقت رکھتی ہے دس میں صرف ایمان پر وعد کہ جنت کا ذکر کہا گیا ہے، لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکا۔ اول درج کا ذکر نہیں۔ یہ حدیث بھی اپنی آیات کے مضمون کے ساتھ موافقت رکھتی ہی جس میں صرف ایمان پر وعد کہ جنت کا ذکر کیا گیا ہے، لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکا۔

حدیث 27: بنی اسرائیل چوہے ہیں

ابوہریرہ والنظ سے مروی ہے کہرسول الله مالا علام الله عالیات

''بنی اسرائیل کا ایک گروہ کھو گیا، معلوم نہیں کیا ہوا، میں خیال کرتا ہوں کہ وہ لوگ چوہے ہی ہیں۔ جب ان کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو وہ نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکریوں کا دودھ رکھا جائے تو پی لیتے ہیں۔''[®]

منکرین حدیث کہتے ہیں: یہ کیے ہوسکتا ہے کہ موجود ہ چوہے بنی اسرائیل کامسخ شدہ

صحيح البخاري ، بدء الخلق ، باب خيرمال المسلم ، حديث:3305 ، وصحيح مسلم ،
 الزهد ، باب في الفأر ، حديث: 2997 .

گروہ ہوں اور چوہے کی صورت میں ان کی نسل باقی رہ گئی ہو، جب کہ ابن عباس بھائیا ہے۔ ایک روایت مروی ہے کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتی۔

اس کے دو مدل جواب ہیں۔ صدیث میں وارد لفظ لاَ أُرَاهَا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی تالیقی کا خیال تھا اوراس وقت آپ کی طرف یہ وہی نہیں آئی تھی کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ بنی نہیں رہتی۔ اور جب وہی آئی کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہتی جیسا کہ ابن عباس ڈاٹٹی سے مروی مرفوع حدیث میں ہے اور ابن مسعود ڈاٹٹی کی منداحد اور سے اور ابن مسعود ڈاٹٹی کی منداحد اور سے مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ظالی نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَمْسَخْ شَيْئًا فَيَدَعُ لَهُ نَسْلًا أَوْ عَاقِبَةً»

"نقیناً الله تعالی جس چیز کومنخ کردیتا ہے اس کی نسل باقی نہیں رکھتا۔" $^{f \oplus}$

تو معلوم ہوا کہ آپ کا بیہ خیال درست نہیں تھا اور آپ ٹاٹیٹی نے جو پہلی بات ارشاد فرمائی تھی وہ اپنے خیال کی بنیاد پرتھی، اس کی دلیل بیہ ہے کہ آپ ٹاٹیٹی نے خیال کے الفاظ بولے ہیں، مزید بیہ کہ آپ نے استدلال کیا کہ چو ہے اونٹ کا دودھ نہیں پینے (اس لیے کہ بی اسرائیل پر اونٹ کا دودھ بھی حرام تھا) اگر وحی ہوتی تو آپ بیا استدلال نہ کرتے، بعد میں جب وتی آگئ تو آپ نے بیان فرمادیا۔

یہ حدیث تثبیہ پرمحمول ہے، یعنی نبی طائی کا مطلب میتھا کہ بنی اسرائیل کی مثال چوہوں کی طرح ہے کہ وہ اونٹ کے دودھ سے نفرت کرتے ہیں اور بکریوں کا دودھ پیتے ہیں۔ چوہے کے ساتھ صرف انھی بنی اسرائیل کے لوگوں کی مثال دی تھی جو کسی گناہ کی پاداش میں مسخ کردیے گئے تھے جیسا کہ صحیح مسلم (قامین مذکور ہے کہ اس قتم کی قوم مسنح ہوئی تھی۔

صحيح مسلم، القدر، باب بيان أن الآجال و حديث : 2663، ومسند أحمد: 199/390 والفظ له. أو صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب في الفأر وأنه مسخ، حديث : 2997.

حدیث 28: بنی اسرائیل کا گوشت ذخیره کرنا

ابو ہریرہ دلائی سے روایت ہے کہ رسول الله منگی آنے فرمایا:'' اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت مجھی خراب نہ ہوتا اوراگر حوا علیہ نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔''

منکرین حدیث کی طرف سے اس حدیث پر اعتراض ہے کہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے گوشت خراب ہونے کے سلسلے میں مادے کے خواص اور تھے، یعنی گوشت اگر شاک بھی کیا جاتا تو گلتا سر تانہیں تھالیکن بنی اسرائیل کے بعداس مادے کے خواص بدل گئے جو آج تک چلے آرہے ہیں۔

جواب جومفہوم بیان کرکے اعتراض کیا گیا ہے، حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے، حدیث کا حجے مفہوم ہی نہیں ہے، حدیث کا حجے مفہوم ہی نہیں ہے، حدیث کا حجے مفہوم ہی ہیں نے بھی بھی گوشت سڑا تھا، نہ گلا تھا، یعنی اس دور سے پہلے گوشت نخرہ نہیں کیا تھا نیخیاً نہ بھی گوشت سڑا تھا، نہ گلا تھا، یعنی اس دور سے پہلے گوشت سٹور کرنے کا رواح ہی نہیں تھا جو گوشت ماتا اسے سب اہل خاندان مل کر کھا لیتے، سب سے پہلے گوشت ذخیرہ کرنے کا سلسلہ بنی اسرائیل نے شروع کیا، ان پر جو من وسلوی آسان سے اثر تا اسے ساک کرنا شروع کیا تو گوشت بھی خراب ہونا شروع من وسلوی آسان سے اثر تا اسے سٹاک کرنا شروع کیا تو گوشت بھی خراب ہونا شروع مؤگیا، بعد میں آنے والے لوگوں نے بنی اسرائیل کی پیروی کرکے گوشت کو ذخیرہ کرنا شروع کیا تو جو ذخیرہ کرنے کا طریقہ جانے نہیں ان کا گوشت جلدی خراب ہوجا تا ہے اور جو ماہر ہوتے ہیں اور آلات استعال کرتے ہیں کچھ دفت ان کا گوشت گلنے سڑنے نے محفوظ جو ماہر ہوتے ہیں اور آلات استعال کرتے ہیں کچھ دفت ان کا گوشت گلنے سڑنے نے اسرائیل

صحيح البخاري ، احاديث الأنبياء ، باب خلق آدم وذريته ، حديث : 3330.

نے شروع کیا۔اوراگر حدیث کا بیمنہوم ہو کہ گوشت سڑنے اور خراب ہونے کا سلسلہ بنی اسرائیل سے شروع ہوا ہوات سے پہلے گوشت خراب نہیں ہوتا تھا۔
تو پھرہم ان منکرین حدیث سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کورد کرنے کے لیے قرآن مجید کی وہ آیت پیش کریں جس میں بیکھا ہو کہ بنی اسرائیل کے وجود سے پہلے بھی دنیا

بیدی وہ ایسے بین ویں میں میں میں اور ہوں ہے۔ بیری وہ ایسے دلیل نہ پیش کر سکیں تو پھر میں گوشت ذخیرہ کیے جانے پرگل سر جاتا تھا۔ اگر قرآن سے دلیل نہ پیش کر سکیں تو پھر الیے مشین ایجاد کریں جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو زمانۂ بنی اسرائیل سے پہلے والے دور میں لے جاکر دکھادیں کہ دیکھویہ گوشت گل سرر ہاہے اور اگر الیا نہ کر سکیں تو پھر سوچ لیں کہ نبی ٹائیا کا فرمان رد کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟

حدیث کے دوسرے جملے کا مطلب سے ہے کہ عورتوں کی طبیعت وحزاج ایک ہے اور
استعدادِ خلقت وقابلیت بھی ایک ہے، حواظیہ جو کہ عورتوں کی اصل ہے اس میں خطا فلطی
کی استعداد تھی تو اس کی بیٹیاں بھی اس استعداد میں اس کے مثل ہیں۔ اور اگر ان میں سے
استعداد نہ ہوتی تو ان کی بیٹیوں میں بھی سے استعداد نہ ہوتی۔ اس بات کو ہم اس انداز
سے بھی بیان کر سکتے ہیں کہ حوا ہے پہلے نہ کوئی عورت تھی نہ اس کا شوہر، حوا ہی پہلی
عورت تھی جس سے شوہر کے ساتھ خیانت کا عمل سرز دہوگیا تو اس کے بعد اس کی بیٹیوں
نے بھی سے سلملہ شروع کیا۔

﴿ مَكَرِينِ حديث يهال بياعتراض كرتے بين كه درخت كے قريب جانے ہے آوم اور حواليّ الله وونوں كومنع كيا گيا تھا تو پھر اس حديث ميں صرف حواليّ الله كا جرم كيول قرار ديا گيا ہے؟ حالانكه قرآن مجيد ميں كہا گيا ہے: ﴿ فَأَذَلَّهُمَا اللهَّيْطُنُ اللهِ يعنى دونوں كو شيطان نے ذُكُمُكَا يا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نقص کے بیان کرنے میں اکثر اختصار کرتا ہے

حقیقت میں ایسے ہوا کہ پہلے حواقیا نے درخت سے کھایا تھا، پھر آدم علیا کو اس سے کھانے کی ترغیب دلائی۔ اس ترغیب کو حدیث میں خیانت کہا گیا ہے اور فرمایا: اگر حواقیا نظام کے ساتھ خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت شوہر کے ساتھ خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت شوہر کے ساتھ خیانت نہ کرتی بینی یہ عادت وہاں سے عورتوں (حواقیا نا کی بیٹیوں) میں سرایت کرگئی۔قرآن کریم نے نتیج کے طور پر بیان کردیا:

﴿ فَأَزَلَّهُمَّا الشَّيْطِنُ ﴿

 $^{\circ}$ د رس شیطان نے ان دونوں کو ڈ گمگا دیا۔ $^{\circ}$

نيز فرمايا:

﴿ فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطُنُّ ﴾

'' پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ فَكَالُّهُمَا بِغُرُورٍ ﴾

''پس دونوں کوفریب کے ذریعے سے پھسلالیا۔''®

اور کہیں صرف آ دم مَالِيلًا کی طرف نسبت کی تو فرمایا:

﴿ وَعَطَى ادَمُ رَبَّكُ فَغُوٰى ۞

''اورآ دم علیا نے اپنے رب کی نافر مانی کی تو وہ سید تھی راہ سے بھٹک گئے۔'' گ کیونکہ شو ہر مقتدا ہوتا ہے اس لیے یہاں صرف آ دم علیا ہی کا نام لینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ان آیات سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی ابتدا حواظیا ہے نہیں ہوئی تھی۔

حدیث 29: کھانے پینے کی چیز میں کھی گر جانے پراسے ڈبوکر باہر نکالنا

رسول الله مَنْ اللهُ عَنْ أَلَمَ عَمْ مِن مِن مِن مَن مَن كَلَمَ عَلَى جَيْرِ مِن كَلَمَى كُرُ جائے تو اسے جاہیے كہ وہ اسے غوطہ دے اور پھر اسے نكالے كيونكہ اس كے ایک پر میں بیاری اور دوسرے میں شفاہے۔'' اُ

مكرين حديث كي طرف سے اس حديث بربياعتراض ہے كمكھى اكثر گندى جگہول ر بیٹھتی ہے اوراس میں جراثیم ہوتے ہیں جس سے بیاریاں تھیلتی ہیں اور حدیث میں بیرکہا گیا ہے کہ اگر مشروب میں گر جائے تو اسے ڈ بودواں عمل کو(برعم خولیش) مہذب لوگ بہت کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اگر کھی ، یانی یا جائے میں گر جائے تو وہ اسے ضا کع کردیتے ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر یہی کھی دودھ کی بالٹی یا پھیلے ہوئے گھی یا شہد میں گرجائے تواسے نہ گراتے ہیں، نہ ضائع کرتے ہیں،اس وفت ان نام نہاد مہذبین کو نہ جراثیم نظر آتے ہیں اور نہ ہی گندگی۔ ایمان والوں کا اللہ کے نبی مَالِیْمُ کی بات پرسو فیصد ایمان ہوتا ہے، اس کی حکمت مجھ میں آئے یا نہ آئے کیکن اللہ تعالی کے فضل سے سائنسی تحقیقات نے رسول اللہ مُثَالِّیُم کی بات کی سوفیعید تقید بی کرے جمیتِ حدیث کی ایک ادر واضح ولیل فراہم کر دی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ سائنس دان اپنی لیبارٹر یوں میں بڑی جانفشانی ہے کھی کے ایک بر میں بیاری والے جراثیم اور دوسرے پر میں شفا والے جراثیم پر تحقیق کر کے جراثیم کش مواد کا وہ علم حاصل کرتے رہے ہیں جو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے سے اپنے نبی مٹالٹیٹر کوعطا فرمایا۔ یہ نبی مٹالٹیٹر کی صدق رسالت اور اس حدیث کی صدافت بر صریح دلیل ہے لیکن منکرینِ حدیث نے اپنے متجاہلانہ طریقے پر ڈٹ کر شعب البخاري ، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب ، حديث:3320 ، ومقام صديث،

ص:333.

اس حدیث کوئل اعتراض میں بیان کیا ہے، جبکہ ڈاکٹروں اور ماہرین نے کھی کے متعلق جولکھا ہے اس کے بعض نمونے درج ذیل ہیں:

کھی کے جس پر میں زہر یلا مادہ بیدا ہوتا ہے اسے بکٹیریا کش کہتے ہیں۔ کھی کے ایک پر کا خاصہ سے کہ وہ بکٹیریا کو اس کے بیٹ سے ایک پہلو کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے، للندا کھی جب کی کھانے بینے کی چیز پر بیٹھتی ہے تو وہ پہلو سے چیٹے ہوئے جراثیم اس میں ڈال دیتی ہے۔ ان جراثیم سے بچانے والی پہلی چیز وہ بکٹیریا کش ہے جے کھی ایٹ بیٹ میں ایک پر کے پاس اٹھائے ہوئے ہوتی ہے، للندا چیٹے ہوئے زہر یلے اپنے بیٹ میں ایک پر کے پاس اٹھائے ہوئے ہوتی ہے، للندا چیٹے ہوئے زہر یلے جراثیم اوران کے ممل کو ہلاک کرنے کے لیے سے چیز کافی ہے کہ پوری کھی کو کھانے میں ڈبوکر باہر چھینک دیا جائے۔ '' ®

حدیث 30: مرغ کا فرشتے کو دیکھنا اور گدھے کا شیطان کو دیکھنا

ابو ہریرہ جانفیا سے مروی ہے کدرسول الله مَالَيْمُ نے فرمایا:

''جبتم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کا نصل طلب کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جبتم گرھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ جب وہ شیطان کو دیکھتا ہے تب بولتا ہے۔''[®]

اس حدیث میں دو باتیں ہیں جنھیں منکرین حدیث بطور اعتراض اور انکار پیش کرتے ہیں:

- ﴿ مرغ نے فرشتے کواور گدھے نے شیطان کو کیسے ویکھا؟
- ﴿ اس وقت الله تعالى كافضل طلب كرنے اور شيطان سے الله تعالى كى پناه طلب كرنے

کی کیا وجہ ہے؟

جواب آ فرشتوں اور شیاطین کا وجود آیات قرآنیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے، لہذا اس میں تاویل کرنا نہایت کی جانبی کی دلیل ہے، پھر فرشتوں کا نیک بندوں کے پاس آنا اور شیاطین کا مجرموں اور کا ہنوں کے پاس آنا قرآن کریم سے ثابت ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:
﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُواْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّدُ السُتَقَامُواْ تَتَنَفَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَيْهِكُهُ

الَّ تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُولُ

''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھروہ اس پر جھے رہے۔ ان پر فرشتے اتر تے ہیں (اور کہتے ہیں) کہتم مت ڈرواور مت نم کھاؤ۔''[®] شاطین کے متعلق فرمایا:

﴿ هَلُ أُنَبِّتُكُمُ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيْطِينُ ﴿ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ ﴿ إ

'' کیا میں شمعیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں، ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ اَكُمْ تَرَ اَنَّا آرُسَلْنَا الشَّيْطِيْنَ عَلَى الْكَفِرِيْنَ تَوُّزُّهُمُ اَزَّانَ ﴾

'' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اخیں ابھارتے رہنے ہیں۔''®

حم السجدة 30:41. (2) الشعراء 222,221: (3) مريم 83:19.

اور اسے دیکھ کر آ واز نکالنا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر چہ ہم نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ہم تو ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔

اللہ تعالی نے بعض حیوانات کو خاص تو تیں عطا کی ہیں جو ہمارے تجربات میں داخل ہیں۔ چیوڈی کی قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) انسان سے بدر جہا زیادہ ہے۔ چیل انہائی بندی سے سطح زمین پر گوشت کا نکڑا وغیرہ دیکھ لیتی ہے، بلی اندھیرے میں دیکھ لیتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی جا نبات الہی ثابت ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو پھر مرغ کے فرشتہ دیکھنے یا گدھے کے شیطان دیکھنے میں بھی کوئی وجۂ انکار نہیں۔

اس وقت فرشتے کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو فرشتے کی موجودگی میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید اس وقت فرشتے کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو فرشتے کی موجودگی میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ فرشتے مومن کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اس بارے میں بھی بہت احادیث ثابت ہیں۔شیاطین سے تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی جا ہیے۔خصوصًا جب کہ وہ انسان کے پاس آئیں، چنانچے قرآن کریم نے اس دعا کی تلقین فرمائی ہے:

﴿ وَقُلْ دَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزْتِ الشَّلِطِيْنِ ﴾ وَاَعُودُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَتَحْضُرُونِ ﴾
('اور كهه ديجي كه بروردگار! ميں شيطانوں كے وسوسوں سے تيرى بناہ جاہتا ہوں كه وہ
ہوں۔ اور اے ميرے رب! ميں اس بات سے بھی تيرى بناہ جاہتا ہوں كه وہ
ميرے ياس آكيں۔''

ميرے ياس آكيں۔''

صدیت 31: آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے ۔ مدیت مدین

ابن عمر والنجاع روايت بي كدرسول الله مَا اللهِ عَلَيْدِ فِي مايا:

⁽¹⁾ المؤمنون 98,97:23.

''تم طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز ند پڑھا کرو کیونکہ آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔'' اُ

اس میں شیطان کے وجود خارجی اور سورج کی حرکت پر اعتراض کرنے کے علاوہ بڑا اعتراض پیہے کہ سورج جسامت کے لحاظ سے ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے تو جب وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے تو پھر شیطان کا سرکتنا بڑا ہوگا اور وہ کہاں تھہرتا ہوگا؟

سورج کے حرکت کرنے اور شیطان کے ذاتی تشخص اور وجود کے متعلق پہلے بحث گزر چکی ہے۔ صرف بیاعتراض کہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان کیسے طلوع ہور ہاہے، دیدہ دانستہ جاہلانہ اعتراض ہے کیونکہ ذوالقرنین کے واقعے میں قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَتَّى إِذَا بَكَغَ مَغُرِبَ الشَّمْسِ وَجَلَهَا تَغُرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِثَاتٍ ﴿

''حتی کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک بھٹن گیا تو اسے ایک دلدل کے چشمے میں ڈوبتا ہوا یایا۔''[©]

اس آیت پر بھی پھر وہی اعتراض آتا ہے کہ سورج زبین سے اور پھر بحر اسود سے لاکھوں گنا بڑا ہے۔ طلوع اسلام لاکھوں گنا بڑا ہے تو وہ اس چھوٹے سے چشمے کے اندر کیسے غروب ہوتا ہے۔ طلوع اسلام والے ضرور یہاں اہل قرآن ہونے کی وجہ سے تاویل کریں گے تو پھر حدیث کے ساتھ کیوں دشمنی ہے یہاں بھی کوئی مناسب تاویل کرلیں۔

(1) اس حدیث میں مشہور تاویل بیہ ہے کہ اس کا مطلب بیہ ہے کہ شیطان طلوع آ قاب اور اور غروب آ قاب کے وقت سورج کے پرستاروں کی نظر میں سورج کو ایبا مزین اور خوبصورت بناتا ہے کہ وہ اس کی بوجا میں مصروف ہوجاتے ہیں۔اس تزئین کی مثال ایسے مصروف ہوجاتے ہیں۔اس تزئین کی مثال ایسے اس سید المخلق، باب صفة إبلیس وجنوده، حدیث:3273. ﴿ اللّٰكِهُ فَا 86:18.

ہے کہ جیسے اس نے اسے اپنے سر پر رکھا ہواوراس تاویل کا باعث یہ ہے کہ اس حدیث میں ایمان والوں کو مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرنا مقصود ہے کہ طلوع آقاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز مت بڑھو کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

﴿ سورج کے بجاریوں کے گمان میں سورج کا طلوع وغروب شیطان کے سر کے اوپر سینگوں کے درمیان ہوتا ہے جبیا کہ انسان ایک آنکھ سے پورےجسم کو دیکھ سکتا ہے یا دو انگلیوں کے درمیان سے سورج کو دیکھتا ہے تو اس کا بیہ مطلب نہیں کہ سورج حقیقت میں اتنا چھوٹا ہے کہ وہ آنکھ کے اندرسا سکتا ہے یا وہ دو انگلیوں کے درمیان سا سکتا ہے۔

حدیث 32: بخارجہم کے جوش (پھونک) سے ہوتا ہے

رسول الله مَنْ اللهِ مَنْ اللهِ عَلَيْهِ فِي أَلِيا:

" بخارجہم کے جوش سے پیدا ہوتا ہے، لہذاتم اسے پانی سے صندا کرو۔"

یہ حدیث دراصل ایمان بالغیب سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ موسم کی تبدیلی کے حوالے سے بحث میں یہ بات گزرچکی ہے۔ بعض علاء اس حدیث کوتشیہ پرمحول کرتے ہیں، لینی بخار کی گرمی دردوآلام میں جہنم کی گرمی کی طرح ہے۔ لیکن اس بارے میں درست رائے بیار کی گرمی دردوآلام میں جہنم کی طرح ہے۔ لیکن اس بارے میں درست رائے یہ ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جوجہم میں موجود مراکز اللہ بیرکا جراثیم سے متاثر ہونے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے، اور یہ حرارت جہنم سے ہے، لیمی اللہ تعالی نے جہنم سے گرمی کا تھوڑا سا حصہ نکالا ہے اور اسے زمین میں بھیر دیا ہے۔ جب کسی انسان میں سے گرمی کا تھوڑا سا حصہ نکالا ہے اور اسے زمین میں بھیر دیا ہے۔ جب کسی انسان میں اس حرارت کے لگنے کے اسباب پائے جا کیں تو اللہ تعالی اسے بیرحرارت لگا دیتا ہے۔ تو

عبد : المحاري؛ بدء الخلق؛ باب صفة النار وأنها مخلوقة؛ حديث:3263، ومقام مديث، صحيح، صحيح، على 334:

حدیث میں حرارت کے اصل منشا اور بنیاد کو بیان کیا گیا ہے۔ عصر حاضر کے اطباء بھی حدیث میں بیان کردہ طریقۂ علاج کو تجویز کرتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک پانی سے اس کا علاج کرنا تو اب بھی مؤثر طریقۂ علاج ہے۔ ٹھنڈا پانی ڈالنے یا برف کی پٹیال لگانے سے درجہ حرارت میں کمی آتی ہے اور بخار جلد انر جاتا ہے۔ یہاں اگر خور کیا جائے تو سے علاج بذریعہ وہی نبی مُناقِیْم کو بتایا گیا جبکہ ڈاکٹر حضرات بہت سے تجربات سے گز رکرا سے مانے ہیں۔ لہذا میصدات نبوت اور حدیث کی جیت پر بہت بڑی دلیل ہے۔

حدیث 33: اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم

انس ڈاٹھ یان کرتے ہیں بعکل یا عرینہ قبیلے کے پچھ لوگ مدینہ آئے تو انھیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیار ہوگئے ، اس لیے نبی شاھی نے انھیں صدقات کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا اور فر مایا:''اونٹیوں کا دودھ اور پیشاب پیا کرو۔'' انھوں نے ایسے کیا تو وہ تندرست ہوگئے ، پھر انھوں نے نبی شاھی کے چروا ہوں کوئل کردیا اور اونٹ ہا تک کر لے گئے۔ دن کے اول وقت ان کی خبر آپ کے پاس پینی تو آپ شاھی نے ان کے تو قب میں آدمی روانہ کیے، جو دن چڑھے انھیں گرفنار کر لائے۔ آپ شاھی کے حکم پر ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کا طوالے گئے ، ان کی آٹھوں میں گرم سلائیاں پھیری کے دائیں اور انھیں گرم سلائیاں پھیری گئی اور انھیں گرائے وہ پانی مائیتے تھے لیکن آٹھیں پانی نہیں پلایا جاتا تھا اور وہ ایس بی حالت میں مرگئے۔ آ

مکرین حدیث کے اس حدیث پر چنداعتراضات ہیں:

11 آپ مُلَّالِيَّانِ بِيثاب پينے كاحكم كيول ديا؟

[©] صحيح البخاري ؛ الوضوء؛ باب أبوال الإبل والدواب.....؛ حديث:233.

منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات کے علام

انھوں نے چرواہوں کو قل کیا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ انھیں بھی صرف قل کردیا جاتا،
 رحمۃ للعالمین نے انھیں جارسزائیں کیوں دیں؟

3 چاہیے تھا کہ آپ عظائی رحمۃ للعالمین کی صفت کی وجہ سے ان کے ساتھ کچھ تخفیف کرتے۔ اعتراض اول کا جواب: منکرین حدیث قرآن کریم سے فابت کریں کہ بیشاب پینا حرام ہے۔ تحقیقی جواب سے ہے کہ جب جان کو خطرہ ہوتو مردار، خون اور خزیر کھانا جائز ہے۔ اونٹوں کا پیشاب تو حرام بھی نہیں، لہذا طبی طور پر پیشاب ان کے لیے بطور علاج تجویز کیا گیا۔

اعتراض دوم کا جواب: انھوں نے متعدد جرم کیے تھے۔ چرواہے کو تل کیا تھا، مسلمانوں کا مال لوٹ کر لے گئے تھے، مرتد ہوگئے تھے، چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، اسے گرم ریت پر پھینک دیا اور اسے پینے کو پانی نہیں دیا۔ قرآن کریم میں قصاص کا حکم ہے اور ایسا کرنا قصاص کا تقاضا تھا۔

اعتر اض سوم کا جواب: رحمة للعالمین کی صفت کے ساتھ ساتھ وہ قاضی بھی تھے اور جب کسی مجھی تھے اور جب کسی مجھی تھے اور جب کسی مجرم کا جرم قاضی کے سامنے ثابت ہوجائے تو پھر سزادینا واجب ہوجاتا ہے، قاضی کو تخفیف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

مدیث 34: بندرکوزنا کے جرم میں سنگسار کیا جانا

"عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر دیکھا کہ بہت سے بندراس کے گرد جمع ہوگئے تھے اس نے زنا کیا تھا سب نے اسے شکسار کیا، تو میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔ "
سنگسار کیا، تو میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔ "

(صحيح البخاري ، مناقب الأنصار ، باب القسامة في الجاهلية ، حديث: 3849 ، و مقام مديث ، 0025 . و مقام مديث ، 0025

اس حديث پرتين اعتراضات ہيں:

- ﴿ كَمَا بندر مُكِلِّف تِخْلُوق بين كه وه شرى احكام كے يابند بول؟
- ﴿ جَس بندر یا بندریا کورجم کیا گیا تو کیا بیر ثابت ہوا تھا کہ وہ منکوحہ تھی؟
- 🕏 اس میں صرف ایک کا ذکر ہے یعنی بندریا کورجم کیاتو بندر کو کیوں چھوڑا یا برعکس؟

جواب وین سے قبل شار صین نے اس واقعے کی جو تفصیل لکھی ہے وہ پیش خدمت ہے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں بہن میں اپنے لوگوں کی بکریوں میں تھا۔ ایک اونچی جگہ پر میں نے دیکھا کہ ایک بندر، بندریا کو لے کر آیا اور اس کا ہاتھ اپنے سر کے پنچے رکھ کرسوگیا اسنے میں ایک جھوٹا بندر آیا اور بندریا کو اشارہ کیا۔ اس نے آہتہ سے اپنا ہاتھ پہلے بندر کے سر کے پنچ سے کھنچ لیا اور چھوٹے بندر کے ساتھ چگی گئ۔ اس نے اس کے ساتھ صحبت کی جبکہ میں دیکھ رہا تھا۔ صحبت کے بعد بندریا لوث آئی اور آ بھگی سے پھر اپنا ہوا تھا۔ اس نے بندریا کوسونکھا اور ایک جیخ ماری تو سب بندر جمع ہوگئے۔ وہ اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا ہوا تھا۔ اس نے تھا اور چیخا جاتا تھا، یعنی وہ بتا تا تھا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آخر دوسرے بندر، دا میں اور بندریا کے لیے گڑھا کھودا اور دونوں کوسنگسار کرڈالا، چنانچہ میں نے بنی آدم اس بندر اور بندریا کے لیے گڑھا کھودا اور دونوں کوسنگسار کرڈالا، چنانچہ میں نے بنی آدم کے سوا جانوروں میں بھی رجم دیکھا۔

جوب البیرسول الله طاقیظ اور کسی صحابی کی حدیث نہیں کیونکہ عمر و بن میمون ایک تابعی بیں اور انھوں نے اپنا ایک چشم وید واقعہ بیان کیا ہے۔ راوی اور دیگر راویان سند ثقہ لوگ بیں تو اسے ایک واقعے کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے ماننے سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں آتا، ہاں زناکی قباحت ظاہر کرنے کے لیے ایک تائید ہے۔ تواس

واقعے کی وجہ سے تمام ذخیرہ حدیث کو سلسلۂ جیت سے نکالنا اور احادیث کے خلاف پرو پیگنڈا کرناعقل مندول کے شایان شان نہیں۔

2 حیوانات میں سے بندر ایک الی مخلوق ہے جوحس و شعور اور نقالی میں انسان کے قریب تر ہے۔ مداری لوگ میلوں میں بندر سے عجیب عجیب کھیل متاشا ئیوں کو دکھاتے ہیں۔ میں نے خود طائف کے پہاڑ میں ان کے ایسے کرتب دیکھے کہ گویا وہ انسان نظر آتے ہیں اور انھی وجوہ سے ڈارون نے بندر کو انسان کا جداعلی شار کیا ہے اگر چہ اس کا سے نظر پیسرامر باطل ہے۔

مديث 35: جنات كو بإندهنا

رسول الله مَنْ يَنْكُم نِي فرمايا:

"آج رات اچانک ایک بڑا جن میرے پاس آیاتا کہ میری نماز تہد میں خلل ڈالے اللہ تعالی نے مجھے اس پرقابو پانے کی قدرت دی اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے معجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دول تا کہتم صبح کے وقت اسے دیکھ سکو، لیکن مجھے سلیمان ملیلا کی دعا یادآ گئی۔"

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبُ لِي مُلْكًا لاَ يَنْلَبَغِي لِحَدٍ مِنْ لَا يَعْدِي ٢

''میرے رب مجھے معاف کردے، اور مجھے الیی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کوزیبا نہ ہو۔''[®]

تو میں نے اسے ذلیل وخوار چھوڑ دیا۔ ®

اس حدیث کے متعلق منکرین کے متین اعتراض ہیں:

﴿ صَ 35:38. ﴿ صحيح البخاري، الصلاة، باب الأسيرأو الغزيم يربط --- حديث:461، ومقام حديث، ص: 235، الله في دهوكا ويخ كر لي كري كرا جيور ويا يحد

﴿ حِن کے وجود کا انکار۔ ﴿ جِن کو باندھنا۔ ﴿ نماز میں خلل ڈالنا۔

اعتراض اول کا جواب: آ اس کا پھے حصہ شیطان کے ذاتی تشخص ثابت کرنے کے باب میں گزر چکا ہے۔ جنات کا مستقل مادہ تخلیق ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان اول کا مادہ تخلیق بیان کرنے کے بعد فرمایا:

و الْجَانَّ خَلَقُنْهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَادِ السَّنُوْمِ ٥٥

''اوراس سے قبل ہم جنوں کوجلانے والی آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔''[®] اس آیت میں جنات کی مستقل تخلیق کے دو دلائل ہیں:

- ﷺ جنوں کو آ دم علیا سے پہلے بیدا فرمایا، لہذا وہ بنی آ دم میں شارنہیں ہو سکتے۔
 - 🥮 ان کا ماد ہ تخلیق انسان کے ماد ہ تخلیق سے بالکل علیحدہ ہے۔

[2] لفظ "جن" كا ماده اخفا (بوشيدگى) پر ولالت كرتائى -جىسا كەللىد تعالى نے فرمايا:

﴿ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ﴿

''پس جب رات کی تار یکی نے اسے ڈھانپ لیا۔''[®]

نيز فرمايا:

ا كَانُّهَا جُآنًّا

"گویا که وه سانپ ہے۔"[©]

سانپ کو کیان اس لیے کہتے ہیں کہوہ تیز رفتاری کی وجہ سے پوری طرح نظر نہیں آتا۔

﴿ مَا بِصَاحِبِهِمُ مِّنْ جِنَّةٍ ﴿

''ان کے ساتھی کو کسی قشم کا جنون نہیں۔'، 🏵

د یوانگی کوبھی اس لیے جنون کہتے ہیں کہ اس میں عقل مخفی ہوتی ہے۔اس ماد ہ لفظی سے

© الحجر 27:15. ② الأنعام 76:6. ۞ القصص 31:28. ۞ الأعراف 184:7.

بھی معلوم ہوا کہ جنات ایک مخفی مخلوق ہے جبکہ لفظ انسان مادہ اُنس سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ایسی چیز جو بالکل دیکھی جاسکے یوں دونوں الفاظ کے مادوں میں بھی تناقض ہے۔ 3 قرآن کریم کی آیات میں جن وانس کو ایک ہی آیت میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے اور بعض میں لفظ اور یہ سولہ آیات کریمہ ہیں۔ بعض آیات میں لفظ جن کا ذکر پہلے ہے اور بعض میں لفظ انس کا حبیبا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الله المُعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اللهِ

''اے گروہ جن وانس۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَيَوْمَهِنِ لا يُسْعَلُ عَنْ ذَنْبِهَ اِنْسٌ وَلا جَآنٌ ٥

'' پس اس روز کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا حائے گا۔''®

گیاره آیات میں جنوں کامستقل طور پرالگ ذکر کیا بخر مایا:

﴿ وَجَعَلُواْ لِللهِ شُرَكاآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

''اور انھوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنار کھا ہے، حالانکہ ای نے انھیں پیدا کیا ہے۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ لِمَعْشَرَ الْجِنِّ قَلِ الْسَلَّكُ أَرْتُهُ مِّنَ الْإِنْسِ ﴾

''اے گروہ جن! تم نے انسانوں میں سے ایک بڑی تعدادا پنے ساتھ لے لی۔''[®] اہلیس بھی جن تھا جیسا کہ فرمایا:

*

﴾ الأنعام 130:6. ﴿ الرحمٰن 55:98. ﴿ الأنعام 100:6. ﴿ الأنعام 128:6.

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾

''وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے تھم کی نافر مانی کی۔'' ایک خاص طافت ورجن نے ملکہ سبا کا عرش لانے کے متعلق سلیمان علیا سے کہا: ﴿ قَالَ عِفْدِیْتٌ مِّنَ الْحِیْنِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهِ ﴾

''ایک دیوبیکل جن نے کہا: میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔''®

5 جنات سلیمان علیا کے محکوم تھے اور وہ ان کے لیے مختلف کام کرتے تھے۔فرمایا:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَكَايُهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ﴾

''اور جنوں میں ہے بعض ایسے تھے جواس کے رب کے تھم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔''[®]

6 جن غيب نهين جانتے، چنانچه فرمایا:

﴿ فَلَهَّا خَوَّتُبَيِّنَتِ الْجِنُّ أَنُ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ ﴾

''پس جب وہ (سلیمان مَلِیُا) گر پڑے تو جنوں کومعلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے۔''® ہوتے۔''®

ت کھ لوگ اس خیال ہے جنوں کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں، فرمایا: وَالْوُا سُبِحْنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلُ كَانُوْا يَعْبُكُونَ الْجِنَّ ﴾

''وہ(فرشتے) کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا کارساز ہے وہ نہیں ہیں، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔''[®]

الله جنوں نے قر آن سنا اور ایمان لا کر داعی بن گئے، فرمایا:

﴿ وَإِذْ صَرَفُنَا ۚ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْانَ *

"اور جب کہ ہم نے چند جنوں کو آپ کی طرف بھیجا کہ وہ قر آن سنیں۔" آ آ جنات کے ایمان لانے اور قر آن سننے کے متعلق دیگر تفصیلات سورۂ جن کے ابتدائی حصے میں نمرکور ہیں۔ جنوں کے مستقل احوال کا ذکر بھی اٹھی آیات میں موجود ہے کہ وہ ایک مستقل مخلوق ہیں اور قر آن کریم نے اہلیس کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّهُ يَالِكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾

'' بے شک وہ (ابلیس) اور اس کا لشکر شمصیں اس طرح دیکھ رہا ہے کہتم اٹھیں نہیں دیکھ سکتے ۔''[©]

یہ صرت کو لیل ہے کہ جن غیر مرئی مستقل مخلوق ہیں۔ اتنی تفصیل کے بعد کوئی عقل مند شخص ان کے وجود شخصی ہے کیسے انکار کرسکتا ہے۔

اعتراض دوم کا جواب: جنات کو باندھناعقل کے خلاف نہیں۔قرآن پاک میں ہے کہ سلیمان علیاً اپنی بادشاہت میں فساد کرنے والے جنوں کو بھکڑیوں میں جکڑتے تھے، چنانچدارشاد ہوا:

﴿ وَاخْدِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصُفَادِ ۞ ١

''اور دوسرے جنات جو بیڑیوں میں جکڑے رہتے ہیں۔''[®]

جب سلیمان ملیا کے متعلق قرآن سے ثابت ہے کہ وہ جنوں کو باندھ دیتے تھے تو نبی مُناقِیْم افضل الرسل ہیں، کیا ان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کسی جن کو پکڑ کرستون کے ساتھ باندھ دیں۔

کے لیے تو وسوسہ ڈالنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ جن وانس کے وسوسہ ڈالنے کے متعلق قرآن نے اکٹھاذ کر کیا:

﴿ الَّذِي يُوسُوسُ فِي صُدُو النَّاسِ ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ ﴿ اللَّهِ مَنُولُ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ ﴿ (هِراس مَنفس سے) جولوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالٹا ہے، خواہ وہ جنوں میں سے ہو۔'' ﷺ

رسول الله مَا لَيْهُمُ فِي فرمايا:

"اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگرتم ایسے ہوجاؤ کہ گناہ تم سے سرز دہی نہ ہوتو اللہ تعالی تعصیں زمین سے ہٹادے گا اور تمھاری جگہ ایک دوسرا گروہ بیدا کرے گا جس کا شیوہ یہ ہوکہ گناہ کرے اور پھر اللہ تعالی سے بخشش اور مغفرت کی طلب گاری کرے۔"

طلوع اسلام والوں نے اس حدیث سے بینتیجہ نکالا ہے کہ انسان کو زیادہ گناہ کرنے چاہئیں اور پھر بخشش طلب کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالی خوش ہو۔

جوب صدیث صحیح ہے کیکن اس کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ انسان کی خلقت میں اللہ تعالیٰ کی بہت ہی حکمت یہ ہے کہ انسان کثرت سے تو ہو استغفار کرے اور بیت ہوتا ہے کہ انسان گناہ کرے ۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ تو ہو و عصر سے بھوتا ہے کہ انسان گناہ کرے ۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ تو ہو و عصر سے بھوت ہے کہ تو ہو و عصر سے بھوت ہے کہ تو ہو و عصر سے بھوت سے

(أ) الناس 6,5:114 (محيح مسلم؛ التوبة؛ باب سقوط الذنوب معديث: 2749؛ ومقام حديث: 2749؛ ومقام حديث، ص: 331

استغفار کثرت سے ہو جبکہ گناہ کرنا بالواسطہ مقصد ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے سانپ اور بچھو وغیرہ پیدا کیے جو فطری طور پرانسان کے دشمن ہیں اور وہ انسان کو ڈستے ہیں کیکن یہ غایت حقیق نہیں بلکہ اس میں دوسری غایتیں اور حکمتیں بالذات مقصود ہیں۔

انسان کی خلقت کا مقصد کثرت استغفاراس بنا پر ہے کہ انسان کے علاوہ ایسی بہت می مخلوقات ہیں جو گناہ نہیں کرتیں، مثلاً: فرشتے ، شجر، جحراور حیوانات وغیرہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تشبیح وتحمید کرتی ہیں لیکن استغفار نہیں کرتیں، البتہ فرشتوں کا استغفار قرآن کریم میں ندکور ہے لیے ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿ اَكَذِيْنَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَدْنِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيُسْتَغُفِرُونَ لِلَّذِيْنَ امَنُوا ﴿

''وہ فرشتے جنھوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے اور جو اس کے اردگرد ہیں، وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مومنوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔''

لہذا صرف انسان ہی ایس مخلوق ہے جس کی خلقت کا مقصود بالذات استغفار کرنا ہے۔

نوٹ: بیباں تک وہ احادیث بیان کی گئی ہیں جنسیں طلوع اسلام والوں نے امام بخاری کے

حوالے سے نقل کیا ہے اور ان پر اعتراض کیا ہے، البتہ حدیث نمبر 36 صحیح بخاری کی نہیں،

وہ صحیح مسلم کی ہے۔ انھوں نے غلطی سے اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان

کے علاوہ اور بھی تقریبًا چارا حادیث ہیں جن پر انھوں نے اعتراض کیا ہے لیکن ہم نے

ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ جمیں ان پر اعتراض کا پہلونظر نہیں آیا، البتہ ان کے علاوہ

① المؤمن 7:40.

بعض اليي صحيح احاديث بين جن پرمنكرينِ حديث اعتراض كرتے بيں - ان ميں سے بعض قابل ذكر سمجھ كريہاں زريجث لائى جارہى بين -

حدیث 37: عائشہ را گا کا دومردوں کے سامنے شمل کرنا کے اسلامیں میں اسلامیں اسلامیں کا اسلامیں میں میں میں میں می

ابوسلمه بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں:

«دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ عَلَيْ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرَ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ فَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ: وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ عَلَيْ يَلِيْ يَلْخُذْنَ مِنْ رُؤُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ»

''میں اور عائشہ بھٹاکا رضاعی بھائی عائشہ بھٹا کے پاس گئے تو آپ کے رضاعی بھائی نے رسول اللہ مگاٹی ہے خسل جنابت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے تقریبًا ایک صاع پائی معگوایا اور عسل کیا، جبکہ ہمارے اوران کے درمیان پر دہ حائل تھا۔ آپ نے تین مرتبہ اپنے سر پر پائی ڈالا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ نجا مگاٹی کے ازواج مطہرات اپنے سر کے بال کترتی تھیں حتی کہ وہ وَفْرہ کی طرح ہوجاتے۔'' فی

⁽i) صحیح البخاری الغسل اباب الغسل بالصاع و نحوه ، حدیث:251 ، وصحیح مسلم ، المحیض ، باب القدر المستحب من الماء ، حدیث :320 واللفظ له وَفَرة بال جو کانوں کو وُھائے اے وَفَرة کہتے ہیں امہات المؤمنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ کا شخ کے بعدان کے بال وفره کی طرح ہوجاتے جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ بال کانوں کی لوتک نہیں بلکہ اس سے لمج ہوتے تھے۔

اس حدیث پرمنگرین کا پہلا اعتراض ہے ہے کہ عائشہ ڈھٹانے ان مردوں کے سامنے عنسل کیوں کیا۔ دوسرا اعتراض ہے ہے کہ آگر ان کے درمیان پردہ حاکل تھا تو پھر طریقۂ عنسل کیسے بتایا، اور تیسرا اعتراض ہے ہے کہ نبی طُلِیْلِ کی ازواج مطہرات اپنے سر کے بال وفرہ رکھتی تھیں۔

المجالات بہلے اعتراض کا جواب تو واضح ہے کہ درمیان میں پردہ حاکل تھا جیسا کہ حدیث سے واضح ہے، نیزمئلہ دریافت کرنے والے دونوں مردوں میں سے ایک ان کا بھیجا تھا اور دوسرارضاعی بھائی جن کے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے لیکن برہنہ ہونا حرام ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب ہے ہے کہ انھوں نے طریقۂ عسل نہیں پوچھا تھا کہ آپ نے انھیں عسل کرکے دکھایا اور پردے کی اوٹ سے طریقۂ کسے معلوم ہوا بلکہ پائی کی مقدار بتانا مقصود تھا کہ عورت ایک صاع پائی سے عسل کرکتی ہے تو مرد لامحالہ اتنی مقدار سے عسل کرسکتا ہے۔ امام مسلم نے 'قدر المستحب من الماء'' اورامام بخاری نے ''الغسل برسکتا ہے۔ امام مسلم نے 'قدر المستحب من الماء'' اورامام بخاری نے ''الغسل طریقۂ عسل پرنہیں۔ اگر سر پر پائی ان کے سامنے ڈالا ہے تو وہ اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ طریقۂ عسل پرنہیں۔ اگر سر پر پائی ان کے سامنے ڈالا ہے تو وہ اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ دونوں آ دمی ایسے سے کہ ان کے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے اور سرکے بال زینت میں شامل ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عورت کا ندکورہ مقدار تک سر کے بال کا شخے کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزد کیک یہ سلم کی روایت کے مطابق جائز ہیں۔ یہ ہے جبکہ بعض اسے جائز نہیں کہتے اور اسے امہات المؤمنین کا اپنافعل قرار دیتے ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ رسول اللہ مُظَافِیْنَ کی زندگی میں ازواج مطہرات بال نہیں کا ٹی تھیں، اس کی دلیل ام سلمہ رٹافیا کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ مُلیا ہے ہو چھا:

"إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ»

'' میں اپنے سرکی مینڈ صیاں خوب باندھا کرتی ہوں، کیا میں عنسل کے وقت اضیں کھول دیا کروں؟'' ®

دوسری حدیث عائشہ ڈاٹھا ہے مروی ہے کہ انھیں احرام کے وقت حیض آگیا جب کہ جج قریب تھا تو نبی طالیط نے انھیں فرمایا:

> «اُنْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي» ''اینے سرکے بال کھول دواور کنگھی کرو۔''®

ان احادیث ہے معلوم ہوتا ہے کہ از واج مطہرات کے سرکے بال پورے تھے، تاہم
نی عُلَّیْنِ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین کے بارے میں تذکرہ ملتا ہے، بعض علاء
اسے ترک زینت پرحمل کرتے ہیں کہ امہات المؤمنین نے آپ عُلِیْنِ کی وفات کے بعد
ترک زینت کے لیے یہ کام کیا، جبکہ بعض دوسرے عدم مشابہت بالرجال والفاسقات
واکافرات اور شوہر کی اجازت کے ساتھ اتنی مقدار میں بال کا شنے کو درست سجھتے ہیں۔
ویکھیے فی وی اسلامیہ میں المشید الشید۔

حدیث 38: جنت میں اکثر فقیرلوگ جائیں گے ۔ مددہ مددہ مددہ مددہ

نبي سُلَيْظِم نے فر مایا:

«اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ»

 [﴿] جامع الترمذي، الطهارة، باب هل تنقض المرأة شعرها عند الغسل، حديث:105، وسنن النسائي، الطهارة، باب ذكر ترك المرأة نقض ضفر ﴿ حديث: 242. ﴿ صحيح البخاري ، الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، حديث: 316.

''میں نے جنت میں جھا نکا تو میں نے دیکھا کہاں میں اکثریت فقراء کی تھی۔''[®] ایک دوسری حدیث میں نبی مَالْثِیْمِ نے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوا:بَلَى، قَالَ ﷺ كُلُّ ضَعِيفٍ مُّتَضَعَّفٍ لَّوْ أَفْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ»

''کیا میں شمصیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں، ضرور بتا کیں، آپ نے فرمایا:'' ہر کمزور شخص اور جے کمزور سمجھا جائے، اگر وہ (بھروسا کرتے ہوئے) اللہ پرتنم ڈال دے تو وہ ضروراہے پورا کردے۔''[®] اس مضمون کے متعلق اور بھی احادیث ہیں، پرویز صاحب اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: اسلام غلبداور توت کا دین ہے۔

﴿ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْعَلِبُونَ ۞

'' بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''[®]

صحيح البخاري ، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6546. © صحيح مسلم، الجنة ونعيمها، باب النار يدخلها الجبارون..... ، حديث:2853.
 المآئدة 5:565.

دنیا میں فقیر تھے۔[©]

اس تحریر میں پرویز صاحب نے کوشش کی کہ ان احادیث کو قرآن کے مقابل لا کھڑا کرےاوران احادیث پروضع کا حکم لگائے۔

جواب ﴿ يَهِلَى بات توبيہ که پرویز صاحب کی بید بات غلط ہے که اسلام غلبے اور قوت کا دین ہے بلکہ اسلام اس لیے ہے کہ اسے غالب کیا جائے اور اسے تقویت پہنچائی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِئِ ۚ ٱرۡسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُلَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى اللَّهِيْنِ كُلِّهِ ﴾

'' وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کریں۔''®

﴿ دوسرى بات يہ ہے كہ يہ احاديث قرآن كريم كے مطابق بيں كيونكہ ہر دور كے سرداروں اور وڈريوں نے اپنے اپنے نبى كى خالفت كى ـ نوح عليلا كى قوم كے متعلق فرمایا:
﴿ قَالَ الْهَلَا مِنْ قَوْمِهَ إِنَّا لَكُوٰ لِكَ فِي صَلْلِ شَبِينِ ۞

''ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک ہم شمصیں کھلی گمراہی میں و کیھتے ہیں۔''[®] ہود ملیئھ کی قوم کے سرداروں کے متعلق فرمایا:

﴿ قَالَ الْهَلَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهَ إِنَّا لَنَزْبِكَ فِي سَفَاهَةٍ ﴾

''ان کی قوم کے کا فرسر داروں نے کہا: بے شک ہم شمصیں حماقت میں دیکھتے ہیں۔' ® صالح ملینا کی قوم کے سر داروں کے متعلق فر مایا:

﴿ قَالَ الْمَلَا الَّذِينَ اسْتَكُبُرُوا مِنْ قَوْمِهِ ﴾

ن مقام حديث، ص: 224. ﴿ التوبة 33:9. ﴿ الأعراف 60:7. ﴿ الأعراف 66:7.

''ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا۔''[©]

ان اقوام میں جوامیان والے تھے جنھوں نے اپنے نبی کی حمایت کی وہ سب ضعیف لوگ تھے۔ فرمایا:

﴿ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ أَمَنَ مِنْهُمْ

''(متکبر سرداروں نے کہا) ان کمزورلوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے۔'، ®

بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَ اَوْرَثُنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ الرَّثُنَا فِيْهَا ﴾ الَّتِيْ الرَّثُنَا فِيْهَا ﴾

''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمز ورسمجھ جاتے تھے اس زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔''[®]

نوح ملياً كى قوم كے جوافراد ايمان لائے تھان كے متعلق متكبرين نے كہا:

﴿ وَمَا نَوْلِكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِنْنَا بَادِىَ الرَّأْمِي ۚ وَمَا نَوْى لَكُمُ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ﴾

''ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے تیری پیروی ان لوگوں نے کی ہے جورذیل ہیں اور سرسری نظر رکھتے ہیں، اور ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں یاتے۔''®

اسی طرح خاتم النہین مُناتِیْم پر مکہ میں ابتدائی طور پر وہی لوگ ایمان لائے تھے جو معاشرے کے کمزورافراد تھے۔

﴿ تیسری بات یہ ہے کہ مال دار اور خوش حال لوگ اسلام کی مصیبتوں کو برداشت نہیں کر علتے اور فرار کے لیے بہانے بناتے ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنَّهَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأَذِنُونَكَ وَهُمُ اَغُنِيَاءُ ﴾ ﴿ إِنَّهَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأَذِنُونَكَ وَهُمُ اَغُنِيَاءُ ﴾ ("كناه صرف الله لوگول پر ہے جوآپ سے باوجود غنی ہونے کے (پیچے رہنے کی)

اجازت جائبتے ہیں۔''

جب کہ فقراءاور مساکین جہاد میں اکثر اخلاص کے ساتھ اور شجاعت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

﴿ چوشی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن مال داروں سے مال کے متعلق دوسوال کیے جو کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن مال داروں سے مال کے متعلق دوسوال میں کامیاب ہوا کی گے کہ مال کہاں سے کمایا، اور کہاں خرج کیا؟ جو مال داروس سوال میں کامیاب ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے وہ جنت میں جا کیں گے کوئکہ وہ اکثر سوالات سے بری الذمہ ہوں گے۔

باقی فقراء اور مساکین پریدکوئی پابندی نہیں کہ وہ مال نہ کمائیں بلکہ وہ فقیری میں جو کماتے ہیں اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں آوراسلام کے غلبہ کے لیے کوشال رہتے ہیں، پس خلاصۂ کلام میہ ہے کہ فقراء فقر کی حالت میں ایسے اٹلال میں مشغول رہتے ہیں کہ ان اٹلال میں مشغول رہتے ہیں کہ ان اٹلال میال صالحہ کی وجہ سے ان کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگ۔

عدیث39: حالت نماز بین مسلمانون کاحسین عورت کو دیکینا مستور مسلمانون کاحسین عورت کو دیکینا

٠ التوبة 93:9.

تا کہ اسے نہ دیجیس اور پھھلوگ پچھلی صف میں شریک ہوتے تھے اور رکوع کی حالت میں بغل کے نیچ سے اسے جھا نکتے تھے۔اس پر اللہ تعالی نے بیر آیت نازل فر مائی: ﴿
وَ لَقُدُ عَلِمُنَا الْمُسْتَقُدُ مِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدُ عَلِمُنَا الْمُسْتَأْخِدِیْنَ ۞ ﴿

''اور جولوگتم سے پہلے ہوگز رے ہم انھیں بھی جانتے ہیں اور جوتم سے بعد میں آنے والے ہیں ہم انھیں بھی جانتے ہیں۔''®

يرويز صاحب نے اس روايت پر بہت سخت تھره كيا ہے، لكھتے ہيں:

آخر میں ہم جامع تر ندی کی ایک روایت نقل کرکے بیسلسلہ ختم کرتے ہیں۔ آپ
 سوچیے کہ اس روایت کود کھ کر آپ کی نگاہیں او پر اٹھ سکتی ہیں؟

اَ آا اس قسم کی روایات بکار پکار کر کہدرہی ہیں کہ یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتیں، نھیں اسلام کے دشمنوں نے وضع کیا ہے دشمنوں نے وضع کیا ہے اور ان کی نسبت صحابہ کرام اور نبی اکرم مُلَّاثِیْم کی ذات گرای کی طرف کردی۔

الیکن ہمارے ندہب پرست طبقہ کا بیاصرار ہے کہ انھیں نہ صرف میچے ماننا ہوگا بلکہ بیا
 بھی ماننا ہوگا کہ انھیں جبریل امین حضور ٹاٹھی کی طرف لے کرنازل ہوئے تھے۔ ⁽³

جواب ﴿ اس بارے میں علاء کی تحقیقات درج ذیل ہیں، بعض علاء نے کہا ہے کہ یہ صدیث نہیں ہے بلکہ ابوالجوزاء تابعی کا قول ہے یا یہ صدیث مرسل ہے۔ امام ترمذی نے اس بات کو ترجیح دی ہے اور مرسل حدیث ضعیف ہوتی ہے جس سے جمت نہیں پکڑی جاسمتی، لہذا اس حدیث کو مذہب پرستوں نے اس مقام تک نہیں پہنچایا کہ پرویز صاحب اس حدیث پر تین اعتراض کردس۔

<u>~----</u>

جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحجر، حديث:3122. ألحجر 24:15.

③ مقام حدیث، ص: 192.

پس ایس روایات جو محدثین کے نزدیک سیح یاحسن مرفوع نہیں ہوتیں، ان پر اعتراض کرکے یہ بہانا بنانا کہ ساری احادیث قابل جمت نہیں، یہ صریح تلمیس ابلیس ہے۔ اوراگر حدیث سیح ہوجیما کہ بعض نے اسے سیح کہا ہے تو پھراس کا جواب یہ ہے کہ نبی تالیقی کے بیچھے با جماعت نماز پڑھنے والوں میں صرف صحابہ کرام نہیں ہوتے سے بلکہ منافقین بھی آیا کرتے ہوں۔

کرتے سے اور یہ کوئی بعید نہیں کہ منافقین ایسا کرتے ہوں۔

حديث 40 : فرعون كا ايمان لا نا

پرویز صاحب نے ترفدی کی ایک حدیث کامعنی بیان کرکے اعتراضات کیے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ ابن عباس بڑا ﷺ نے کہا کہ رسول اللہ تُلَّیُمْ نے فرمایا:''جبریل کہتے ہیں کہ فرعون غرق ہونے لگا تو وہ اس وقت ایمان لا نا جا ہتا تھا۔اے تحمد! کاش ،اس وقت تم مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی مٹی لیے ہوئے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا کہ کلمہ نہ پڑھے اوراس پراللہ تعالیٰ کی رحمت نہ آجائے۔'' ⁽¹⁾

﴿ فرشتے چونکہ خدا کے تکم کے پابند ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل نے سے کام خدا کے حکم کے مطابق کیا تھا۔

﴿ فَدَا كَتَهُمُ اور جَرِيلِ كَى كَارِرُوانَى كَ بِاوجُودِ فَرَعُونَ نَے كُلُمَهُ بِرُّهُ لِيَا اور كَهَا: ﴿ اُمَنْتُ اَنَّـٰهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا الَّـٰنِ فَى اُمَنَتُ بِهِ بَنُوْۤا إِسْرَاءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُنْلُدُ نُدَى ﴾

جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، حديث:3107، و(ترجمه پرويز) مقام حديث، ت 170.

''میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر ہنو اسرائیل ایمان لائے۔اور میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔''[®]

اور بوں معاذ اللہ خدا کی تدبیر نا کام ہوگئ آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ بیہ تفسیر رسول اللہ ﷺ کی بیان فرمودہ ہوگی۔

جواب پرویزصاحب کا طریقهٔ تلمیس ہی میہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے پچھ معنی اور پچھ تفسیر بنا کر اس پر غلط نتائج مرتب کرتے ہیں اور حدیث سے انکار کرنے کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ وہ اس شعر کا مصداق ہے ۔

> خشت اول چوں نہد معمار سمج تا ثریا می رود دیوار سمج

یہاں پرویز صاحب نے حدیث کا جومعنی بیان کیا ہے اس میں تحریف کی ہے۔ اصل صدیث ورج ذیل ہے۔ اصل صدیث ورج ذیل ہے۔ اس

«لَمَّا أَغْرَقَ اللهُ فِرْعَوْنَ قَالَ: آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ فَقَالَ جِبْرِيلُ: يَامُحَمَّدُ! لَوْ رَأَيْنَنِي وَأَنَا آخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ وَأَدُسُهُ فِي فِيهِ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ»

''جب الله نے فرعون کوغرق کیا تو اس نے کہا: میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود حقیق کے سواکوئی معبود نہیں جس پر بنواسرائیل ایمان لائے تو جریل نے کہا:اے

تھونس رہا تھا کہ تہیں رحمت البی اے ڈھانپ نہ لے۔''[®]

يونس 90:10. (2) مقام صديث بالاختصار، ص: 171,170.
 جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، حديث: 3107.

پرویزی معنی کے مطابق جبریل علیظ کا فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونسنے کاعمل کلمہ پڑھنے سے پہلے کا ہے حدیث میں واضح ہے کہ فرعون نے کلمہ کا اقرار کرلیا تھا، بعد میں جبریل علیظانے اس کے منہ میں مٹی ٹھونی تھی۔ فرعون کا بیابیان لا نا قانون الہی کے مطابق قابل اعتبار نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَوْمَرَ يَاٰتِنَ بَغْضُ الْبِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنُ اَمَنَتُ مِنْ قَيْلُ ﴾

' جس روز تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لا نامفیز نہیں ہوگا جو پہلے ہے ایمان نہیں رکھتا۔' ®

نيز فرمايا:

وَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِنِّمَانُهُمْ لَتَازَاوُ ابَأْسَنَا ۗ

''پس ان کے ایمان نے انھیں نفع نہ دیا جب انھوں نے ہمارے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔''[©]

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر نزع کا عالم طاری ہوجائے تو اس وقت ایمان لانا قبول نہیں، لہذا جبریل طینانے یہ کام اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا۔جب فرعون نے کلمہ پڑھا تو اسے یوں جواب دیا گیا:

النَّنْ وَقَلْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ٥

لیعنی اللہ تعالٰی نے جبریل ملیگا کے کام کی تائید کردی، للبذا اس سے ثابت ہُوا کہ سے اللہ علم 158:6. ﴿ المؤمن 85:40. ﴿ يونس 91:10.

الفاظ الله تعالى كى وحى سے كيے گئے۔

یہاں تک ان چالیس احادیث کے جواب بیان کیے گئے ہیں جنھیں طلوع اسلام والوں نے اور دیگر منکرینِ حدیث نے اپنی نامجھی کی وجہ سے محل اعتراض تھہرایا، حالانکہ ان کے علاوہ دوسری الی احادیث بیں جن کو ماننے کے لیے بیلوگ تیار نہیں فصوصًا وہ احادیث جو علامات قیامت کے متعلق ہیں، مثلاً: دجال، امام مہدی، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور نزول عیسی علیا اور غیرہ لیکن اس وقت منکرینِ حدیث نزول عیسی علیا کے متعلق بحث وتلییس سے کام لے کرمسلمانوں کا عقیدہ خراب کررہے ہیں۔ اس لیے بیہ مسلمانی کے مسلمانی کے این کرنا چاہتا ہوں۔

تيئيسوال شبه: حيات ونزول مسيح عيسىٰ عليلا

تمام اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیظار ندہ مالت میں آسان پر اٹھائے گئے اور وہ وہاں زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب اتریں گے، دین محمدی پر فیصلے کریں گے اور پھر بچھ وقت بعد وفات پاجا کمیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ اورانھوں نے اپنے الہام سے ثابت کیا ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ ان کے نزدیک احادیث میں جس عیسیٰ علیہ کا در کے دول کا ذکر ہے وہ عیسیٰ علیہ اُن کی مثیل اور شمیہ پیدا ہوگا جو جہاد کومنسوخ کرے گا اور وہ نبی غیر تشریعی ظلی بروزی ہوگا۔

ان دونوں فریقوں کے درمیان عیسیٰ علیہا کی موت اور حیات میں اختلاف ہے۔ اور عیسیٰ علیہا کے آسانوں پر اٹھائے جانے میں بھی اختلاف ہے۔ دوسرے فریق کے لوگ عیسیٰ علیہا کے آسانوں پر اٹھائے جانے میں بھی اختا ہیں۔لیکن جب کہتے ہیں کہ وہ جہاد منسوخ ظاہری طور پر اس کی شبیہ کو نبی غیرتشریعی مانتے ہیں۔لیکن جب کہتے ہیں کہ وہ جہاد منسوخ

کرے گا تو معلوم ہوا کہ وہ نبی تشریعی ہوگا اور مرزائیوں کے نزدیک اس مثیل عیسیٰ کا مصداق خود مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

منكرين حديث كاعقيده ہے كەنتىلى غاليلة آسان پراٹھائے گئے نہ وہ زندہ ہیں بلكہ وہ ا بنی موت مرگئے اوران کے دوبارہ آسان سے اتر آنے کی باتیں سب خرافات ہیں۔ جب میں بیر کتاب لکھ رہا تھا تو ایک شخص میرے پاس ایک کتاب لایا جس کا نام تھا "عقیدهٔ خاتم النمیین مَنْ اللِّهُ مؤلف کا نام محمد بادی اور اینے آپ کو فاضل علوم دیدیہ تعلیم القرآن رستم ضلع مردان قرار دیا ہے۔ میں نے مؤلف رسالہ کی مدرسہ تعلیم القرآن کی طرف جھوٹی نسبت ہے انداز ہ لگایا کہ کتاب کا نام'' خاتم انٹبیین'' بھی کسی جھوٹ کو ثابت كرنے كے ليے استعال كيا ہے۔ ميں نے كہا: اس مؤلف سے يوچيس كماس نے حصول علم کے لیے اس دار العلوم میں کتنی مرت صرف کی؟ پھر اس سے بوچھیں کہ کیا اس کے پاس دارالعلوم کی سند فراغت ہے کیونکہ فاضل علوم دیدیہ وہی ہوتا ہے جس کے پاس سند فراغت ہو، پھراس سے بوچیس کہ دارالعلوم میں کسی استاد نے اسے رسالے میں مذکورمسئلے کا درس دیا تھا اور حیات، رفع عیسیٰ اور نزول عیسیٰ کا انکار آپ کسی بھی استاد کے حوالے ہے ثابت كريكتے ہيں۔ ہرگزنہيں كريكتے۔اس ظالم مؤلف نے رسالے كے آغاز يرسراسر جھوٹ ہے کام لیا اور جارے دارالعلوم تعلیم القرآن کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ رسالے کے عنوان ہے معلوم ہوا کہ رسالے کے اندر ضرور غلط با تیں لکھی ہول گی جن کا خلاصہ ہیہ ہے کہ اس نے نزول عیسیٰ علیٰا کے متعلق احادیث کا برملا انکار کیا ہے اور سلف صالحین کے عقیدے کو چپوڑ کر چند غیرمعتبر متاخرین کی تقلید کی ہے، لہذا میں اس بحث میں اس کذاب کوخاص طور برمخاطب کروں گا۔

ساتھیوں کےمشورے ہے اس بحث میں قدرے تطویل ہے کام لیاجائے گا تا کہ

مسلمان اس شخص کی تلبیس اور تدلیس سے پچ جا ئیں۔ اس بحث میں دونصلیں ہوں گی:

فصل: ①

رفع اورنزول عیسیٰ علیلِلا از روئے قر آ ن

🎕 ولیل اول:الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ﴿ وَاللَّهُ خَيْرُ الْلِكِدِينَ ۞ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيْسَى ﴾

''اورانھوں (یبودیوں) نے (عیسیٰ مُلیِّلًا کے متعلق) تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر

کی جبکه الله بهترین تدبیر کرنے والا ہے۔ جب الله نے کہا تھا:ا ہے سیلی۔ الله

طریقۂ استدلال میہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ مَلیِّھ کُونل کرنے کے لیے مختلف منصوبے

بنائے جن میں پھانی پر چڑھانا بھی تھالیکن اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کے ذریعے ہے انھیں ..

قتل ہونے سے بچایا اور وہ تدبیر بیتھی کہ فرمایا:اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پوراقبض کرنے

والا ہوں۔ اور پوراقبض کرنے کی تفسیر اگلے جملے میں مذکور ہے کہ میں تجھے اپنی طرف

ا ٹھانے والا ہوں۔

🌸 ولیل دوم: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ بَلِّ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴾

''بلکہاللہ نے اس (عیسیٰ ملیلاً) کواپی طرف اٹھالیا۔'[©]

اس آیت میں قتل اور صلیب سے بچانے کا طریقہ اور پورا پورا قبض کرنے کی تفسیر دَفَعَ کے ساتھ مذکور ہے۔اگر مُتَوَفِّیكَ سے''موت دینا'' اور دَفَعَ سے درجات بلند کرنا، مراد

> () () أل عمر ن 55,54:3 () النسآء 158:4.

لیا جائے جیسا کہ منکرین مراد لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کیسے کامیاب قرار پائے گ؟
اس صورت میں تو یہودی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیٰ اسے جان چھڑالی اور ان کی کوششوں کے نتیج میں عیسیٰ کی وفات ہوگئ، حالانکہ ایسے نہیں ہوا۔

یہاں رفع سے اس کاحقیقی معنی مراد ہے، یعنی اوپر لے جانا۔ قرآن کریم میں رفع کا مادہ 29 مرتبہ بیان ہوا ہے، ان میں سے 12 مواقع پراس سے درجات بلند کرنامراد ہے، اور اکثر مواقع پر درجات کا اشارہ بھی نہ کور ہے۔ 17 مواقع پر رفع سے حقیقی معنی ادپر اٹھا لینامراد ہے۔ ان میں سے بعض آیات سے ہیں۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطَّوْرِ ﴾

"اورہم نے تم پر طور کو بلند کیا۔" 🌣

نيز فرمايا:

﴿ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرُهِمُ الْقَوَاعِكَ ﴾

''اور جب ابراہیم (اوراساعیل ﷺ بیت اللّٰد کی) بنیادیں اٹھار ہے تھے۔''[©] نیز فرمایا:

﴿ وَرَفَعَ ٱبُولِهِ عَلَى الْعَرْشِ

"اوراس (بوسف مليلًا) نے اپنے والدين كو تخت شاہى پر بھايا-"

نيز فرمايا:

﴿ اَللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّلَوْتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوُنَهَا ﴾

① البقرة 63:2. ② البقرة 127:2. ③ يوسف 100:12.

بلندكيا۔'' 🖰

مؤلف محمد ہادی کو قرآن کریم میں یہ آیات نظر نہیں آتیں اور انھیں یہ قاعدہ بھی یاد نہیں کہ جب تک حقیق معنی کا امکان ہوتو مجازی معنی نہیں لیا جاتا جبکہ قرآن کریم میں مجازے وجود سے بھی کئی علاء انکار کرتے ہیں، لہذا اس آیت سبل ڈفکے الله الله الله الله سنے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔ "میں صرف حقیقی معنی مراد ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں رفع درجات کا معنی مراد ہوتا ہے وہاں حرف ﴿ إِلَى ﴾ استعال نہیں ہوتالیکن یہاں الفاظ ﴿ إِلَى ﴿ اور ﴿ لِلَيْهِ ﴿ صاف دليل ہیں کہ یہاں رفع درجات مرادنہیں، لہذااس رسالے کے مؤلف کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کوعلامہ نہ سمجھ بلکہ کسی عالم حق پرست کے سامنے سمجھ طور پر زانوئے تلمذ طے کرے۔

ولیل سوم: ﴿ بَنُ دَفَعَهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ وَمَا حَبِهِ اللّٰهِ اللهِ مَا اللّٰهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللللهُ الللهُ اللللهُ اللهُ ال

﴿ وَلَنُ مِّنُ اَهُلِ الْكِتْبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيُوْمَ الْقِيلَمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمُ شَهِيْدًا ۞ ﴾

''اور اہل کتاب میں سے سب کے سب اس (مسیح علیظا) پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائمیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے۔''[©]

① الرعد 2:13. ② النسآء 159:4.

اس میں ابن عباس، ابو ہریرہ دی اُلیٹم اور حسن اور ابوما لک بھٹ کا قول ہے کہ اس آیت میں ﴿ مَوْتِهِ﴾ اور ﴿ بِهِ ﴾ میں جو ضمیر ہے وہ عیسیٰ علیہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس قول کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

ابو ہریرہ ڈٹائٹؤ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ طَائِیْم نے فرمایا: "اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ عیسیٰ طَلِیْا تم میں اثر آئٹیں گے، وہ عدل وانصاف ہے فیصلے کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خزیر کوفل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور مال و دولت کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ مہال و دولت کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ مال و دولت کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ ایک سے بہتر ہوگا۔''

پھرابو ہریرہ ڈٹاٹیڈ بیان کرتے ہیں کہ اگرتم چاہتے ہوتو اس (مندرجہ بالا) آیت کی تلاوے کرو۔''[®]

اس سے واضح ہوا کہ ابو ہر رہ ڈھٹٹی نے اس آیت کی اس حدیث سے تفسیر کی اوراس سے بہاستدلال کیا کو میسلی ملیٹلا کا نزول ہوگا۔

اگر چہ اس آیت کی تفسیر میں دو دوسرے اقوال بھی ہیں جوعکرمہ، مجاہد اورضحاک بھٹے (تابعین) سے منقول ہیں لیکن مرفوع روایت اور صحافی کی روایت جوسند کے لحاظ سے سیح بھی ہوتو اس کے مقابلے میں تابعی کا قول نہیں قبول کیا جائے گا۔قول اول کی آیت کے آخری جملے سے بھی تائید ہوتی ہے۔فرمایا:

﴿ وَيَوْمَرُ الْقِيلَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيلًا ۞

''اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔''[®]

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث:
 ③ النسآء 1594.

عیسی علیہ کی اس شہادت کا تذکرہ سورہ المائدہ کے آخریس فدکور ہے۔رسالے کے مؤلف محمد ہادی نے تمام مفسرین اور صحیحین کی فدکورہ حدیث کے مقابلے میں صرف امام نووی رشاشہ کا قول بیان کر کے فتوی لگایا ہے کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے کتاب اللہ پرظلم کرتے ہیں، پھر انھوں نے تلمیس کر کے اس تفییر کے بعض لواز مات پر ردکر کے خوثی کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب نزول عیسیٰ کے بعد لوگ اس پر ایمان لائیں گے تو پھر یہ لوگ عیسیٰ علیا کے امتی ہوگئے نہ کہ محمد عالیا تھے۔

کسی پر ایمان لانے سے اس کا امتی بننا کہاں سے لازم آتا ہے؟ ایمان، تقیدیق کرنے اور بات ماننے کوکہا جاتا ہے۔ جوغافل لوگ محمد ہادی کے اس رسالے کو مان لیس، کیا وہ اس کے امتی بن جائیں گے؟

دوسری بات یہ کہی ہے کہ گواہی مجرموں پر دی جاتی ہے نہ کہ ایمان والوں پر۔ بیتو بالکل نادانوں کی می بات ہے۔ کیا ہادی صاحب کی نظر سے بیرآیت نہیں گزری؟ ﴿ لِتَكُونُوْ اَشْهَدَ آءَ عَلَى النَّاسِ وَيُكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمُ شَهِيدًا ﴾

'' تا کہتم لوگوں پرشہاوت دینے والے بنو، اوراللہ کا رسول تمھارا گواہ ہو۔''[®] یہاں ﴿عَلَیٰکُفُ ﴾ '' تم'' پر کا خطاب صحابۂ کرام اور اہل ایمان سے ہے، کیا آپ کے نزدیک وہ مجرم تھے؟

🐡 دليل پنجم: فرمان الهي ہے:

﴿ وَإِنَّهُ لَعِلُمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمُتَرُنَّ بِهَا﴾

① البقرة 143:2 ۞ الزخرف 61:43.

قادہ، سدی اور ضحاک ریاضے سے اور ابن جریر شائے نے حسن، مجاہد، قادہ، ضحاک اور ابن زید ریاضے اور ابن عباس را تھا ہے۔ روایات نقل کی ہیں کہ ﴿ اِنّکا ﴾ ہیں ضمیر عیسی علیہ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہونا ہے۔ یہاں علم ''ولیل'' کے معنی میں ہے اور یہ معنی قرآن پاک میں بہت جگہ استعال ہوا ہے، چنا نچہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ عیسی علیہ کا قیامت سے پہلے آسان سے نزول قیامت کے لیے دلیل ہے اور یہ ان مفسرین کی رائے ہے جو کہتے ہیں کہ یہاں علم علامت کے معنی میں ہے کیونکہ ہردلیل مدی کے لیے علامت ہوتی ہے۔ یہاں کسی مفسر نے تحریف نہیں کی، البندا اس بات پر جناب ہادی کو سخت عصد آگیا۔ وہ کہتے ہیں: ''اب قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کی البندا کرنا کون سا اسلام ہے۔ یہاں علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین نے ﴿ اِنّ کُلُون سا اسلام ہے۔ یہاں علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین نے ﴿ اِنّ کُلُون سا اسلام ہے۔ یہاں علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین نے ﴿ اِنّ کُلُون سا اسلام ہے۔ یہاں علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین خویت سے بہت دور ہے۔

اس آیت میں واتبعون کا جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیا نزول کے بعد ہارے نبی علی المین کے تابع فرمان ہوں گے جے امتی بھی کہا جاسکتا ہے۔ نزول کے بعد وہ صفت نبوت کے ساتھ محمد رسول اللہ علی اور رسول تھے لیکن آپ نے اگر بھی اپنے کی صحابی کوئی تصادیمیں۔ ہمارے نبی علی اور رسول تھے لیکن آپ نے اگر بھی اپنے کسی صحابی کے پیچے مقتدی بن کرنماز پڑھی تو اس وقت آپ کا وصف نبوت زائل نہیں ہوا۔

موٹ: کسی آیت کی تفسیر میں دو تین یا زیادہ اقوال ثابت ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اپنی پیند کے مطابق لے لینا اور باقی اقوال چھوڑ دینا یہ مفسر اور عالم کے شایان شان شہیں۔ بلکہ دلیل اور ثبوت کی بنیاد پر رائح معنی لینا چاہیے۔

و دلیل ششم: فرمان الہی ہے:

﴿ وَيُكِلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴿

''وہ (عیسیٰ علیہ اور بردھا ہے میں لوگوں سے باتیں کرے گا۔'' ابن جریر نے ابن زید سے ادر صاحب اللباب نے حسین بن الفضیل سے روایت نقل کی ہے کہ بڑھا ہے کا زمانہ عیسیٰ علیہ پر آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے پہلے نہیں گزرا بلکہ نزول کے بعد بڑھا ہے کی عمر میں لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔ ویسے تو بڑھا ہے میں ہر شخص باتیں کرسکتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نزول کے بعد میں ہر شخص باتیں کرسکتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نزول کے بعد بڑھا ہے کی عمر میں ہوں گے۔ آسمان میں ان کی جوعمر گزرگی وہ چونکہ خرق عادت عمرہ اسی لیے وہ دنیوی زندگی کے ساتھ شارنہیں کی جاتی۔ یہ قرآنی دلائل ہیں جوعیسیٰ علیہ اس رفع حقیقی اور پھر نزول پر دلالت کرتے ہیں۔

فصل: ②

(عیسیٰ علیٰلاِ کے نزول کے متعلق متواتر احادیث میں

اس باب میں ہم نے بہت می احادیث نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے تا کہ ہر راست فکر شخص یہ یقین کر لے کہ اتنے ائمہ محدثین اوراتی روایات جھوٹ نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ شخص جھوٹا ہوگا جو حدیث کی ان ساری روایات کو غلط تصور کرتا ہو۔

 سمره بن جندب،نواس بن سمعان،عمر دبنعوف،اور حذیفه بن بمان بنائشاً..

ا بن کثیر، این جریر، ابن عطیه اورابوحیان ایششا اور دیگرمفسرین نے فرمایا که بیاحادیث متواتر ہیں۔احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

ابوہریہ وٹاٹشا بیان کرتے ہیں کہرسول الله سکاٹیا نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزَيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: وَإِنْ مِّنَ اَهْلِ الْكِتْبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيُوْمَ الْقِيلَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِم شَهِيْدًا ۞

"اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!البتہ قریب ہے کہ ابن مریم تم میں تشریف لائمیں۔ وہ حاکم اورعادل کی حیثیت سے آئیں گے، صلیب کو توڑیں گے، خزیر کوفتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے مال و دولت کی فراوانی ہوگی حتی کہ اسے کوئی قبول کرنے والانہیں ہوگا۔حتی کہ ایک سجدہ دنیا اوراس میں جو پھے ہے اس سے بہتر ہوگا۔"

پھر ابو ہررہ ڈلٹؤنفر ماتے: اگرتم حاموتو اس آیت کی تلاوت کرو'' اوراہل کتاب میں سے سب کے سب اس (مسیح علیظا) پر اس کی موت سے پہلے ضرور ایمان $^{\odot}$ لائیں گے اوروہ قیامت بے دن ان پر گواہی دیں گے۔ ابو ہریرہ ڈائش بیان کرتے ہیں کہ رسول الله مُناتِقِ نے فرمایا:

تحصيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث:3448.

«كَیْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِّنْكُمْ؟»

"تماری اس وقت كيسی حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے، اور
تمارا امام تم بی میں سے ہوگا۔"

اورامام مسلم وطلطین نے بیدالفاظ زائدنقل کیے ہیں، ابن ابوذئب نے فرمایا:''تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' کا معنی بیہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ تمھارے رب کی کتاب اور تمھارے نبی علیم کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ ®

ت ابوہریہ ویا فیا، نی مالی کا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«يَمْكُثُ عِيسٰى فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَا يَنْزِلُ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ وَيُصْلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَيَدْفِنُونَهُ»

''عیسلی علیا نزول کے بعد چالیس سال زمین پر رہیں گے، پھر آپ فوت ہوجا کیں گے ہمسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو دفن کریں گے۔''[®]

3 ابوہریرہ وٹائٹ بیان کرتے ہیں کہ رسول الله طَالْتُم نے فرمایا:

«لَمْ يُسَلَّطْ عَلَى قَتْلِ الدَّجَّالِ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ»

'' دجال کے قتل کرنے پرصرف عیسیٰ ابن مریم ہی مسلط ومقرر کیے گئے ہیں۔''[®]

ابو ہریرہ تُلْتَوَن بے روایت ہے کہ رسول الله عَلَیْخ نے فرمایا:

«يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدِّ»

''ابن مریم دجال کو باب لد پرقتل کریں گے۔''®

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث: 3449. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث: 155. ② مسند أبي داود الطيالسي: 274,273/4، حديث: 2664. ③ مسند أبي داود الطيالسي: 241/44، حديث: 2626. ③ على بن مريم ﴾

ابو ہریرہ وہ الشیابان کرتے ہیں کہ رسول الله علی نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ فَجِّ الرَّوْحَاءِ بِالْحَجِّ أَوْ بِالْعُمْرَةِ أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا»

''اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم مقام فج الروحاء سے حج یاعمرہ یا دونوں کے لیے ضرور تلبید پڑھیں گے۔''[®]

6 ابوہریرہ وفائشئیان کرتے ہیں کرسول الله ظافی نے فرمایا:

﴿ لَا يَنْزِلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ وَلٰكِنَّهُ يَنْزِلُ بَيْنَ الْخَنْدَقِ وَعَلَى كُلِّ هَوْ يَنْزِلُ بَيْنَ الْخَنْدَقِ وَعَلَى كُلِّ هَقْبٍ مِّنْهَا مَلَائِكَةٌ يَحْرِسُونَهَا فَأُوَّلُ مَنْ يَتَّبِعُهُ النِّسَاءُ وَالْإِمَاءُ فَيَدْهِبُ فَيَرْجِعُ غَضْبَانَ حَتَّى يَنْزِلَ فَيَدْهِبُ فَيَرْجِعُ غَضْبَانَ حَتَّى يَنْزِلَ الْخَنْدَقَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
 الْخَنْدَقَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

'' د جال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، لیکن وہ خندق کے درمیان تک پہنچ جائے گا۔ مدینہ کے تمام راستوں کی فرشتے حفاظت کررہے ہوں گے۔ سب سے پہلے عورتیں اور لونڈیاں اس کی اتباع کریں گی، پھر لوگ اس کی اتباع کریں گے اور وہ اسے اذبیت پہنچا کمیں گے تو وہ غصے کی حالت میں واپس آئے گاحتی کہ وہ خندق تک پہنچ جائے گا، تب عیسیٰ ابن مریم طالِحا کا نزول ہوگا۔'' ﴿

🔻 ابوہریرہ ڈاٹنڈ سے روایت ہے کہ نبی مُناٹیٹا نے فر مایا:

«اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٍّ أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٍّ

﴾ عليهما السلام الدجال، حديث: 2244. ۞ صحيح مسلم، الحج، باب إهلال النبي ﷺ مديث: 1252، وشعب الإيمان للبيهقي: (441/3 حديث: 4005 واللفظ له. ۞ المعجم الأوسط للطبراني: 19/62، ومجمع الزوائد: 349/7.

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ فَإِنَّهُ رَجُلٌ مَّرْبُوعُ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطُ الرَّأْسِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَّمْ يُصِبْهُ بَلَلِّ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْن فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتَّى يُهْلِكَ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا غَيْرَ الْإِسْلَامِ وَيُهْلِكَ اللهُ فِي زَمَانِهِ مَسِيحَ الضَّلَالَةِ الْكَذَّابَ الدَّجَّالَ وَتَقَعُ الْأَمَانَةُ فِي زَمَانِهِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأُسُودُ مَعَ الْإِبِل وَالنُّمُورُ مَعَ الْبَقَر وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَم وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ مَعَ الْحَيَّاتِ لَا يَضُرُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيَلْبَثُ فِي الْأَرْض مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّى عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» "انبیاء ﷺ علاتی بھائی ہیں۔ان کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہیں اوران کا دین ایک ہی ہے۔عیسیٰ ابن مریم کا میں زیادہ حق دار اور تعلق دار ہوں کیونکہ میرے اوران کے درمیان کوئی نبی نہیں، لہذا جبتم انھیں دیکھوتو انھیں پیجان لینا کہ وہ درمیانے قد والے، سرخ وسفید رنگ والے اورسیدھے بالوں والے ہیں، گویا کہ ان کے بالوں سے یانی شکتا محسوس ہوگا اگر چہ وہ سیلے نہیں ہوں گے۔وہ زردی مائل کیڑوں میں ملبوس ہوں گے، وہ صلیب توڑیں گے،خزیر کو قتل کریں گے، جزبیختم کردیں گے،اسلام مخالف لوگوں سے قبال کریں گےحتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام غیر اسلامی ادیان کوختم کردے گا اوراللہ تعالی ان کے زمانے میں میچ گمراہی دروغ طودجال کو ہلاک کرے گا۔ان کے زمانے میں روئے زمین پر امن قائم ہوجائے گاحتی کہ کالا ناگ اونوں کے ساتھ، چینے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے

سانپوں کے ساتھ تھیلیں گے۔ کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گااور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے، پھر وفات پاجا ئیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔''[©]

8 ابو ہر ریرہ ڈاٹنڈ سے روایت ہے کہ رسول الله مَاللَّمُ اَللَّمَ عَاللَّمُ مَا اللهِ

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ، أَوْ بِدَابِقَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا وَاللهِ! لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزَمُ ثُلُثٌ لَّا يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ، وَيَفْتَحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا ، فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطُنْطِينَةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْعَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذَٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَاهُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ تَعَالَى ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَّقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهِ فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ»

"قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ رومی لشکر (شام کے علاقے حلب کے قریب)

① سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حديث:4324، والمصنف لابن أبي شيبة: 499/7 حديث:37515واللفظ له.

اعماق بادابق پریزاؤ ڈالے گا تو ان سے مقابلے کے لیے روئے زمین میں اس دور کے بہترین افراد پر مشتمل ایک لشکر مدینے سے روانہ ہوگا۔ جب دونوں کشکرصف بندی کرلیں گے تو رومی کہیں گے: ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنھوں نے ہمارے ساتھیوں کو قیدی بنالیا تھا۔ ہم ان سے قال کریں گے تو مسلمان کہیں گے، اللہ کی قتم! ایسے نہیں ہوگا، ہم اینے بھائیوں سے مجھی الگ نہیں ہول گے، چنانجہ وہ ان سے لڑیں گے تو ان میں سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ بھی بھی ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ان میں سے ایک تہائی شہید ہوجائیں گے، وہ اللہ کے ہاں بہترین شہداء ہوں گے، اور تہائی کامیاب ہوں گے، وہ کھی فتنے سے دوحیار نہیں ہوں گے، پس وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ وہ آپس میں مال غنیمت تقسیم کررہے ہوں گے جبکہ انھوں نے اپنی تلواریں زینون کے درخت سے افکائی ہوں گی کہ شیطان انھیں بلند آواز میں کیے گا:بے شک مسیح (دجال)تمھارے پیھیے تمھارے اہل وعیال میں آپہنچا، پس وہ وہاں سے روانہ ہوں گے، حالانکہ بہ خبر باطل ہوگی، پس جب وہ ملک شام پینچیں گے تو پھروہ نکلے گا، اس ا ثنا میں کہ وہ قال کے لیے تیاری کررہے ہوں گے اور صفیں درست کررہے ہوں گے تو نا گہاں نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی توعیسیٰ ابن مریم ملیلہ کا مزول ہوگا۔ وہ ان کی امامت کرائیں گے، پس جب اللہ کاوٹمن ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پکھل جائے گا جس طرح نمک یانی میں پکھل کرحل ہوجا تا ہے، پس اگر وہ (عیسیٰ ملیلا) اس کو و بسے بھی جھوڑ دیں تو وہ خود بخو دگل کر ہلاک ہوجائے گا کیکن اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں اسے ہلاک کرے گا، پس وہ اس کا خون انھیں

اپنے نیزے میں دکھا کیں گے۔'' 🖱

9 ابو ہریرہ والنَّنْ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم الصادق المصدوق سَلَّ اللَّهُ كُوفر ماتے ہوئے ابدان

"يَخْرُجُ أَعْوَرُ الدَّجَّالِ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَفِرْقَةٍ فَيَبْلُغُ مَاشَاءَ اللهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اللهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ شِدَّةً شَدِيدَةً، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فَيَوُ مُ النَّاسَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رَكْعَتِهِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ فَيُوْمُ مُ النَّاسَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رَكْعَتِهِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَتَلَ اللهُ الْمُسِيحَ الدَّجَالَ وَظَهَرَ الْمُسْلِمُونَ " فَأَحْلِفُ أَنَّ وَلَيْ رَسُولَ اللهِ عَنْ اللهُ الْمُسْلِمُونَ " فَأَحْلِفُ أَنَّ وَلَهُ وَلَهُ وَلَا اللهُ اللهُ لَحَقُ لَا مَوْلَ اللهِ عَنْ اللهُ لَكَوْنَ اللهُ لَوْلَ اللهِ عَنْ اللهُ اللهُ

'' کانا دجال سے گمرائی لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق کی طرف سے نکلے گا اور وہ چالیس روز میں، جس قدر اللہ چاہے گا، زمین کے جھے کو فتح کرے گا اور اللہ بی بہتر جانتا ہے کہ اس کی مقدار کتنی ہوگی۔ مومنوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا، پھرعیسیٰ ابن مریم آسان سے نازل ہوں گے، جبکہ لوگ (نماز کے لیے) کھڑے ہوں گے (اورلوگوں کونماز پڑھا کیں گے) جب وہ رکوع سے سر اٹھا کیں گے ''تو ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہنے کے ساتھ سے الفاظ ''اللہ تعالیٰ میے وجال کو ہلاک کرے، اور مومن غالب آجا کیں ۔'' کہیں الفاظ ''اللہ تعالیٰ میے وجال کو ہلاک کرے، اور مومن غالب آجا کیں ۔'' کہیں گے۔ ابو ہریرہ ڈاٹھیٰ نے موسادق ومصدوق ہیں،

⁽⁾ صحيح مسلم الفتن باب في فتح قسطنطنية عديث: 2897.

فرمایا: '' بے شک بیر حق ہے۔ بے شک وہ قریب ہے، پس ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہے۔ '' [®]

📵 ابو ہررہ والنظابیان کرتے ہیں، رسول الله طالع نے فرمایا:

"

رُوشِكُ أَنْ يَّنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُّقْسِطًا فَيُصَلِّي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَيُجَمِّعُ الْجُمُعَ وَيَزِيدُ فِي الْحَلَالِ

د قريب ہے کہ ابن مریم (عَلِیُّا) انصاف پیندامام حکران کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، پانچوں نمازیں پڑھیں گے، جمعہ پڑھیں گے اور حلال چیزوں میں اضافہ کریں گے۔

حدیث کے راوی ابواشعث نے کہا: ابو ہریرہ! الله کی شم! میرا خیال ہے وہ صرف عورتوں کے معاطع میں حلال چیزوں میں اضافہ کریں گے، تو انھوں (ابو ہریرہ والله الله کی کارف دیکھا اور مسکرا دیے پھر فرمایا: تم نے یقیناً درست کہا۔ ©

- الله بن عمر و دلائیا سے روایت ہے کہ ایک آ دمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: یہ حدیث کیا ہے جو آپ بیان کرتے ہیں؟ آپ کہتے ہیں: فلاس وقت قیامت قائم ہوگی توانھوں نے کہا: اللہ پاک ہے، یا کہا: اللہ کے سواکوئی معبود نہیں، یا اس طرح کا کوئی
- شصحيح ابن حبان: 8/286، حديث: 6773، ومجمع الزوائد: 349/7، حديث: 12543و
 اللفظ له. (2) مسند الشاميين: 317/1، حديث: 558. (3) المعجم الكبير للطبراني: 196/19، وتاريخ دمشق: 169,168/1.

کلمہ کہا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی کسی کوکوئی چیز بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو بس یمی کہا تھا: تم تھوڑی مدت بعد ایک امر عظیم دیکھو گے۔ بیت اللہ کو جلا دیا جائے گا، اور ایسے ہوگا، ایسے ہوگا، پھر کہا: رسول اللہ تَالِّیْنِ نے فرمایا:

"يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ اللهُ رِيحًا النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرِ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ"

''دوجال میری امت میں نظے گا اور وہ جالیس تک قیام کرے گا۔ میں نہیں جانتا،
جالیس دن، یا جالیس ماہ یا چالیس سال، پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا گویا
کہ وہ عروہ بن مسعود کی طرح ہوں گے۔ وہ اسے تلاش کریں گے اور اسے ہلاک
کریں گے، پھر لوگ سات سال اس حال میں رہیں گے کہ کسی دو کے درمیان
کوئی عداوت نہیں ہوگی، پھر اللہ شام کی طرف سے شختہ کی ہوا چلائے گا تو روئے
زمین پرکوئی ایسا شخص باتی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر خیر یا ذرہ برابر میں فرہ برابر خیر یا ذرہ برابر ایمان ہوگا اور (جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا) یہ ہوا اس کی روح قبض کر
ایمان ہوگا اور (جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا) یہ ہوا اس کی روح قبض کر

﴿ مِحْع بن جاريه وَ اللَّهُ بِيان كرتے مِين كه مِين نے رسول الله تَلَيْظُ كوفر ماتے ہوئے سُنا: (يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَالَ بِبَابِ لُدِّ»

صحيح مسلم الفتن باب في خروج الدجال..... حديث: 2940.

"ابن مریم (علیہ) د جال کو باب لُد پرقل کریں گے۔"[®]

ﷺ عائشہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رورہی تھی، آپ نے فرمایا:

«مَا يُبْكِيكِ؟ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! ذَكَرْتُ الدَّجَّالَ قَالَ: فَلَا تَبْكِي فَإِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا حَيٍّ أَكْفِيكُمُوهُ، وَإِنْ أَمُتْ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مَعَهُ يَهُودُ أَصْبَهَانَ فَيَسِيرُ حَتَّى يَنْزِلَ بضَاحِيةِ الْمَدِينَةِ وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَّلَكَانِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ شِرَارُ أَهْلِهَا فَيَنْطَلِقُ حَتَّى يَأْتِيَ لُدًّا، فَيَنْزِلُّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ عِيسَى فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَوْ قَرِيبًا مِّنْ أَرْبَعِينَ سَنَةً إِمَامًا عَادِلًا، وَحَكَمًا مُّقْسِطًا» " الله كرسول! مجھ (فتنه) الله كرسول! مجھ (فتنه) وجال یاد آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا: '' آپ نہ روئیں ، اگر وہ میری زندگی میں نکل آیا تو میں تم سب کی طرف ہے اس سے کافی ہو جاؤں گا، اوراگر میں فوت ہو گیا تو تمھارا رب کا نانہیں،اوریقیناً وہ دجال نکلے گا تو اصبیان کے یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ وہ (پوری دنیا کا) چکر لگائے گاحتی کہ مدینہ کے ایک طرف پڑاؤ ڈالے گا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ وہاں کے شریرلوگ نکل کراس کی طرف چلے جائیں گے، پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گاحتی کہ لُد بینچ جائے گا، تو عیسیٰ ابن مریم (ﷺ) کا مزول موگا اور وہ اسے قتل کریں گے، پھرعیسیٰ ملیک حالیس سال یا تقریباً حالیس سال

① جامع الترمذي الفتن ، باب ماجاء في قتل ، حديث: 2244.

عادل امام اور منصف حامم کی حیثیت سے زمین پر رہیں گے۔ " ا

﴿ نواس بن سمعان وللنون بران کرتے ہیں ایک روز صبح کے وقت رسول الله مالی الله

"غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا وَيَكُمْ فَأَنْوُ حَجِيجُ نَفْسِهِ حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُوُ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَانِي أُشَبِّهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنِ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأُ كَانِي أُشَبِّهُ بِعَبْدِ الْعُزَى بْنِ قَطَنِ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأُ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثٍ يَّمِينًا وَّعَاثٍ شِمَالًا، يَاعِبَادَ اللهِ! فَاثْبُتُوا، قُلْنَا: يَامِسُولَ اللهِ! فَعَاثٍ شِمَالًا، يَاعِبَادَ اللهِ! فَاثْبُتُوا، قُلْنَا: يَوْمًا بَوْمُ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيُّامِهِ يَوْمًا بَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ يَوْمًا كَانَاهُ مَنْهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ يَوْمًا وَمُا لَئِيهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: اللهِ! فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ كَامِهُمُ مَلَيْهُ أَوْمٍ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَمُ مَلْنَا فِيهِ صَلَاةً يَوْمٍ؟ قَالَ: لَا، أَقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، قُلْنَا: كَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَوْمٍ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ

[﴿] المصنف لابن أبي شيبة: 490/7 عديث: 37463 ومسند أحمد: 6/65.

اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرِّي، وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزِلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجُهُهُ وَيَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَٰلِكَ إِذَا بَعَثَ الله الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُو ذَنَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْن إِذَا طَأُطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤلُو فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرِ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابٍ لُدِّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُّجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيْسٰى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّي لَا يَدَانِ لِأَحَدِ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَريَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ

كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةٌ مَّاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِينَارِ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْس وَّاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرِ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَنْتُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ فَيُرْسِلُ اللهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرِ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتُرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللُّقْحَةَ مِنَ الْغَنَم لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذَٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا ۖ طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِم، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُر فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ»

'' مجھے تمھارے بارے میں دجال کے علاوہ اور چیزوں کا زیادہ اندیشہ ہے۔ اگر وہ میری موجودگی میں نکل آیا تو میں شمعیں اس سے بچاؤں گا اور اگر وہ اس حال میں نکل کہ میں تم میں موجود نہ ہوا تو پھر ہرشخص اپنا بچاؤ کرے گا۔ ہرمسلمان کے

بارے میں الله میرا جانشین اور نگہبان ہے۔ وہ (دجال) ایبا نو جوان ہو گا کہ اس کے بال گھونگر یالے ہوں گے۔اس کی آئکھ ابھری ہوئی ہوگی، گویا کہ میں اسے عبدالعزيٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں، پستم میں سے جوشخص اسے پائے تو وہ سورة الكهف كا ابتدائي حصه اس يرير عهدوه شام اورعراق كے درميان والي راہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں خرابی پیدا کرے گا۔ اللہ کے بندو! ثابت قدم ر جنا۔ ' ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ زمین پر کتنی مت رہے گا؟ آپ نے فرمایا: 'عالیس روز جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن مہینے کے برابر، ایک دن ہفتے کے برابر اور اس کے باقی ایام تمھارے ایام کی طرح ہوں گے۔''ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ دن جوسال کی طرح ہو گا تو کیا اس میں ایک دن کی نمازیں ہمارے لیے کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ' جنہیں! تم اندازے کے مطابق اس کا اندازہ کر لینا۔ ' ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کی زمین میں رفتار کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا:'' بارش کی طرح جسے ہوا پیھیے ہے اُڑاتی ہو۔ وہ کسی قوم کے پاس آئے گا اور اُٹھیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، اس کی بات قبول کریں گے۔ وہ آسان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اُ گائے گی۔ان کےمویش چرکر ان کے یاس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن کشادہ (بھرے ہوئے) اور کو کھ نگلے ہوئے ہول گے، چھر وہ ایک اور قوم کے پاس آئے گا اور اخیں دعوت دے گالیکن وہ اس کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ وہ ان کے پاس سے جائے گا تو ان برخنگ سالی اور قحط سالی آ جائے گی، ان کے ہاتھ مال سے خالی ہوجا ئیں گے۔ وہ ویران جگہ ہے گزرے گا تو اسے کیے گا: اپنا خزانہ زکال دو

تو اس کے خزانے اس کے پیچیے چل رئیں گے جیسے شہد کی کھیاں چلتی ہیں، پھروہ ایک بھر بورنو جوان شخص کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر دو فکڑے کر دے گا جس طرح کسی کو باندھ کرنشانہ بازی کی جاتی ہے، پھر اس کو بلائے گا تو وہ اس کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چیرہ دمکتا ہوگا اور وہ مسکرا رہا ہوگا۔ اس ا شامیں اللہ تعالیٰ مسے ابن مریم علیا کو بیسے گا، آب دشق کے مشرقی سفید منارے یر اتریں گے، آپ نے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کیا ہو گا اور دوفرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب سر جھکا ئیں گے تو پسینہ طیکے گا اور جب سراٹھا کیں گے تو موتیوں کی طرح بوندیں ٹیکیں گی۔ جو کافرآپ کے سانس کی بھاپ یائے گا تو وہ اسے یاتے ہی ہلاک ہو جائے گا اور حد نظر تک وہ بھاپ جائے گی۔ آپ اس (وجال) کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لُدیراہے یائیں گے تواہے قل کر دیں گے، پھر عیسیٰ علیا ایسی قوم کے پاس آئیں گے جے الله نے دجال سے بیالیا ہوگا۔ آب ان کے چبرول پرشفقت سے ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کے متعلق بتائیں گے۔ اس اثنا میں اللہ عیسیٰ مَالِیًا کی طرف وجی بھیجے گا کہ میں نے اپنے پچھ ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان ہے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا آپ میرے بندوں کو طور کی طرف لے جائیں۔اللہ یا جوج و ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچی جگہ سے نکل پڑیں گے۔ ان میں سے پہلے لوگ بحیرہ طربہ سے گزریں گے، وہاں کا سارا یانی بی لیں گے۔ جب ان کے پچھلے لوگ گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ بھی اس میں یانی بھی تھا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے ہاں بیل کا سرسو دینار ہے افضل ہوگا، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی

دعا کریں گے تو اللہ ان (یا جوج ماجوج) کی گردنوں میں کیڑے چھوڑ دے گا تو وہ صبح تک سارے اس طرح مرجا کیں گے جس طرح ایک آ دمی مرتا ہے۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیٰٹا اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو وہ زمین کی بالشت برابر الی جگہ نہیں یا کیں جہاں ان کی گلی سڑی بد بودار لاشیں نہ ہوں، پھر اللہ کے نبی عیسلی علیہ اور ان کے ساتھی اللہ کے حضور دعا کریں گے تو اللہ بختی اونٹوں[®] کی گردنوں کی طرح کے برندے بھیجے گا جو انھیں اٹھا کر وہاں بھینک آئیں گے جہاں اللہ جاہے گا، پھر اللہ تعالی ایس بارش نازل فرمائے گا کہ کوئی گھر اور کوئی خیمہ و صلے بغیر باقی نہیں رہے گا اور زمین حوض یا باغ کی طرح صاف ہو جائے گی، پھرز مین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اگا اور اپنی برکات لوٹا دے۔اس روز ایک جماعت ایک انار کھائے گی تو وہ اس کے حیلکے کے سائے تلے بیٹھے گی۔ دودھ میں برکت ڈال دی جائے گی حتی کہ ایک دودھ دینے والی افٹنی آ دمیوں كے بڑے كروہ كے ليے كافى ہو كى۔ ايك دودھ دينے والى كائے ايك قبيلے كے لیے کافی ہوگی اورایک دودھ دینے والی بری لوگوں کے ایک خاندان کے لیے کافی ہوگی۔وہ اس حالت میں ہول گے کہاللہ ایک یا کیزہ ہوا چلائے گا جوان کی بغلوں کے بنیجے لگے گی اور ہرمومن مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ آپس میں گدھوں کی طرح بھڑیں گے، ایسے ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگ۔''®

بختی نسل کے اونٹ خراسان سے آتے تھے۔ بخت نصر شاہ بابل نے عربی اوٹی اور عجی اونٹ کے ملاپ سے بچد لے کرنسل چلائی جواس کے نام سے منسوب ہوئی۔ ② صحیح مسلم، الفنن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937.

- الله من سمعان والله علي بيان كرت بين كه مين في رسول الله ما ال سُنا:''عیسلی ابن مریم علیظادمشق کے مشرقی سفید منارے پر نازل ہوں گے اور دجال کو باب لُديرِ ياكراسة قل كروُّ اليس كهـ'' 🖰
- 🥮 حذیفہ بن اسید غفاری رہائی بیان کرتے ہیں کہ نبی منافیظ ہمارے یاس تشریف لائے تو ہم باہم بحث کررہے تھے۔آب نے فرمایا: "تم کیا بحث کررہے ہو؟ "انھول نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کررہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبهَا وَنُزُولَ عِيسَى ابْن مَرْيَمَ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذْلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَن تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ '' قیامت قائم نہیں ہو گی حتی کہ اس سے پہلے دس نشانیاں واقع نہ ہو جا ئیں۔ دھوال، دجال، چویابی، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،عیسی ابن مریم عظم اللہ کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا، زمین کا تمین مرتبه دهنسنا،مشرق مین دهنسنا،مغرب میں دھننا، جزیرہ عرب میں دھننا۔ آخر میں یمن سے آگ نکلے گی جولوگوں کو ہا تک کران کے اکٹھا ہونے کی جگہ (محشر) کی طرف لے جائے گی۔''®

الله عن يمان والنب بيان كرت بين كدرسول الله عليه علامايا:

«أَنَا أَعْلَمُ بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ مِنْهُ نَهْرَانِ أَحَدُهُمَا نَارٌ تَأْجُجُ فِي

صحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث: 2937، و سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال؛ حديث:4321؛ وصحيح ابن حبان:8/88,278/8. ﴿ صحيح مسلم، الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة ، حديث:2901.

عَيْن مَّنْ رَآهُ والْآخَرُ مَاءٌ أَبْيَضُ فَإِنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ أَحَدٌ فَلْيَغْمِضُ وَلْيَشْرَبُ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ وَإِيَّاكُمْ وَالْآخَرَ فَإِنَّهُ الْفِتْنَةُ، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَأُهُ مَنْ يَكْتُبُ وَمَنْ لَّا يَكْتُبُ وَأَنَّ إِحْدَى عَيْنَيْهِ مَمْسُوحَةٌ عَلَيْهَا ظُفْرَةٌ أَنَّهُ يَطْلُعُ مِنْ آخِر أَمْرِهِ عَلَى بَطْنِ الْأُرْدَنِ عَلَى بَيْتِهِ أَفِيق، وَكُلُّ وَاحِدٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ بِبَطْن الْأُرْدَنِ وَأَنَّهُ يَقْتُلُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثًا وَّيَهْزَمُ ثَلَاثًا وَّيَبْقَى ثَلَاثًا وَّيَجِنُّ عَلَيْهِمُ اللَّيْلُ فَيَقُولُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ لِبَعْض: مَا تَنْتَظِرُونَ أَنْ تَلْحَقُوا بِإِخْوَانِكُمْ فِي مَرْضَاةِ رَبِّكُمْ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ طَعَام فَلْيَغْدِ بهِ عَلَى أَخِيهِ وَصَلُّوا حِينَ يَنْفَجرُ الْفَجْرُ وَعَجِّلُوا ٱلصَّلَاةَ ثُمَّ أَقْبِلُوا عَلَى عَدُوِّكُمْ فَلَمَّا قَامُوا يُصَلُّونَ، نَزَلَ عِيسَى أَبْنُ مَرْيَمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ إِمَامَهُمْ فَصَلِّى بهمْ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لهٰكَذَا أَفْرَجُوا بَيْنِي وَبَيْنَ عَدُوٍّ اللهِ . . . وَسَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُونَهُمْ حَتَّى أَنَّ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ لَيُنَادِي يَاعَبْدَاللهِ! يَاعَبْدَالرَّحْمْنِ! يَامُسْلِمُ! هٰذَا يَهُودِيٌّ فَاقْتُلْهُ فَيَنْفِيهِمُ اللهُ وَيَظْهَرُ الْمُسْلِمُونَ فَيَكْسِرُونَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُونَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُونَ الْجِزْيَةَ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذَٰلِكَ أَخْرَجَ اللهُ أَهْلَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ فَيَشْرَبُ أَوَّلُهُمُ الْبُحَيْرَةَ وَيَجِيءُ آخَرُهُمْ وَقَدِ اسْتَقَوْهُ فَمَا يَدَعُونَ فِيهِ قَطْرَةً فَيَقُولُونَ ظَهَرْنَا عَلَى أَعْدَائِنَا قَدْ كَانَ لَمْهُنَا أَثَرُ مَاءٍ فَيَجِيءُ نَبِيُّ اللهِ وَأَصْحَابُهُ وَرَاءَهُ حَتَّى يَدْخُلُوا مَدِينَةً مِّنْ مَدَائِنِ فِلَسْطِينَ يُقَالُ لَهَا: لُدٌّ، فَيَقُولُونَ: ظَهَرْنَا عَلَى مَنْ فِي الْأَرْضِ فَتَعَالَوْا نُقَاتِلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَدْعُو الله نَبِيَّهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَيَبْعَثُ اللهُ عَلَيْهِمْ قَرْحَةً فِي حُلُوقِهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ بَشَرٌ فَتُؤْذِي رِيحُهُمُ اللهُ عَلَيْهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ بَشَرٌ فَتُؤْذِي رِيحُهُمُ اللهُ عَلَيْهِمْ فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا الله فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا الْمُسْلِمِينَ فَيَدْعُو عِيلَى عَلَيْهِمْ فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا فَتُقْذِفَهُمْ فِي الْبَحْرِ أَجْمَعِينَ»

''میں جانتا ہوں کہ دجال کے ہمراہ کیا ہوگا۔اس کےساتھ دونہریں ہوں گی-ان میں سے ایک و کیھنے والے کوشعلوں والی آگ کی طرح گرم دکھائی دے گی جبکہ دوسری سفیدیانی والی ہوگی۔اگرتم میں ہے کوئی اس (دجال) کو پالے تو وہ اس نہر ہے آئکھیں بند کر کے بانی پی لے جس کووہ آ گ سمجھتا ہو کیونکہ وہ ٹھنڈا پانی ہے جبکہ دوسری (نہر) فتنہ ہے۔ جان لو کہ اس کی دونوں آئکھوں کے درمیان کا فرلکھا ہوا ہو گا اور ہر بڑھا لکھا اور اُن بڑھ اسے بڑھ لے گا اور اس کی ایک آ نکھ نہیں ہوگی۔ اس پر ناخنہ ہوگا (ایک بیاری جس میں آنکھ پر ناک کی طرح جھلی آجاتی ہے)وہ آخری مرتبہ اردن کے درمیانی جھے میں پہنچے گا جس کا نام افیق ہے۔اردن کے درمیانی حصے کا ہڑمخص جواللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا (وہ جہاد کرے گا اور وہ ایک تہائی جھے کو شہید کر دے گا، تہائی حصہ بھاگ جائے گا اور تہائی حصہ فابت قدم رہے گا۔ان ہررات چھا جائے گی تو بعض مومن آپس میں کہیں گے:تم اپنے رب کی رضامیں اپنے بھائیوں سے ملنے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو، لہذا جس شخص کے پاس زائد کھانا ہوتو وہ اپنے بھائی کو دے دے اور صبح ہوتے ہی جلد نماز پڑھو، پھراینے رشمن پر توجہ کرو۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہول گے تو عیسیٰ

ابن مریم ان کے سامنے اتریں گے تو وہ انھیں نماز پڑھا کیں گے۔ جب نماز سے فارغ ہول کے تو فرمائیں گے: اس طرح میرے اوراللہ کے وشن کے درمیان کشادگی لاؤ۔.....اور الله مسلمانوں کوان برمسلط کردے گا، پس وہ انھیں قتل کریں گے حتی کہ شجرو حجر آواز دیں گے: اللہ کے بندے! رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے اسے قتل کرو، چنانچہ اللہ انھیں ختم کردے گا۔مسلمان غالب آجائیں گے۔ وہ صلیب توڑیں گے، خزر کوتل کریں گے اور جزبیختم کریں گے۔ وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو نکالے گا۔ ان کا پہلا گروہ پورا بحیرہ (طبریه) بی جائے گا۔ جب بچیلا گروہ آئے گا تو وہ یانی طلب کریں گے لیکن انھوں نے قطرہ تک نہ چھوڑا ہوگاتو وہ کہیں گے: ہم اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ یہاں یانی کا نشان تھا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ ملیا آئیں گے اورآپ کے ساتھی آپ کے پیچیے ہوں گے حتی کہ وہ (یاجوج ماجوج) فلسطین کے کسی شہر میں داخل موجائیں گے، جے لد کہا جاتا ہے، تو وہ کہیں گے: ہم اہل زمین پر غالب آ گئے، آؤ ہم آسان والوں سے لڑیں اللہ کے نبی اس وقت اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گرونوں پر پھوڑا نکالے گا تو ان میں ہے کوئی بشر باقی نہیں رہے گا۔ ان کی بدبودار ہوامسلمانوں کواذیت پہنچائے گی۔عیسیٰ علیٰہ ان کے لیے بددعا کریں گے تو الله تعالیٰ ان بر ہوا چلائے گا جوان سب کوسمندر میں بھینک دے گی۔'' $^{\oplus}$

الله عليه عليه الله عليه الله عليه على الله عليه الله عليه الله عليه

«يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَدُوُّ اللهِ مَعَهُ جُنُودٌ مِّنَ الْيَهُودِ وَأَصْنَافُ النَّاسِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَّنَارٌ، وَّرِجَالٌ يَقْتُلُهُمْ ثُمَّ يُحْيِيهِمْ مَعَهُ جَبَلٌ

المستدرك للحاكم: 491/4 ، حديث: 8507.

مِنْ ثَرِيدٍ وَّنَهْرٌ مِنْ مَاءٍ، وَإِنِّي سَأَنْعَتُ لَكُمْ نَعْتًا أَنَّهُ يَخْرُجُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ فِي جَبْهَتِهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ يَّقْرَأُ كُلُّ مَنْ يُحْسِنُ الْكِتَابَ وَمَنْ لَّا يُحْسِنُ فَجَنَّتُهُ نَارٌ وَّنَارُهُ جَنَّةٌ، وَهُوَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ يَتَّبِعُهُ مِنْ نِّسَاءِ الْيَهُودِ ثَلَاثَ عَشَرَ أَلْفَ امْرَأَةٍ فَرَحِمَهُ اللهُ رَجُلًا مَّنَعَ سَفِيهَتَهُ أَنْ تَتَّبِعَهُ وَالْقُوَّةُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ شَأْنَهُ بَلَاءٌ شَدِيدٌ يَّبْعَثُ اللهُ شَيَاطِينَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَيَقُولُونَ لَهُ: اسْتَعِنْ بنَا عَلَى مَا شِئْتَ فَيَقُولُ لَهُمُ: انْطَلِقُوا فَأَخْبِرُوا النَّاسَ أَنِّي رَبُّهُمْ وَأَنِّي قَدْ جِئْتُهُمْ بِجَنَّتِي وَنَارِي فَتَنْطَلِقُ الشَّيَاطِينُ فَيَدْخُلُ عَلَى الرَّجُل أَكْثَرُ مِنْ مَّائَةِ شَيَاطِينَ فَيَتَمَثَّلُونَ لَهُ بِصُورَةِ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَإِخْوَتِهِ وَمَوَالِيهِ وَرَفِيقِهِ فَيَقُولُونَ: يَافُلَانُ! أَتَعْرِفُنَا؟ فَيَقُولُ لَهُمُ الرَّجُلُ: نَعَمْ، هٰذَا أَبِي وَهٰذِهِ أُمِّي وَهٰذِهِ أُخْتِي وَهٰذَا أَخِي وَيَقُولُ الرَّجُلُ: مَا نَبَئُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: بَلْ أَنْتَ بَلْ أَنْتَ فَأَخْبِرْنَا مَا نَبَأُكَ يَقُولُ الرَّجُلُ: إِنَّا قَدْ أُخْبِرْنَا أَنَّ عَدُوَّ اللهِ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَقُولُ لَهُ الشَّيَاطِينُ: مَهْلًا! لَا تَقُلْ هٰذَا، فَإِنَّهُ رَبُّكُمْ يُرِيدُ الْقَضَاءَ فِيكُمْ لهذِهِ جَنَّتُهُ قَدْ جَاءَ بِهَا وَنَارُهُ وَمَعَهُ الْأَنْهَارُ وَالطَّعَامُ فَلَا طَعَامٌ إِلَّا مَا كَانَ فِيهِ قَبْلُهُ إِلَّا مَاشَاءَ اللهُ فَيَقُولُ الرَّجُلُ: كَذَبْتُمْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا شَيَاطِينُ وَهُوَ الْكَذَّابُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حَدَّثَ حَدِيثُكُمْ وَحَذَّرَنَا وَأَنْبَأَنَا بِهِ فَلَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمُ الشَّيَاطِينُ وَهُوَ عَدُوُّ

اللهِ وَلَيَسُوقَنَّ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ حَتَّى يَقْتُلَهُ فَيُخْسَوُّا فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّمَا أُحَدِّثُكُمْ هٰذَا لِتَعْقِلُوهُ وَتَعُوهُ وَاعْمَلُوا عَلَيْهِ وَحَدِّثُوا بِهِ مَنْ خَلْفَكُمْ فَلْيُحِدُّتُوا بِهِ مَنْ خَلْفَكُمْ فَلْيُحَدِّثُنَّ الْاخَرُ الْأَخَرَ فَإِنَّ فِتْنَتَهُ أَشَدُ الْفِتَنِ»

''اللّٰہ کا رشمن دجال یہودیوں کےلٹکر اورمختلف لوگوں کے ساتھ نکلے گا۔اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوگی۔ وہ آ دمیوں کوقل کرے گا، پھر انھیں زندہ کرے گا۔ اس کے ساتھ ترید (شوریے میں روٹیاں بھگو کر تیار کیے ہوئے کھانے) کا پہاڑ ہوگا اور یانی کی نبر ہوگی۔ میں ابھی شمصیں اس کا تعارف کراتا ہوں کہ وہ نکلے گا تو اس کی ایک آنکھ نہیں ہوگی۔اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ ہریڈھا لکھا اوران پڑھ اسے بڑھ لے گا۔ اس کی جنت آگ ہوگی اوراس کی آگ جنت ہوگی۔ وہ سے کذاب ہوگا۔ تیرہ ہزار یہودیعورتیں اس کی پیروی کریں گی۔اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی اہلیہ کواس کی اتباع سے روکا۔ اس روز قرآن کی قوت سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس کی حالت میہ ہے کہ وہ ایک بہت سخت آز مائش ہے۔اللہ زمین کے مشارق و مغارب کے شیاطین بھیجے گا تو وہ اسے کہیں گے: جس کے خلاف چاہوہم سے مدد طلب کروتو وہ انھیں کہے گا: پس تم جاؤ اور لوگوں سے کہو کہ میں ان کا رب ہوں اور میں ان کے پاس اپنی جنت اور جہنم لے کر آیا ہوں، پس شیاطین روانہ ہوجا کیں گے تو ایک آ دمی کے پاس سوسے زیادہ شیاطین جا کیں گے۔ وہ اس کے سامنے اس کے والد، اس کے بیٹے، اس کے بھائیوں، اس کے غلاموں اوراس کے ساتھیوں کی صورت میں پیش ہوں گے۔ وہ کہیں گے: اے فلاں! کیاتم ہمیں پہچانتے ہو؟ وہ انھیں کہے گا: ہاں پیرمیرے والدہیں،

یہ میری والدہ ہیں، یہ میری بہن اور بیہ میرے بھائی ہیں، وہ آ دمی یو چھے گا:تمھاری کیا خبر ہے؟ تو وہ کہیں گے، بلکہ تیری کیا خبر ہے، بلکہ تیری کیا خبر ہے؟ پس تم ہمیں بتاؤ تمھاری کیا خبر ہے؟ وہ آ دمی کہے گا:ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ کا وشمن د جال نکل چکا ہے، تو شیاطین اے کہیں گے: تھہرو، بیہ نہ کہو کیونکہ وہ تو تمھارا رب ہے۔ وہتمھارے درمیان فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ بیاس کی جنت ہے جسے وہ ساتھ لے کر آیا ہے اور بیاس کی جہنم ہے۔ اور اس کے ساتھ نہریں ہیں، خوراک ہے، پس کھانا وہی ہے جوکس نے پہلے سے جمع کیا ہوا ہے مگر رید کہ جواللہ جا ہے تو وہ آ دمی کیے گا:تم جھوٹ کہدر ہے ہو،تم تو محض شیاطین ہواور وہ کذاب ہے۔ہمیں یہ بات پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ٹاٹیٹی نے تمھارے حالات بتائے اور ہمیں اس سے ڈرایا اورانھوں نے اس کے متعلق بھی ہمیں بتایا۔ پس تمھارے لیے کوئی خوش آ مدید نہیں۔تم شیاطین ہواور وہ اللہ کا دشمن ہے۔اللہ تعالیٰ عیسیٰ ملیٹھ کوضرور بھیجے گاحتی کہ وہ اسے قتل کریں گے، پس وہ نا کام ہوجا ئیں گے اور نا کام و نامراد واپس لوٹیں گے، پھر رسول اللہ مٹاٹیج نے فرمایا: میں پیشمیں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہتم اسے یاد کرو، اسے مجھو، اسے محفوظ رکھو، اس برعمل کرو اوراینے بعدییں آنے والوں کواسے بیان کرو، پس ہرایک دوسرے کو بید حدیث ضرور بیان کرے کیونکہ اس کا فتنہ سب سے شدید فتنہ ہے۔'[©]

﴿ عبدالله بن مسعود وَالْمُؤْنِي ثَالِيُّا سے روايت كرتے مِيں كه آپ فرمايا: ﴿ يَكُونُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَبَيْنَ الرُّومِ هَدَنَةٌ - فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ
وَفِي أَخِرِهِ - وَيَفْتَحُ اللهُ الْقُسْطُنْطُنْيَةَ عَلَى يَدِ أَقْوَامٍ هُمْ أَوْلِيَاءُ

① الفتن للمروزي ص: 369,368.

اللهِ يَرْفَعُ اللهُ عَنْهُمُ الْمَوْتَ وَالْمَرَضَ وَالسُّقْمَ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيُقَاتِلُونَ مَعَهُ الدَّجَّالَ»

''مسلمانوں اور رومیوں کے مابین مصالحت کا معاہدہ ہوگا یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس کے آخر بیس ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کو فتح کرے گا جواللہ کے دوست ہوں گے۔ اللہ ان سے موت، مرض اور تکلیف کو اٹھا لے گاحتی کہ عیسلی ابن مریم نازل ہوں گے تو وہ ان (عیسلی طیشا) کے ساتھوں کر دجال سے قال کریں گے۔'' قال کریں گے۔''

الله بن عباد سے روایت ہے کہ وہ ایک روزسمرہ رہائیڈ کے خطبہ میں حاضر تھے تو انھوں نے خطبہ کے آخر پر کہا کہ رسول اللہ عَلَیْمَا نے فر مایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلاثُونَ كَذَّابًا أَخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ اللَّجَالُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى كَأَنَّهَا عَيْنُ أَبِي يَحْيلى لِشَيْخٍ اللَّجَالُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى كَأَنَّهَا عَيْنُ أَبِي يَحْيلى لِشَيْخٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَّهُ مَتٰى خَرَجَ فَإِنَّهُ يَرْعُمُ أَنَّهُ اللهُ فَمَنْ أَمَنَ بِهِ وَصَدَّقَهُ وَاتَّبَعَهُ فَلَيْسَ يَنْفَعُهُ صَالِحٌ مِّنْ عَمَلِ سَلَفَ وَمَنْ كَفَرَ بِهِ وَكَذَّبَهُ فَلَيْسَ يُعَاقَبُ بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ سَلَفَ وَأَنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ وَأَنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا فَيُصْبِحُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا فَيُصْبِحُ اللهُ وَجُنُودَهُ حَتَّى إِنَّ أَجْرَمَ اللهُ وَجُنُودَهُ حَتَّى إِنَّ أَجْرَمَ الْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ الْحَامَ وَأَعْلَ الشَّجَرِ لَيُنَادِي يَا بِالْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ الْمَالَ الشَّجَرِ لَيُنَادِي يَا بِالْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ مَاللَهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّالَ الْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ اللَّهُ وَاللَهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ الْمُؤْمِنِ هَا اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَلَا اللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَلَا اللَّهُ وَلَهُ اللهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَلَا اللَّهُ وَلَا اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ الْمُؤْمِنِ الللَّهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ الللْولَةُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللْمُؤْمِنِ اللللْمُ الللْمُ اللَّهُ الللْمُؤْمِنِ اللللْمُ اللللْمُ اللَّهُ اللهُ الللْمُؤْمِنِ الللْمُ اللللْمُ الللْمُؤْمِنِ اللللْمُ اللللْمُ الللْمُؤْمِنِ اللللْمُؤْمِنَ الللْمُؤْمِنِ اللْمُؤْمِنِ الللْمُؤْمِنَ اللللْمُؤْمِنَا الللْمُؤْمِنِ الللْمُؤْمِنِ الللْمُؤْمِنَ اللَّهُ الللْمُؤْمِن

ش الفتن للمروزي، ص: 296-299.

'' قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ تمیں کذاب نگلیں گے۔ سب سے آخر میں کانا دجال آئے گا۔ اس کی بائیں آئھ منے شدہ ہوگی گویا کہ وہ انصار کے بزرگ آ دی ابو یجیٰ کی آٹھ کی طرح ہوگی اور جب وہ نظے گا تو وہ زعم رکھے گا کہ وہ اللہ ہے۔ جو خض اس پر ایمان لائے ، اس کی تصدیق کرے اوراس کی اتباع کرے تو اس کے سابقہ صالح اعمال اس کے پچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور جس نے اس کا انکار کیا اوراس کی تکذیب کی تو اس کے سابقہ اعمال پر اسے سز انہیں دی جائے گ۔ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ پوری سر زمین پر غالب آجائے گا اور وہ مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کرے گا تو وہ سخت مصیبت سے دوچار ہوں گے اور بلائے جائیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف اور بلائے جائیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف لائمیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا

﴿ جَابِرِ بَنَ عَبِدَاللَّهُ مِنْ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ عَلَي الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى اللَّهُ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ»

"میری امت کا ایک گروه حق کی خاطر ائرتا رہے گا، وہ قیامت تک غالب رہیں گے۔ فرمایا: "عیسیٰ علیا ان اللہ میں انھیں کے گا: تشریف لا کمیں

المستدرك للحاكم: 331,330/1، حديث: 1230.

اور ہمیں نماز پڑھائیں تو وہ فرمائیں گے: نہیں، بے شکتم میں ہے بعض، بعض پر امیر ہیں، اللہ نے اس امت کوعزت بخشی ہے۔'' ®

مدیند منورہ میں ابن صائد نامی ایک یہودی بچہ تھا جس میں وجال کی بعض علامتیں پائی جاتی تھیں۔ نبی اکرم مُنالیکی کو خدشہ تھا کہ کہیں یہی وجال نہ ہوتو آپ اپنے خدشے کی تقید بق کے لیے متعدد وفعد اس کے گھر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ویگر صحابہ بھی تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر شائش نے آپ سے اجازت طلب کی کہ میں اسے قل کر وول تو حضرت جابر شائش ایک لمبی حدیث میں ان تمام واقعات کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جواب میں نبی اکرم مُنالیکی اُ نے فرمایا:

"إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهُ، إِنَّمَا صَاحِبُهُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَإِنْ لَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ أَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْعَهْدِ»

'' اگریہ وہی وجال ہے تو پھر آپ اسے قبل کرنے والے نہیں، اس کام کے لیے عیسیٰ ابن مریم طالِظامامور ہیں اور اگریہ وہ نہیں تو پھر آپ کو کسی ذمی شخص کو قبل کرنے کاحق حاصل نہیں۔''[®]

الله عَالَيْهُ عَلَيْ مِن الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالِيةَ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَلَيْهُ عَلَيْهُ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلِي عَلَيْكُمُ عَلِي عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلِي عَلِي عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَي

«يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خَفْقَةٍ مِّنَ الدِّينِ وَإِذْبَارٍ مِّنَ الْعِلْمِ فَلَهُ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً يَّسِيحُهَا فِي الْأَرْضِ، اَلْيَوْمُ مِنْهَا كَالسَّنَةِ وَالْيَوْمُ مِنْهَا كَالشَّهْرِ وَالْيَوْمُ مِنْهَا كَالْجُمُعَةِ ثُمَّ سَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ

① صحيح مسلم الإيمان باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام حديث: 156. ② مسند أحمد: 368/3.

هٰذِهِ وَلَهُ حِمَارٌ يَّرْكَبُهُ عَرْضَ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا فَيَقُولُ لِلنَّاسِ: أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَاهِ كَافِرٌ، ك، ف، ر مُهَجَّاةٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنِ كَاتِبٌ وَّغَيْرُ كَاتِبِ يَّرِدُ كُلَّ مَاءٍ وَّمَنْهَل إِلَّا الْمَدِينَةَ وَمَكَّةَ حَرَّمَهُمَا اللهُ عَلَيْهِ وَقَامَتِ الْمَلَائِكَةُ بَأَبْوَابِهَا وَمَعَهُ جِبَالٌ مِّنْ خُبْزِ وَّالنَّاسُ فِي جَهْدٍ إِلَّا مَنْ تَبِعَهُ وَمَعَهُ نَهْرَانِ أَنَا أَعْلَمُ بِهِمَا مِنْهُ، نَهْرٌ يَّقُولُ: الْجَنَّةُ وَنَهَرٌ يَّقُولُ: النَّارُ، فَمَنْ أُدْخِلَ الَّذِي يُسَمِّيهِ الْجَنَّةَ فَهُوَ النَّارُ وَمَنْ أُدْخِلَ الَّذِي يُسَمِّيهِ النَّارَ فَهُوَ الْجَنَّةُ. قَالَ: ۚ وَيَبْعَثُ اللهُ مَعَهُ شَيَاطِينَ تُكَلِّمُ النَّاسَ وَمَعَهُ فِتْنَةٌ عَظِيمَةٌ يَّأُهُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ وَيَقْتُلُ نَفْسًا ثُمَّ يُحْيِيهَا فِيمَا يَرَى النَّاسُ "لَا يُسَلَّطُ عَلَى غَيْرِهَا مِنَ النَّاسِ" وَيَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ يَفْعَلُ مِثْلَ لَهٰذَا إِلَّا الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: فَيَفِرُّ الْمُسْلِمُونَ إِلَى جَبَلِ الدُّخَانِ بِالشَّامِ فَيَأْتِيهِمْ فَيُحَاصِرُهُمُ فَيَشْتَدُّ حِصَارُهُمْ وَيُجْهِدُهُمْ جَهْدًا شَدِيدًا ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيُنَادِي مِنَ السَّحَرِ فَيَقُولُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى الْكَذَّابِ الْخَبِيثِ؟ فَيَقُولُونَ: لَهٰذَا رَجُلٌ جِنِّيٌّ فَيَنْطَلِقُونَ فَإِذَا هُمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَيُقَالُ لَهُ: تَقَدَّمْ يَارُوحَ اللهِ! فَيَقُولُ: لِيَتَقَدَّمْ إِمَامُكُمْ فَلْيُصَلِّ بِكُمْ فَإِذَا صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ خَرَجُوا إِلَيْهِ قَالَ: فَحِينَ يَرَى الْكَذَّابُ يَنْمَاثُ

كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَيَمْشِي إِلَيْهِ فَيَقْتُلُهُ حَتَٰى أَنَّ الشَّجَرَةَ وَالْحَجَرَ يُنَادِي يَارُوحَ اللهِ! هٰذَا يَهُودِيُّ فَلَا يَتُرُكُ مِنَّنَ كَانَ يَتْبَعُهُ أَحَدًا إِلَّا قَتَلَهُ»

'' وجال اس حال میں ظاہر ہوگا کہ دین کمزور ہوگا اورعلم بھی گیا گزرا ہوگا۔اہے حالیس را تول کی مهلت ملے گی، اس مهلت و مدت کا ببلادن سال کی طرح، دوسرا دن مہینے کی طرح، تیسرا دن ہفتے کی طرح ہوگا اور پھر باقی ایام تمھارے ان ایام کی طرح ہوں گے۔اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سواری کرے گا۔اس کے دو کا نول کے مابین حالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ لوگوں سے کہے گا: میں تمھارا رب ہوں جبکہ وہ کا نا ہوگا۔ اورتمھا را رب کا نانہیں۔اس د جال کی آتکھوں کے مابین کافر ککھا ہوگا اور اس کے الگ الگ ک،ف، رجعے لکھے ہوں گے۔ ہر پڑھا لکھااورائ پڑھمومن اسے پڑھ لے گا اور وہ مکہ و مدینہ کے سواہر یانی اور گھاٹ يرآئے گا۔ اللہ نے مكه أور مدينه اس ير حرام قراردے ديا ہے اور ان دونوں شہروں کے دروازوں برفرشتے کھڑے ہول گے۔اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ اس کے پیروکاروں کے سوا باقی لوگ مشقت اور تکلیف میں ہوں گے۔اس کے ساتھ دونہریں ہول گی،ان نہرول کے بارے میں اس کی نبیت میں زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ایک نہر کے بارے میں کیے گا کہ یہ جنت ہے اور ایک کے بارے میں کیے گا کہ بیآگ ہے، پس جو شخص اس نہر میں داخل کیا گیا جے وہ جنت کہتا ہوگا وہ حقیقت میں آگ ہوگی اور جواس نہر میں داخل کیا گیا جس کو وه آگ كهتا هو گا تو وه حقيقت مين جنت هوگى ، فرمايا: الله شياطين كو بيصيح كا وه لوگون ہے باتیں کریں گے۔اس کے ساتھ ایک بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ آسان کو حکم دے گا

تو وہ لوگوں کی ظاہری نظر کے حساب سے بارش برسائے گا۔ وہ کسی نفس کو قل کرے گا، پھراہے زندہ کرے گا، اور پہنجی ظاہری نظروں میں ہوگا(اس کے علاوہ وہ لوگوں برمسلط نہیں کیا جائے گا۔)وہ لوگوں سے کہے گا: لوگو! کیا رب کے سوا کوئی اوراس طرح کے کام کرسکتا ہے۔فرمایا: مسلمان شام میں جبل وخان کی طرف بھاگ جائیں گے۔ وجال بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا اور ان کاسخت قتم کا محاصرہ کرے گا۔ وہ ان پر بہت بختی کرے گا ، پھرعیسیٰ ملیٹا نازل ہوں گے تو وہ سحری کے وقت آواز دے کر کہیں گے: لوگو! کذاب خبیث دجال کی طرف نکلنے میں شمصیں کون سی چیز مانع ہے؟ تو وہ مسلمان کہیں گے: بیتو کوئی جن ہے۔لوگ (آ واز کی طرف) چلیں گے تو وہاں عیسیٰ ملیّلاً ہوں گے۔نماز کے لیےا قامت کھی جائے گی اور ان سے عرض کی جائے گی: روح اللہ! آگے تشریف لائیں، تو وہ فرما ئیں گے:تمھارا امام ہی آ گے آئے اورشھیں نماز پڑھائے، پس جب وہ نماز صبح پڑھ لیں گے تو وہ اس دجال کی طرف روانہ ہوں گے۔فر مایا: جب وہ کذاب عیسیٰ علیها کو دیکھے گا تووہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک یانی میں گھل جا تا ہے، پس وہ اس کی طرف جا ئیں گے اور اسے قل کریں گے ،حتی کہ شجر وحجر آواز دیں گے: روح اللہ! یہ یہودی ہے، پس وہ اس کے تمام پیروکاروں کوقل کرویں گے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔''[®]

ابن عباس وللشئاالله تعالى كفرمان:

﴿ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تُمُثَّرُنَّ بِهَا ﴾

"بے شک وہ قیامت کی ایک علامت ہیں، پستم اس کے بارے میں شک نہ کرو۔"

① مسند أحمد: 368,367/3. ② الزخرف 61:43.

«نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قَبْلِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

''(اس علامت سے مراد) قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ کا نزول ہے۔''[®] ﴿ رسول اللّٰد مَالِیٰتِمْ کے آزاد کردہ غلام ثوبان ڈلٹیُن مَالِیُمْ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمُ اللهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ» اللهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ» "مرى امت كى دو جماعتيں ہیں جنھیں الله نے آگ سے بچالیا ہے۔ ایک جماعت وہ ہے جو میدوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری جماعت وہ ہے جو عیسیٰ ابن مریم ﷺ کے ساتھ ہوگی۔ "

ابن مریم ﷺ کے ساتھ ہوگی۔ "

الله عبدالله بن مغفل والمنتابيان كرت بين كدرسول الله عَلَيْمُ في فرمايا:

"مَا أَهْبَطَ اللهُ إِلَى الْأَرْضِ مُنْذُ خَلَقَ (اللهُ) آدَمَ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ فِتْنَةً أَعْظَمُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَقَدْ قُلْتُ فِيهِ قَولًا لَمْ يَقُدُهُ أَحَدٌ قَبْلِي، إِنَّهُ آدَمُ جَعْدٌ مَّمْسُوحُ عَيْنِ الْيَسَارِ عَلَى عَيْنِهِ فَقُلِهُ أَحَدٌ قَبْلِي، إِنَّهُ آدَمُ جَعْدٌ مَّمْسُوحُ عَيْنِ الْيَسَارِ عَلَى عَيْنِهِ ظَفْرَةٌ غَلِيظَةٌ وَإِنَّهُ يُبْرِى الْأَكْمَة وَالْأَبْرَصَ وَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَلَا فَنْ قَلَدِ فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ الْتُتُنَ يَلْبَثُ فِيكُمْ مَّاشَاءَ اللهُ ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمُحَمَّدٍ عَيْقِةً وَعَلَى مِلَّتِهِ إِمَامًا مَّهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدُلًا فَيَقُدُلُ الدَّجَالَ» فَيَقُدُ الدَّجَالَ»

® صحيح ابن حبان: 15/228، حديث: 6817و 6778. ۞ مسند أحمد: 278/5.

"الله نے جب سے آدم علیہ کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر قیام قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ آسمان سے زمین کی طرف نہیں اتارا۔ میں نے اس کے بارے میں ایسی بات کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں گی۔ وہ گندی رنگ، گھونگر یالے بالوں والا ہے اور اس کی بائیں آئکھ سندہ ہے۔ اس کی آئکھ پرموٹے ناخنہ کی بیماری ہے۔ بشک وہ مادر زاداند ھے اور برص کے مریض کو صحیح کردے گا۔ وہ کہے گا: میں تمھارا رب ہوں۔ جس نے کہا: میرا رب اللہ ہوت وہ میں اس کے لیے کوئی فتہ نہیں اور جس نے کہا: تو میرا رب ہوت وہ فتنے کا شکار ہوگیا۔ وہ مجمد میں اس قدر رہے گا جتنا اللہ چاہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ ازل ہوں گے، وہ وہ میر میں اس قدر رہے گا جتنا اللہ چاہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ ازل ہوں گے، اور دجال کوئی کریں گے۔ وہ امام و را ہنما اور عام کی رنازل ہوں گے اور دجال کوئی کریں گے۔ وہ امام و را ہنما اور عادل حاکم بن کرنازل ہوں گے اور دجال کوئی کریں گے۔ وہ امام و را ہنما اور عادل حاکم بن کرنازل ہوں گے اور دجال کوئی کریں گے۔ "

اوس بن اوس بالتشاني مثل المين سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَوْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَوْقِيِّ دِمَشْقَ" "عيلى ابن مريم عليًا ومثق كمشرقى سفيد منارے كے پاس نازل ہوں گے۔"

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَيَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ»

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور جوان سے دشمنی رکھے گا

⁽ المعجم الأوسط للطبراني: 293/5 ، حديث: 4577 (المعجم الكبير للطبراني: 17/11 ، حديث: 590 ، وتاريخ دمشق: 168/1 ،

اس پر غالب رہے گا حتی کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور عیسیٰ ابن مریم عینا اا نازل ہوجا کمیں گے۔''[®]

یه وه احادیث تحیی جونزول عیسی علیال کے متعلق بیان کی گئی ہیں جو قابل استدلال، صحح، حسن مقبول مرفوع، متصل حدیثیں ہیں بیح حدیثیں درج ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔
ابو ہریرہ، کیسان، عبداللہ بن عمرو، مجمع بن جاریہ، عائشہ، نواس بن سمعان، حذیفہ بن اسید الغفاری، حذیفہ بن محال، عبداللہ، عبداللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ عبداللہ بن عبد

ان حدیثوں کے علاوہ ان صحابہ سے اس معنی کی اور بھی احادیث مروی ہیں، نیز ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی اس معنی کی احادیث مروی ہیں لیکن ہم نے انھیں پر اکتفا کیا ہے۔ اصول حدیث کی بنا پر بیر روایات لفظ اور معناً متواتر ہیں کیونکہ پھر انھی صحابہ کرام ہے۔ اسول حدیث کی بنا پر بیر وایات لفظ اور معناً متواتر ہیں کیونکہ پھر انھی صحابہ کرام ہے۔ سینکٹر وں تابعین اور پھر انتباع تابعین نے بیر وایات نقل کی ہیں۔

اگر ایک حدیث صحیح ہوتو اثبات اور عمل کے لیے وہ ایک ہی کافی ہوتی ہے لیکن جب صحابۂ کرام کی اتنی کثیر تعداد اسے روایت کر ہے تو پھر کوئی عقل مند شخص اس حدیث کورد نہیں کرسکتا۔

احادیث عیسی طیلا کے متواتر ہونے کے متعلق علماء کی تصریحات

عیسی علیا کے نزول کے متعلق احادیث کے بارے میں علائے کرام کی تصریح موجود ہے کہ بیاحادیث متواتر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

﴾ امام کتانی فرماتے ہیں: عصصیہ

شند أحمد: 429/4.

"اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي الْمَهْدِيِّ الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَةٌ وَّكَذَا الْوَارِدَةُ فِي الدَّجَّالِ وَفِي نُزُولِ سَيِّدِنَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ»

'' حاصل یہ ہے کہ مہدی منتظر اور اسی طرح دجال اور سیدناعیسیٰ علیا کے نزول کے بارے میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں۔''

﴿ ابن كثير رَّ الله في فرمايا:

﴿ الله عَلَيْهِ وَأَنَّهُ بَاقٍ حَيٌ وَّأَنَّهُ سَيَنْزِلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ الَّتِي سَنُورِدُهَا إِنْ شَاءَ الله قَريبًا ﴾

''الله تعالیٰ کا اس (عیسیٰ علینا) کو اپنی طرف اٹھانے، ان کے باقی اور زندہ رہنے، اور قیامت کے دن سے پہلے اتر نے پرمتواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ہم ان شاءالله قریب ہی ان کا ذکر کریں گے۔''

﴿ امام ابن عطيه اللسي فرمات بين:

«وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِيثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ أَنَّ عِيسًى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّمَاءِ حَيٍّ وَّأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ النَّمَانِ»

''امت کا اس متواتر حدیث پر اجماع ہے جو اس بات کو مضمن ہے کہ میسیٰ علیا اس متواتر حدیث پر اجماع ہے جو اس بات کو مضمن ہے کہ میسیٰ علیا آسمان پر زندہ ہیں اور وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔'' ®

نظم المتناثر من الحديث المتواتر، ص: 241، حديث: 291. (١٠ تفسير ابن كثير: 791/1، النسآء 4:55).
 النسآء 4:55). (١ المحرر الوجيز: 2/105).

﴿ ابن حجر المُلكَ في مايا:

«تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ اللَّمَّةِ وَأَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّى خَلْفَهُ»

''متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ مہدی اس امت سے ہیں اور عیسیٰ علیا ان کے چیھیے نماز راھیں گے۔''[®]

اس طرح امام ابن جریر، ﴿ سنوس، ﴿ انورشاه کاشمیری ﴾ اور دیگر متعدد ائمهُ مفسرین اورائمهُ محدثین کی تصریحات اس بات پر شاہد ہیں کہ عیسی علیا کے نزول کے متعلق اصادیث متواتر میں۔ علمائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ متواتر حدیث کا انکار کفر ہے۔

متوار احادیث سے ثابت امر کے انکار کا تھم

امام زہبی اِمُلِقَة نے فرمایا:

﴿ وَلَا نُكَفِّرُ أَهْلَ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِإِنْكَارِ الْمُتَوَاتِرِ مِنَ الشَّرِيعَةِ » "هم اہل قبلہ کی تکفیر صرف ای صورت میں کرتے ہیں جب وہ شریعت کے متواتر تھم سے انکار کریں۔" ^{(®}

انورشاہ کشمیری مِٹلٹے نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے ® اور شخ طاہر دمشقی ہٹٹ نے فرمایا: ''جب حدیث حد تواتر کو پہنچ جائے تو اس حدیث کے متعلق اس کے راویوں پر بحث نہیں کی جاتی بلکہ بحث کیے بغیراس پرممل کرنا واجب ہوجا تا ہے۔''[®]

① فتح الباري: 494,493/6. ② جامع البيان: 389/3. ۞ إكمال الإكمال: 445/1.

إكفار الملحدين؛ ص: 8- ألموقظة ، ص: 86. أو إكفار الملحدين ، مقدمة. أو توجيه النظر، ص: 139/1.

احادیث عیسیٰ علیظ کے راویوں پر جرح کا تھم

ام بخاری اور دیگر محدثین بیشے نے عیسی علیا کے نزول کے متعلق احادیث کو بڑے بڑے محدثین سے نقل کیا ہے۔ جیسے: یعقوب بن ابراہیم، ابن شہاب زہری، سعید بن میٹب، لیف، یونس، نافع، ہشام، قادہ، شعبہ، محمد بن زیاد، ابو زناد اور اعرج بیشے۔ ان معید، محمد بن زیاد، ابو زناد اور اعرج بیشے۔ ان محضرات کے متعلق بعض اشخاص نے جرح کی ہے جیسا کہ رسالے کے مؤلف محمد ہادی نے محص ان کی اندھی تقلید کی ہے۔ اور بیلوگ کہتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ ان کے اس قاعدہ و قانون کے بارے میں کچھ وضاحت کی جاچکی ہے لیکن یہاں پچھ فصیل بیان کی جائے گی تا کہ اس قانون و قاعدہ کے لوگ اپنی تلبیس سے عوام الناس کو گمراہ نہ کر سیس بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جرح اس وفت تعدیل پر مقدم ہوگی جب وہ مفسر ہو چنا نچہ امام نووی صحیح مسلم کے بعض راویوں پرضعف کا حکم لگانے والوں کی تر دید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لِأَنَّ ذٰلِكَ فِيمَا إِذَا كَانَ الْجَرْحُ ثَابِتًا مُفَسِّرُ السَّبَبِ وَّإِلَّا فَلَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ السَّبَ وَالِّلَا فَلَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِذَا لَمْ يَكُنْ كَذَا»

''(یہیں کہا جاسکتا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے) کیونکہ بیتو اس وقت ہے جب جرح ثابت اور جرح ثابت اور جرح ثابت اور مفسر ہو، ورنہ تو جرح قبول ہی نہیں ہوگی۔ جب تک وہ ثابت اور مفسر نہ ہو۔''

امیرصنعانی دُمُلِقَة نے فرمایا:

«وَهٰذِهِ الْقَاعِدَةُ لَوْ أُخِذَتْ كُلِّيَةً لَمْ يَبْقَ لَنَا عَدْلٌ إِلَّا الرُّسُلَ

شرح مسلم للنووي: 47/1.

فَإِنَّهُ مَا سَلِمَ فَاضِلٌ مِّنْ طَاعِنٍ، مِنْ ذَٰلِكَ لَا مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ»

''اگر اس قاعدے کومطلق طور پر لے لیا جائے تو پھر صرف رسول ہی باتی رہ جاتے ہیں جن پر کوئی جرح نہ ہو کیونکہ کوئی فاضل شخص طعن کرنے والے کے نشر سے نہیں بھی سے کوئی بچا نہ ائم کہ دین سے نہیں بھی سے کوئی بچا نہ ائم کہ دین میں سے کوئی بچا نہ ائم کہ دین میں سے کوئی بچا نہ ائم کہ دین میں سے '' (3)

لکھنوی رشالتہ نے فرمایا:

" ہمارے دور کے بہت سے علاء اس بارے میں لغزش کا شکار ہوگئے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ انھوں نے ایسا اس لیے کہا کہ وہ اس معاطع میں لگائی گئی چند قیود اور تقیید و تفصیل سے غافل رہے اور انھیں وہم ہوا کہ جرح مطلق طور پر مقدم ہے، یعنی جرح جیسی بھی ہو، کسی بھی معدل سے ہو، جس حالت میں ہواور جس راوی پر ہو، ہر صورت میں جرح تعدیل پر مقدم ہوگی، حالانکہ معاملہ ایسے جس راوی پر ہو، ہر صورت میں جرح تعدیل پر مقدم ہوگی، حالانکہ معاملہ ایسے نہیں جیسے انھوں نے سمجھ رکھا ہے۔"

انھوں نے مزید لکھا ہے: ''بعض اہل جرح و تعدیل کی کسی راوی پر جرح کرنے کی ا

① إرشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد، ص: 46. ② الرفع والتكميل، ص: 117.

وجہ ہے آپ پر واجب ہے کہ آپ اس راوی پر جرح کا تھم لگانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس معاطے میں تنقیح کریں کیونکہ یہ معالمہ بڑی ایمیت کا حامل ہے۔ آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ہر جرح کرنے والے کی بات قبول کریں، خواہ وہ کسی بھی راوی کے بارے میں ہواگر چہ وہ جرح کرنے والا انکہ میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بسااوقات ایسے ہوا ہے کہ جرح قبول کرنے ہے کوئی مانع پایا جاتا ہے۔ تب جرح کورد کرنے کے بارے میں تھم دیا جاتا ہے اور اس کی بہت می صورتیں ہیں جو کتب شریعہ کے ماہرین پرخفی نہیں۔ "

بی الله فرماتے ہیں: "آپ یہ بات قبول کرنے سے ممل طور پراحتیاط کریں کہان کا قاعدہ، جرح تعدیل پرمطلق طور پرمقدم ہے بلکہ درست بات سے کہ جس کی امامت اور عدالت ثابت ہو، اس کی مدح کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے ٹادر ہوں اور وہاں پیقرینہ بھی موجود ہوکہ جرح کا سبب مذہبی عصبیت وغیرہ ہوسکتا ہے تو پھراس کی جرح کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ جارح کی جرح ایسے مخص کے بارے میں قبول نہیں ہوگی اگر چہ وہ جرح مفسر ہی کیوں نہ ہوجس کی نیکیاں اس کی معصیت یر،اس کی مدح کرنے والے اس کی ندمت کرنے والوں پر اوراس کا تزکیہ بیان کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں پر غالب ہوں، جبکہ وہاں پی ثبوت بھی ہو کہ عقل اسے تتلیم کرتی ہوکہ صرف نہ ہی تعصب یاد نیوی منافست اس کی جرح کا باعث ہے جیا کہ ہم عصروں میں ایسے ہوتا ہے تو پھر ہم کسی کے بارے میں ایسی جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے بلکہ اس کے بارے میں عدالت برعمل کریں گے۔ اگر ہم نے ایسے نه كيا اوراس بات كوكھول ديايا جم في مطلق طور برجرح كومقدم كرديا تو پھر مارے ليے كوئى

[﴿] الرفع والتكميل، ص: 265,264.

امام (جرح سے) سلامت نہیں رہتا کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں جس کے بارے میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہواور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک نہ ہوئے ہوں۔'[®] امام محمد بن نصر مروزی وشاشہ نے فرمایا:

«كُلُّ رَجُلٍ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ لَمْ يُقْبَلْ فِيهِ تَجْرِيحُ أَحَدٍ حَتَّى يُبَيَّنَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِأَمْرٍ لَّا يُحْتَمَلُ غَيْرُ جَرْحِهِ»

''ہر شخص جس کی عدالت ثابت ہوجائے تو اس کے بارے میں کسی کی جرح قبول نہیں ہوگی حتی کہ اس کے بارے میں نہیں ہوگی حتی کہ اس کے بارے میں جھے واضح ہوجائے کہ اس کے بارے میں جرح کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں۔'' ﴿

ڈاکٹر عبدالعزیز نے کہا:''جب ناقد کے کلام اور امام بخاری و امام مسلم بھٹ کے کلام میں، کسی بدعتی شخص کے بارے میں کہ جس سے انھوں نے روایت کی ہے، تعارض آجائے تو اس راوی کے متعلق ان دونوں (امام بخاری اور امام مسلم بھٹ) کے کلام کو دیگر لوگوں کے کلام پر مقدم کیاجائے گا اوران دونوں کا کلام معتبر ہوگا کیونکہ وہ راویوں کے بارے میں دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔' ®

امام ابن تیمیه المنطشه نے فرمایا:

﴿إِذَا كَانَ الْجَارِحُ وَالْمُعَدِّلُ مِنَ الْأَئِمَّةِ لَمْ يُقْبَلِ الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا فَيَكُونُ التَّعْدِيلُ مُقَدَّمًا عَلَى الْجَرْحِ الْمُطْلَقِ»

''جب اس طرح کی صورت حال ہوتو کہا جائے گا کہ جب جرح کرنے والے اور تعدیل کرنے والے ائمہ میں سے ہوں تو پھر صرف جرح مفسر ہی قبول کی

ل طبقات الشافعية الكبرى: 188/1، وقاعدة في الجرح والتعديل، ص: 18. (١٤) تهذيب التهذيب: 241/7. (١٥٥) ضوابط الجرح والتعديل، ص: 103.

جائے گی اور تعدیل مطلق جرح پر مقدم ہوگ۔''[®] زیلعی ڈلشے نے فرمایا:

﴿ وَمُجَرَّدُ الْكَلَامِ فِي الرَّجُلِ لَا يُسْقِطُ حَدِيثَهُ وَلَوِ اعْتَبَرْنَا ذٰلِكَ لَذَهَبَ مُعَظَّمُ السُّنَّةِ إِذْ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ تَعَالَى ﴾

"کسی آدمی پر مجرد کلام اس کی حدیث کوساقط نہیں کردیتا۔ اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر سنت کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا کیونکہ لوگوں کے کلام سے صرف وہی بچاہے جے اللہ تعالی نے بچایا ہو۔"

بچاہے جے اللہ تعالی نے بچایا ہو۔"

ق

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ''پس الیی صورت میں اسے اس شرط پر وقف کرنا چاہیے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اسے ایسے شخص کے بارے میں کسی کی بات قبول نہیں کرنی چاہیے جس کا عادل ہوناصیح ثابت ہو، عالم ہونے کے حوالے سے مشہور ہو، کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو، مردت و تعاون کا التزام کرتا ہو، اس کی نیکی و بھلائی غالب ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں کسی شخص کا بلادلیل قول قبول نہیں کیا جائے گا، پس یہی حق اور ان شاء اللہ اس کے علادہ اور کوئی چیز صحیح نہیں۔'، ®

شهموع الفتاول لابن تيمية :351/24. (ق) نصب الراية :341/1. (ق) جامع بيان العلم:
 118/2.

کے مؤلف نے امام بخاری را اللہ کی سند سے نزول عیسی علیا کی حدیث کوضعیف قراردینے کی کوشش کی ہے۔ در حقیقت بیلوگ خواہشات نفس کے انتاع کی وجہ سے مسلمانوں کے مسلمہ عقائد میں شکوک وشبہات ڈال کر تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ نعوذ بالله من شرورهم.

وَصَلَّى الله تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ.

www.KitaboSunnat.com

	atomic automic is see sentimonare in proposition around a see section.
1	
1	
1	
1	
-	
1	
1	
1	
1	
1	
	The state of the s
1	
1	
L	
1	
-	
-	
-	
-	
1	
1	
1	
1	
1	
1	
1	
4	
1	
1	
1	
1	
1	
F	
-	
L	
L	
1	
L	

		1
•		l
		l
		1
		1
		l
		ł
		ŀ
		l
,		ŀ
•		ŀ
,		ł
		1
1		1
i		ŀ
į		ľ
		ŀ
ł		ľ
		ŀ
ļ		ł
		l
į		ŀ
		ļ.
		ľ
		ŀ
į		l
į		l
į		l.
į		ŀ
ļ		
I		
I	·	ı
1		ľ
1		١
į		Ì.
Ì		ľ
l		ĺ.
ł	•	É
Ì		É
ļ		Ė
١		
ì		
ı	<u> </u>	
1	i	
ł		
۱		١,
1		
1		
Į		è
1		i
ĺ		ľ
١		ŕ
ļ		ŀ
į		ŀ
Í		r
١		
١		i.
ł		
l		11
١		
ŀ		ì
ţ		
1		
ŀ		
Í		
1		
1		

	and the second of the second o
-1.0222	Street to the street of the st
-	
_	
1	
1	A
-	
\	
1	
	And the second s
Ţ	
L	
-	
4	
1	
4	
1	
1	

		j
7		1
1: 1: 2:		
		4
		ł
		7
٠,		ļ
		ł
		l
1		1
		ł
1		1
1		Ť
	The state of the s	-
		-
		1
		I
		ľ
		1
1		
1	i	
1		
1		
1		
1		l
1		
ı		
1		
1		
1		
1		
ſ		
1		
ł		
1		į.
1		
1		ď
į		Ş
1		
1		
		á
l		j
1		
1		f
٠.		ď.

الكاربديث من الكارقران تك

قرآن كريم اور احاديث مقدسه اسلامي تعليمات كا سرچشمه بين-اگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو انھوں نے اپنے سامراجی مقاصد کی سخیل کے لیے مسلمانوں کے عقائد کو متزازل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انھوں نے جن نام نہاد سکالروں کی کاشت کی، انھوں نے فقید انکار حدیث بریا کرنے کی مہم شروع کر دی۔ الحد للہ! علائے حق آ کے برجے۔ الحول نے قرآن وسنت کے روش ولائل و برامین سے انگریزوں اور ان کے لے یالک وانشورون کے سارے حربے باکار کر دیے اور بول مسلمانوں کی متاع ایمان كو تباہ ہونے سے بيايا۔ ايسے علائے كباركى كبكشان ميں فاضل اجل مولانا عبداللام رسمی طفتہ کا نام ایک نادر اضافہ ہے۔ انھول نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور تعامل صحابه کی روشنی میں سرسید، اسلم جیراج بوری اور غلام احمد يرويز جيسے قاركارول كى مراه كن تحريول اور دُور ازكار تاويلول ك بيخ أدهير دي بن اور يدهقيقت الهجي طرح أحاكركر دي بي كه حديث كا الكارور هيقت قرآن كا الكار بـ اسلام اطبعو الله واطبعوا الوسول كا نام بے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ جب تک مج احادیث پر بوری طرح یقین اور عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک ایمان کی لذت شناسی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ کماپ ای حقیقت کی ایمان افروزتفیر اور جیت حدیث کی دل آویز دستاویز ہے۔



